فتاوی رشیدیہ (کامل)

افادات

قطب الاقطاب فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد

گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ

جلد دوم

جدید مطول حاشیہ

احقرالعباد محمد خالد حنفی

فاضل جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ

المکتبۃ الحنفیۃ

فہرست مضامین

باب الجمعہ والعیدین

ملفوظ

باب جنازہ کی نماز بیان

باب سجدہ تلاوت کا بیان

باب بیمار کی نماز کا مسئلہ

مسافر کے احکام کا بیان

ملفوظ

شہید کا بیان

کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ کے مسائل کا بیان

ملفوظ

باب عشر و صدقہ و زکوٰۃ کن کن کو دیا جائے اس کا بیان

ملفوظ

باب صدقہ فطر کا بیان

ملفوظ

باب عشر وخراج کے احکام کا بیان

ملفوظ

کتاب الصوم

روزے کے مسائل کا بیان

ملفوظات

باب روزہ کی قضا اور کفارہ کا بیان

ملفوظات

باب روزہ کس بات سے فاسد ہوتا ہے اور کن باتوں سے نہیں

ملفوظ

باب اعتکاف کا بیان

ملفوظ

کتاب الحج کا بیان

کتاب النکاح کے مسائل

باب رضاعت کا بیان

کتاب الطلاق کے مسائل

باب عدت کا بیان

باب بچوں کی پرورش کا بیان

باب اولیاء اور کفو کا بیان

باب وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے ان کا بیان

باب بیع میں کون سی چیز داخل ہوتی ہے اور کون سی نہیں

ملفوظات

باب سود کے مسائل کا بیان

باب بدھنی کا بیان

باب چیزوں سے الٹ پھیر کرنیکی بیع کا بیان

ملفوظ

کتاب دعویٰ کے مسائل

کتاب اجرت کے مسائل

ملفوظ

باب فیصلہ اور حکم کرنے کے مسائل

کتاب الرہن

رہن کے مسائل

کتاب بخشش کے مسائل

ملفوظ

باب قرض کے مسائل

باب جوئے کا بیان

باب رشوت کا بیان

ملفوظات

کتاب امانت کے مسائل

کتاب اللقطۃ

کتاب گری پڑی چیز کے مسائل

باب نذر اور قسم کا بیان

ملفوظ

کتاب شکار اور ذبح کے مسائل

ملفوظات

کتاب قربانی اور عقیقہ کے مسائل

کتاب جواز وحرمت کے مسائل

ملفوظات

کتاب وراثت کے مسائل

ملفوظ

کتاب ذکر ودعا آداب قرآن وتعویذ کے مسائل

ملفوظات

باب حقوق کے مسائل

ملفوظ

کتاب آداب اور معاشرت کے مسائل

ملفوظات

باب سنتوں اور نفلوں کا بیان

فجر کی سنتیں قبل طلوع آفتاب پڑھنا

﴿سوال﴾ صبح کو بعد فرائض کے اگر دو سنتیں اول کی رہ گئی ہوں تو قبل طلوع آفتاب پڑھ لے یا نہیں؟ اس میں آپ کی رائے شریف کیا ہے اور سوائے قول امام صاحبؒ کے آپ کو حدیث سے کیا ثابت ہوا۔ آیا پڑھنا یا نہ پڑھنا؟

﴿جواب﴾ بندہ کے نزدیک سب احادیث جمع کرکے راجح نہ پڑھنا ہے کہ حجت اس کی قوی ہے(۱)۔

فجر کی سنتیں بعد طلوع آفتاب پڑھ سکتے ہیں یا نہیں

﴿سوال﴾ فجر کی سنت اگر قبل از فرض ادا نہ ہوئی ہوں تو بعد طلوع آفتاب کے ان کا ادا کرنا

---

(۱):عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه، قال: كان النبیﷺ اذا فاتته ركعتا الفجر صلاهما اذا طلعت الشمس. أخرجه الطحاوی فی ”مشكل الآثار“له، وقال: اسناده أحسن من اسناد حديث قيس بن فهد، كذا فی المعتصر من المختصر من مشكل الآثار [ص: ۴۲] والطحاوی حافظ حجة امام فی الجرح والتعديل، عده السيوطی فی حسن المحاضرة له فی حفاظ الحديث ونقاده [۱ : ۱۴۷]، فتحسينه اسناد هٰذا الحديث حجة.

قال العلامة العثمانی رحمه اللّٰه تعالیٰ تحت هذا الحديث: قوله: ”عن أبی هريرة الخ“. قلت: فيه دلالة علی أنهﷺ كان يقضيهما اذا فائتا بعد طلوع الشمس، ولايخفی أن تأخير الصلاة عن وقت الأداء مكروه، فلو كان ما بعد صلاة الفجر الی طلوع الشمس وقتا لهما لم يؤخرهماﷺ عن الوقت، فثبت كراهة أدائهما بعد فرض الفجر قبل طلوع ذكاء.(اعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب قضاء السنن الأوراد، ج: ۷، ص: ۱۳۳، ۱۳۴، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

ضروری ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ بعد طلوع آفتاب اگر سنن ادا کرے تو اولیٰ ہے کوئی ضروری نہیں ہے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عیدین کے روز اشراق وچاشت کا پڑھنا

﴿سوال﴾ عیدین کے روز نماز اشراق اور چاشت پڑھنا چاہیئے یانہیں پڑھنے کی حالت میں تو کچھ حجت نہیں اگر نہ پڑھنے کا حکم ہے تو اس کی لم کیونکر اور کس طرح پر ہے؟

﴿جواب﴾ قبل عیدین نوافل ثابت نہیں (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲):فان النبی ﷺ صلی رکعتی الفجر ثم صلی الفجر ولان لهذه السنة من القوة مالیس لغیرها قال ﷺ صلوها فان فیها الرغائب وان انفردت بالفوات لم تقض عند أبی حنیفة وأبی یوسف رحمهما اللّٰه تعالیٰ لأن موضعها بین الاذان والاقامة وقد فات ذلک بالفراغ من الفرض وعند محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ یقضیها اذا ارتفعت الشمس قبل الزوال. (المبسوط السرخسی، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۶۲، ط، دار المعرفة بیروت لبنان)

(۳):وأما الثانی قبلها فهو مکروه، وأطلقه فشمل ما اذا کان فی المصلی أو فی البیت، ولاخلاف فیما اذا کان المصلی. واختلفوا فیما اذا تنفل فی البیت فعامتهم علی الکراهة وهو الأصح کما فی غایة البیان....ودلیل الکراهة ما فی الکتب الستة عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما أن النبی ﷺ خرج فصلی بهم العید لم یصل قبلها ولابعدها. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صلاة العیدین، ج: ۲، ص: ۲۷۹، ۲۸۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان/وکذا فی رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب العیدین، ج: ۳، ص: ۵۰، ط، دار عالم الکتب ریاض)

تہجد واشراق کی قضاء کا مسئلہ

﴿سوال﴾ آج کی تاریخ سے ذکر موافق معمول سابق کرتا ہوں جب بیمار ہوا تھا تب سے اکثر اوقات لیٹ کر ذکر خفی کیا نہ حضور قلب ہوا نہ وضو رہتا تھا بلکہ فقط لفظ اللہ زبان سے کہہ دیتا تھا لہٰذا ذکر بے وضو میں حصول مقصد میں تو کچھ دیر نہیں ہوتی ایک روز نماز تہجد واشراق بھی قضاء ہوئی اس کی قضاء ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قضاء تہجد کی واجب ہے نہ چاشت اشراق کی نہ ذکر کی مگر اس قدر نوافل یا مقدار ذکر دوسرے وقت پورے کر لئے جاویں تو مستحب اور ثواب سے خالی نہیں ہے(۴)۔فقط۔

صلوٰۃ التسبیح کے قومہ میں ہاتھ باندھیں یا کھلے رکھیں

﴿سوال﴾ صلوٰۃ التسبیح میں قومہ میں ہاتھ باندھ کر تسبیح پڑھنا اولیٰ ہے یا ہاتھ کھول کر؟

﴿جواب﴾ ہاتھ کھول کر پڑھنا چاہیے(۵)۔فقط۔

---

(۴):عن ابن شهاب أن السائب بن يزيد وعبيد الله أخبراه أن عبدالرحمٰن بن عبد قالا: عن ابن وهب: ابن عبد القارى قال: سمعت عمر بن الخطاب يقول: قال رسول اللهﷺ: من نام عن حزبه أو عن شيء منه فقرأه ما بين صلاة الفجر وصلاة الظهر كتب له كأنما قرأه من الليل. وفى بذل المجهود تحت هٰذا الحديث: (قال: سمعت عمر بن الخطاب يقول: قال رسول اللهﷺ: من نام عن حزبه) أى فاته كله لغلبة النوم (أو عن شئ منه) أى فاته بعضه (فقرأه) أى الحزب (مابين صلاة الفجر وصلاة الظهر كتب له) أى عند الله (كأنما قرأه من الليل) فيثاب بثواب قراءة الليل. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب من نام عن حزبه، ج: ۵، ص: ۵۵۵، ۵۵۶، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(۵):ويرسل اليدين فى القومة بعد الرفع من الركوع باتفاق ائمتنا كذا قال=

ظہرومغرب کی نوافل کا ثبوت

﴿سوال﴾ نمازنفل دورکعت جوفرضوں کے بعد وقت ظہر اور وقت مغرب پڑھے جاتے ہیں اس کا ثبوت کس کتاب حدیث یا فقہ سے ہے؟

﴿جواب﴾ بعد فرض مغرب کے دورکعت سنت مؤکدہ ہیں جملہ احادیث سے ثابت ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اور ماسوائے اس کے جونوافل ہیں وہ مشروع ہیں (٦)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=الصدر الشهيد حسام الدين في واقعاته. (غنية المستملى فى شرح منية المصلى، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ص: ٣٢٠)

ويرسل فى القومة الركوع وبين تكبيرات العيد. (الجوهرة النيرة على مختصر القدورى، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ١، ص: ٦٠، ط، مكتبه امداديه ملتان)

(٦):عن عبدالله بن شقيق قال: سألت عائشة عن صلاة رسول الله ﷺ من التطوع، فقالت: كان يصلى قبل الظهر اربعاً فى بيتى، ثم يخرج فيصلى بالناس، ثم يرجع الى بيتى فيصلى ركعتين، وكان يصلى بالناس المغرب ثم يرجع الى بيتى فيصلى ركعتين، وكان يصلى بهم العشاء ثم يدخل بيتى فيصلى ركعتين...الخ. (رواه ابو داؤد، كتاب التطوع، باب تفريع أبواب التطوع، ص: ١٨٨، رقم: ١٢٥١، ط، دار السلام رياض)

فى المحيط البرهانى: والتطوع بعد المغرب ركعتان، لحديث ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال: كان رسول الله ﷺ يصلى ركعتين بعد المغرب يطيل القراءة فيهما حتى يتفرق الناس. وعن سعيد بن جبير رضى الله تعالىٰ عنه أنه قال: لو تركت ركعتى المغرب لخشيت أن لايغفرلى، ولأنه واظب عليها رسول الله ﷺ فكان سنة. (المحيط البرهانى، كتاب الصلاة، الفصل الحادى عشر فى التطوع قبل الفرض وبعده، ج: ٢، ص: ٢٣٣، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

جمعہ کے بعد کی رکعات

﴿سوال﴾ بعد جمعہ کے کتنی رکعت مسنون ہیں؟

﴿جواب﴾ چھ رکعت چار ایک سلام اور دو ایک سے (۷) فقط۔

---

(۷): عن أبی هريرة قال: قال رسول اللهﷺ: اذا صلى احدكم الجمعة فليصل بعدها اربعا. وفی فتح الملهم تحت هٰذا الحديث: قال ابن الملک: وهٰذا يدل على كون السنة بعدها أربع ركعات، وعلى الشافعی فی قول. وهو قول أبی حنيفة ومحمد، وعن أبی يوسف: أن السنة بعدها ست، جمعا بين الحديثين، أو لما روى عن علی: أنه قال: من كان مصليا بعد الجمعة فليصل ستاً. وهو مختار الطحاوی. (موسوعة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم، كتاب الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة، ج: ۵، ص: ۳۶۶، ۳۶۷، ط، دار أحيا التراث العربی بيروت لبنان)

فی المحيط البرهانی: والتطوع قبل الجمعة أربع ركعات، لحديث ابن عمر رضی اللّٰه تعالى عنهما: أن رسول اللهﷺ كان يتطوع قبل الجمعة أربع ركعات. وقد اختلفوا فی التطوع بعدها، فعن ابن مسعود رضی اللّٰه تعالى عنه: أنها أربع، وبه أخذ ابو حنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه تعالى، وعن علی رضی اللّٰه تعالى عنه: أنه يصلی بعدها ستا، أربعاً، ثم ركعتين، وبه أخذ أبو يوسف والطحاوی وكثير من المشايخ رحمهم اللّٰه تعالى، على هذا قال الشيخ الاسلام الأجل شمس الأئمة الحلوانی رحمه اللّٰه تعالى: الأفضل أن يصلی أربعا، ثم ركعتين، فقد أشار الى أنه مخير بين تقديم الأربع، وبين تقديم المثنى، لكن الأفضل تقديم الأربع، كيلا يصير متطوعاً بعد الفرض مثلها. (المحيط البرهانی، كتاب الصلاة، الفصل الحادی عشر فی التطوع قبل الفرض وبعده، ج: ۲، ص: ۲۳۴، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

سنتوں کے بعد قضاء عمری کا پڑھنا

﴿سوال﴾ فجر وظہر کی سنتوں کے بعد قضاء عمری میں نماز نفل پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور نماز قضاء عمری اور فجر کی سنتوں کا اندھیرے میں پڑھنا کہ جہاں سجدہ کی جگہ نہ رکھتی ہو۔یعنی اول وقت پڑھنا جائز ہے یا نہیں یا مکروہ؟

﴿جواب﴾ سنتوں کے بعد قضاء ونفل درست ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ سنت وفرض کے درمیان اور کچھ فاصلہ نہ ہوا ایسے ہی بعد کی سنتیں اولیٰ یہ ہے کہ فرضوں کے ساتھ متصل پڑھے (۸)۔فقط۔

---

(۸):اس مسئلے میں کچھ تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ فجر اور ظہر کے سنتوں سے ماقبل اوران کے مابعد قضاء نمازیں پڑھنا جائز ہے، البتہ نفل پڑھنے کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر طلوع فجر کے بعد تک نفل پڑھنا جائز نہیں، البتہ ظہر کے سنتوں سے ماقبل اور مابعد نفل پڑھنا بلاشبہ جائز ہے۔

اخرج ابن أبی شیبة عن عبداللّٰه بن عمرو قال: قال رسول اللّٰه ﷺ لاصلاة بعد طلوع الفجر الا رکعتین قبل صلاة الفجر. (مصنف ابن أبی شیبة، کتاب الصلاة، باب من کره اذا طلع الفجر أن یصلی أکثر من رکعتین، ج: ۳، ص: ۳۳۳، رقم: ۷۴۳۸، ط، مکتبة الرشد ریاض)

فی التبیین: (وبعد طلوع الفجر بأکثر من سنة الفجر) أی یکره أن یتطوع بعد ماطلع الفجر قبل الفرض بأکثر من سنة الفجر لقوله علیه الصلاة لیبلغ شاهدکم غائبکم الا لاصلاة بعد الصبح الا رکعتین رواه احمد وأبو داؤد.....ولو صلی قضاء فی هذا الوقت جاز لان النهی عن التنفل فیه. (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب مواقیت الصلاة، ج: ۱، ص: ۸۷، ط، مکتبه امدادیه ملتان)

فی القدوری: ویکره أن یتنفل بعد صلاة الفجر حتی تطلع الشمس وبعد صلاة العصر حتی تغرب الشمس ولابأس بأن یصلی فی هذین الوقتین الفوائت، ویسجد=

عشاء کے بعد کی نوافل کس طرح پڑھے

﴿سوال﴾ ایک شخص دریافت کرتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے عشاء کے بعد نفل بیٹھ کے پڑھے ہیں یا کھڑے ہوکے؟

﴿جواب﴾ رسول اللہ ﷺ نے بیٹھ کے نفل ادا فرمائے (۹) مگر اور جو شخص بیٹھ کر پڑھے تو اس کو نصف ثواب ملے گا (۱۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=للتلاوة، ويصلى على الجنازة.

وفى اللباب تحته: (ولابأس بأن يصلى فى هذين الوقتين) المذكورين (الفوائت، ويسجد للتلاوة، ويصلى على الجنازة) لأن النهى لمعنى فى غير الوقت، وهو كون الوقت كالمشغول بفرض الوقت حكما، وهو أفضل من النفل، فلايظهر فى حق فرض آخر مثله، فلايظهر تأثيره الا فى كراهة النافلة. (اللباب فى شرح الكتاب، كتاب الصلاة، باب الأوقات التى تكره فيها الصلاة، ج: ٢، ص: ٢٠٠، ط، دار السراج المدينة المنورة)

(٩):عن أم سلمة رضى الله عنها أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يصلى بعد الوتر ركعتين. رواه الترمذى، وزاد ابن ماجة: خفيفين وهو جالس. (مشكاة المصابيح مع مرقات المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الوتر، الفصل الثالث، ج: ٣، ص: ٣٢١، رقم الحديث: ١٢٨٤ ط، قديمى كتب خانه كراتشى)

(١٠):عن أنس بن مالك أن رسول الله ﷺ خرج فرأى اناسا يصلون قعوداً فقال صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم. وفى اهداء الديباجة تحت هذا الحديث: ويجوز فى النافلة الصلاة قاعداً لغير عذر، ويكون أجره على النصف من أجر القائم. (اهداء الديباجة بشرح سنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، باب صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم، ج: ٢، ص: ٤٥، ٤٧، رقم: ١٢٣٠) =

وتر کے بعد نوافل کس طرح پڑھے

﴿سوال﴾ وتر کے بعد جو دو نفل پڑھتے ہیں وہ کھڑے ہوکر پڑھے یا بیٹھ کر اوران دونوں صورتوں میں سے ثواب کس میں ہے بحالت بیٹھ کر پڑھنے کی کیا وجہ ہے کہ ان نوافل کے ثواب کو کھڑے ہوکر نفل جو پڑھے جاویں ان پر ترجیح ہو؟

﴿جواب﴾ اگر کھڑے ہوکر پڑھے گا تو پورا ثواب ہوگا اور اگر بیٹھ کر پڑھے گا تو آدھا ثواب ملے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے بعض مرتبہ بیٹھ کر پڑھے ہیں مگر آپ کو بیٹھ کر پڑھنے میں بھی ثواب پورا ہوتا تھا (۱۱)۔ فقط۔

= فی نور الایضاح: یجوز النفل قاعدا مع القدرة علی القیام، لکن له نصف أجر القائم الا من عذر.

وفی امداد الفتاح تحته: (لکن له) أی: للتنفل جالساً (نصف أجر القائم) لقوله ﷺ: من صلی قائما فهو أفضل، ومن صلی قاعداً فله نصف أجر القائم، ومن صلی نائما فله نصف أجر القاعد. رواه الجماعة الا مسلما. الخ. (امداد الفتاح شرح نور الایضاح ونجاة الارواح، کتاب الصلاة، فصل فی صلاة النفل جالساً والصلاة علی الدابة، ص: ۴۴۶، ۴۴۷، ط، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

(۱۱): عن عبداللّٰه بن عمرو قال: حدثت ان رسول اللّٰه ﷺ قال: صلاة الرجل قاعدا نصف الصلاة قال: فاتیته فوجدته یصلی جالسا، فوضعت یدی علی رأسه. فقال: مالک یا عبداللّٰه بن عمرو؟ قلت: حدثت یا رسول اللّٰه! أنک قلت: صلاة الرجل قاعداً علی نصف الصلاة وأنت تصلی قاعداً! قال: اجل، ولکنی لسیت کأحد منکم. وفی فتح الملهم تحت هذا الحدیث: قوله: (أجل، ولکنی لست) الخ: أی: قلت ذلک، ولکن الفرق أنی لست کأحدکم. قال عیاض یعنی لیس کأحدکم فی السلامة من العذر، لأنه انما فعله للمشقة التی لحقته فی آخر عمره من کبر سنه، وحطم الناس، وما کان ﷺ=

تہجد کی رکعات

﴿سوال﴾ تہجد میں کتنی رکعت ہیں کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ؟

﴿جواب﴾ تہجد میں کم از کم دو رکعت سنت ہے اور زیادہ سے زیادہ جس قدر پڑھ لے درست ہیں مگر حضرت ﷺ سے علاوہ وتر آٹھ رکعت سے زیادہ ثابت نہیں ہیں (۱۲) فقط۔

=ليدع الأفضل لغير عذر، ويحتمل أن يريد: لست كأحدكم فى الحكم، بل أجرى قاعداً كأجرى قائما، ويكون هذا من خصائصه ﷺ، وقد خص بأشياء.

قال النووى: هذا مذهبنا فى هذا الحديث، والأول باطل، لأنه لاتبقى معه خصوصية له ﷺ، لأن من غيره من ذوى الأعذار أجره مع العذر كامل. اهـ.

قال ابن عابدين: اما النبى ﷺ فمن خصائصه أن نافلته قاعداً مع القدرة على القيام كنافلته قائما.(موسوعة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب جواز النافلة قائما وقاعداً، ج: ۴، ص: ۴۹۱، ۴۹۴، ط، دار أحياء التراث العربى بيروت لبنان)

فى مراقى الفلاح: ولكن له أى للمتنفل جالساً (نصف أجر القائم) لقوله ﷺ: من صلى قائما فهو أفضل، ومن صلى قاعداً فله نصف أجر القائم.

وفى حاشية الطحطاوى تحته: قوله: (ولكن له نصف أجر القائم) يستثنى منه صاحب الشرع ﷺ كما ورد عنه ﷺ: فان أجر صلاته قاعداً كأجر صلاته قائما فهو خصوصياته. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فى صلاة النفل جالساً والصلاة على الدابة، ص: ۴۰۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۲):فى الدر المختار: وصلاة الليل، وأقلها على مافى الجوهرة ثمان.

وفى الشامية تحته: قوله: (وأقلها على ما فى الجوهرة ثمان) قيد بقوله: ''على=

ملفوظات

تہجد کا کوئی خاص طریقہ نہیں

﴿۱﴾ تہجد کا کوئی طریق خاص نہیں، آپ کی عادیت تھی کہ بعد نصف شب کے اٹھتے (۱۳) اور وضو کر کے اول دو رکعت خفیفہ پڑھ کر پھر دو رکعت کی نیت کر کے قرآن کثیر اس میں پڑھتے تھے۔ گاہ آٹھ رکعت یہ اکثر ہوا گاہ دس رکعت گاہ چھ رکعت اور بعد رکعات تہجد کے وتر پڑھتے تھے (۱۴)۔ فقط جب تکبیر فجر کے فرض کی

=ما فی الجوهرة'' لأنه فی الحاوی القدسی قال: یصلی ما سهل علیه ولو رکعتین، والسنة فیها ثمان رکعات بأربع تسلیمات اهـ. والتقیید بأربع تسلیمات مبنی علی قول الصاحبین، وأما الامام فلا، کما ذکره فی الحلیة، وقال فیها أیضاً: وهذا بناء علی أن أقل تهجده ﷺ کان رکعتین، وأن منتهاه کان ثمانی رکعات أخذاً مما فی مبسوط السرخسی. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج: ۲، ص: ۴۶۷، ۴۶۸، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۳): عن مسروق قال: سألت عائشة عن صلاة رسول الله ﷺ، فقلت لها: أی حین کان یصلی؟ قالت: کان اذا سمع الصراخ قال فصلی. وفی البذل تحت هذا الحدیث: (أی حین) من اللیل (کان) رسول الله ﷺ (یصلی قالت: کان اذا سمع الصراخ) أی صوت الدیک (قام فصلی) وأکثر مایصیح الدیک فی الحجاز بعد نصف اللیل، قاله الطیبی، وکان هذا أکثر أوقاته. (البذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب وقت قیام النبی ﷺ من اللیل، ج: ۵، ص: ۵۶۰، رقم: ۱۳۱۷، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

(۱۴): عن زید بن خالد الجهنی أنه قال: لأرمقن صلاة رسول الله ﷺ اللیلة قال: فتوسدت عتبته او فسطاطه فصلی رسول الله ﷺ رکعتین خفیفتین ثم صلی=

ہوتو سنت چھوڑ کر فرض میں شریک ہوجاوے مگر جو سنت کو ایسی جگہ پڑھ سکے کہ سب کی نظر سے غائب ہو اور جماعت کی ایک رکعت بھی مل جاوے تو سنت پڑھ کر شریک ہو۔ مسجد میں سنت ہرگز نہ پڑھے اور سنت رہ جاویں تو بعد آفتاب چڑھنے کے چاہے پڑھ لیوے ورنہ ضرورت نہیں (۱۵)۔ جہاں جمعہ درست ہے وہاں احتیاط ظہر

=ركعتين طويلتين طويلتين طويلتين ثم صلى ركعتين، وهما دون اللتين قبلهما ثم صلى ركعتين دون اللتين قبلهما ثم صلى ركعتين دون اللتين قبلهما، ثم صلى ركعتين دون اللتين قبلهما، ثم أوتر، فذلك ثلاث عشرة ركعة. وقال العلامة العينیؒ تحت هذا الحديث: قوله: ’’أوتر‘‘ أى: بعد أن صلى عشر ركعات، ركعتين ركعتين، وهٰذا صريح أن الوتر ثلاث ركعات. (شرح سنن أبى داؤد، كتاب التطوع، باب صلاة الليل، ج: ۵، ص: ۲۶۷، ۲۶۸، رقم: ۱۳۳۶، ط، مكتبة الرشد رياض)

فى المبسوط: ان النبیﷺ كان يصلى بالليل خمس ركعات سبع ركعات تسع ركعات احدى عشرة ركعة ثلاث عشرة ركعة. الذى قال خمس ركعات ركعتان صلاة الليل وثلاث وتر الليل والذى قال تسع ست صلاة الليل وثلاث وتر والذى قال ثلاث عشرة ركعة ثمان صلاة الليل وثلاث وتر وركعتان سنة الفجر. (المبسوط السرخسى، كتاب مواقيت الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۵۸، ط، دار المعرفة بيروت لبنان)

(۱۵):فى الدر المختار: لايتركها بل يصليها عند باب المسجد ان وجد مكاناً، والا تركها.

وفى الشامية تحته: قوله: (عند باب المسجد) أى خارج المسجد كما صرح به القهستانى.....فان لم يكن على باب المسجد موضع للصلاة يصليها فى المسجد خلف سارية من سوارى المسجد، وأشدها كراهة أن يصليها مخالطاً للصف مخالفاً للجماعة والذى يلى ذلك خلاف الصف من غير حائل. ومثله فى النهاية والمعراج.

قوله: (والا تركها) قال فى الفتح: وعلى هذا: أى على كراهة صلاتها فى=

کی کچھ حاجت نہیں اور جہاں جمعہ درست نہیں وہاں فرض ظہر کے جماعت سے پڑھے جمعہ نہ پڑھے۔ انگریز کی عملداری جمعہ کو مانع نہیں (۱۶)۔ مرادآباد میں جمعہ درست ہوتا ہے احتیاط ظہر نہ پڑھو (۱۷)۔ فقط والسلام۔

=المسجد ينبغي أن لايصلى فيه اذا لم يكن عند بابه مكان. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب ادراك الفريضة، ج: ۲، ص: ۵۱۰، ۵۱۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

وقال الامام عالم بن العلاء الهندى رحمه الله تعالىٰ: رجل انتهى الى الامام، والناس فى صلاة الفجر ان خشى أن تفوته ركعة من الفجر بالجماعة، ويدرك ركعة، صلى سنة الفجر ركعتين عند باب المسجد، ثم يدخل المسجد ويصلى مع القوم، وان خاف أن تفوته الركعتان جميعا لو اشتغل بالسنة، يدخل مع القوم فى صلاتهم. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الحادى عشر فى التطوع قبل الفرض وبعده الخ، ج: ۲، ص: ۳۰۸، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

وفى المبسوط: فان النبى ﷺ صلى ركعتى الفجر ثم صلى الفجر ولان لهذه السنة من القوة ماليس لغيرها قال ﷺ صلوها فان فيها الرغائب وان انفردت بالفوات لم تقض عند أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما الله تعالىٰ لأن موضعها بين الاذان والاقامة وقد فات ذلك بالفراغ من الفرض وعند محمد رحمه الله تعالىٰ يقضيها اذا ارتفعت الشمس قبل الزوال. (المبسوط السرخسى، كتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۶۲، ط، دار المعرفة بيروت لبنان)

(۱۶): فى الفيض: وقد صرح اصحابنا أن الملك اذا صار دار الحرب يجمع بهم من اتفق عليه القوم، هكذا فى المبسوط. (فيض البارى، كتاب الجمعة، باب الجمعة فى القرى والمدن، ج: ۲، ص: ٤٢٤، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان) وفى الهندية: ولو تعذر الاستئذان من الامام فاجتمع الناس على رجل يصلى بهم الجمعة جاز كذا فى التهذيب.

(الفتاوى العالمكيرية، الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة، ج: ۱، ص: ١٤٦)

(۱۷): اقول: وقد كثر ذلك من جهلة زماننا أيضاً ومنشأ جهلهم صلاة الأربع=

بعد وتر نفل کھڑے ہوکر پڑھنا

﴿۲﴾ بعد وتر نفل کھڑے ہوکر پڑھنا زیادہ ثواب ہے، بہ نسبت بیٹھ کر پڑھنے کے اور مالابد کی اس روایت کا اعتبار نہیں ہے(۱۸)۔

=بعد الجمعة بنية الظهر، وانما وضعها المتأخرين عند الشک فی صحة الجمعة بسبب رواية عدم تعددها فی مصر واحد وليست هذه الرواية بالمختاره، وليس هذا القول. أعنی اختيار صلاة الأربع بعدها. مرويا عن أبی حنيفة وصاحبيه حتی وقع لی أن أنی أفتيت مراراً بعدم صلاتها خوفاً علی اعتقاد الجهلة بأنها الفرض وأن الجمعة ليست بفرض. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ج: ۲، ص: ۲۴۵، ط، دار الکتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۸):عن أنس بن مالک أن رسول اللّٰہ ﷺ خرج فرأی اناسا يصلون قعوداً فقال صلاة القاعد علی النصف من صلاة القائم. وفی اهداء الديباجة تحت هذا الحديث: ويجوز فی النافلة الصلاة قاعداً لغير عذر، ويکون أجره علی النصف من أجر القائم. (اهداء الديباجة بشرح سنن ابن ماجة، کتاب الصلاة، باب صلاة القاعد علی النصف من صلاة القائم، ج: ۲، ص: ۴۵، ۴۷، رقم: ۱۲۳۰)

(وکذا فی امداد الفتاح شرح نور الايضاح ونجاة الارواح، کتاب الصلاة، فصل فی صلاة النفل جالساً والصلاة علی الدابة، ص: ۴۴۶، ۴۴۷، ط، مکتبه رشيديه کوئٹه)

باب تراویح کا بیان

تراویح کے رکعات کی تعداد پر مفصل بحث

﴿سوال﴾ صلوٰۃ تہجد اور صلوٰۃ تراویح دو نماز ہیں یا ایک اور صلوٰۃ تراویح کی جو بیس رکعت پڑھتے ہیں آیا یہ مسنون ہیں یا بدعت اور قرون ثلثہ میں سے کسی عالم کی رائے بست رکعت کے بدعت ہونے کی ہوئی ہے یا نہیں اور ائمہ مجتہدین کا اس میں کیا مذہب ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ **حامداً و مصلیاً اقول و باللّٰہ التوفیق** کہ نماز تہجد اور نماز تر واتح ہر دو صلوٰۃ جدا گانہ ہیں کہ ہر دو کی تشریح اور احکام جدا ہیں کہ تہجد ابتداء اسلام میں تمام امت پر فرض ہوا اور بعد ایک سال کے تہجد کی فرضیت منسوخ ہو کر تہجد تطوعاً رمضان و غیر رمضان میں جاری رہا۔ **قال اللّٰہ تعالیٰ یاایھا المزمل قم الیل الآیۃ** (۱). عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حدیث طویل میں کہ تہجد بعد فرض ہونے کے نفل ہو گیا۔ چنانچہ ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

قال قلت حدثینی عن قیام الیل قالت الست تقرأ یاایھا المزمل قال قلت بلی قالت فان اول ھذا السورۃ نزلت فقام اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ حتی انتفخت اقدامھم وحبس خاتمتھا فی السماء اثنی عشر شھرا ثم نزل اخرھا فصار قیام الیل تطوعا بعد فریضۃ (۲). **الی آخر الحدیث.** اس سے ثابت ہوا کہ تہجد قبل ہجرۃ ابتداء اسلام میں تطوعاً شروع ہو چکا تھا اور اس پر سب صحابہ تطوعاً رمضان و غیر رمضان میں عملدرآمد رکھتے تھے اور تراویح کا اس وقت میں کہیں وجود نہیں تھا پھر بعد ہجرت کے جب صوم رمضان فرض ہوا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے خطبہ پڑھا اور اس میں

---

(۱):(سورۃ المزمل: ۱، ۲)

(۲):(سنن أبی داؤد، کتاب التطوع، باب فی صلاۃ اللیل، ص: ۲۰۰، رقم: ۱۳۴۲، ط، دار السلام ریاض)

جعل اللّٰہ صیامه فریضة و قیامه تطوعا الی اخر الحدیث (۳). اس روایت کو مشکوٰۃ نے بیہقی سے نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان اس وقت تنفلا مقرر ہوا اور اس سے یہ سمجھنا کہ تہجد جو سابق سے تطوع تھا اس کا ذکر فرمایا ہے بعید ہے کیونکہ اگر یہ مقصود ہوتا تو اس طرح فرماتے کہ نماز تہجد اب بھی نفل ہی ہے یا مثل اس کے کچھ الفاظ فرماتے اس واسطے کہ تہجد پہلے سے رمضان میں جاری تھا پھر اب اس کا ذکر کرنا کیا ضرور تھا۔ جیسا دیگر صلوٰت فرض و نفل کا کچھ ذکر نہیں فرمایا۔ البتہ بعض احادیث میں اعمال رمضان کی فضیلت فرمائی ہے اور اس فقرہ میں کوئی فضیلت کی بات نہیں بلکہ دوسری صلوٰۃ نفل کی مشروعیۃ کا ذکر ہونا ظاہر ہے اور دوسری روایت سنن ابن ماجہ کی اس طرح پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **کتب اللّٰہ علیکم صیامه وسنت لکم قیامه** (۴). اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے باذن اللہ تعالیٰ قیام رمضان کو تطوعاً مقرر فرمایا حالانکہ تہجد خود بحکم خدا تعالیٰ قبل اس سے نفل ہو چکا تھا اور قیام رمضان کو خود رسول اللہ ﷺ نے تنفل فرمایا سو اس سے بھی معلوم ہوا۔ کہ تہجد تراویح تشریعاً دو نماز ہیں کہ دو وقت میں مقرر کی گئی ہیں۔

اور تہجد قرآن شریف سے ثابت ہوا اور تراویح حدیث رسول اللہ ﷺ سے اور رسول اللہ ﷺ نے ہر روز تہجد کو آخر شب میں پڑھا ہے چنانچہ بخاری و مسلم کی روایت ہے **ثم قلت فای حین کان یقوم من اللیل قالت کان اذا سمع الصارخ** (۵). اور دیگر روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور تراویح کو آپ

---

(۳):(مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الثالث، ص: ۱۷۳، ط، قدیمی کتب خانه کراتشی)

(۴):(سنن ابن ماجة، باب ماجاء فی قیام رمضان، ص: ۹۴، ط، قدیمی کتب خانه کراتشی)

(۵):(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل، ص: ۱۳۶۵، رقم: ۶۴۶۱، ط، دار السلام ریاض / صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل، ص: ۳۰۰، رقم: ۱۷۳۰، ط، دار السلام ریاض)

نے اول لیل میں پڑھا ہے مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن ابی ذر قال صمنا مع رسول اللّٰہ ﷺ فلم یقم بنا شیئا من الشھر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذھب ثلث اللیل فما کان السادسة لم یقم بنا فلما کانت الخامسة قام بنا حتی شطر اللیل فقلت یارسول اللّٰہ ﷺ لو نفلتنا قیام ھذہ اللیلة فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب لہ قیام لیلة فلما کانت الرابعة لم یقم بنا حتی بقی ثلث الیل فلما کانت الثالثة جمع اھلہ ونساءہ والناس فقام بنا حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بقیة الشھر. (ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ) (٦). پہلی اور دوسری دفعہ میں تو نصف لیل تک فراغت پائی اور تیسرے دن اول سے لے کر اخیر شب تک ادا فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو صلوٰۃ جدا گانہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ تہجد کو ہمیشہ منفرداً پڑھتے تھے کبھی بہ تداعی جماعت نہیں فرمائی اگر کوئی شخص آ کھڑا ہوا تو مضائقہ نہیں جیسا کہ مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ خود ایک دفعہ آپ کے پیچھے جا کھڑے ہوئے تھے (۷)۔ بخلاف تراویح کے کہ اس کو چند بار تداعی کے ساتھ جماعت کر کے ادا کیا۔

---

(٦):(مشکوة المصابیح، باب قیام شھر رمضان، الفصل الثانی، ص: ۱۱۴، ط، قدیمی کتب خانہ کراتشی)

(۷):عن کریب مولی ابن عباسؓ: أن ابن عباسؓ أخبرہ: أنه بات لیلة عند میمونة أم المؤمنین وھی خالته. قال: فاضطجعت فی عرض الوسادة، واضطجع رسول اللّٰہ ﷺ فی طولھا، فنام رسول اللّٰہ ﷺ حتی اذا انتصف اللیل أو قبله بقلیل أو بعدہ بقلیل استیقظ رسول اللّٰہ ﷺ، فجلس فمسح النوم عن وجھه بیدہ، ثم قرأ العشر یعنی الآیات الخواتیم من سورة آل عمران، ثم قام الی شن معلقة فتوضأ منھا فأحسن وضوءہ، ثم قام یصلی، قال عبداللّٰہ بن عباس: فقمت فصنعت مثل ما صنع، ثم ذھبت فقمت الی جنب. فوضع=

چنانچہ اسی حدیث ابوذرؓ سے واضح ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو صلوٰۃ جدا گانہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ تہجد کے واسطے تمام رات کبھی نہیں جاگے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان تہجد میں فرماتی ہیں۔ واعلم مارایت نبی اللہ ﷺ قرأ القرأن کله فی لیلة واحدة ولاصلی الی الصبح الی اخر الحدیث (۸). اور یہ ان کی تحدید صلوٰۃ تہجد میں ہے ورنہ صلوٰۃ تراویح میں صبح تک نماز پڑھنا روایت ابوذرؓ سے خود ہو چکا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی خود اس کا علم ہے اس واسطے کہ آپ نے اپنی سب اہل ونساء کو جمع کیا تھا پھر باوجود اس امر کے جو آپ انکار احیاء تمام لیل کا فرماتی ہیں تو یہ کہنا کہ آپ کو خبر نہیں یا نسیان ہوا نہایت بے جا ہے بلکہ یہ وجہ ہے کہ انکار احیاء تمام لیل کا صلوٰۃ تہجد میں وارد ہوا کیونکہ سعد بن ہشام روای حدیث صلوٰۃ تہجد ہی کو پوچھتے تھے اور اسی کے باب میں آپ نے یہ امر فرمایا تھا چنانچہ مسلم میں روایت موجود ہے نہ تراویح میں کہ اس کا یہاں ذکر ہی نہیں تھا علیٰ ہذا ام سلمہ نے قیام رمضان کو پوچھا ہے تو وہاں بھی مراد قیام رمضان سے تہجد ماہ رمضان کا ہے غرض ان کی یہ تھی کہ تہجد رسول اللہ ﷺ کا رمضان میں بہ نیت اور شہور کے زیادہ ہوتا تھا یا نہیں؟ بخاری میں ہے۔ عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن انه سال عائشة کیف کانت صلوٰة رسول الله ﷺ فی رمضان فقالت ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة یصلی اربعا فلاتسئل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلاثا فقلت یا رسول الله اتنام قبل ان توتر

=رسول اللّٰه ﷺ یده الیمنی علی رأسی وأخذ بأذنی الیمنی ففتلها، فصلی رکعتین، ثم رکعتین، ثم رکعتین، ثم رکعتین، ثم رکعتین، ثم رکعتین، ثم أوتر بواحدة. ثم اضطجع حتی جاءه المؤذن، فقام فصلی رکعتین خفیفتین ثم خرج فصلی الصبح. (رواه أبوعوانة فی مسند أبی عوانة، کتاب الصلوات، باب بیان صفة قیام رسول اللّٰه ﷺ باللیل، ج: ۲، ص: ۵۱، رقم: ۲۲۸۰، ط، دار المعرفة بیروت لبنان)

(۸):(صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب جامع صلاة اللیل، ومن نام عنه أو مرض، ص: ۳۰۱، رقم: ۱۷۳۹، ط، دار السلام ریاض)

قال يا عائشة ان عيني تنامان ولاينام قلبي (۹). کیونکہ ظاہر متبادر اس حدیث سے یہ ہے کہ ابوسلمہ نے خاص قیام رمضان کا سوال کیا اور حضرت عائشہؓ نے یہ فرمایا کہ رمضان میں کوئی خاص نماز نہیں تھی۔ بلکہ رمضان وغیرہ رمضان میں ہر روز گیارہ رکعت پڑھتے تھے اس سے زیادہ کبھی نہیں پڑھتے تھے اور ہیئت پڑھنے کی یہ تھی کہ چار رکعت پڑھی اور سو گئے پھر چار رکعت پڑھی اور سو گئے پھر تین وتر پڑھے اور دائماً یہی عادت تھی رمضان وغیر رمضان میں اس کے خلاف نہیں۔ پس اگر اس کے یہی معنی ہیں تو یہ حدیث بہت سی روایات کے معارض ہوتی ہے اور واقع کے بھی خلاف ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ خود آپ ہی سے تیرہ رکعت روایت فرماتی ہیں۔ چنانچہ موطا امام مالک میں ہے عن عائشةؓ قالت كان رسول اللهﷺ يصلي بالليل ثلث عشرة ركعة ثم يصلي اذا سمع النداء للصبح بركعتين خفيفتين (۱۰) اور حضرت ابن عباسؓ خود تیرہ رکعت تہجد کی غیر رمضان میں نقل کرتے ہیں اور بعض دیگر صحابی بھی تیرہ رکعت روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں ہیئت صلوٰۃ کی بھی خلاف اس ہیئت مذکورہ فی حدیث عائشہؓ کے ہے۔ چنانچہ مسلم میں بذیل روایت طویلہ ابن عباسؓ سے مروی ہے قال ابن عباسؓ فقمت فصنعت مثل ما صنع رسول اللهﷺ ثم ذهبت فقمت الى جنبه فوضع رسول اللهﷺ يده اليمنى على راسي واخذ باذني اليمنى يفتدها فصلى ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم اوتر ثم اضطجع حتى جاءه المؤذن فقام فصلى ركعتين خفيفتين ثم خرج فصلى الصبح (۱۱). اور ایک دوسری روایت میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو مسلم میں موجود ہے۔ فقام فصلى فقمت عن يساره فاخذ بيدي

---

(۹):(صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب قيام النبيﷺ بالليل في رمضان وغيره، ص: ۲۲۵، رقم: ۱۱۴۷، ط، دار السلام رياض)

(۱۰):(موطا امام مالک، مع أوجز المسالک، کتاب صلاة الليل، باب صلاة النبيﷺ في الوتر، ج: ۲، ص: ۵۸۳، ط، دار القلم دمشق)

(۱۱):(صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة النبيﷺ ودعائه بالليل، ص: ۳۰۹، رقم: ۱۷۸۹، ط، دار السلام رياض)

فادارنی عن یمینه فتمت صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ من اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ ثم اضطجع فنام حتی نفخ الی اٰخر الحدیث (۱۲). اورزید بن خالدالجہنی سے مسلم میں روایت ہے۔ عن زید بن خالد الجھنی انه قال لارمقن صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ فصلی رکعتین خفیفتین ثم رکعتین طویلتین طویلتین طویلتین ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم صلی رکعتین وھما دون اللیتن قبلھما ثم اوتر فذلک ثلث عشرۃ رکعۃ (۱۳). دیکھو یہ احادیث ثلاثہ عدد رکعات اور ہیئت ادا دونوں میں خلاف اس حدیث عائشہؓ کے ہیں۔ اور اوپر حدیث ابوذرؓ سے معلوم ہوا کہ تین روز جو آپ نے نماز رمضان میں پڑھی اگرچہ اس کے عدد رکعات معلوم نہیں مگر ہرگز اس میں چار چار رکعت پڑھ کر آپ نہیں سوئے اور تین روز دوسری رمضان میں جو بجماعت نماز پڑھی اس میں بھی یہ ہیئت ثابت نہیں ہوئی اور حدیث میں شدۃ اجتہاد عبادت رمضان کا مذکور ہے وہ بھی اس کے خلاف ہے کیونکہ جب سب شہور کی صلوٰۃ لیل برابر تھی تو پھر شدۃ اجتہاد کے کیا معنی اور جن روایتوں میں آیا ہے رمضان میں خصوصاً عشرہ اخیرہ میں نہیں سوتے تھے وہ بھی اس کے خلاف ہے چنانچہ بخاری میں ہے اذا دخل العشر شد میرزہ واحیی لیلۃ وایقظ اھلہ (۱۴) الحدیث. اوربیہقی نے روایت کیا ہے اذا دخل رمضان لم یأت فراشہ حتی ینسلخ (۱۵)الحدیث .

---

(۱۲):(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی ﷺ ودعائه باللیل، ص: ۳۰۹، رقم: ۱۷۸۸، ط، دار السلام ریاض)

(۱۳):(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی ﷺ ودعائه باللیل، ص: ۳۱۳، رقم: ۱۸۰۴، ط، دار السلام ریاض)

(۱۴):(صحیح البخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب العمل فی العشر الأواخر فی رمضان، ص: ۳۹۸، رقم: ۲۰۲۴، ط، دار السلام ریاض)

(۱۵):(الجامع لشعب الایمان، الثالث والعشرون من شعب الایمان وھو باب فی الصیام، فضائل شھر رمضان، ج: ۵، ص: ۲۳۴، رقم: ۳۳۵۲، ط، مکتبۃ الرشد ریاض)

ان دونوں حدیثوں سے شدۃ اجتہاد وعبادت اور احیائے تمام لیل حاصل ہے نہ مساوات رمضان وغیر رمضان کی اور حضرت عائشہؓ نے جو بیان تہجد رسول اللہ ﷺ کا سعد بن ہشام سے کیا وہ بھی اس روایت کے خلاف ہے چنانچہ روایت طویلہ میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ **فقالت کنا نعد له سواکه وطهوره فيبعثه الله ماشاء ان يبعثه من الليل فيتسوک ويتوضأ ويصلی تسع رکعات لايجلس فيها الا فی الثامنة فيذکر الله ويحمده ويدعوه ثم ينهض ولايسلم ثم يقوم فيصلی التاسعة ثم يقعد فيذکر الله ويحمده ويدعوه ثم يسلم تسليما يسمعنا ثم يصلی رکعتين بعد ما يسلم وهو قاعد فتلک احدی عشرة رکعة يابنی الخ(۱۶).**

حاصل نفی زیادہ رکعات کی گیارہ سے اور ہیئت خاص مخدوش ہوتی ہے لہٰذا حق یہ ہے کہ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ ابوسلمہ نے بایں وجہ کہ رمضان میں آپ کا اجتہاد وعبادت زیادہ ہوتا تھا تہجد رمضان کو پوچھا تھا کہ آیا رمضان میں تہجد آپ کا بہ نسبت اور ایام کے زیادہ ہوتا تھا یا نہیں تو حضرت عائشہؓ نے زیادہ تہجد کی نفی کی صلوٰۃ تراویح سے اس میں کچھ بحث نہیں نہ سوال میں نہ جواب میں۔ اور گیارہ رکعت کا ذکر اکثر یہ ہے کہ کلیہ کہ اکثر تہجد کی رکعات آپ کی گیارہ ہوتی تھیں۔ اگر چہ احیاناً اس سے زیادہ بھی پڑھی ہیں تو اس حدیث میں نہ احیاناً زیادہ تہجد کی نفی ہے اور نہ ذکر قیام رمضان کا جو سوائے تہجد کے ہے بلکہ ذکر ان عدد رکعات کا ہے جو اکثر اوقات تہجد رمضان وغیر رمضان میں ہوتا تھا۔

اور بعد اس کے یہ جملہ **يصلی اربعا الخ(۱۷).** یہ دوسرا امر ہے جس سے آپ کی قوت عبادت پر تنبیہ منظور ہے کہ نوم و یقظہ آپ کے اختیار میں تھا جب چاہیں جاگیں جب چاہیں سوئیں اور آپ احیاناً ایسا کرتے تھے نہ اس ہیئت کو خصوصیت رمضان سے ہے نہ لزوم ان رکعات سے بلکہ یہ بعض اوقات کی حالت کا

---

(۱۶):(صحيح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل، ومن نام عنه أو مرض، ص: ۳۰۱، ۳۰۲، رقم: ۱۷۳۹، ط، دار السلام رياض)

(۱۷):(صحيح البخاری، کتاب التهجد، باب قيام النبی ﷺ بالليل فی رمضان وغيره، ص: ۲۲۵، رقم: ۱۱۴۷، ط، دار السلام رياض)

بیان ہے اور یہ مستقل جملہ ہے چونکہ قاعدہ بلاغت میں مقرر ہو چکا ہے کہ عطف جملہ کا جملہ پر اس وقت کرتے ہیں کہ ہر دو جملوں میں بعض وجہ سے اتصال اور بعض وجہ سے انفصال ہو اگر بالکل اتصال ہو یا بالکل انفصال ہو تو حرف عطف ذکر نہیں کرتے پس یہاں حرف عطف ذکر نہ کرنا بوجہ کمال انفصال ہے نہ بوجہ کمال اتصال چونکہ بیان شدت اجتہاد تھا اور وجہ سے اس کلام کو آپ نے ذکر کیا ورنہ جواب ان کے سوال کا جو عدد رکعات تہجد رمضان کا استفسار تھا وہ تمام ہو چکا تھا۔ پس اس تقریر پر نہ معارضہ احادیث سے زیادہ کافی رہا اور نہ ہیئت کا اور نہ احیاء تمام لیل کا سب احادیث مطابق واقع کے اور باہم موافق ہوگئیں اور یہی مراد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ہے پس معلوم ہوا کہ تمام شب نماز نہ پڑھنا تہجد کے واسطے ہے اور پڑھنا تراویح کے واسطے اور بخاری نے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جماعت تراویح کو جو اول وقت میں حضرت اُبی کرارہے تھے اور یہ جماعت خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقرر کرائی ہوئی تھی۔ دیکھ کر فرمایا **والتی تنامون عنھا افضل من التی تقومون** (۱۸) تو اس سے یہی اگر مغایرت دونوں نمازوں کی نکالی جاوے تو بعید نہیں کیونکہ معنی اس قول کے یہ ہیں کہ جو نماز کہ اس سے سو رہتے ہو تم یعنی تہجد کہ آخر رات میں ہوتی ہے افضل ہے اس نماز سے جو پڑھتے ہو تم یعنی تراویح کہ اول وقت پر پڑھتے تھے اور چونکہ یہ لوگ تراویح کو پڑھ کو تہجد کو نہیں اٹھتے تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے ان کو رغبت تہجد پڑھنے کی بھی دلائی کہ افضل کو ترک نہ کرنا چاہیے۔ لہٰذا اول وقت میں ترواتح اور آخر میں تہجد ادا کریں ورنہ اس تراویح کو ہی اخیر وقت میں پڑھیں کہ فضیلت بھی

---

(۱۸):عن عبدالرحمٰن بن عبد القاری أنه قال: خرجت مع عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه لیلة فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون، یصلی الرجل لنفسه ویصلی الرجل فیصلی بصلاته الرهط، فقال عمر: انی أری لو جمعت هٰولاء علی قارئ واحد لکان أمثل، ثم عزم فجمعهم علی اُبی بن کعب. ثم خرجت معه لیلة اُخری والناس یصلون بصلاة قارئهم، قال عمر: نعم البدعة هذه، والتی ینامون عنها أفضل من التی یقومون، یرید آخر اللیل. وکان الناس یقومون أوله. (صحیح البخاری، کتاب صلاة التراویح، باب فضل من قام رمضان، ص: ۳۹۶، رقم: ۲۰۱۰، ط، دار السلام ریاض)

حاصل ہو جاوے اور آخر وقت کی تراویح سے تہجد بھی حاصل ہو جائے کہ بتداخل صلوٰتین دونوں نماز کا ثواب ملتا ہے اور اس سے افضلیت وقت بھی معلوم ہوگئی۔ چنانچہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ کے فعل سے صراحۃ یہ ثابت نہیں ہوا کہ جب آپ نے اول رات میں تین روز تراویح پڑھی تو اخیر وقت میں تہجد پڑھا یا نہیں واللہ اعلم مگر فعل بعض صحابہ سے اس کا نشان ملتا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد نے قیس بن طلق سے روایت کی ہے۔ **فلما زارنا طلق بن علی فی یوم من رمضان وامسی عندنا وافطر ثم قام بنا تلک اللیلة واوتر بنا ثم انحدر الی مسجده فصلی باصحابه حتی اذا بقی الوتر قدم رجلا فقال اوتر باصحابک بک فانی سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول لاوتران فی لیلة** انتہیٰ (۱۹). اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ طلق بن علی نے اول لوگوں کے ساتھ موافق رسول اللہ ﷺ کے اول وقت میں تراویح ادا کی اور وتر بھی اس کے ساتھ پڑھے جیسا کہ فعل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور بعد اس کے اپنی مسجد میں جا کر آخر وقت میں تہجد ادا کیا اور اس کے ساتھ وتر نہیں پڑھے اور مقتدیوں کو حکم کیا کہ تم اپنے وتر پڑھ لو اور چونکہ رسول اللہ ﷺ تہجد کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔ لہٰذا وہ مقتدی تہجد گزار کے ساتھ وتر پڑھنا چاہتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ دونوں وقت میں نماز پڑھی گئی اور صحابہؓ اتباع رسول اللہ ﷺ میں نہایت سرگرم تھے سو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسری وقت میں تہجد پڑھا ہوگا۔ اور یہ جو بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ فرماتی ہیں۔ **اذا دخل العشر شد میرزه واحیی لیله وایقظ اهله الحدیث** (۲۰). اس سے تین امر ثابت ہوتے ہیں اول یہ کہ ان ایام میں رسول اللہ ﷺ تمام رات جاگے ہیں۔ اس واسطے کہ احیاء لیلہ بولا جاتا ہے کہ تمام رات جاگیں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جو انکار تمام رات کے جاگنے کا کیا ہے وہ تہجد کی نسبت ہے نہ مطلقاً تو اس بیان میں خود تمام رات جاگنے کو

---

(۱۹):(سنن أبی داؤد، کتاب الوتر، باب فی نقص الوتر، ص: ۲۱۵، رقم: ۱۴۳۹، ط، دار السلام ریاض)

(۲۰):(صحیح البخاری، کتاب فضل لیلة القدر، باب العمل فی العشر الأواخر فی رمضان، ص: ۳۹۸، رقم: ۲۰۲۴، ط، دار السلام ریاض)

ارشاد فرماتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ جن دو شب میں رسول اللہ ﷺ نے تراویح کو ثلث لیل تک اور نصف لیل تک پڑھا تھا تو بعد نصف شب کے آپ سوئے نہیں کیونکہ وہ لیالی بھی داخل عشرہ تھیں پھر بعد نصف شب کے غالب گمان یہ ہے کہ نوافل پڑھیں کہ وہ تہجد تھیں کیونکہ آپ کی عادت رات کو نماز ہی پڑھنے کی تھی۔ بیٹھ کر ذکر کرنا یا قرآن پڑھنا معتاد نہیں اس سے بھی اختلاف دونوں نمازوں کا مظنون ہوتا ہے تیسرے یہ کہ تراویح آپ نے ہمیشہ پڑھی کہ اول شب میں جو کچھ پڑھتے تھے وہ تراویح تھی اور آخر شب میں تہجد سو تراویح فعلاً بھی سنت مؤکدہ ہوئی اور جو کچھ کہ آپ نے بخوف افتراض ترک کیا تھا۔ وہ جماعت بتداعی تھی نہ نفس تراویح۔ الحاصل ان سب وجوہ سے مغایرت تہجد و تراویح کی ظاہر ہے مگر ہاں ایک نماز دوسرے کی قائم مقام ہوسکتی ہے کہ اگر تہجد کے وقت میں تراویح پڑھی جاوے تو تہجد بھی ادا ہوجائے گی اور یہ امر سب نوافل میں ہے۔ مثلاً اگر بوقت ضحیٰ صلوٰۃ کسوف پڑھی جائے قائم مقام صلوٰۃ ضحیٰ کے ہوجاتی ہے اور اگر خسوف قمر کی نماز تہجد کے وقت پڑھی جاوے تو تہجد بھی ادا ہوجاتا ہے اگرچہ بحیثیت تراویح۔ تراویح تہجد سے جدا صلوٰۃ ہے اور صلوٰۃ کسوف صلوٰۃ ضحیٰ سے اور صلوٰۃ خسوف صلوٰۃ تہجد سے مگر ثواب ہر دو کا حاصل ہوجاتا ہے۔ علی ہذا وقت ضحیٰ ایک ہے اور اس کے فضائل میں احادیث وارد ہیں (۲۱) اور اول وقت اور آخر وقت دونوں وقت میں نماز رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور ہر دو نماز علیحدہ ہیں مگر ایک کے پڑھنے سے ثواب وارد حدیث حاصل ہوجاتا ہے لہٰذا اگر رسول اللہ ﷺ نے تمام رات نماز تراویح پڑھی تو تہجد کا بھی اس میں تداخل ہوگیا۔ اور اگر ثلث شب تک پڑھی یا نصف تک بجماعت تو باقی شب میں منفرداً نماز ادا ہونا بظن غالب معلوم ہوتا ہے مگر کسی راوی نے اس کو ذکر نہیں کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔ بعد اس

(۲۱): عن عبداللہ بن عمرو قال: لقیت أبا ذر فقلت: یاعم اقبسنی خیراً. فقال: سألت رسول اللہ ﷺ کما سألتنی فقال: ان صلیت الضحی رکعتین لم تکتب من الغافلین، وان صلیتها أربعا کتبت من المحسنین، وان صلیتها ستا کتبت من القانتین، وان صلیتها ثمانیا کتبت من الفائزین، وان صلیتها عشراً لم یکتب لک ذلک الیوم ذنب، وان صلیتها ثنتی عشرة رکعة بنی اللہ لک بیتا فی الجنة. (السنن الکبیر، کتاب الصلاة، باب ذکر خیر جامع لأعدادها، ج: ۵، ص: ۴۸۱، ۴۸۲، رقم: ۴۹۶۹، ط، قاهرة)

واضح ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے قیام رمضان کے عدد رکعات کو قولاً محدود نہیں فرمایا، بلکہ مطلق صلوٰۃ کی رغبت دلائی اور مطلق حسب قاعدہ المطلق یجری علی اطلاقہ یہ چاہتا ہے کہ صلوٰۃ کسی ہیئت اور کسی عدد سے اگر ادا کی جاوے مامور مندوب ہووے گی دریں صورت پابندی کسی عدد کی نہیں ہو سکتی بلکہ مامور مختار ہے جس قدر چاہے پڑھے۔ **قال رسول اللہ ﷺ من قام رمضان ایمانا واحتساباً غفر له ماتقدم من ذنبه (۲۲). (الحدیث) وقال جعل اللہ صیامه فریضة وقیامه تطوعا(۲۳). (الحدیث) وقال سننت لکم قیامه (۲۴). (الحدیث)** ان ہر دو حدیث میں بھی قیام رمضان کو مطلق ہی رکھا ہے کوئی عدد بیان نہیں فرمایا ہے لہٰذا جیسا کہ تہجد پہلے سے مندوب تھا ایسا ہی قیام رمضان جو تراویح ہے مطلقاً امت پر وجناب رسول اللہ ﷺ پر مندوب ہوا کہ ادنیٰ اس کے دو رکعت اور نہایت کی کوئی حد نہیں اگر چہ ہزار یا کم زیادہ ہوں۔ پس بعد اس کے اگر جناب رسول اللہ ﷺ نے کوئی عدد اکثر معمول فرمایا تو وہ سنت مؤکدہ ہو جاوے گا اور جس کو احیاناً ادا فرمایا وہ مستحب رہے گا۔ اور سوائے اس کے دیگر اعداد بھی مستحب رہیں گے ہرگز بدعت نہیں ہو سکتے اور یہ قاعدہ سب عبادات میں جاری ہے کہ مامور مطلق ان اعداد میں جن کو وہ شامل ہے مطلق ہی مطلوب ہوتا ہے کسی عدد معین میں منحصر نہیں ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کے التزام سے سنت مؤکدہ اور احیاناً کرنے سے مستحب اور ماسوائے اس کے یہی مستحب۔ مثلاً حق تعالیٰ نے فرمایا **استغفروا ربکم الآیة (۲۵).** اس سے استغفار مطلوب ہے اگر چہ وجوباً ہو یا ندباً بعد اس کے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **انی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرة (۲۶)** تو اب اگر کوئی سبعین سے زیادہ استغفار کرے وہ اسی امر مطلق کا فرد مطلوب ہوگا اس کو

(۲۲/۲۳):(مشکوة المصابیح، کتاب الصوم، ، ص: ۱۷۳، ط، قدیمی کتب خانه کراتشی)

(۲۴):(سنن ابن ماجة، باب ماجاء فی قیام شهر رمضان، ص: ۹۴، ط، قدیمی کتب خانه کراتشی)

(۲۵):(سورة النوح: ۱۰)

(۲۶):(سنن ابن ماجة، ابواب الأدب، باب الاستغفار، ص: ۲۷۰، ط، قدیمی کتب خانه کراتشی)

بدعت نہ کہہ سکیں گے یہ جزئیہ بطور تنظیر لکھا گیا ہے اہل علم سے بہت سے عبادات مستحبہ کو برین قیاس دریافت کر سکتے ہیں۔ بناء علیہ جو صحابہ اور تابعین اور مجتہدین علماء نے اعداد رکعات اختیار کئے ہیں۔ چنانچہ ان کا ذکر آگے کیا جائے گا۔ وہ سب انہیں احادیث کے افراد ہیں کوئی ان سے خارج نہیں سب مامور مندوب ہیں مگر علماء حنفیہ کے نزدیک جو عدد ان میں سے فعل یا قول رسول اللہ ﷺ سے بجماعت ثابت ہوا ہے اس میں جماعت کو سنت کہیں گے اور اس کے سوائے میں جماعت کو بتداعی مکروہ فرمائیں گے کیونکہ ان کے نزدیک جماعت نفل بتداعی مکروہ ہے (۲۷) مگر جس موقع میں کہ نص سے ثابت ہو چکی ہے وہاں مکروہ نہیں اسی واسطے کتب فقہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر عدد تراویح میں شک ہو جاوے کہ اٹھارہ پڑھیں یا بیس تو دو رکعت فرادیٰ فرادیٰ پڑھیں نہ بجماعت (۲۸) بسبب اطلاق حدیث زیادہ ادا کرنا ممنوع نہیں خواہ کوئی عدد ہو مگر جماعت بیس

(۲۷):فی الدر المختار: ولایصلی الوتر ولاالتطوع بجماعة خارج رمضان أی یکره ذلک لو علی سبیل التداعی، بأن یقتدی أربعة بواحد کما فی الدرر.

وفی الشامیة: قوله: (أربعة بواحد) أما اقتداء واحد بواحد أو اثنین بواحد فلایکره، وبثلاثة بواحد فیه خلاف. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب والوتر والنوافل، مطب: فی کراهة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی وفی صلاة الرغائب، ج: ۲، ص: ۵۰۰، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۲۸):فی البحر: ومنیة المصلی: اذا شکوا أنهم صلوا تسع تسلیمات أو عشر تسلیمات ففیه اختلاف والصحیح أنهم یصلون بتسلیمة أخری فرادی. (البحر الرائق، کتاب الصلاة،باب الوتروالنوافل،ج: ۲،ص: ۱۱۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی التاتارخانیة: واذا شکو، أنه صلی عشر تسلیمات أو تسع تسلیمات، اختلف المشائخ فیه......وقال بعضهم: یصلون بتسلیمة واحدة فرادی، حتی یقع الاحتیاط فی فعل السنة بتمامها، ویقع الاحتراز عن أداء النافلة غیر التراویح بالجماعة، وهو الصحیح. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر=

سے زیادہ کی ثابت نہیں جس کا ذکر آگے آئے گا۔ الحاصل قولاً کوئی عدد معین نہیں مگر آپ کے فعل سے مختلف اعداد معلوم ہوتے ہیں چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول جامع ترمذی میں ہے **قال احمد روی فی هذا الوان. ولم يقض فيه بشيء (۲۹). انتهٰی.** یعنی امام احمد نے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور کسی صورت کو مرجح نہیں بنایا بلکہ سب کو جائز اور مستحب رکھا از انجملہ ایک دفعہ گیارہ رکعت بجماعت پڑھنا ہے چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شب میں گیارہ رکعت تراویح بجماعت پڑھی۔ **وعن جابر انه صلى بهم ثمان ركعات والوتر انتظروه فى القابلة فلم يخرج اليهم رواه ابن خزيمة وابن حبان فى صحيحهما انتهٰى** مگر یہ آٹھ رکعت پڑھنا تراویح کا بجماعت مستلزم نفی زیادہ کو نہیں اس واسطے کہ ممکن ہے بلکہ مظنون ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اول آخر اس نماز کے منفرداً زیادہ پڑھی ہوں اس واسطے کہ رمضان میں آپ احیاء تمام لیل کا کرتے تھے، چنانچہ سابق میں گذرا اور دیگر لیالی میں بجماعت گیارہ رکعت سے زیادہ پڑھی ہوں یا منفرداً آپ نے زیادہ پڑھی اس کی نفی نہیں ہوسکتی اس واسطے کہ حضرت جابرؓ نے یہ نہیں کہا کہ آپ نے ہر روز گیارہ رکعت پڑھیں نہ یہ کہا کہ سوائے اس کے اور کوئی رکعت نہیں پڑھی بلکہ ایک دن کی صلوٰۃ بجماعت کا ذکر کرتے ہیں اور بس اور یہ واقع فعل ہے کہ احتمال عموم کا نہیں رکھتا اور نہ زیادہ رکعت کا معارض ہوسکتا ہے اس واسطے کہ تعارض کے لئے وحدۃ زمان ومکان شرط ہے خصوصاً اس شب میں کہ آپ نے تمام شب سب کو جمع کر کے نماز پڑھی جیسا کہ روایت ابوذرؓ سے اوپر گذرا۔ اگر اس میں گیارہ رکعت پڑھی

=فى التراويح، نوع آخر فى الشك فى التراويح، ج: ۲، ص: ۳۳۳، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(وكذا فى محيط البرهانى، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر التراويح والوتر، نوع آخر فى الشك فى التراويح، ج: ۲، ص: ۲۶۰، ۲۶۱، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(۲۹):(جامع الترمذى، كتاب الصوم، باب ماجاء فى قيام شهر رمضان، ص: ۲۰۱، رقم: ۸۰۶، ط، دار السلام رياض)

جائیں تو تطویل قیام بالضرور کوئی بیان کرتا جس طرح تاخیر سجود کو ذکر کیا ہے کیونکہ آٹھ نو گھنٹہ میں آٹھ رکعت پڑھنا نہایت دشوار ہوتا ہے تو یہ تطویل قابل ذکر تھی جیسا کہ صلوٰۃ کسوف کی تطویل کو ذکر کیا جاتا ہے لہٰذا عجب نہیں کہ اس شب میں بیس رکعت پڑھی گئی ہوں یا زیادہ اور منفرداً آپ نے بیس رکعت بلکہ زیادہ پڑھی ہوں اگرچہ ان تین شب کی عدد رکعات جو ابوذرؓ نے نقل فرمایا کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ بیس رکعت بلکہ زیادہ پڑھی ہوں اور وجہ نہ نقل کرنے کی یہ ہے کہ عدد رکعات آپ کے مختلف تھے اور قولاً اعداد رکعات کی تعمیم تھی لہٰذا ہر روز کے اعداد رکعات کا ذکر کرنا کچھ ضرور نہیں سمجھا گیا اور ابن عباس سے ابن ابی شیبہ نے جو اپنے تصنیف میں رسول اللہ ﷺ کا بیس رکعت پڑھنا نقل کیا ہے اگرچہ وہ روایت ضعیف ہے (۳۰) مگر مؤید ہے آثار صحابہ سے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نے بیس رکعت پڑھی ہیں۔ اور جمہور تابعین اور فقہاء کا اس پر عمل درآمد ہے جیسا کہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے۔ **قلت روی عبدالرزاق فی المصنف عن داؤد بن قیس وغیرہ عن محمد بن یوسف عن السائب ان عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب وعلی تمیم الداری علی احدی وعشرین رکعۃ یقومون بالمئین و ینصرفون فی بزوغ الفجر قلت قال ابن عبدالبر ھو محمول علی ان الواحدۃ للوتر وقال ابن عبدالبر وروی الحارث بن عبدالرحمٰن ابن ابی ذباب عن السائب بن یزید قال کان القیام علی عھد عمر بثلاث وعشرین رکعۃ قال ابن عبدالبر ھذا محمول علی ان الثلاث**

---

(۳۰): اخرج ابن ابی شیبۃ عن ابن عباسؓ أن رسول اللّٰہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر. (المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الصلاۃ، کم یصلی فی رمضان من رکعۃ، ج: ۳، ص: ۳۹۵، رقم: ۷۷۶۶، ط، مکتبۃ الرشد ریاض)

اخرج البیھقی عن ابن عباسؓ قال: کان النبی ﷺ یصلی فی شھر رمضان فی غیر جماعۃ بعشرین رکعۃ والوتر. تفرد بہ أبو شیبۃ ابراھیم بن عثمان العبسی الکوفی وھو ضعیف. (السنن الکبیر، کتاب الصلاۃ، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شھر رمضان، ج: ۵، ص: ۳۲۹، رقم: ۴۶۷۷، ط، القاھرۃ)

للوتر وقال شیخنا وما حمله علیه فی الحدیثین صحیح بدلیل ما روی محمد بن نصر من روایة یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید انهم کانوا یقومون فی رمضان بعشرین رکعة فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه واما اثر علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنه فذکره وکیع عن حسن بن صالح عن عمرو بن قیس عن ابی الحسناء من علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنه انه امر رجلا یصلی بهم رمضان عشرین رکعة واما غیرهما من الصحابة فروی ذٰلک عن عبداللّٰہ بن مسعود رواه محمد بن نصر المروزی قال اخبرنا یحیٰی بن یحیٰی اخبرنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن زیدبن وهب قال کان عبداللّٰہ بن مسعود یصلی لنا فی شهر رمضان فینصرف وعلیه لیل قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعة ویوتر بثلاث واما القائلون به من التابعین شتیربن شکل وابن ابی ملیکة والحارث الهمدانی و عطاء بن ابی رباح وابو البختری وسعید بن ابی الحسن البصری اخوالحسن وعبدالرحمٰن بن ابی بکر وعمران العبدی وقال ابن عبدالبر وهو قول جمهور العلماء وبه قال الکوفیون والشافعی واکثر الفقهاء وهو الصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابة انتهٰی (۳۱). وقال الترمذی فی سننه واختلف اهل العلم فی قیام رمضان فراٰی بعضهم ان یصلی احدی واربعین رکعة مع الوتر وهو قول اهل المدینة والعمل علی هٰذا عند هم بالمدینة واکثر اهل العلم علٰی ما روی عن علی وعمر وغیرهما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعة وهو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی وقال الشافعی وهٰکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة وقال احمد روی فی ذٰلک الوان لم یقض فیه بشیء وقال اسحاق بل نختار احدی واربعین رکعة علی ما روی عن ابی بن کعب انتهٰی (۳۲).

(۳۱):(عمدة القاری، کتاب التراویح، باب فضل من قام رمضان، ج: ۱۱، ص: ۱۷۹، ۱۸۰، رقم: ۲۰۱۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۳۲):(جامع الترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی قیام شهر رمضان، ص:=

اور کتب میں بھی یہ اور اس سے زیادہ منقول ہے اس کے ذکر میں تطویل ہے خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن مسعود جن کے باب میں یہ حدیث وارد ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے **تمسکوا بعهد ابن مسعود** (۳۳)۔ **(الحديث) وكان اقرب الناس هديا وسمتا برسول الله ﷺ ابن مسعود** (۳۴) **(الحديث)**.

بیس رکعت پڑھتے اور اسی کا امر فرماتے تھے تو یہ عدد رسول اللہ ﷺ سے ان کو محفوظ تھا اسی واسطے اس کا التزام کیا اگر چہ ایک ہی دوبارہ سہی لیکن تسنن کے واسطے ایک دفعہ کا فعل بھی کافی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کے باب میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ **اقتدوا بالذين من بعدی ابی بکر وعمر** (۳۵). مطلق اقتداء کا حکم تمام امور میں فرمایا انہوں نے بیس کا امر فرمایا اور نیز خلفاء ثلثہ عمر و عثمان وعلی جب کہ ان ہرسہ نے بیس کا امر فرمایا۔ تو بمقتضاء **عليكم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين** (۳٦) اس کا عمل امت پر رسول اللہ ﷺ نے لازم فرمایا اور تمام صحابہ موجودین زمانہ عمرؓ میں عثمان وعلی رضی اللہ عنہم نے کبھی اس پر انکار نہ فرمایا اور برغبت قبول فرمایا یہ اول دلیل ہے اس بات پر کہ سب کے نزدیک یہ عدد عشرین یا رسول اللہ ﷺ سے ان کے نزدیک محفوظ تھا کہ کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا اور

= ۲۰۱، رقم: ۸۰٦، ط، دار السلام رياض)

(۳۳):(جامع الترمذی، كتاب المناقب، باب مناقب عبدالله بن مسعود رضی الله عنه، ص: ۸٦۳، رقم: ۳۸۰۵، ط، دار السلام رياض)

(۳۴):(جامع الترمذی، كتاب المناقب، باب مناقب عبدالله بن مسعود رضی الله عنه، ص: ۸٦۳، رقم: ۳۸۰۸، ط، دار السلام رياض)

(۳۵):(جامع الترمذی، كتاب المناقب، باب مناقب عبدالله بن مسعود رضی الله عنه، ص: ۸٦۳، رقم: ۳۸۰۵، ط، دار السلام رياض)

(۳٦):(مشكوة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثانی، ص: ۳۰، ط، قديمی كتب خانه كراتشی)

سنت رسول اللہ ﷺ سمجھ کر اس پر عمل کیا اور یا یہ کہ اطلاق قول رسول اللہ ﷺ کو مثبت اس عدد کا بھی سمجھا اور بطیّب خاطر اس کو قبول فرمایا لہٰذا اس عدد کو مسنون ہی کہا جائے گا اور اس پر کسی وجہ سے شائبہ لفظ بدعت کا رکھنا سخت مذموم ہوگا۔ کیونکہ اولاً مطلق قول رسول اللہ ﷺ سے سب اعداد مطلقاً مسنون ہو گئے ہیں ثانیاً خود فعل رسول اللہ ﷺ سے احیاناً اس کا استحباب ثابت ہوا۔ ثالثاً جن صحابہ کے اقتداء پر ہم کو تاکید کی گئی تھی ان کے فعل سے یہ عدد ثابت ہوا تو گویا ان صحابہ کا فرمانا اور عمل کرنا خود رسول اللہ ﷺ کا ہی فرمانا اور عمل کرنا تھا۔ رابعاً سوائے ان صحابہ کے دیگر صحابہ جو صدہا تھے کسی نے اس پر انکار نہ کیا اور سب نے اس کو بطیّب خاطر قبول فرمایا پس بعد اس کے کون سی دلیل کی حاجت ہے اور اس فعل حضرت عمرؓ کی روایات صحیح ہیں اور یزید بن رومان کی حدیث میں ہر چند کہ انقطاع ہے مگر اولاً حدیث منقطع موطا کی خود صحیح ہے کہ امام مالکؒ صاحب کے یہاں اور سب محدثین کے یہاں قبل زمانہ شافعیؒ سے منقطع ثقہ کی صحیح ہوئی تھی اور ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ جتنے منقطعات مالکؒ کی ہیں ان کا اتصال ہم نے دوسری سند سے دریافت کرلیا ہے۔ سوائے چار روایت کے کہ یہ روایت فعل حضرت عمرؓ کی ان چار ثابت الاتصال میں داخل نہیں اور سائب بن یزید کی روایات جو اوپر مذکور ہوئیں اس کے مؤید ہیں اور یہ صحیح ہیں اور فعل حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں بھی کوئی تعارض نہیں کہ اولاً گیارہ کا حکم کیا تھا اور پھر اکیس کا اور پھر تیئیس کا اور چونکہ اس میں بھی اختلاف زماں ہے لہٰذا نہ اس میں تعارض ہے اور نہ ضعف ہے اور اگر یوں کہا جاوے کہ اول دفعہ آٹھ تراویح تھی اور تین وتر اور دوسری دفعہ اٹھارہ تراویح اور تین وتر اور تیسری دفعہ میں بیس تراویح اور تین وتر تو درست ہے اور یہ ہر سہ فعل باوقات مختلفہ صحابہ کو رسول اللہ ﷺ سے معلوم تھے لہٰذا یہ سب سنت ہیں اور کوئی معارض ایک دوسرے کے نہیں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے اوپر معلوم ہو چکا کہ تہجد میں ہے نہ تراویح میں سو وہ معارض بیس کے نہیں ہوسکتی اور اگر بالفرض ہم دونوں صلوٰۃ کو ایک ہی تسلیم کریں تاہم کچھ معارضہ نہیں اس واسطے کہ یہ قول حضرت عائشہ کا اکثریہ ہے نہ کہ کلیہ اور اگر اس کو کلیہ کہا جاوے تو خود حضرت عائشہؓ تیرہ کی روایت کرتی ہیں۔ چنانچہ امام مالک موطا میں روایت فرماتے ہیں اور یہ پہلے بھی گزر چکی ہے۔ **عن عائشہ قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلی باللیل ثلث عشرۃ رکعۃ ثم یصلی اذا سمع النداء للصبح رکعتین**

خفیفتین (۳۷). (الحدیث).

پس اگر وہ روایت کلیہ قرار دی جاوے تو یہ روایت غلط ہو جاوے گی اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کا تیرہ رکعت روایت کرنا جو صحیحین میں ہے غلط ہو جاوے گا۔ پس یا اس روایت کو اکثریہ بنایا جاوے تاکہ سب رواتیں صحیح رہیں یا عدم علم حضرت عائشہؓ پر حمل کیا جاوے اور عدم علم پر حمل کرنا ظاہر ہے کہ غیر مناسب ہے پس جیسا کہ تیرہ رکعت کی حضرت عائشہؓ سے اور دیگر صحابہؓ سے تصحیح ہوگئی ایسا ہی اٹھارہ اور بیس اور زائد کی بھی تصحیح ہوسکتی ہے اور جیسا کہ تیرہ اور گیارہ میں تعارض نہیں ہے ایسا ہی بیس میں تعارض نہ رہے گا۔ بہر حال اس حدیث ابن عباسؓ کی مؤیدات موجود ہیں پھر اس کے ضعف پر کیا نظر کی جاوے گی۔ اگر بمقابلہ گیارہ کے روایت کی صحت تیرہ رکعت کو معتبر کیا جاتا ہے تو بیس رکعت کی روایات صحیحہ جو صحابہؓ کے فعل سے معتبر ہوئیں کس طرح معتبر نہ ہوگی بلکہ افعال صحابہؓ بھی حسب ارشاد جناب فخر عالم علیہ السلام کے مثل فعل رسول اللہ ہی کے ہوں گے۔ اب رہی یہ بات کہ بیس کے فعل کی نسبت خلفاء ثلثہ کی طرف ہے اور خلیفہ اول سے یہ فعل سرزد نہیں ہوا تو کچھ حرج نہیں اس واسطے کہ خلفاء صیغہ جمع کا ہے اور اس پر الف لام داخل ہوا ہے اور قاعدہ عربیت کا ہے کہ جب الف لام جمع پر داخل ہوتا ہے تو وہ معنی عموم کے دیتا ہے جمع اور واحد کو دونوں کو مثلاً **لا اتزوج النساء** اگر کہے تو جیسا کہ بہت عورتوں کے نکاح کرنے سے حانث ہوگا ایسا ہی ایک اور دو سے بھی حانث ہو جاتا ہے جیسا کہ **لا یحل لک النساء من بعد** (۳۸) میں ممانعت نکاح ایک کی اور بہت کی ثابت ہوتی ہے۔ پس تین خلیفہ کا عمل اس پر ہونا کافی ہے اور اگر ایک خلیفہ بھی اس کے اوپر عمل کرتے جب بھی کافی تھا چہ جائیکہ تین خلیفہ نے یہ کام کیا اور سب صحابہ نے اس پر اجماع کیا اور مراد سنۃ الخلفاء سے حدیث میں وہ امر ہے کہ اصل اس کی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں موجود ہو مگر شیوع اس کا نہیں ہوا پھر کسی خلیفہ نے اس کا شیوع کر دیا سو وہ فی الحقیقت سنت رسول اللہ ہی ہے مگر چونکہ اس کا شیوع خلفاء سے ہوا اس واسطے اس کو سنۃ الخلفاء فرمایا پس سنۃ الخلفاء وہی ہے

---

(۳۷):(موطا امام مالک، مع أوجز المسالک، کتاب صلاۃ اللیل، باب صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الوتر، ج: ۲، ص: ۵۸۳، ط، دار القلم دمشق)

(۳۸):(سورۃ الاحزاب: ۵۲)

کہ اصل اس کی سنت رسول اللہ ﷺ میں موجود ہو سو رسول اللہ ﷺ نے اس کو یہ کہا تھا کہ **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین** (۳۹) اس لئے جو امر کہ مخالف سنت رسول اللہ ﷺ ہو گا وہ امر بدعت ہو گا اور صحابہ بھی اسی سنت خلفاء کو التزام کرتے تھے کہ جس کی اصل سنت رسول اللہ میں موجود ہو اور خلفاء کی سنت بھی ایسی ہی ہوتی تھی اور جب تک کہ صحابہ کو سنت خلفاء کی اصل نہ معلوم ہوتی تھی وہ قبول نہ کرتے تھے مثلاً جس وقت شیخین ؓ نے زید ؓ بن ثابت کو بلا کر جمع قرآن کے واسطے کہا تو چونکہ زید کو یہ امر بدعت معلوم ہوا تو یہ جواب دیا کہ کس طرح کرتے ہو تم اس عمل کو جس کو رسول اللہ نے نہیں کیا اور زید کہتے ہیں کہ اگر شیخین ؓ مجھ کو پہاڑ نقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ میرے نزدیک سہل تھا اس امر سے۔ اور اس کی وجہ وہی تھی کہ اس کو وہ بدعت سمجھ رہے تھے لہٰذا انہوں نے اس کو قبول نہ کیا یہاں تک کہ حضرت صدیق ؓ نے ان کو سمجھا دیا کہ یہ بدعت نہیں بلکہ سنت ہی ہے اس وقت انہوں نے فرمالیا یہ قصہ بخاری میں موجود ہے۔ **عن عبید بن السباق ان زید بن ثابت قال ارسل ابو بکر مقتل اهل الیمامة فاذا عمر بن الخطاب عنده قال ابو بکر ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامة بقراء القرآن وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذهب کثیر من القرآن وانی اری ان تامر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعله رسول اللّٰه ﷺ قال عمر هذا واللّٰه خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح اللّٰه صدری لذالک ورأیت فی ذٰلک الذی رای عمر قال زید قال ابو بکر انک رجل شاب عاقل لانتهمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللّٰه ﷺ فتتبع القرآن فاجمعه فواللّٰه لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علی مما امرانی به من جمع القرآن قل کیف تفعلون شیئا لم یفعله رسول اللّٰه ﷺ قال هو واللّٰه خیر فلم یزل ابو بکر یراجعنی حتی شرح اللّٰه صدری الذی شرح له صدر ابی وعمر** (۴۰).

---

(۳۹): (مشکوة المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، ص: ۳۰، ط، قدیمی کتب خانه کراتشی) (۴۰): (صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، ص: ۱۰۸۵، رقم: ۴۹۸۶، ط، دار السلام ریاض)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قبول کرنا صحابہ کا سنت خلفاء کو اس وقت ہوتا تھا کہ ان کے نزدیک وہ سنت موافق سنت رسول اللہ ہے ہوتی تھی پس یہ سنت عشرین رکعت بھی ایسی ہی ہے کہ اس کی اصل سنت رسول اللہ میں موجود ہے۔ اسی واسطے تمام صحابہؓ نے اس وقت میں اس کو قبول کیا اور اس پر عامل رہے اور کسی وقت کسی ایک نے بھی صحابہ میں سے اس پر انکار نہ کیا نہ اس کو مخالف رسول اللہ سمجھا۔ اگرچہ بعض نے اس پر عمل نہ کیا ہو بلکہ دوسرے عدد پر عمل کیا ہو کہ وہ بھی سنت سے ان کے نزدیک ثابت تھا مگر انکار ہرگز کسی نے نہیں کیا، اگر کسی کو دعویٰ ہے تو ظاہر کرے پس جب اجماعاً اس کا ثبوت بلا انکار قرن صحابہ میں ہوگیا تو یہ مجمع علیہ ہوگیا اور سنت رسول اللہ ﷺ ہونا اس کا واضح ہوگیا۔ **قال علیه السلام لاتجتمع امتی علی الضلالة**(۴۱).

پس بعد ایسی دلیل قطعی کے کسی اہل فہم کو جسارت نہ ہوگی کہ اس کو بدعت کہے مگر ہاں اس کو بھی سنت جان کر دوسرے عدد پر جو کہ سنت سے ثابت ہے اس سے کم یا زیادہ اگر اس پر عمل کرے تو ملامت نہیں مگر ان لوگوں پر جو آٹھ رکعت پر قناعت کرتے ہیں اور اس سے زیادہ سے اعراض کرتے ہیں۔ بسبب ترک کر دینے سنت خلفاء راشدین کے کہ فی نفس الامر وہ بھی سنت رسول اللہ ﷺ ہے اور بقول علیہ السلام **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین والمهديين عضوا عليها بالنواجذ** (۴۲). جو کہ امر موکد ہے شائبہ الزام ضرور ہوگا کیونکہ مراد آنحضرت ﷺ کی دونوں پر التزام کرو کما لا یخفیٰ مگر اس کو بدعت کہنا نہایت زبوں اور شنیع ہے بعد اس سے کسی دلیل کی حاجت نہیں اب روایت فتح الباری شرح بخاری کی نقل کی جاتی ہے کہ جس سے مذاہب علماء وفقہاء دریافت ہوجائیں اگرچہ اوپر کی عبارات سے بھی معلوم ہو گئے تھے مگر اس میں زیادہ بسط ہے **قال فی فتح الباری لم یقع فی هذه الروایة عدد الرکعات التی کان یصلی بها ابی بن کعب وقد اختلف فی ذٰلک ففی المؤطا عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید انها**

---

(۴۱):(سنن ابن ماجة، کتاب الفتن، باب سواد الأعظم، ص: ۲۸۳، ط،قدیمی کتب خانه آرام باغ کراتشی)

(۴۲):(مشکوة المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، ص: ۳۰، ط، قدیمی کتب خانه کراتشی)

احدی عشرۃ رکعة ورواہ سعید بن منصور من وجه اخر وزاد فیه وکانوا یقرؤن بالمئین ویقومون علی العصی من طول القیام ورواہ محمد بن نصر المروزی من طریق محمد بن اسحٰق عن محمد بن یوسف فقال ثلث عشرۃ ورواہ عبدالرزاق من وجه آخر عن محمد بن یوسف فقال احدی وعشرین وروی مالک من طریق یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید عشرین رکعة وهذا محمول علی غیر الوتر عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بثلث وعشرین وری محمد بن نصر من طریق عطاء قال ادرکتهم فی رمضان یصلون عشرین رکعة وثلث رکعات الوتر والجمع بین هذا الروایات ممکن باختلاف الاحوال ویحتمل ان ذلک الاختلاف بحسب تطویل القراء ۃ وتخفیفها فحیث یطیل القراء ۃ تقل الرکعات وبالعکس وبذلک جمع الداؤدی وغیرہ.

والعدد الاول موافق لحدیث عائشة المذکور بعد هذا الحدیث فی الباب والثانی قریب منه والاختلاف فی ما زاد علی العشرین راجع الی الاختلاف فی الوتر کانه تارۃ یوتر بواحدۃ وتارۃ بثلاث وروی محمد بن نصر من طریق داؤد بن قیس قال ادرکت الناس فی امارۃ ابان بن عثمان وعمر بن عبدالعزیز یعنی بالمدینه یقومون بست وثلاثین رکعة ویوترون بثلث وقال مالک هو الامر القدیم عندنا وعن الزعفرانی عن الشافعی رایت الناس یقومون بالمدینة بتسع وثلاثین وبمکة بثلث وعشرین ولیس فی شیء من ذلک ضیق وعنه قال ان اطالوا القیام واقلوا السجود فحسن وان اکثروا السجود واخفوا القراء ۃ فحسن والاول احب الی وقال الترمذی اکثر ماقیل فیه انها تصلی احدی واربعین رکعة یعنی وبالوتر کذا قال وقد نقل ابن عبدالبر عن الاسود بن یزید یصلی اربعین یوتر بسبع وقیل ثمان وثلثین ذکرہ محمد بن نصر عن ابن ایمن عن مالک وهذا یمکن ردہ الی الاول بانضمام ثلث الوتر لکن صرح فی روایته بانه یوتر بواحدۃ فتکون اربعین الا واحدۃ.

قال مالک وعلی هذا العمل منذ بضع ومائة سنة عن مالک ست واربعون وثلث الوتر وهذا هو المشهور عنه وقد رواه ابن وهب عن العمری عن نافع قال لم ادرک الناس الا وهم یصلون تسعا وثلثین یوترون منها بثلث ومن زرارة بن اوفیٰ انه کان یصلی بهم بالبصرة اربعا وثلثین ویوتر وعن سعید بن جبیر اربعا وعشرین وقیل ست عشرة غیر الوتر روی عن ابی مجلز عن محمد بن نصر واخرج من طریق محمد بن اسحاق حدثنی محمد بن یوسف عن جده السائب بن یزید قال کنا نصلی زمن عمر فی رمضان ثلث عشرة قال ابن اسحاق وهذا اثبت ماسمعت فی ذلک وهو موافق لحدیث عائشة فی صلوٰة النبیﷺ من اللیل واللّٰه اعلم انتہیٰ (۴۳).

الحاصل گیارہ رکعت تراویح سے جوزیادہ عدد منقول ہیں اس پر کسی نے قرون ثلثہ میں انکار نہیں کیا اگرچہ عمل اس پر نہ کیا ہوتو بس جواز وسنت جملہ اعداد پر اجماع ہوگیا۔ بعدازاں قرون کے اگر کسی نے اس پر انکار کیا تو وہ قابل التفات کے نہیں لہٰذا بیس رکعات کو یا اس سے زیادہ کو بدعت کہنا ہرگز سزاوار نہیں۔ چنانچہ واضح ہوگیا اور یہ مدعا درصورۃ اتحاد دونوں صلوٰۃ کے بھی حاصل ہے بحث تفرقہ ہر دو صلوٰۃ کے بسبب سوال سائل کی گئی اگرچہ برائے بعض علماء سلف سے یہ رائے خلاف ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر: رشید احمد عفی عنہ گنگوہی ۱۶ شوال ۱۳۱۵ھ۔ رشید احمد

جونماز تراویح کی آٹھ رکعات پڑھے

﴿سوال﴾ آٹھ رکعت تراویح پڑھنا درست ہے یا نہیں جیسا کہ بعض آدمی پڑھتے ہیں؟

﴿جواب﴾ جولوگ آٹھ رکعت پڑھتے ہیں وہ تارک فضیلت سنت ہیں (۴۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۴۳):(فتح الباری، کتاب التراویح، باب فضل من قام رمضان، ج: ۴، ص: ۲۹۸، ط، مکتبة الملک فهد الوطنیة ریاض)

(۴۴):قال العلامة المحدث الفقیه الشیخ محمد عبدالحی اللکنوی الهندی=

حافظ کوتراویح میں قرآن مجید سنانے کا معاوضہ دینے کے مسائل

﴿سوال﴾ نماز تراویح میں قرآن پڑھنے یا سننے پر اجرت مقرر کر کے لینا یا بغیر مقرر کئے ہوئے قاری وسامع کو کچھ دینا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ قرآن سنانے کی اجرت تراویح میں لینا درست نہیں کہ قرآن پڑھنا عبادت ہے اور عبادت پر اجرت لینا حرام ہے۔قال فی ردالمحتار الآخذ والمعطی آثمان(۴۵) . انتھٰی. واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿سوال﴾ حافظوں کو نماز تراویح میں قرآن اجرت پر سنانا اور اجرت مقرر کری ہو یا نہ کری ہو لینا کیسا ہے زید کہتا ہے کہ اجرت لینا منع ہے اور عمرو کہتا ہے کہ جیسے اجرت اذان واقامت وامامت درست ہے ویسے ہی قرآن سنانے پر درست ہے صحیح کس طور پر ہے؟

﴿جواب﴾ حافظوں کو اجرت پر قرآن سنانا حرام ہے اور اجرت بھی ناجائز ہے اذان وامامت اور تعلیم ووعظ اس کو متاخرین نے بوجہ ضرورت استثناء کیا ہے۔قرآن سنانے میں کوئی ضرورت نہیں جس نے

=رحمه اللّٰه تعالٰی: الامر الثالث: أن مجموع عشرين ركعة فى التراويح سنة مؤكدة، لأنه مما واظب عليه الخلفاء، وان لم يواظب عليه النبى صلى اللّٰه عليه وعلى آله وسلم، قد سبق أن سنة الخلفاء أيضاً لازم الاتباع، وتاركها آثم، وان كان اثمه دون اثم تارك السنة النبوية، فمن اكتفى على ثمان ركعات يكون مسيئاً لتركه سنة الخلفاء. (تحفة الاخيار فى احياء سنة سيد الابرار، ص: ٦٨، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(۴۵): فى رد المحتار: قال تاج الشريعة فى شرح الهداية: ان القرآن بالأجرة لايستحق الثواب لا للميت ولا للقارئ، وقال العينى فى شرح الهداية: ويمنع القارئ للدنيا، والآخذ والمعطى آثمان. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج: ۹، ص: ۷۷، ط، دار عالم الكتب رياض)

قرآن سنانے کو اذان پر قیاس کیا ہے وہ غلط ہے(۴۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح میں قرآن مجید سننے والے کی اجرت

﴿سوال﴾ جس حالت میں قرآن مجید کا سننا لازم ہوا تو اس ضرورت کے ادا کرنے کے واسطے

(۴۶):(قوله كرهوا أن يأخذ على الأذان أجرا) هذا يرد على الشافعية مذهبهم فى تجويز أخذ الاجرة على القرآن الا أن لهم أن يعتذروا بورود النص ههنا فى الترك فان الاستئجار على الطاعات من تعليم القرآن والوعظ وأمثاله جائز عندهم ومنعه المتقدمون من علمائناذهاباًاِلٰى أمثال هذه الروايات وجوزه المتأخرون منهم ضرورة فيجوز أخذ الأجرة على تعليم القرآن والوعظ والتأذين ولا يجوز فى قراء ة القرآن فى التراويح وعلى القبور لعدم الضرورة فيهما لاجراء امامة غير الحافظ فيصلى بهم من لا يأخذ الأجر بسور قصار يحفظها فان قيل ان ختم القرآن مرة سنة مؤكدة فهلا تعد اقامتهاضرورة قلنا.

وقال العلامة المحدث الشيخ محمد زكريا الكاندهلوى رحمه الله تعالىٰ فى حاشية الكوكب:

بياض فى الأصل بعد ذلک، والاوجه عندى فى الجواب أن الختم فيها ليس بسنة مؤكدة بل السنة المؤكدة هى التراويح فقط حتى الجماعة فيها أيضا سنة على الكفاية كما صرح به أهل الفروع وأما ختم القرآن فهو ان كا ن سنة لكنها ليست بمؤكدة فانهم صرحوا بأن القوم ان مل بالختم قرأ بقدر مالايؤدى الٰى تنفير هم فاذا ترک بملالهم فأولى أن لايترک له المذهب .(الكوكب الدرى على جامع الترمذى، ج: ا، ص: ۲۳۵، ط، ندوة العلماء لكهنؤ، هند)

(وكذا فى ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج: ۹، ص: ۷۷، ط، دار عالم الكتب رياض)

حافظ کو کچھ اجرت کے طور پر ٹھہرا کر دینا کیسا ہے اگر حافظ کو نہ دیا جائے تو سامع کو کچھ اجرت کے طور پر دینا کیسا ہے اگر حافظ کو نہ بھی دیا جاوے تو سامع بغیر لیے نہیں مانتے اور بغیر سامع کے صرف حافظ کے پڑھنے میں شک رہتا ہے اور اکثر بعض بعض الفاظ رہ جاتے ہیں بلکہ آیت رہ جاتی ہے اور تنہا حافظ کو اس کا پتہ نہیں چلتا تو مجبوراً سامع کو اجرت دی جاتی ہے اور سامع پہلے ٹھہرا لیتے ہیں پس بہتر کیا ہے۔ آیا الم ترکیف سے ہی روزانہ تراویح ادا کرلی جاویں یا سامع کو بطور اجرت کچھ دے دیا جاوے اور جو مصلحتیں اول سے آخر تک قرآن شریف سننے میں ہیں وہ حضور کو معلوم ہیں اظہار کی چنداں ضرورت نہیں اور اس وقت کے حفاظ کی حالت بھی زمانہ کے موافق ظاہر ہے پس سب امورات پر نظر فرما کر جو حکم ہو اس سے مفصل اور مشرح طور پر آگاہی بخشئے۔

﴿جواب﴾ تراویح میں جو کلام اللہ پڑھے یا سُنے اس کی اجرت دینا حرام ہے جب اجرت کا دینا حرام ہوا تو الم ترکیف سے ہی پڑھنا چاہیے (۴۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حافظ کو بغیر مانگے کے دینا

﴿سوال﴾ جو شخص قرآن نماز تراویح میں سنائے بغیر ٹھہرائے اور مانگے اگر آدمی کچھ اس کو بطور چندہ کے دیویں یہ لینا اس کو جائز ہے یا نہیں ہے اور دینے والے کو یہ دینا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر حافظ کے دل میں لینے کا خیال نہ تھا اور پھر کسی نے دیا تو درست ہے (۴۸) اور

---

(۴۷): ولا یجوز فی قراءۃ القرآن فی التراویح وعلی القبور لعدم الضرورۃ فیهما لاجراء امامة غیر الحافظ فیصلی بهم من لا یأخذ الأجر بسور قصار یحفظها. (الکوکب الدری علی جامع الترمذی، ج: ۱، ص: ۲۳۵، ط، ندوۃ العلماء لکھنؤ، ھند)

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: (اجرت تراویح کا شرعی حکم، ص: ۳۴، تا ۴۷، ط، گوارخ پبلی کیشن کوئٹہ)

(۴۸): وعن خالد بن عدی أن النبی ﷺ قال: من جاءہ من أخیه معروف من غیر اشراف ولامسألة فلیقبله ولایردہ فانما هو رزق ساقه اللّٰه الیه. رواہ احمد. وقال العلامة=

جوحسب رواج وعرف دیتے ہیں۔ حافظ بھی لینے کے خیال سے پڑھتا ہے اگر چہ زبان سے کچھ نہیں کہتا تو درست نہیں (۴۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح کی دورکعتوں کی بجائے سہواً چاررکعت پڑھنے کا مسئلہ

﴿سوال﴾ تراویح میں بجائے دورکعتیں سہواً چاررکعت پڑھ لیں اب سجدہ سہو سے تلافی ہوکرنماز صحیح ہوگی یانہیں ایک شخص کہتا ہے کہ نماز نہیں ہوئی کیونکہ رکعتیں پر قعدہ فرض تھااور وہ ترک ہوگیا یہ مقولہ صحیح ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ دوتراویح ہوئیں ترک فرض نہیں ہوا بلکہ تاخیر فرض ہوئی (۵۰)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

=صبحیؒ فی تخریج هذا الحدیث: فی المسند [۴/۱۲۱] بسند صحیح.قلت: وأخرجه أبـو یعلی رقم[۵۹۲۵] وابن حبان رقم[۳۴۰۴] و [۵۱۰۸] والطبرانی فی المعجم الکبیر رقم [۴۱۲۴] والحاکم [۲/۶۲] والبیهقی فی شعب الایمان رقم[۳۵۵۱]، وصححه الحاکم ووافقه الذهبی. وهو حدیث اسناده صحیح، والله أعلم. (نیل الاوطار من أسرار منتقی الأخبار، کتاب الهبة والهدیة، الباب الأول فی بیان افتقارها الی القبول والقبض، ج: ۱۱، ص: ۱۵۷، ط، دار ابن جوزی ریاض)

(۴۹):والمعروف عرفاً کالمشروط شرطاً. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب: فی تحریر حکم ما یأخذ المتولی من عوائد، ج: ٦، ص: ۲۷۲، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وقال العینی فی شرح الهدایة: ویمنع القارئ للدنیا، والآخذ والمعطی آثمان. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج: ۹، ص: ۷۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۵۰):وان صلی اربع رکعات بتسلیمة واحدة والحال انه لم یقعد علی رکعتین=

نمازتراویح میں قرآن مجید سننا کیسا ہے؟

﴿سوال﴾ نمازتراویح میں اول سے آخر تک قرآن شریف کا سننا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟

﴿جواب﴾ نمازتراویح میں کلام اللہ شریف سننا سنت ہے(۵۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح میں قرآن مجید سنانا

﴿سوال﴾ ہر حافظ قرآن کو ہر ماہ رمضان میں محراب سنانا سنت مؤکدہ ہے یانہیں اور حافظ کو

=منها قدر التشهد تجزى الاربع عن تسليمة واحدة اى عن ركعتين عند ابى حنيفة وابى يوسف وهو المختار. واختاره الفقيه ابو جعفر وابوبكر محمد بن الفضل قال قاضى خان وهو الصحيح. (غنية المستملى فى شرح منية المصلى، كتاب الصلاة، فصل فى التراويح، ص: ۴۰۸)

(۵۱):قال العلامة المحدث الشيخ محمد زكريا الكاندهلوى رحمه اللّٰه تعالٰى فى حاشية الكوكب:

بياض فى الأصل بعد ذلک، والاوجه عندى فى الجواب أن الختم فيها ليس بسنة مؤكدة بل السنة المؤكدة هى التراويح فقط حتى الجماعة فيها أيضا سنة على الكفاية كما صرح به أهل الفروع وأما ختم القرآن فهو ان كا ن سنة لكنها ليست بمؤكدة فانهم صرحوا بأن القوم ان مل بالختم قرأ بقدر مالايؤدى الٰى تنفير هم فاذا ترک بملالهم فأولى أن لايترک له المذهب .(الكوكب الدرى على جامع الترمذى،ج: ۱، ص: ۲۳۵، ط،ندوة العلماء لكهنؤ، هند)

(وكذا فى مجمع الأنهر فى ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج: ۱، ص: ۲۰۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

محراب سنانے میں زیادہ ثواب ہے یانہیں؟ (ازسعید احمد خان مرادآبادی)

﴿جواب﴾ تراویح میں قرآن سنانا اور سننا سنت ہے(۵۲) مگر ہر حافظ پر مؤکدہ نہیں کہ سب پڑھا کریں اگر کوئی جدا پڑھے جب بھی درست ہے اس کے ترک سے عتاب نہ ہوگا۔ مگر قرآن کو پڑھتے رہنا چاہیے(۵۳)۔

شبینہ کا مسئلہ

﴿سوال﴾ شبینہ یعنی کلام اللہ شریف کا ایک شب میں تراویح میں پڑھنا ثابت ہے یا نہیں بالخصوص ایسی حالت میں کہ ادائے حروف بترتیل حتیٰ کہ تصحیح الفاظ تک نہیں ہوتی اور مقتدیوں پر بار تطویل وریاء وشہرت علاوہ لہٰذا ایسی صورت میں جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قرآن شریف کا ایک رات میں ختم کرنا بصورت تصحیح الفاظ وغیرہ جائز ہے اور حضرت

---

(۵۲):والحاصل: أن السنة فی التراویح انما هی الختم مرة، والختم مرتین فضیلة، والختم ثلاث مرات فی کل عشرة مرة أفضل. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر فی التراویح، نوع آخر: بیان القراء ة فی التراویح، ج: ۲، ص: ۳۲۴، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، فصل فی التراویح، ج: ۱، ص: ۱۱۷)

(۵۳):عن ابن عمرؓ أن رسول اللهﷺ قال: انما مثل القرآن مثل الابل المعقلة، ان عاهد صاحبها علی عقلها أمسکها، وان أطلقها ذهبت. اذا قام صاحب القرآن فقرأه باللیل والنهار ذکره، واذا لم یقرأه نسیه. رواه مسلم. (الجامع لشعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان وهو باب فی تعظیم القرآن، فصل فی ادمان تلاوة القرآن، ج: ۳، ص: ۳۵۰، رقم: ۱۸۱۱، ط، مکتبة الرشد ریاض)

عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک رات میں ختم کرنا ثابت ہے(۵۴) اور اگر قرآن ترتیل کے ساتھ نہیں پڑھا مگر الفاظ صحیح پڑھے گئے تو اس طرح پڑھنے میں ثواب کم ہوگا اور باترتیل میں ثواب زائد(۵۵) اور ریاء تو فرائض میں بھی ممنوع ہے تراویح پر کیا موقوف ہے(۵۶) اور مقتدیوں کو اگر اس طرح پڑھنا دشوار ہوتا ہے تو نہ

---

(۵۴):عن عبدالرحمن بن عثمان التیمی قال: رأیت عثمان رضی اللّٰہ عنہ عند المقام ذات لیلة قد تقدم، فقرأ القرآن فی رکعة ثم انصرف، فقلت: یا أمیر المؤمنین! انما صلیت رکعة قال: ھی وتری، رواہ ابن المبارک فی الزھد، وابن سعد، وابن أبی شیبة، وابن منیع، والطحاوی، والدارقطنی، والبیھقی، وسندہ حسن کذا فی کنزل العمال [۶: ۳۷۲]. (اعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب جواز التطویل للمنفرد ولو بختم القرآن کلہ فی صلاة أو رکعة، ج: ۴، ص: ۳۲۵، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

(۵۵):فی منھج الحیاة الایمانیة: ویستحب قراء ة القرآن بالترتیل، ولو کان لایفھم المعنی، قال ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما: لأن أقرأ ''اذا زلزلت'' و ''القارعة'' أتدبرھما، أحب الی من أن أقرأ البقرة وآل عمران تھذیراً. وقال العلامة عبدالرشید الندوی فی تخریج ھذا الحدیث: أخرجه ابن أبی شیبة برقم: ۸۸۲۴ عن محمد بن کعب القرظی من قوله، وأما أثر ابن عباس فقد أخرجه ابن المبارک فی الزھد ص: ۴۲۰ برقم: ۱۱۹۳، والبیھقی فی الشعب برقم: ۱۸۸۲ وعبدالرزاق فی المصنف برقم: ۴۱۸۷ ج/ ۲، ص: ۴۸۹ عن أبی جمرة الضبعی قال: قلت لابن عباس: انی رجل فی کلامی وقراء تی عجلة، فقال ابن عباس: لأن أقرا البقرة فأرتلھا أحب الی من أن أھذ القرآن کله، ثم رأیت أن المصنف نقل ذلک من شرح الاحیاء ۴/ ۴۷۸ وھو عزاہ لقوت القلوب. (منھج الحیاة الایمانیة والتربیة الدینیة فی ضوء الکتاب والسنة، ص: ۲۱۲، ط، المکتبة الیحیویة سھانفور الھند)

(۵۶):عن أبی ھریرة أن رسول اللّٰہ ﷺ قال قال اللّٰہ عزوجل أنا أغنی الشرکاء=

پڑھیں (۵۷)۔فقط۔

ملفوظات

ایک مسجد میں مکمل تراویح پڑھنے کے بعد دوسری مسجد میں تراویح میں شریک ہونا

﴿۱﴾ جس صورت میں لوگوں کے جمع ہونے سے مسجد کی بے تعظیمی ہوتی ہے ایسی صورت میں چپکے سے ختم کر دینا اور کسی کو خبر نہ کرنا بہت بہتر اور مناسب ہے اور جس شخص نے بیس تراویح پڑھ لی ہوں پھر کسی دوسری مسجد میں تراویح ہوتی دیکھے تو شریک ہو جاوے کچھ حرج نہیں بلکہ ثواب ہے (۵۸)۔

=عن الشرک فمن عمل لی عملاً أشرک فيه غيری فأنا منه برئ وهو للذی أشرک.
وفی اهداء الديباجة تحت هٰذا الحديث: أن اللّٰه تعالٰی لايقبل من الأعمال ماخالطه شرک، ولايقبل منها الا ماكان خالصاً أريد به وجهه سبحانه وتعالٰی، فمن راء ی بعمله أی أراد به غير اللّٰه حبط عمله. (اهداء الديباجة بشرح سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب الرياء والسمعة، ج: ۵، ص: ۵۳۱، رقم: ۴۲۰۲)

(۵۷):فی الدرالمختار: والختم مرة سنة، ومرتين فضيلة، وثلاثاً أفضل ولايترک الختم لكسل القول لكن فی الاختيار: الأفضل فی زماننا قدر مالايثقل عليهم.

وفی الشامية تحته: (الأفضل فی زماننا الخ) لأن تكثير الجمع أفضل من تطويل القراء ة، حليه عن المحيط. وفيه اشعار بأن هذا مبني على اختلاف الزمان فقد تتغير الأحكام لاختلاف الزمان فی كثير من المسائل على حسب المصالح ولهٰذا قال فی البحر: فالحاصل أن المصحح فی المذهب أن الختم سنة لكن لايلزم منه عدم تركه اذ لزم منه تنفيرالقوم تعطيل كثير من المساجد خصوصاًفی زماننا، فالظاهر اختيار الأخف على القوم. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ۴۹۷، ۴۹۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۵۸):ولو اقتدى بالامام فی التراويح وهو قد صلى مرة لابأس به ويكون هذا=

تراویح میں سورہ اخلاص کی تکرار

﴿۲﴾ تراویح میں سورہ اخلاص کو مکرر کرتے ہیں اس واسطے کہ ایک بار میں قرآن کی سورۃ ہونا نیت کرتے ہیں اور دوبارہ اس کو اس خیال سے پڑھتے ہیں کہ جو کچھ کمی غلطی قرآن میں واقع ہوئی اس کا جبر نقصان ہوجاوے کہ یہ ثلث قرآن وصف رحمٰن تعالیٰ شانہ ہے بعض کتب فقہ میں بھی یہ لکھا ہے۔ پس مضائقہ نہیں۔اور مکرر پڑھنا کسی سورۃ کا حرج نہیں۔(۵۹) مگر اس کو سنت نہ جانے اور مکرر پڑھنا کسی آیت کا تو حدیث سے بھی

=اقتداء المتطوع بمن يصلى السنة. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج: ۲، ص: ۱۲۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى التاتارخانية: والمقتدى اذا صلاها فى المسجدين لابأس به، ولكن ينبغى أن يوتر فى المسجد الثانى، هكذا حكى عن الفقيه أبى القاسم. (الفتاوى التاتارخانية، الفصل الثالث عشر فى التراويح، نوع آخر فى أن الجماعة هل هى سنة التراويح، ج: ۲، ص: ۳۲۱، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۵۹):وقراءة قل هو الله احد ثلث مرات عند ختم القرآن لم يستحسنها بعض المشايخ وقال الفقيه ابو الليث هذا شئ استحسنه اهل القرآن وائمة الامصار فلابأس به. (غنية المستملى فى شرح منية المصلى، كتاب الصلاة، القراءة خارج الصلاة، ص: ۴۹۶)

وفى الهندية: قراءة قل هو اللّٰه أحد ثلاث مرات عقيب الختم لم يستحسنها بعض المشايخ واستحسنها أكثر المشايخ لجبر نقصان دخل فى قراءة البعض الا أن يكون ختم القرآن فى الصلاة المكتوبة فلايزيد على مرة واحدة كذا فى الغرائب. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء ورفع الصوت عند قراءة القرآن، ج: ۵، ص: ۳۱۷)

ثابت ہے(٦٠) کسی وجہ سے مگراس وجہ خاص سے سراجیہ کتب فقہ میں لکھا ہے اورکوئی ضروری امر نہیں چاہے نہ پڑھے البتہ ضروری اورسنت جان کر پڑھنا بدعت ہو جائے گا(٦١)۔

﴿٣﴾ جومکروہ وقت میں نماز ہووے اس کا اعادہ چاہیے اگرچہ عصرکو بعد مغرب ہی پڑھے کہ جبر نقصان ہو جاتا ہے۔

﴿٤﴾ امانت کو بلا اذن صرف کرنا خیانت ہے گناہ ہوگا(٦٢)۔

---

(٦٠):أخرج ابن أبى شيبة فى المصنف، واحمد، والنسائى، وابن مردويه، والبيهقى فى سننه، عن أبى ذرؓ قال:صلى رسول اللّٰهﷺ ليلة فقرأ بآية حتى أصبح، يركع بها ويسجد بها: [ان تعذبهم فانهم عبادک] الآية. فلما أصبح قلت: يارسول اللّٰه، مازلت تقرأ هذه الآية حتى أصبحت! قال: انى سألت ربى الشفاعة لأمتى فأعطانيها، وهى نائلة۔ ان شاء اللّٰه۔ من لايشرک باللّٰه شيئاً. (الدر المنثور فى التفسير بالمأثور، سورة المائدة رقم الآية: ١١٨، ج: ٥، ص: ٢٠٨)

(٦١):من اصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الاول، ج:٣،ص: ٢٦، رقم: ٩٤٦،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(٦٢):وعن أبى حرة الرقاشى، عن عمه، قال: قال رسول اللّٰهﷺ: ألا لاتظلموا، ألا لايحل مال امرئ الا بطيب نفس منه. رواه البيهقى فى شعب الايمان، والدار قطنى فى المجتبٰى. وفى المرقات تحت هٰذا الحديث: (لايحل مال امرئ) أى مسلم أو ذمى (الا بطيب نفس) أى بأمر أو رضا. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثانى، ج: ٦، ص: ١٣٤، ١٣٥، رقم: ٢٩٤٦، ط، دار الكتب رياض)

=

﴿۵﴾ جماعت کو چھوڑ کے دوسری مسجد میں کہ پوری نماز امام کے ساتھ ملے ہرگز نہ جاوے کہ اعراض جماعت مسلمین سے ظاہر ہےاور دوسری جگہ کا ملنا محتمل اوراس مسجد کا حق تلف ہوتا ہےاورصورت تہمت واعراض (٦٣)۔

= اخرج السیوطی فی الجامع الصغیر عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰهﷺ: ''أد الأمانة الی من ائتمنک، ولاتخن من خانک. وفی التنویر تحت هذا الحدیث: (ولاتخن من خانک) الخیانة ضد الأمانة وهو أن یؤتمن الانسان فلاینصح وهو نهی عن خیانة الانسان لمن خانه، وأنه لایقابل الاساء ة بالاساء ة فبالأولی أن یحرم علی خیانة من لم یخنه. (التنویر شرح الجامع الصغیر، ج: ١، ص: ٤٦٣، ط، مکتبه دار السلام ریاض)

(٦٣):لو فاتت احدهم تکبیرة الافتتاح او رکعة او رکعتان ویمکنه ادراکها فی غیره لایذهب الیه لانه صار محرزا فضیلة الجماعة فی مسجده فلا یترک حقه. (غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی، فصل فی احکام المسجد، ص: ٦١٣)

باب بھول کے سجدوں کا بیان

سنن ونوافل میں قعدہ اولیٰ کا چھوڑنا

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے چار رکعت نفل کی نیت کی اور بیچ کے قعدہ میں بیٹھنا بھول گیا۔ اسی طور پر چاروں رکعت پوری کرلیں اخیر میں قعدہ کر کے سلام پھیرا یہ نماز اس کی ہوئی یا نہیں اگر ہوئی تو نوافل کی اصل رکعات دو ہیں بیچ کا قعدہ فرض تھا باوجود ترک نماز کیسے ہوئی اور جو نہیں ہوئی تو قضا میں کے رکعت پڑھے دو یا چار؟ دوسرے یہ کہ ایک شخص نے چار فرائض کی نیت کی اور قعدہ اخیرہ کا نہ کیا پس اس صورت میں جو فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر پانچوں رکعت کا سجدہ نہ کیا تو بیٹھ جاوے اور سجدہ کر کے فارغ ہوجائے اور جو سجدہ پانچوں رکعت کا کرلیا تو فرض باطل ہوگئے اب اگر ایک رکعت اور ملالیوے گا تو چھ نفل ہوجاویں گے پس جس حالت میں قعدہ اخیر فرض کا ترک ہوا تو نوافل ہونا کیسے صحیح ہوا یا قعدہ اخیر کی فرضیت میں بہ نسبت فرائض ونوافل کے کچھ تفاوت ہے اور پہلی صورت نوافل کی بعض صاحب ایسی فرماتے ہیں کہ دو رکعت نفل کی قضا ہوگی اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہاں فرض سے دو جائز اور دو ناجائز اور یہاں فرائض میں چاروں بلکہ چھٹوں جائز مگر فرضیت باطل اور نفلیت قائم دونوں میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ اس کی چار رکعتیں ہوگئیں اور قعدہ اولیٰ نوافل میں مطلقاً فرض نہیں بلکہ اس وقت فرض ہوتا ہے کہ رکعت اخیرہ بعد واقع ہو اور جس وقت کہ یہ شخص تیسری رکعت میں کھڑا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ یہ محل قعدہ فرض کا نہ تھا بلکہ قعدہ اس جگہ واجب تھا جیسا کہ فرائض میں بھی واجب ہوتا ہے پس اس کا انجبار سجدہ سہو سے ہوسکتا ہے نفل میں بھی اور فرض میں بھی ہاں اگر مصلی تیسری رکعت کے قیام سے قعدہ اول کی طرف لوٹ آیا تو معلوم ہوا کہ یہ قعدہ قعدہ اخیرہ تھا جو فرض ہے پس اس وقت میں قیام سے تاخیر فرض ہوئی اسلئے انجبار اس کا سجدہ سہو سے ہوجائے گا اور فرض میں قعدہ اولیٰ کا وجوب اور ثانیہ رکن ہوتا ہے۔ مستر داور موقوف فعل مصلی پر نہیں بلکہ قعدہ اخیرہ یعنی ثنائی میں دو رکعت کے بعد اور ثلاثی میں تین رکعت کے بعد اور رباعی میں چار رکعت کے بعد قعدہ ہر حال میں فرض ہے مصلی اگر موقوف سے تجاوز کرے تو قبل اس کے کہ رکعت زائدہ کو مقید

بسجدہ کرے دو رکعت محل رفض ہے اس کو چھوڑ سکتا ہے اور جب اس کو مقید بسجدہ کر دیا تو اب یہ رکعت ثانیہ ہو کر قابلیت فرض سے نکل گئی تو اس میں متحقق ہو گیا کہ مصلی نے قعدہ مفروضہ کو چھوڑ دیا۔ پس فرضیت باطل ہو گئی۔ مگر نفلیت کا بطلان اس وجہ سے نہیں ہوا کہ اس میں یہ قعدہ فرض نہ تھا کیونکہ یہ رکعت وسط صلوٰۃ میں واقع ہوئی ہے نہ آخیر میں قال فی الدرالمختار تحت قوله والقعود الاول ولو فی نفل الاصح. اور اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے۔

لانه وان كان كل شفع منه صلوٰة على حدة حتى افترضت القراء ة فى جميعه لكن القعدة انما افترضت للخروج من الصلوٰة فاذا قام الى الثالثة تبين ان ماقبلها لم يكن او ان الخروج من الصلوٰة فلم تبق القعدة فريضة(۱). انتهٰى كلامه.

پس اس سے معلوم ہو گیا کہ چار رکعت اس کی ہو گئیں اور قضا نہ آوے گی نہ دو کی نہ چار کی پس ان صاحب کا قول غلط ہو گیا کہ جو فرماتے ہیں دو کی قضا آوے گی اور دونوں صورتوں میں فرق بھی ظاہر ہو گیا اور یہ جواب موافق مذہب شیخین کے ہے اور امام محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرض و نفل میں کوئی فرق نہیں۔ جیسا کہ فرائض باطل ہو گئے ویسے ہی اصل صلوٰۃ باطل ہو گی پس ان کے مذہب کے موافق سرے سے سوال ہی وارد نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ کہ كل شفع من النفل صلوٰة على حدة. کلیہ نہیں بلکہ بعض احکام کے اعتبار سے ہے قال فی رد المختار وكون كل شفع صلوٰة على حدة ليس مطردا فى كل الاحكام ولذا لو ترک القعدة الاولٰى لاتفسد خلافا لمحمد رحمه الله تعالٰى (۲) انتهٰى. فقط والله تعالٰى اعلم.

---

(۱):(رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۲، ص: ۱۵۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲):(رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب: قولهم كل شفع من النفل صلاة ليس مطرداً، ج: ۲، ص: ۴۵۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

سنن ونوافل میں ضم سورۃ کا حکم

﴿سوال﴾ آیا سنن ونوافل میں ترک ضم سورۃ سے سجدہ سہو لازم ہوگا اور وتر کو اس بارہ میں حکم فرائض کا دیا جاوے گا یا سنن کا کہ وتر میں بھی ترک ضم سے سجدہ آوے؟

﴿جواب﴾ ضم سورۃ یا فاتحہ نوافل وسنن میں مثل فرائض کے واجب ہے ترک سے سجدہ سہو آوے گا(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قومہ وجلسہ کی دعاؤں کا حکم

﴿سوال﴾ قومہ وجلسہ میں دعاء مسنونہ پڑھنے سے جو شخص کہتا ہو کہ سجدہ سہو لازم ہے یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ مسئلہ صحیح معلوم نہیں ہوتا ہے(۴)۔فقط۔

---

(۳):فی البحر الرائق: (وفیما بعد الأولیین اکتفی بالفاتحة) یعنی فی الفرائض. أطلقه فشمل الثالثة من المغرب والأخیرتین من الرباعی......وقیدنا بالفرائض لأن النفل والواجب تجب القراء ة فی جمیع الرکعات بالفاتحة والسورة. (البحر الرائق، کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة، ج: ۱، ص: ۵٦٨، ۵۷۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وان ترکها فی الاخریین لایجب ان کان فی الفرض وان کان فی النفل أو الوتر وجب علیه کذا فی البحر الرائق. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الثانی فی سجود السهو، ج: ۱، ص: ۱۲٦)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج: ۲، ص: ۱٦٦، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۴):فی البحر الرائق: قال یعقوبؒ: سألت أبا حنیفة عن الرجل یرفع رأسه من=

باب وتر کا بیان

فرض پڑھانے والے کے سوا وتر کوئی اور وتر پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

﴿سوال﴾ یہ جو مشہور ہے کہ جو شخص فرض نماز پڑھاوے وہی وتر پڑھاوے اگر دوسرا شخص پڑھا دے تو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ درست ہے کہ دوسرا شخص وتر پڑھاوے(۱) اور جو مشہور ہے غلط ہے۔

=الركوع في الفريضة، أيقول اللّهم اغفرلي قال: يقول ربنا لک الحمد وسكت. وكذلك بين السجدتين فقد أحسن حيث لم ينهه عن الاستغفار صريحاً من قوّة احترازه.

وفي منحة الخالق تحته: (فقد أحسن حيث لم ينهه عن الاستغفار الخ) أقول: وفي عدم نهيه عنه اشارة الى أنه لو فعل لم يكره اذ لو كره لكان الأولى النهي كما نهى عن القراءة في الركوع والسجود. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۱، ص: ۵۶۱/وفي رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفه الصلاة، ج: ۲، ص: ۲۱۲، ۲۱۳، ط، دار عالم الكتب رياض/وفي نهر الفائق، كتاب الصلاة، باب صفه الصلاة، ج: ۱، ص: ۲۱۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱):في الشامية: أما لو صلاها جماعة مع غيره ثم صلى الوتر معه لاكراهة. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، قبيل مطلب: في كراهة الاقتداء في النفل على سبيل التداعي وفي صلاة الرغائب، ج: ۲، ص: ۵۰۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، قبيل باب ادراک الفريضة، ج: ۲، ص: ۱۲۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

جس کو فرض کی نماز نہ ملے وہ وتر کیسے پڑھے

﴿سوال﴾ جس شخص کو نماز جماعت فرضوں کی نہ ملے وہ نماز وتر جماعت سے پڑھے یا علیحدہ زید کہتا ہے کہ وتر جماعت سے نہ پڑھے۔ صحیح کس طرح ہے؟

﴿جواب﴾ وتر جماعت سے پڑھ لے(۲)۔فقط۔

دعا قنوت کے بعد درود شریف کا پڑھنا

﴿سوال﴾ وتروں میں دعائے قنوت کے بعد درود پڑھنا جیسے کہ شرح درمختار میں لکھا ہے کیسا ہے زید کہتا ہے کہ دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا اچھا ہے؟

﴿جواب﴾ دعائے قنوت کے بعد درود شریف مستحب ہے(۳)۔فقط۔

---

(۲):وفی القنية لو تركوا الجماعة فی الفرض ليس لهم أن يصلوا التراويح جماعة لأنها تبع له ولو لم يصلها بامام له أن يصلی الوتر به كما أن له أن يصلی التراويح بامام، والوتر بآخر علی الصحيح. (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فی صلاة التراويح، قبيل باب الصلاة فی الكعبة، ص: ۴۱۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

صلی العشاء وحده، فله أن يصلی التراويح مع الامام. ولو تركوا الجماعة فی الفرض ليس لهم أن يصلوا التراويح بجماعة. واذا صلی معه شيئاً من التراويح أو لم يدرک شيئاً منها أو صلاها مع غيره، له أن يصلی الوتر معه، وهو الصحيح. (الفتاوی العالمكيرية، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراويح، ج: ۱، ص: ۱۱۷)

(۳):فی مراقی الفلاح: روی النسائی باسناد حسن ان فی حديث القنوت (وصلی اللّٰه علی النبی) صلينا عليه صلی اللّٰه عليه (و) علی (آله وسلم) كما اختار=

باب الجمعہ والعیدین

جمعہ کہاں اولیٰ ہوگا

﴿سوال﴾ یہاں بہت سی مسجدوں میں جمعہ ہوتا ہے اولیٰ کس میں ہے؟

﴿جواب﴾ سب مسجدوں میں جمعہ درست ہے(۱) مگر بڑی مسجد میں اولیٰ ہے یا جس میں امام عالم متقی ہو۔ فقط والسلام۔

=الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالىٰ أنه يصلى فى القنوت على النبى صلى الله عليه وسلم.

فـى حاشية الطحطاوى تحته: قوله: (كما اختار الفقيه أبو الليث) فى الحلبى عن ابـن الهـمـام لايـنبـغى أن يعدل عن هذا القول وهو الحق كما فى البحر وابن أمير الحاج. (حـاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، باب الوتر وأحكامه، ص: ٣٨١، ٣٨٢، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكـذا فى الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ص: ٩٠، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكـذا فـى النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج: ١، ص: ٢٩٢، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(١):فـى البـحرالرائق: (وتؤدى فى مصر مواضع) أى يصح أداء الجمعة فى مصر واحـد بمواضع كثيرة وهـو قـول أبـى حـنيفة ومحمد وهو الأصح، لأن فى الاجتماع فى مـوضـع واحـد فـى مـدينة كبيرة حرجاً بيناً وهو مدفوع. كذا ذكر الشارح. وذكر الامام السـرخسـى أن الـصحيح من مذهب أبى حنيفة جواز اقامتها فى مصر واحد فى مسجدين وأكثـر، و بـه نأخذ لاطلاق لاجمعة الا فى مصر شرط المصر فقط. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ج: ٢ ،ص: ٢٥٠، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان) =

قریہ میں جمعہ وعیدین کا ہونا

﴿سوال﴾ جس مقام پر تفسیر حسب فقہاء صادق نہ آتی ہو مثل قریہ وغیرہ یا جس مصر میں حاکم اور نائب بھی نہ ہو کہ اجرائے حدود شرعیہ کرے اور کفار وہاں کے مانع احکام شرعیہ بھی نہ ہوں تو وہاں جمعہ عیدین قائم کیا جاوے یا نہیں اگر ایسی جگہ قائم کرلیں تو صحیح ہوگا یا ظہر ذمہ باقی رہے گی اور حدیث **لاجمعة و لاتشریق الا فی مصر جامع** صحیح ہے یا ضعیف؟

﴿جواب﴾ یہ حدیث قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صحیح ہے(۲) اور اس پر ہی عمل درآمد حنفیہ کثر ہم

= تؤدی الجمعة فی مصر واحد فی مواضع کثیرة وهو قول أبی حنیفة ومحمد رحمهما اللّٰه تعالٰی وهو الاصح. (الفتاوی العالمکیریة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ج: ۱، ص: ۱۴۵)

(وکذا فی اعلاء السنن، کتاب الجمعة، باب تعدد الجمعة فی مصر واحد، ج: ۸، ص: ۸۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

(۲): ورواه عبدالرزاق من حدیث عبدالرحمٰن السلمی عن علی رضی اللّٰه عنه قال: لاتشریق ولاجمعة الا فی مصر جامع. وقال الشیخ عبدالرزاق فی تخریج هذا الحدیث: موقوف صحیح أخرجه عبدالرزاق[۳: ۱۶۷] والبیهقی [۳: ۱۷۹] کلاهما عن علیؓ موقوفاً والطحاوی فی المشکل [۲: ۵۴] وقال ابن حجر فی الدرایة [۱: ۲۱۴] اسناده صحیح. وقال ابن حزم فی المحلی [۵: ۵۳] فقد صح عن علی: لاجمعة ولاتشریق الا فی مصر جامع. (فتح القدیر، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ج: ۲، ص: ۴۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی اعلاء السنن، أبواب الجمعة، باب عدم جواز الجمعة فی القری، ج: ۸، ص: ۳، ط، ادارة القرآن العلوم الاسلامیة کراتشی)

اللہ تعالیٰ کا ہے۔قریہ میں نماز جمعہ کسی حال میں ادانہیں ہوتی (۳)۔البتہ قصبہ یا شہر میں اگر غلبہ کفار کا ہواور اپنا امام خطیب مقرر کر کے جمعہ ادا کریں جیسا اب مروج ہے تو جمعہ ادا ہو جاتا ہے ظہر ساقط ہو جاتی ہے (۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

دیہات میں جمعہ کا پڑھنا

﴿سوال﴾ چھوٹا گاؤں جس میں جمعہ درست نہیں اس کی کیا تعریف ہے اور بڑا گاؤں جس میں جمعہ درست ہے وہ کتنے آدمیوں کا ہوتا ہے اور اگر چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھیں تو پھر ظہر پڑھنا ضرور ہے یا نہیں اور بڑے گاؤں میں بعد جمعہ ظہر پڑھیں یا نہیں؟

---

(۳):فی غنیة المستملی: واما شروط الاداء فستة ایضا الشرط الاول المصر او فناؤه فلاتجوز فی القری عندنا وهو مذهب علی بن ابی طالب وحذیفة وعطاء والحسن بن ابی الحسن والنخعی ومجاهد وابن سیرین والثوری وسحنون خلافا للائمة الثلثة لما روی ابن ابی شیبة عن علی بن ابی طالب انه قال لاجمعة ولاتشریق ولاصلاة فطر ولااضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظیمة وصححه ابن حزم فی المحلی. (غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی، فصل فی صلاة الجمعة، ص: ۵۴۹)

(وکذا فی رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الجمعة، ج: ۳، ص: ۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۴):فی الهندیة: بلاد علیها ولاة کفار یجوز للمسلمین اقامة الجمعة ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیهم أن یلتمسوا والیا مسلما کذا فی معراج الدرایة. (الفتاوی العالمکیریة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة،ج: ۱، ص: ۱۴۶)

وفی الشامیة: فلو الولاة کفاراً یجوز للمسلمین اقامة الجمعة ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین، ویجب علیهم أن یلتمسوا والیاً مسلما. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الجمعة، ج: ۳، ص: ۱۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

﴿جواب﴾ واضح ہو کہ جمعہ پڑھنے کے لیے کسی خاص قسم کی بستی ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بات شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہوئی بلکہ شرعی دلیل سے ثابت ہے کہ جمعہ کا پڑھنا ہر جگہ فرض ہے خواہ شہر ہو یا گاؤں خواہ بڑا گاؤں ہو یا چھوٹا گاؤں چنانچہ **یاایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فسعوا الیٰ ذکر اللّٰہ وذرو البیع.**

یعنی اے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکار ہو تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ اب ظاہر ہے کہ اس آیت میں جناب باری نے عام طور پر ہر مسلمان کو فرمایا کہ جب جمعہ کے دن جمعہ کی اذان ہو تو لوگ فوراً حاضر ہوں لہٰذا اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جمعہ کے لئے کسی خاص قسم کی بستی کی ضرورت نہیں ہاں البتہ حدیث سے یہ بات ضرور ثابت ہوئی ہے کہ جمعہ کے لئے اس قدر آدمی ہونے چاہئیں کہ جن سے جماعت ہو جاوے چنانچہ بیہقی میں ہے۔ **عن طارق بن شھاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ قال الجمعۃ حق واجب علی کل مسلم فی جماعۃ الا اربعۃ عبد مملوک او امراۃ او صبی او مریض رواہ ابو داؤد انتھٰی مختصراً.**

یعنی ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے بجز چار کے مملوک غلام یا عورت یا بچہ یا بیمار کے خلاصہ یہ کہ جمعہ کے لئے اتنے آدمی ہونے چاہئیں کہ جن سے جماعت ہو جاوے اور جماعت کے لئے سب سے کم درجہ دو عدد ہے اور دو شخصوں سے جماعت ہو جاتی ہے چانچہ نیل الاوطار میں ہے۔

اما الاثنان فبانضمام احدھما الی الاٰخر یحصل الاجتماع وقد اطلق الشارع علیھما اسم الجماعۃ فقال الاثنان فما فوقھما جماعۃ کما تقدم فی ابواب الجماعۃ.

خلاصہ یہ کہ دو شخصوں سے جماعت ہو جاتی ہے اب ظاہر ہے کہ آیت اور دونوں حدیثوں کے ملانے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جمعہ کے لئے کسی خاص قسم کی بستی ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ قدر جماعت آدمی ہونے چاہئیں جن کا کم سے کم درجہ دو عدد ہے لہٰذا ان دلیلوں کے بموجب اگر کوئی ایسی بستی ہو کہ اس میں صرف دو ہی مسلمان ہوں تو اس پر بھی جمعہ فرض ہے ہاں البتہ حنفیہ کے نزدیک جمعہ کے لئے مصر یعنی شہر کا ہونا شرط ہے اور اس کے لئے دلیل یہ قول بیان کیا گیا ہے۔ **لاجمعۃ ولاتشریق ولافطر ولا اضحی الا**

فــی مــصــر جــامع. اوراس قول کوصاحب ہدایہ نے حضرت کا قول قرار دیا ہے مگر صحیح یہ بات ہے کہ حضرت کا قول نہیں ہے(۵) بلکہ حضرت علیؓ کا قول ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے قـولـه: یـقـول عـلـی لا جـمعة ولاتشـریـق الـخ رفعه المصنف وانما رواه ابن ابی شیبة موقوفا علی علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عـنـه لا جـمعة ولاتشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظیمة وصححه ابـن حزم (٦). یعنی مصنف نے اس قول کومرفوع قرار دیا ہے یعنی حضرت کا قول کہا ہے حالانکہ یہ قول حضرت علی پر موقوف ہے یعنی ان کا ہی قول ہے خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک مصر یعنی شہر کا ہونا شرط ہے اس کے بعد خود حنفیہ میں اس بارہ میں اختلاف ہے کہ مصر کس کو کہتے ہیں اوراس بارے میں علماء حنفیہ کے مختلف اقوال موجود ہیں چنانچہ یہ اقوال ہدایہ اوراس کی شرحوں میں موجود ہیں لیکن واضح ہو کہ جمعہ کے لئے مصر کا ہونا خود حنفیہ کے اصول اور قاعدہ کی رو سے حجت نہیں ہے۔ اس واسطے کہ اس کے خلاف حدیث مرفوع یعنی حضرت کا قول موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کے لئے مصر ہونا شرط نہیں ہے چنانچہ یہ حدیث اوپر گذر چکی ہے

---

(۵):عـن عـلـی رضـی الـلّٰـه عـنـه أنه قال: لا جمعة ولاتشریق الا فی مصر جامع. أخـرجـه أبو عبید باسناد صحیح الیه موقوفا. ومعنا لاصلاة جمعة، ولاصلاة عید. کذا فی فتـح البـاری [۲: ۳۸]......وذکـر الامام خواهر زاده فی "مبسوطه" أن أبا یوسف ذکره فـی الامـلاء مسـنـدا مـرفوعا الی النبیﷺ. وأبو یوسف امام الحدیث حجة اهـ. کذا فی البـنـایة [ا : ۹۸۳]. أی فیـکون رفعه حجة لأنه زیادة من ثقة فتقبل. (اعلاء السنن، أبواب الـجـمـعة، بـاب عـدم جـواز الجمعة فی القری، ج: ۸، ص: ۳، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

(٦):فتح القدیر کے حوالے سے جو یہ لکھا گیا ہے "قـولـه: یـقـول عـلـی لاجمعة ولاتشریق الخ" یہ عبارت درست نہیں، بلکہ فتح القدیر کی صحیح عبارت یہ ہے "قـوله: لقولهﷺ لاجمعة الخ ۔ دیکھئے: فتح القدیر، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ج: ۲، ص: ۴۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

اور حنفیہ کا قاعدہ ہے کہ جو قول صحابی ایسا ہو کہ اس کے خلاف حدیث مرفوع موجود ہو تو وہ حجت نہیں ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے۔

قول الصحابی حجة فیجب تقلیدہ عندنا اذا لم ینفه شیء اخر من السنة. یعنی قول صحابی حجۃ ہے لہٰذا اس کی تقلید ہمارے اوپر واجب ہے مگر اس وقت کہ کوئی حدیث اس کی نفی نہ کرے اس قاعدہ سے معلوم ہوا قول صحابی حجۃ نہ ہوگا کیونکہ اس کے خلاف حدیث مرفوع موجود ہے لہٰذا جمعہ کے لئے شہر کا ٹھہرانا باطل ہوگیا اور قابل تسلیم نہیں رہا اور جمعہ کے بعد احتیاطی ظہر پڑھنا ضروری نہیں ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ اس کے لئے کوئی شرعی دلیل نہیں ہے دوسرے یہ کہ جو لوگ آج کل جمعہ کے بعد ظہر پڑھنی بتاتے ہیں وہ یہ وجہ کہتے ہیں کہ دیہاتوں میں جمعہ فرض ہونے میں شک ہے اس واسطے احتیاطاً ظہر پڑھ لینی چاہیے لیکن اوپر معلوم ہو چکا کہ قرآن اور حدیث کی رو سے دیہاتوں میں جمعہ فرض ہے لہٰذا اب جمعہ کی فرضیت میں شک نہیں رہا اور جب شک جاتا رہا تو احتیاطی ظہر بھی جاتی رہی اور اوراس کے پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں باقی رہی واللہ اعلم بالصواب حررہ ابومحمد عبدالحق اعظم گڑہی عفی عنہ۔

عن ابن عباس اول جمعة جمعت فی الاسلام بعد جمعة جمعت فی مسجد رسول اللہ ﷺ فی مسجد عبدالقیس بجواثی عن البحرین بخاری وابوداؤد وقال جواثی قریة فی قری البحرین.

اور امور معلومہ ظاہرہ سے ہے کہ عبدالقیس نے بغیر امر حضرت ﷺ کی اقامۃ جمعہ نہیں کیا از انکہ عادت صحابہ کرام سے یہ ہے کہ کوئی فعل بغیر امر شارع کے نہیں کیا کرتے خصوصاً زمان نزول وحی میں اور خصوصاً ابتداء اسلام میں معہذا اگر یہ امر اقامۃ جمعہ منجملہ ممنوعات شرعیہ سے ہوتا تو البتہ اس کی نہی میں نزول وحی ہوتا اور عدم نزول وحی اقوی ادلہ جواز سے ہے۔ چنانچہ حضرت جابر اور ابوسعید نے جواز عزل پر اسی طرح استدلال کیا اور کہا **کنا نعزل والقرآن ینزل وھکذا.**

اور شواہد اس کے بہت ہیں وایضا جمعہ مانند سائر صلوٰۃ کے ہے **الا ماورد به النص بالتخصیص کالخطبة وغیرہ.** اور بالاتفاق جمیع صلوات سب جگہ بلا فرق قری ومدن کے لازم ہے یہ بھی ویسا ہی ہے اور

ایضا حدیث الجمعة الجمعة واجب علی کل محتلم عام ہے جمیع امکنہ کو بلا تخصیص بلاد عظیمہ وغیرہ کے اور حسب قاعدہ اصولیہ عام جب تک کوئی مخصص صحیح موازن اس کی توقیت وغیرہ میں نہ عموم پر محمول ہوتا ہے باقی وہ حدیث جس پر فرقہ متعصبہ نازاں وفرحان ہے عن علی مرفوعا لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع امام احمد نے اس حدیث کے رفع میں بہت کلام کیا اور اخیر فیصلہ کیا صحیح یہ ہے کہ حدیث مرفوع نہیں ہے اور ابن حزم نے فرمایا الصحیح وقفہ نیل الاوطار میں ہے وللاجتهاد فیها مسرح فلاینتهض للاحتجاج.

پس یہ حدیث موقوف کیونکر معارضہ اس حدیث مذکورہ بالا کا کرسکتی ہے بلکہ یہ حدیث متکلم فیہ ہے امام نووی فرماتے ہیں حدیث علی متفق علی ضعفه علاوہ اس کے اور احادیث اس کی مؤیدات ہیں بخاری شریف میں ہے قال یونس کتب زریق بن حکیم الی ابن ابی شهاب وانا معه یومئذ بوادی القری هل تری ان اجمع وزریق عامل علی الارض یعملها وفیها جماعة من السودان وغیرهم وزریق یومئذ علی ایلة فکتب ابن شهاب وانا اسمع یامره ان یجمع الحدیث بطوله ابن شیبة من طریق ابی رافع عن ابی هریرة عن عمر سے لائے ہیں۔

ان عمر رضی اللّٰه عنه کتب الٰی اهل البحرین ان اجمعوا حیث ماکنتم قال هذا یشتمل القری والمدن وصححه ابن حزیمة.

امام بیہقی طریق ولید بن مسلم سے لائے ہیں۔ قالت سالت اللیث بن سعد رایه عن التجمیع فی القریٰ، فقال کل مدینة او قریة فیها جماعة امروا بالجمعة فان اهل مصر وسواحلها کانوا یجمعون الجمعة علی عهد عمر وعثمان بامرهما وفیها رجال من الصحابة.

القصہ احادیث کثیرہ مابین ضعاف وحسان اس بارہ میں اسفار معتبرہ میں موجود ہیں تو معلوم ہوا کہ جہاں جمعہ پڑھنا ضروری ہے از آنکہ وعید تارک جمعہ تارک جمعہ سب پر عائد ہے باقی جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا ضروری ہے اور تعیین جماعت متیقن اقوال مختلفہ وارد ہوئے۔ چنانچہ صاحب فتح الباری نے ۱۵۔اقوال نقل

کئے امادہ تعین جو خود شارع شریف سے ثابت ہے متیقن و واجب التسلیم ہے فرمایا:

اثنان فما فوقها جماعة قال فی النیل لم یثبت دلیل علیٰ اشتراط عدد مخصوص وقد صحت الجماعة فی سائر الصلوٰة باثنین ولا فوق بینها وبین الجمعة ولم یات نص رسول اللهﷺ بان الجمعة تنعقد بکذا و کذا.

پس حاصل یہ ہے جب دو شخص کسی مکان میں مل کر جماعت سے جمعہ پڑھ لیں تو وہ ادائے ماوجب علیہما سے بری ہو گئے ہٰذا ھوالحق۔ سید محمد نذیر حسین۔ سید محمد عبدالسلام غفرلہ۔ سید محمد ابوالحسن۔

آیت سے فرض ہونا جمعہ کا عام طور پر ہر جگہ ثابت ہوا شہر ہو یا قریہ پس تخصیص شہر کی نص کے مقابلہ میں موافق قاعدہ اصول حنفیہ کے احناف کو کرنا چاہیے **واذا لیس فلیس** اور خلاف قواعد اپنے مذہب کے فتویٰ دینا کالحباری فی الصحاری باطل ہے **بل ھو ھرس من ھرسات الشیطان** اور ابوداؤد میں ہے **باب الجمعة فی القری حدثنا عثمان بن ابی شیبة و محمد بن عبدالله الخزومی لفظه قالا نا وکیع عن ابراهیم بن طهمان عن ابی جمرة عن ابن عباس رضی الله عنه قال ان اول جمعة جمعت فی الاسلام بعد جمعة جمعت فی مسجد رسول اللهﷺ بالمدینة الجمعة جمعت بجواثی قریة من قری البحرین قال عثمان من قری عبدالقیس.**

اور صلوٰۃ جمعہ ادا کر کے پھر ظہر پڑھنا ایک محدث امر ہے اور وسوسہ شیطانی حدیث میں آیا ہے۔ **کل محدث بدعة.** تلطف حسین۔

بسم الله الرحمن الرحیم: حامدا لله علی جزائل نعمائه وشاکرا له علی جلائل الآئه ومصلیا علی رسوله محمد افضل انبیائه ومبلغ انبائه وعلی سائر الصحب والآل ومن سلک مسالک اقتفائه اقول وبالله التوفیق.

یہ جواب فتویٰ کے چھوٹے گاؤں میں بھی جمعہ فرض ہے اگرچہ وہاں دو ہی مسلمان ہوں ہرگز صحیح نہیں ہے کیونکہ روایات معتبرہ صحیحہ سے یہ امر ثابت ہے کہ فرضیت نماز جمعہ مکہ معظّمہ میں قبل ہجرت ہو چکی تھی۔ مگر جناب رسول اللہﷺ کو مکہ معظّمہ میں اقامۃ جمعہ کی بسبب غلبۂ کفار کے قدرت نہ تھی لہٰذا اقامۃ جمعہ سے عاجز

رہے۔لیکن اہل مدینہ کوآپ نے واسطے اقامت جمعہ کے امر فرمایا تھااور حسب حکم آپ کے مدینہ طیبہ میں جمعہ ہوا اورتا مقدم رسول اللہ ﷺ وہاں جمعہ جاری رہا۔ چنانچہ شوکانی نیل الاوطار میں فرماتے ہیں۔ **وذلک ان الجمعة فرضت علی النبی ﷺ وهو بمكة قبل الهجرة كما اخرجه الطبرانی عن ابن عباس فلم یتمکن من اقامتها هنالک من اجل الکفار فلما هاجر من اصحاب المدينة كتب اليهم يامرهم ان يجمعوا فجمعوا(۷) انتهٰی عبارته.**

اورنواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی عون الباری میں اورعلامہ قسطلانی اورعلامہ ابن حجر عسقلانی اپنی اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں **تحت قوله فهدانا اللّٰه له بان نص لنا عليه ولم يكلنا الى اجتهادنا لاحتمال ان يكون صلى اللّٰه عليه وسلم علمه بالوحی وهو بمكة فلم تمكن من اقامتها بها و فيه حديث عن ابن عباس عند الدار قطنی ولذلک جمع لهم اول ما قدم المدينة كما ذكره ابن اسحاق وغيره(۸) انتهٰی. کلامه جمیعا.** اورنیز سنن ابوداؤد میں ہے: **عن عبدالرحمن بن كعب بن مالک وكان قائد ابيه بعد ماذهب بصره عن ابيه كعب مالک رضی اللّٰه عنهما انه كان اذا سمع النداء يوم الجمعة ترحم لاسعد بن زرارة قال فقلت له اذا سمعت النداء ترحمت لاسعد بن زرارة قال لانه اول من جمع بنا فی هزم النبيت من حرة بنی بياضة فی نقيع يقال له نقيع الحضمات قلت كم انتم يومئذ قال اربعون رجلا(۹). ورواه ابن ماجة وقال فيه كان اول من صلی بنا صلٰوة الجمعة قبل مقدم**

---

(۷):(نيل الاوطار من أسرار منتقی الأخبار، ابواب الجمعة، باب انعقاد الجمعة بأربعين واقامتها فی القری، ج: ۶، ص: ۲۵۰، ۲۵۱، ط، دار ابن الجوزی رياض)

(۸):(ارشاد الساری لشرح صحيح البخاری، کتاب الجمعة، باب فرض الجمعة، ج: ۲، ص: ۱۵۵، ۱۵۶، ط، الكبری الاميرية مصر، واللفظ له./ فتح الباری، کتاب الجمعة،باب فرض الجمعة، ج: ۲،ص: ۴۱۴،ط، مکتبة الملک فهدالوطنية رياض)

(۹):(سنن أبی داؤد، ابواب الجمعة، باب الجمعة فی القری، ص: ۱۶۲، رقم: ۱۰۶۹، ط، دار السلام رياض)

النبی ﷺ من مکة(۱۰). انتھٰی.

اور جب آپ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو اول جمعہ جو آپ کے وہاں ہوا آپ نے نماز جمعہ ادا فرمائی اور اس وقت تک آیت جمعہ ہرگز نہ نازل ہوئی تھی بلکہ ایک مدت کے بعد نازل ہوئی ہے چنانچہ اتقان میں ہے۔ سورة الجمعة الصحیح انها مدینة لما روی البخاری عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال کنا جلوسا عند النبی ﷺ فانزلت علیه سورة الجمعة واخرین منهم لما یلحقوا بهم قلت من هم یا رسول اللّٰه الحدیث ومعلوم ان اسلام ابی هریرة بعد الهجرة بمدة وقوله قل یایها الذین هادوا خطاب للیهود وکانوا بالمدینة واخر السورة نزل فی انفضاضهم حال الخطبة لما قدمت العیر کما فی الاحادیث الصحیحه فثبت انها مدینة کلها(۱۱) انتھٰی. عبارة الاتقان.

پس ان روایات سے ثابت ہو چکا کہ نزول آیت جمعہ کا بعد فرضیت جمعہ کے ہے اس آیت کے نزول سے ابتداء فرضیت جمعہ امت پر نہیں ہوئی بلکہ نزول آیت کا بعد فرضیت جمعہ کے ہوا ہے، بہت سے احکام اس قبیل سے ہیں کہ اول حکم نازل ہو گیا اور آیت اس باب میں بعد میں نازل ہوئی یہ آیت بھی اسی قسم میں داخل ہے سیوطی اتقان میں کہتے ہیں۔ النوع الثانی عشر ماتاخر حکمه عن نزوله وما تاخر نزوله عن حکمه الی ان قال ومن امثلته ایضا اٰیة الجمعة فانها مدینة والجمعة فرضت بمکة الی اخر ما قال(۱۲).

---

(۱۰):(سنن ابن ماجة، باب فرض الجمعة، ص: ۷٦، ط، قدیمی کتب خانه کراتشی)

(۱۱):(الاتقان فی علوم القرآن، النوع الأول معرفة المکی والمدنی، فصل فی تحریر السور المختلف فیها، الجزء الأول، ص: ۳۷)

(۱۲):(الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثانی عشر ما تأخر حکمه عن نزوله، وما تأخر نزوله عن حکمه، الجزء الأول، ص: ۲۴۲)

پس جو علماء فرماتے ہیں کہ فرضیت جمعہ بعد ہجرت مدینۃ طیبہ میں ہوئی اس آیت سے سو اگر ان کی یہ مراد ہے کہ وہ آیت جس سے فرض ہونا جمعہ کا ہم کو معلوم ہوتا ہے مدینہ میں نازل ہوئی تو یہ قول ان کا درست اور بجا ہے اور اگر یہ معنی ہیں کہ جمعہ مدینہ طیبہ میں بعد ہجرت اس آیت سے ہی فرض ہوا تو ہر اہل بصیرت پر واضح ہے کہ یہ رائے خلاف واقعہ کے ہے، چنانچہ اوپر کی احادیث سے ظاہر ہو گیا اور یہ روایت ابوداؤد وغیرہ کی ہے:

جمع اهل المدينة قبل ان يقدمها رسول اللهﷺ وقبل ان تنزل الجمعة فقالت الانصار ان لليهود يوما يجتمعون فيه كل سبعة ايام وللنصارى كل فهام فلنجعل يوما نجتمع فيه نذكر اللّٰه تعالٰى ونصلى ونشكره فجعلوه يوم العروبة اجتمعوا على اسعد بن زرارة فصلى بهم يومئذ وانزل اللّٰه تعالٰى بعد ذلک اذا نودى للصلٰوة من يوم الجمعة الأية(۱۳). انتهٰى.

سو یہ روایت معارض اس پہلی روایت کے کہ جس میں امر رسول اللہ ﷺ کا با قامۃ جمعہ ثابت ہوتا ہے ہرگز نہیں ہے چونکہ یہ اجتماع انصار کا از رائے خود قبل امر رسول اللہ ﷺ کے ہوا تھا اور وہ صلٰوۃ تنفلا تھی۔ اس کے سبب سے انہوں نے فرض ظہر ترک نہ کیا کیونکہ یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ اپنی رائے سے ایک امر ایجاد کر کے فریضہ حق سبحانہ تعالٰی کو چھوڑ بیٹھتے اور بعد امر رسول اللہ ﷺ فریضہ دو رکعت پڑھی گئی اور اس کو مسقط ظہر ٹھہرایا

---

(۱۳):لم أجده فی سنن أبی داؤد ولكن اخرجه الحافظ عبدالرزاق فی مصنفه عن ابن سيرين مرسلا. وقال العلامة بدر الدين العينیؒ فی العمدة والحافظؒ فی الفتح : و هذا وان كان مرسلا فله شاهد باسناد حسن أخرجه أحمد وأبو داؤد وابن ماجة و صححه ابن خزيمة وغير واحد من حديث كعب مالک قال: كان أول من صلى بنا الجمعة. الى آخر الحديث. (انظر:المصنف لعبدالرزاق، كتاب الجمعة، باب أول من جمع، ج: ۳، ص: ۱۵۹، رقم: ۵۱۴۴، ط، المكتب الاسلامی بيروت/ وفتح البارى، كتاب الجمعة، باب فرض الجمعة، ج: ۲، ص: ۴۱۴، ط، مكتبة الملک فهد الوطنية رياض/ وعمدة القارى، كتاب الجمعة، باب فرض الجمعة، ج: ۶، ص: ۲۳۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

گیا پس ان دونوں واقعات میں کچھ مخالفت اور تعارض نہیں ہے۔ الحاصل محقق ہوگیا کہ فرضیت جمعہ مکہ معظّمہ میں ہوچکی تھی اور مکہ میں اقامۃ جمعہ سے تعذر رہا اور مدینہ میں کہ مصر تھا اور مسلمانوں کو تمکن اقامۃ جمعہ کا تھا جمعہ بامر رسول اللہ ﷺ جاری رہا اور جو مواقع محل اقامۃ جمعہ نہ تھے۔ مثل عوالی قباء وغیرہ وہاں جمعہ جاری نہیں ہوا حالانکہ وہاں بہت مسلمان مقیم تھے اور نہ کبھی بعد میں وہاں جمعہ پڑھا گیا۔ چنانچہ ابوداؤد میں روایت ہے:

عن ابن عباس ان اول جمعة جمعت فی الاسلام بعد ماجمعت فی مسجد رسول اللّٰہ ﷺ بالمدینة لجمعة جمعت بجواثی قریة من قری البحرین قال عثمان قریة من قری عبدالقیس (۱۴) انتہٰی.

پس اگر ہر قریہ میں اگر چہ صغیرہ ہو جمعہ فرض تھا کہ تو کیا وجہ تھی کہ حضرت ﷺ نے ان لوگوں کو امر نہ فرمایا جیسا کہ اہل مدینہ کو امر فرمایا تھا حالانکہ تبلیغ احکام آپ کی ذات پاک پر ہر بشر کی طرف فرض تھی اور بعد اس کے جب آپ نے ہجرت فرمائی تو اول نزول آپ کا قبا میں ہوا۔ اور وہاں چودہ روز آپ نے اقامۃ فرمائی اگر چہ عدد ایام اقامۃ میں اختلاف ہے مگر کتاب بخاری اصح الکتب میں جو چودہ روز مذکور ہیں وہ سب سے راجح ہے اور ان ایام اقامۃ قبا میں آپ کو دو جمعہ پیش آئے کیونکہ آپ پیر کے روز قبا میں فروکش ہوئے اور پیر ہی کے روز پندرہویں دن مدینہ کو تشریف لے گئے (۱۵) مگر آپ نے قبا میں اقامۃ جمعہ نہ فرمائی اور نہ اہل قبا کو حکم فرمایا

---

(۱۴):(سنن أبی داؤد، ابواب الجمعة، باب الجمعة فی القری، ص: ۱۶۲، رقم: ۱۰۶۸، ط، دار السلام ریاض)

(۱۵):قال أبو جعفر: وقدم دلیلهما بهما قباء، علی بنی عمرو بن عوف لثنتی عشرة لیلة خلت من شهر ربیع الأول، یوم الأثنین حین اشتد الضحی، وکادت الشمس أن تعتدل. (تاریخ الطبری، ج: ۲، ص: ۳۸۱، ط، دار المعارف بمصر)

قال ابن اسحاق: فأقام رسول اللّٰہ ﷺ بقباء فی بنی عمرو بن عوف یوما الاثنین ویوم الثلاثاء یوم الاربعاء ویوم الخمیس وأسس مسجده، ثم أخرجه اللّٰہ من بین أظهرهم یوم الجمعة وبنو عمرو ابن عوف یزعمون أنه مکث فیهم أکثر من ذلک. وقال عبداللّٰہ=

کہ تم پر نماز جمعہ فرض ہے تم اقامۃ جمعہ کرو اور نہ اس پر سرزنش فرمائی کہ مدینہ میں جمعہ ہوتا ہے تم نے اب تک جمعہ کیوں نہیں پڑھا تو اہل قریہ پر اگر جمعہ فرض تھا تو اس ترک نماز جمعہ کی اہل قبا سے اور جناب رسول اللہ ﷺ

=بن ادريس عن محمد بن اسحاق: قال: وبنو عمرو بن عوف يزعمون أنه عليه السلام أقام فيهم ثماني عشر ليلة....وقال الواقدی: ويقال أقام فيهم أربع عشرة ليلة. (البداية والنهاية، ج: ۳، ص: ۱۹۸، ط، مكتبة المعارف بيروت لبنان)

قال ابن شهاب: واخبرنى عبدالرحمٰن بن مالک المدلجی، وهو ابن أخی سراقة بن مالک بن جعشم، أن اباه أخبره أنه سمع سراقة بن جعشم يقول:.....حتى نزل بهم فی بنی عمرو بن عوف، وذلک يوم الاثنين من شهر ربيع الأول، فقام أبو بكر للناس وجلس رسول اللّٰهﷺ صامتا فطفق من جاء من الانصار ممن لم ير رسول اللّٰهﷺ يحيى ابا بكر، حتى أصابت الشمس رسول اللّٰهﷺ فأقبل أبو بكر حتى ظلل عليه بردائه فعرف الناس رسول اللّٰهﷺ عند ذلک فلبث رسول اللّٰه فی بنی عمرو بن عوف بضع عشرة ليلة۔ الى آخر الحديث۔

وفی الفجر الساطع تحت هذا الحديث: بضع عشرة ليلة: يأتی أنها أربعة عشر يوماً. (الفجر الساطع على الصحيح الجامع، كتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبیﷺ، وأصحابه الى المدينة، ج: ۹، ص: ۲۰۸، ط، مكتبة الرشد رياض)

(وكذا فی منحة الملک الجليل، شرح صحيح محمد بن اسماعيل، كتاب فضائل أصحاب النبیﷺ، باب مقدم النبیﷺ واصحابه الى المدينة، ج: ۷، ص: ۳۴۳، ط، دار التوحيد رياض)

عن أنس بن مالک قال: لما قدم رسول اللّٰهﷺ المدينة فنزل فی علو المدينة فی حی يقال: لهم بنو عمرو بن عوف، فأقام فيهم أربع عشرة ليلة۔ الى آخر الحديث۔

وفی حاشية البذل تحت هذا الحديث: وفی رواية الحموی والمستعلی: أربع=

کی کیاوجہ تھی جوصاحب مدعی وجوب جمعہ پراہل قری ہیں۔ان پراس کا جواب واجب ہے۔بخاری میں ہے:

حدثنا انس بن مالک قال لما قدم رسول اللهﷺ المدينة نزل فی علو المدينة فی حی يقال لهم بنو عمرو بن عوف قال فاقام فيهم اربع عشرة ليلة الحديث(۱۶).

اورجن علماءکواس روایت جمعہ جواثی سے شبہ وجوب جمعہ براہل قری ہوا ہے وہ کئی وجہ سے درست نہیں ہے اول تو یہ کہ جواثی گاؤں نہ تھا بلکہ شہر تھا اور جب اس میں احتمال ان معنی کا ہوا تو استدلال درست نہ رہا کہ: **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فی العينی شرح بخاری وحکی ابن القيس عن الشيخ ابی الحسن انها مدينة وفی الصحاح للجوهری والبلدان للزمخشری جواثی حصن بالبحرين وقال ابو عبدا البکری وهی مدينة بالبحرين لعبد القيس قال امرأ القيس**

ورحنا كانا من جواثی عشية
تعالی النعاج بين عدل ومحقب

=عشرون، والصواب الأولی، كما ذكره المصنف ومسلم، ''ابن رسلان''. وهو الأنسب لأنه عليه الصلاة والسلام بدر وكماله فی أربعة عشر. ''ابن رسلان''. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب فی بناء المساجد، ج: ۳، ص: ۱۶۷، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

وفی فتح المنعم: (فأقام فيهم أربع عشرة ليلة) هذه رواية الأكثرين، وفی رواية ''بضع عشرة ليلة'' ولا خلاف بينهما، لكن فی رواية المستعلی والحموی ''أربعاً وعشرين ليلة'' قال الحافظ ابن حجر: والأول هو الصواب. (فتح المنعم شرح صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب مسجد المدينة، والصلاة فی مرابض الغنم، ج: ۳، ص: ۱۱۰، ط، دار الشروق القاهرة)

(۱۶):(صحيح البخاری، كتاب مناقب الأنصار، باب مقدم النبیﷺ واصحابه الی المدينة، ص: ۸۰۸، رقم: ۳۹۳۲، ط، دار السلام رياض)

یرید کانا من تجار جواثی لکثرة ما معھم من الصید اراد کثرة امتعة تجار جواثی قلت کثرة الامتعة تدل غالبا علی کثرة التجار وکثرة التجار تدل علی ان جواثی مدینة قطعا ان القریة لایکون فیھا تجار کثیرون غالباً (۱۷)انتھٰی۔ اور باآنکہ بعض اوقات اطلاق قریہ کا باعتبار اس کے معنی لغوی اجتماع کے مدینہ پر بھی ہوجاتا ہے: **قال اللّٰہ تعالٰی وقالوا لولا انزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم (۱۸)**.

یعنی مکہ وطائف اور اگر تسلیم ہی کرلیا جاوے کہ جواثی قریہ تھا تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اہل جواثی نے حضرت ﷺ کی اجازت واذن سے وہاں جمعہ ادا کیا تھا اور آپ کو اس کی اطلاع ہوکر آپ نے اس کی تقریر بھی فرمائی آج تک یہ کسی سے ثابت نہیں ہوا ہے کہ یہ فعل ان کا باذن واجازت آپ کے تھا اگر کسی کو دعویٰ ہو تو اب صراحۃً اجازت آپ کی کسی حدیث صحیح سے ثابت کرے اور یہ خیال کہ جو کچھ کرتے تھے آپ کی اجازت سے کرتے تھے۔ چنانچہ بعض علماء مثل علامہ شوکانیؒ وغیرہ نے عذر کیا ہے درست نہیں ہے کیونکہ بہت افعال صحابہ کرام سے بلا اذن صریح واجازت آپ کے ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ خود اسی امر جمعہ میں اسعد بن زرارۃ نے قبل امر رسول اللہ ﷺ کے جمعہ قائم کیا تھا جیسا کہ حدیث ابوداؤد سے اوپر ثابت ہوا اور چونکہ جواز اقامۃ جمعہ کا جواثی میں درصورت قریہ صغیرہ ہونے جواثی کے موقوف تھا یا اذن رسول اللہ ﷺ پر یا بعد خبر ہونے کے تقریر اور سکوت پر اور یہ دونوں امر ہرگز ثابت نہیں تو علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کے جواز کے لئے یہ تجویز فرمائی کہ جس کو مجیب صاحب نقل فرماتے ہیں۔

بقولہ عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ اول جمعہ جمعت فی الاسلام بعد جمعة جمعت فی مسجد رسول اللّٰہ ﷺ فی مسجد عبدالقیس بجواثی من البحرین (۱۹).

---

(۱۷):(عمدة القاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن، ج: ٦، ص: ۲۷۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۸):(سورة الزخرف: ۳۱) **(۱۹):(صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن، ص: ۱۷٦، رقم: ۸۹۲، ط، دار السلام ریاض)**

(بخاری وابوداؤد) وقال جواثی قریة من قری البحرین (۲۰) الی اخر ما ذکر فی جواب المجیب.

اورحاصل اس کا یہ ہے کہ اگر چہ یہاں اذن سے رسول اللہ ﷺ کے نہ ہو یا کسی نے خبر اس اقامۃ کی آپ کو نہ دی ہوتا کہ آپ کی تقریر اور سکوت موجب جواز ٹھہرائی جاوے مگر چونکہ آپ کی حیات میں اہل جواثی نے یہ اقامۃ جمعہ کی تھی تو اگر یہ اقامۃ ناجائز ہوتی تو بالضرور بذریعہ وحی کے آپ کو اطلاع دی جاتی اور آپ اس کو منع فرماتے پس جب کہ آپ کو اس کی ممانعت کا حکم نہ آیا تو یہ اقامت درست اور جائز ہوگئی اور اس کی نظیر میں واقعہ عزل کو پیش فرماتے ہیں۔ اب بندہ عرض کرتا ہے کہ جو امر صحابہؓ نے اپنی رائے سے بدون علم اطلاع رسول ﷺ کے عمل درآمد فرمایا اور اس کی ممانعت میں نزول وحی نہ ہوا تو اس امر کے جواز کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ اس میں کوئی نص ممانعت کی موجود نہ ہو دوسرے یہ عام صحابہ پر تعامل فرماویں نہ چند نفر اصحاب اگر کوئی نص ممانعت موجود ہو تو ہرگز صحابہ کا تعامل معتبر نہ ہوگا بمقابلہ نص صریح صحیح کے اور نہ یہاں ضرورت نزول وحی کہ ہوگی کہ وہ نص ممانعت خود بمنزلہ وحی کے موجود ہے چنانچہ سب پر واضح ہے اور اگر بدون اطلاع کے نص کے اکثر صحابہ نے بھی کوئی عمل کیا اور اس پر انکار کیا گیا تو وہ بھی قابل اعتماد کے نہ ہوگا اور ضرورت نزول وحی کی نہ ہوگی۔ کیونکہ قول اور فعل رسول اللہ ﷺ کا مثل وحی کے ہے بلکہ ایسے مواقع میں اس کے مقابل دوسری نص کی حاجت ہوتی ہے جو مؤید رائے صحابہ کے ہو۔ چنانچہ باب متعہ میں بعد اوطاس کے رسول اللہ ﷺ نے متعہ کو ابد الآباد تک حرام من کل الوجوہ فرما دیا تھا (۲۱) اور بعد اس کے بسبب ہجری اس تحریم کے بعض صحابہ نے

---

(۲۰): (سنن أبی داؤد، ابواب الجمعة، باب الجمعة فی القری، ص: ۱۶۲، رقم: ۱۰۶۸، ط، دار السلام ریاض)

(۲۱): عن ایاس بن سلمة، عن ابیه، قال: رخص رسول اللہ ﷺ عام أوطاس، فی المتعة ثلاثا. ثم نهٰی عنها. وفی فتح الملهم تحت هذا الحدیث: هذا تصریح بأنها أبیحت یوم فتح مکة، وهو ویوم أوطاس شیء واحد. (موسوعة فتح الملهم بشرح صحیح الامام مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة وبیان أنه أبیح ثم نسخ، ثم أبیح ثم نسخ واستقر تحریمه الی یوم القیامة، ج: ٦، ص: ۵۵۲، ط، دار أحیاء التراث العربی بیروت لبنان)

اس کو نا جائز جانا اور اکثر نے اس پر عمل بھی کیا اس میں نزول وحی کا نہیں ہوا پھر بھی کوئی اس کو جائز نہیں کہہ سکتا اور اس کے اور نظائر بھی موجود ہیں۔ اور باب عزل میں خود جواز کی نص موجود ہے کہ خود جابر رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں۔

قال قلنا یا رسول اللّٰہ کنا نعزل فزعمت الیھود انہ المؤدۃ الصغری فقال کذب الیھود ان اللّٰہ اذا اراد ان یخلق شیئا لم یمنعہ(۲۲).

پس جبکہ جابر رضی اللہ عنہ کو جواز اس کا معلوم ہو چکا تھا اور اکثر صحابہ اس پر تعامل رکھتے تھے اور کوئی نص اس کی حرمت کی نہ تھی اس پر بھی جب بعض نے اس فعل کا انکار کیا تو حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ یہ فعل باجازت رسول اللہ ﷺ ہوا ہے اور کوئی وحی اس کے ترک کی نہیں آئی تو کس وجہ سے یہ فعل نا جائز ہوسکتا ہے ہاں اگر یہ فعل خلاف اولیٰ ہو تو یہ دوسرا امر ہے بخلاف مسئلہ اقامت جمعہ کے اس میں کوئی دلیل جواز جمعہ کی موجود نہیں ہے بلکہ نص صریح فعل رسول اللہ ﷺ وتعامل صحابہ اہل عوالی وغیرہ سے اس کی ممانعت بدیہی وصریح ہے اور اہل جواثی کہ بزعم علامہ رحمۃ اللہ علیہ وہ قریہ صغیرہ تھا۔ چند نفر صحابہ تھے کہ چند روز صحبت رسول اللہ ﷺ سے مشرف ہوئے تھے اور بیشتر قری صغیرہ میں بھی چالیس پچاس آدمی ہوتے ہیں۔ پھر یہاں نزول وحی کے باوجود ایسی نص مخالف موجود ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ پس اس کو باب عزل پر قیاس کرنا ایسے علامہ محقق سے بہت بعید ہے معہذا اگر کوئی اس رائے کو باوجود عدم صحت قبول بھی کر لے تو اس سے جواز اقامۃ فی القری نکلتا ہے نہ فرضیت پھر یہ روایت مجیب صاحب کو کیا مفید ہوگی کہ وہ دو آدمی قریہ پر بھی جمعہ فرض فرماتے ہیں نہ معلوم نقل اس عبارت سے مجیب صاحب کو کیا تائید ملی اور حنفیہ فرماتے ہیں کہ جواثی مدینہ تھا۔ چنانچہ محققین لغت حدیث نے تصریح فرمائی ہے کما ذکرنا اور عادت ہے کہ مدینہ پر قریہ کا لفظ بولا جاتا ہے اور قریہ کو مدینہ کوئی نہیں کہتا۔ لہٰذا اگر کسی نے جواثی کو قریہ کہا تو وہ حجت اس پر نہیں ہے کہ جواثی قریہ تھا بلکہ وہ مدینہ ہی تھا پس دریں صورت اقامۃ جمعہ اہل جواثی کی بنص صریح و باجازت رسول اللہ ﷺ ہے کہ اس میں کچھ اشکال نہیں۔ بعد

(۲۲): (جامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی العزل، ص: ۲۷۵، رقم: ۱۱۳۶، ط، دارالسلام ریاض)

اس کے مجیب صاحب فتح الباری سے آثار حضرت عمر وحضرت عثمان وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین نقل فرمائے ہیں اور یہ ان کو مفید نہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے نامہ میں جو لفظ حیثما کنتم واقع ہے اس سے یہ صاحب عموم امکنہ ثابت کرتے ہیں کہ مدن اور قری کو شامل ہے سو اولاً ہم کہتے ہیں کہ اگر حسب الحکم مجیب صاحب عموم امکنہ ہی مراد ہو تو یہ عموم صحاری اور بحار کو بھی مشتمل ہے اور صحاری میں کسی کے نزدیک بھی جمعہ ادا نہیں ہوتا تو جس طرح صحاری و بحار کو وہ تخصیص کریں گے اسی طرح سے ہم قری صغیرہ کو تخصیص کریں گے، اعنی بالنص المرفوع، ثانیاً اگر مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعمیم ہے تو کیونکر مظنون ہوسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ دس سال تک حضرت ﷺ کے فعل کو مشاہدہ فرماویں پھر آپ کے تعامل کے خلاف پر جرأت فرماویں حاشا وکلا یہ ہرگز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں ہوسکتا۔ ثالثاً بفرض محال اگر مراد ان کی عموم ہی ہے تو خلاف نص قطعی فعل رسول اللہ ﷺ کے کس طرح معتبر ہوگی لہٰذا مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عموم مدن ہے نہ اشتمال قری۔ علیٰ ہذا اثر حضرت عثمانؓ وغیرہ کا یہی جواب ہے اور اسی وجہ سے صاحب فتح نے یہاں اشتمال قری خیال فرمایا ہے وہ اول آثار کو خلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ ان کے نزدیک موقوف ہے۔ اور بسبب موقوفیت ان ہر سہ آثار کے ان کو مثبت مدعا نہ جان کر فرماتے ہیں کہ رجوع طرف مرفوع کے واجب ہے پس حنفیہ عامل اس پر ہوئے کہ نص مرفوع یعنی فعل رسول اللہ ﷺ کو پیش نظر کیا اور اقوال اور افعال صحابہ کو ہرگز وہ مختلف نہیں جانتے اور نہ وہ فی الواقع مختلف ہیں بلکہ سب کے نزدیک وہ ہی معتبر ہے کہ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ دیکھتے رہتے تھے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت ابن عمرؓ وہی حکم دیتے تھے کہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حذیفہ وغیرہما رضی اللہ عنہم فرماتے تھے۔ پس کوئی ادنیٰ صحابی بھی حضرت ﷺ کے خلاف نہیں کرسکتا چہ جائیکہ اور اکابر صحابہ۔ پس جملہ اصحاب کرام کے کلام کو بالاتفاق موافق فعل رسول اللہ ﷺ کے حمل کرنا چاہیے اور اگر خلاف متبادر ہو تو تاویل کرنا واجب ہے اور اگر تاویل بھی نہ ہوسکے تو ترک کردینا چاہیے اور مذہب اپنا موافق فعل رسول اللہ ﷺ کے کرنا چاہیے اور اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ جتنی احادیث موقوفہ یا مرفوعہ بلفظ عموم آئی ہیں وہ سب مخصوص ہیں اس میں عموم مدن ہے نہ قری اور جہاں قریہ کا لفظ وارد ہوا ہے وہاں مراد مدینہ ہے۔ حسب لغت قرآن نہ قریہ صغیرہ ورنہ دس سال کے فعل رسول اللہ ﷺ سے سخت مخالفت ہوگی۔ چنانچہ اوپر ذکر ہو چکا۔

الحاصل نہ اقوال صحابہ میں اختلاف ہے اور نہ رجوع الی المرفوع سے جواز اقامۃ قری ثابت ہے پس مذہب حنفیہ پر کسی طرح کا اشکال نہیں ہے البتہ نظر غائر درکار ہے اور پھر جناب رسول ﷺ جمعہ میں کس قدر تاکید فرماتے تھے اور ترک پر تغلیظ فرماتے (۲۳) اور اس کو تمام اہل عوالی سنتے معہذا کسی نے اپنے قریہ میں جمعہ قائم نہ کیا اور نہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دس سال حیوۃ خود ان کو اقامۃ جمعہ کا حکم فرمایا نہ ترک جمعہ پر تغلیظ فرمائی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ تمام صحابہ اہل عوالی یہ سمجھتے تھے کہ یہ تاکید اور تغلیظ انہیں لوگوں پر ہے جن پر جمعہ فرض ہے اہل قری اہل صحاری اس سے خارج اور مستثنیٰ ہیں علیٰ ہذا آیۃ کے عموم اور عموم الفاظ جملہ احادیث واردہ فی الجمعہ سے بھی یہ لوگ خارج ہیں لہٰذا کسی قریہ میں کبھی کسی نے جمعہ قائم نہ کیا اور اگر کسی شخص کو اس کا دعویٰ ہو کہ وہاں جمعہ ہوتا تھا تو اس کو ثابت کرے ورنہ معاذ اللہ یہ لازم آوے گا کہ تمام اہل عوالی بترک جمعہ فرض قطعی فاسق ہوں استغفر اللہ استغفر اللہ اور احادیث سے صریح ثابت ہے کہ عوالی سے لوگ مدینہ طیبہ میں نوبت بنوبت آتے تھے کہ ایک جمعہ کو چند آدمی آئے باقی اپنے گھر پر رہے اور دوسرے جمعہ کو دوسری جماعت جو پہلے جمعہ کو نہ آئی تھی۔ جمعہ کے واسطے مدینہ آتے اور وہ جماعت جو پہلے جمعہ کو مدینہ آئی تھی اپنے گھر پر رہتی اور جو

---

(۲۳): عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ أن النبی ﷺ قال لقوم یتخلفون عن الجمعة: لقد هممت أن آمر رجلا یصلی بالناس، ثم احرّق علی رجال یتخلفون عن الجمعة بیوتهم. رواه مسلم والحاکم باسناد علی شرطهما.

وعن أبی الجعد الضمری وکانت له صحبة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال: من ترک ثلاث جمع تهاونا بها طبع الله علی قلبه. رواه احمد وأبوداؤد والنسائی والترمذی وحسنه، وابن ماجة وابن خزیمة، وابن حبان فی صحیحیهما والحاکم، وقال: صحیح علی شرط مسلم. وفی روایة لابن خزیمة، وابن حبان: من ترک الجمعة ثلاثا من غیر عذر فهو منافق. (اخرجهما الحافظ المنذری فی الترغیب والترهیب فی کتاب الجمعة، باب الترهیب من ترک الجمعة لغیر لغیر عذر، ج: ۱، ص: ۵۰۸، ۵۰۹، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

لوگ اپنے گھر پر رہتے تھے وہ ظہر پڑھتے تھے وہاں کبھی انہوں نے جمعہ ادا نہیں کیا۔ اور یہ امر بعلم رسول اللہ ﷺ بلکہ بامر رسول اللہ ﷺ تھا اگر اہل قری پر جمعہ فرض تھا تو معاذ اللہ جناب رسول اللہ ﷺ اقامت جمعہ کا حکم ان لوگوں کو نہ فرمانے میں کیا مخالف حکم بلغ ما انزل الیک من ربک (۲۴). کرتے ہرگز نہیں بلکہ اہل قری پر جمعہ فرض ہے نہ تھا اور نوبت بنوبت ان کا آنا واسطے تحصیل برکات زیارت کے تھا اور بغرض تعلیم مسائل دینیہ کہ ہر ہر جماعت اپنی اپنی نوبت میں شرف زیارت سے مشرف ہو جاوے اور مسائل دینیہ سیکھ کر پس ماندگان کو تعلیم کرے بخاری میں ہے۔

عن عروة الزبير عن عائشة رضى اللّه عنها زوج النبى ﷺ قالت كان الناس يتناوبون الجمعة من منازلهم والعوالى (۲۵) الى الحديث قال العلامة ابن حجر فى شرحه قال القرطبى فيه رد على الكوفيين حيث لم يوجبوا الجمعة على ما كان خارج المصر كذا فيه نقل لانه لو كان واجبا على اهل العوالى مايتناوبوا ولكانوا يحضرون جميعا (۲۶) انتهٰى.

سبحان اللہ ابن حجرؒ مرحوم نے کیا انصاف اور دیانت کو کام فرمایا کہ باوجود تصلب اپنے مذہب شافعی کے حق کو ظاہر کر گئے کہ اہل قری پر فرضیت جمعہ کی ہرگز اس حدیث سے نہیں ثابت ہوتی جیسا کہ قرطبی کو غلطی ہوئی بلکہ وہ مان گئے کہ اس حدیث سے اہل قریٰ پر جمعہ فرض نہ ہونا ثابت ہوتا ہے مگر ہاں اتنی کمی رہی کہ ابن حجر بنظر انصاف یہ فرماتے کہ اس حدیث سے قریہ میں جمعہ کا ادا نہ ہونا بھی ثابت ہوتا ہے ورنہ باقی ماندگان عوالی اپنی قری میں جمعہ ادا کیا کرتے اس واسطے کہ جمعہ کے فضائل اور کثرت ثواب جو ان کے دلوں میں رچا رہوا تھا

---

(۲۴):(سورة المائدة: ٦٧)

(۲۵):(جامع البخارى، كتاب الجمعة، باب من اين توتى الجمعة الخ، ص: ١٧٨، رقم: ٩٠٢، ط، دار السلام رياض)

(۲۶):(فتح البارى، كتاب الجمعة، باب من اين توتى الجمعة، وعلى من تجب، ج: ٢، ص: ٤٤٩، رقم: ٩٠٢، ط، مكتبة الملك فهد الوطنية رياض)

تو تمام عمر اس سے محرومی کیونکر گوارا کرتے بلکہ صحابہ کرام بنظر ان کی کثرت حرص حسنات مسابقت الی الخیرات ایک جمعہ کا ترک بھی گوارا نہ فرماتے اور خود رسول اللہ ﷺ جو ارحم الناس اپنے صحابہ پر تھے اور نوافل وسنن وفضائل ومستحبات کے لئے ان کو امر ندب فرماتے تھے اس کا بھی ضرور امر فرماتے حالانکہ کہیں اس کا پتہ نہیں ہے اس سے خود ہویدا ہے کہ قریہ محل اقامۃ جمعہ بھی نہیں ہے چہ جائیکہ ان پر فرض ہوتا۔ پس ان دلائل واضحہ سے ہر اہل انصاف پر مثل آفتاب روشن ہوگیا کہ نہ قری صغیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے اور نہ ان لوگوں پر اقامۃ جمعہ واجب ہے اور ان کو ادائے جمعہ کے لئے شہر میں جانا فرض ہے پس مجیب اور ان کے معاونین کا یہ لکھنا (کہ وجوب جمعہ کے لئے خاص کسی بستی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر چھوٹے گاؤں میں جمعہ ہوسکتا ہے) احادیث صیحہ کے صریح خلاف اور محض دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اور مجیب صاحب جو عموم آیت سے یہ نکالتے ہیں کہ اس میں کوئی قید نہیں ہے۔ تو اول تو وہ خود حدیث طارق بن شہاب سے مروی ابوداؤد (۲۷) سے تخصیص آیات کی کرتے ہیں کہ مریض اور مملوک اور مرأۃ اور صبی کو خارج کرتے ہیں جس سے عموم آیت بحال خود نہ رہا دوسرے مسافر اس آیت سے خارج ہے اور اہل صحرا بھی اسی واسطے جناب رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں عرفات پر نماز جمعہ نہیں پڑھی (۲۸) کیونکہ آپ مسافر تھے۔ اور نیز اس وجہ سے کہ عرفات صحرا ہے نہ بستی ایک روایت

---

(۲۷):عن طارق بن شهاب عن النبی ﷺ قال: الجمعة حق واجب علی کل مسلم فی جماعة الا أربعة: عبد مملوک أو امرأة أو صبی أ مریض. (سنن أبی داؤد، کتاب الجمعة، باب الجمعة للمملوک والمرأة، ص: ۱۶۲، رقم: ۱۰۶۷، ط، دار السلام ریاض)

(۲۸):فی البذل: فثبت بهذا أن رسول اللہ ﷺ لم یصل الجمعة فی القری، ولم یأمر بها فیها، فعلم بهذا أن القری لیس محل اقامة الجمعة، کما أن البراری لیس محل اقامتها، وقد ثبت بروایة مسلم أن رسول اللہ ﷺ لما وقف بعرفات فی حجة الوداع یوم الجمعة لم یصل الجمعة فیها، بل صلی فیها الظهر. (بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد،ابواب الجمعة،باب الجمعة فی القری، ج:۵،ص:۶۳،ط،دارالبشائر بیروت)

رجاء ابن المرجاء نے تمیم داری سے نقل کی ہے جس میں پانچ شخصوں کو استثناء کیا ہے چار یہ اور ایک مسافر (۲۹) اور ایسے ہی صحرا میں جمعہ درست نہ ہونا اور صحرا والوں پر فرض نہ ہونا علماء مجتہدین کا متفق علیہ ہے (۳۰) تیسرے یہ سابقاً مثل آفتاب کے روشن ہوگیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کسی قریہ عوالی یا غیر عوالی میں اقامۃ جمعہ نہیں ہوئی لہٰذا اہل قریہ اس آیت سے مستثنٰی ہیں۔ پس استدلال مجیب کا عموم آیت سے فرضیت جمعہ اہل قری پر درست نہیں ہے اور اصل یہ ہے کہ فرضیت جمعہ پہلے محقق ہوچکی تھی اب جس پر اور جس جگہ جمعہ فرض تھا اور جہاں ادا ہوتا تھا وہ سب سے پہلے معلوم اور مقرر ہوچکی تھی۔ اب جس پر اور جس جگہ جمعہ فرض تھا اور جہاں ادا ہوتا تھا وہ سب پہلے معلوم اور مقرر ہوچکی تھی اور قبل نزول آیت سب قواعد ممہد ہو لئے تھے۔ پس اس آیت کے اندر جو مؤمن مخاطب ہیں یہ وہ ہی مؤمنین ہیں کہ جن پر فرضیت جمعہ مقرر ہوچکی تھی۔ پس اس کے عموم سے کسی

---

(۲۹):عن تمیم الداری عن النبی ﷺ قال: الجمعة واجبة الا علی امراة أو صبی أو مریض أو عبد أو مسافر. (المعجم الکبیر للطبرانی، ج: ۲، ص: ۵۱، رقم: ۱۲۵۷، ط، مکتبة ابن تیمیة القاهرة)

(۳۰):قال الغزالیؒ: الثانی: دار الاقامة فلاتقام الجمعة فی الصحاری. (العزیز شرح الوجیز المعروف بالشرح الکبیر، کتاب الجمعة، باب شرائط الجمعة، ج: ۲، ص: ۲۵۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

فلاتصح صلاة الجمعة فی الصحراء وبین الخیام. (الفقه المنهجی علی مذهب الامام الشافعی، کتاب صلاة الجمعة، شرائط صحتها، ج: ۱، ص: ۲۰۲، ط، دار القلم دمشق)

(وکذا فی روضةالطالبین وعمدة المفتین، کتاب صلاة، الباب الأول فی شروطها، ج: ۲، ص: ۴، ط، المکتب الاسلامی بیروت لبنان)

(وکذا فی المحیط البرهانی، کتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون: صلاة الجمعة، ج: ۲، ص: ۴۳۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

کے استثناء کی حاجت نہیں ہے کیونکہ وہ سرے سے داخل ہی نہیں تھے۔علیٰ ہذا القیاس جو احادیث ان میں عام لفظوں سے وجوب جمعہ بیان کیا گیا ہے ان سب سے وہ لوگ مذکورہ بالا حدیث سے مستثنیٰ ہیں۔جیسا کہ آیت شریف:

ان الذین کفروا سوآء علیھم أ انذرتھم ام لم تنذر ھم لایؤمنون (۳۱).

میں اگر چہ لفظ موصول عام ہے مگر مراد اس سے وہی معدودے چند کافر ہیں کہ جو سابقہ روز ازل میں کافر مقدر ہو چکے تھے۔جیسے ابو جہل ابولہب وغیر ہمانہ کل کفار کیونکہ بعد نزول اس آیت کے لاکھوں کافر مسلمان ہوئے اگر اس آیت سے عموم جنسی مراد ہوتا تو کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔علی ہذا جملہ احادیث واردہ باب جمعہ وآیت جمعہ میں لفظ موصول میں اہل قری وغیرہ داخل ہی نہیں ہیں کہ تخصیص کی ضرورت پڑے مگر چونکہ مجیب صاحب نے غور اور فکر کو کام نہیں فرمایا جو چاہا لکھ دیا۔اور اوپر اشارہ ہو چکا ہے آپ کے قبا کے قیام میں اختلاف ہے کہ کتنے روز ہوا مگر جب ہم نے بخاری اصح الکتب پر اعتماد کیا تو ان روایات کی مخالفت کچھ مضر نہیں ہر چند کہ وہ روایات صحیح ہوں مگر صحت روایت منافی اس کے خلاف واقعہ ہونے کے نہیں ہوتی۔مثلاً صحیح بخاری میں عمر رسول اللہ ﷺ میں تین روایتیں ہیں۔ساٹھ برس، تریسٹھ برس، پینسٹھ برس،سو ہر سہ روایت بروئے سند صحیح ہیں مگر موافق ومطابق واقعہ کے ان میں سے ایک ہی روایت تریسٹھ برس کی ہے اور دو روایتیں خلاف واقعہ کے ہیں (۳۲)۔سوان دو روایت کو یا غلط کہا جاوے یا کوئی معنی مجازی لے کر ان کی تاویل کی جاوے گی۔

---

(۳۱):(سورۃ البقرۃ: ٦)

(۳۲):عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا أن النبی ﷺ توفی وھو ابن ثلاث وستین وقال ابن شھاب وأخبرنی سعید بن المسیب مثلہ. وفی العمدۃ القاری تحت ھذا الحدیث: قولہ: ”توفی وھو ابن ثلاث وستین“ ھذا ھو الأصح فی سنہ، وقد ذکرہ البخاری فی آخر الغزوات، وترجم علیہ ھذہ الترجمۃ أیضا، وروی أیضا ھذا عن ابن عباس ومعاویۃ، وقال البیھقی: وھو قول سعید بن المسیب والشعبی وأبی جعفر محمد بن علی واحدی الروایتین عن أنس، وروی عن أنس: أنہ توفی علی رأس الستین،=

بہر حال معنی ظاہر خود دوصحیح روایت خلاف واقعہ کے ہیں ایسے ہی باب قیام قبا میں چند روایتیں ہیں کہ خلاف صحیح بخاری کے ہیں از انجملہ ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ بروز جمعہ مدینہ تشریف لے گئے اور آپ نے بنی سالم میں نماز جمعہ ادا کی اس روایت سے بھی بعض علماء نے جواز جمعہ قری تجویز کرلیا۔ اگر چہ ہم کو بعد اعتماد روایت بخاری اس پر وثوق کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ خلاف واقع ہے کیونکہ جب آپ پیر کو قبا میں تشریف لائے اور پندرہویں روز پیر کے دن مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو پھر راہ میں بنی سالم میں جمعہ پڑھنے کے کیا معنی ہوئے یہ روایت صحیح نہیں بلکہ غلطی راوی کی ہے لیکن اگر کسی طرح نماز جمعہ بنی سالم میں تسلیم بھی کی جائے تو بنی سالم محلّہ مدینہ طیبہ کا ہے اور فناء مدینہ میں واقع ہے کہ وہ آباد نہیں ہے اور اس وقت آباد تھا اور مدینہ طیبہ کا محلّہ شمار کیا جاتا تھا کیونکہ فناء مدینہ میں واقع تھا جیسا کہ حرۃ البیت بھی فناء مدینہ میں خارج مدینہ واقع ہے سو یہ حجت مجوزین جمعہ قری کو مفید نہیں ہے حنفیہ کو مضر نہیں اور بمقابلہ روایات کے جو اوپر مذکور ہوئیں کچھ معتبر بھی نہیں اور یہ سب تقریر بر تقدیر وجوب جمعہ بحالت قیام مکہ ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر بپاس خاطر بعض علماء یہ تسلیم کرلیا جاوے کہ جمعہ مدینہ طیبہ میں فرض ہوا تب بھی اعتراض جوانب مدینہ میں جمعہ نہ ہونے کا اور اہل عوالی کے تناوب کا باقی ہے اور حنفیہ کے لئے عدم وجوب جمعہ بر اہل قری و عدم صحت جمعہ قری کے لئے دلیل کافی ہے چنانچہ ابن حجرؒ نے اس کا اقرار کرلیا پھر یہ کہ مجیب صاحب نے اثر حضرت علیؓ میں کلام کیا ہے جس سے ان کی ناواقفیت اصول حدیث وفقہ سے معلوم ہوگئی۔ پس سنو کہ جو حدیث موقوف کہ اس میں قیاس کو دخل ہو قول صحابی کا ہوتا ہے اور ایسے ہی موقوف کو صاحب فتح القدیر حسب قاعدہ اصول فقہ فرماتے ہیں کہ بمقابلہ حدیث مرفوع معتبر نہیں ہوتے اور جو حدیث موقوف کہ قیاس کو اس میں دخل نہ ہو یا وہ مؤید و مشید بحدیث مرفوع ہو وہ خود بحکم

=وصححه الحاكم في الاكليل وأسنده ابن سعد من طريقين عنه، وبه قال عروة ويحيى بن جعدة والنخعي، وروى مسلم من حديث عمار بن أبي عامر عن ابن عباس: أنه توفي وهو ابن خمس وستين، وصححه أبو حاتم الرازي أيضاً في تاريخه. (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب وفاة النبي صلى الله عليه وسلم، ج: ١٦، ص: ١٣٧، رقم: ٣٥٣٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

مرفوع ہوتی ہے، اور یہ اثر علیؓ قسم ثانی ہے نہ اول سے کیونکہ شرطیت عبادات کی رائے اور قیاس سے ثابت نہیں ہوسکتی بلکہ اس کے لئے نص صریح کا ہونا درکار ہے پس حضرت علیؓ کا صحت جمعہ کے واسطے مصر کا شرط فرمانا بدون نص شارع علیہ السلام نہیں ہوسکتا ورنہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حسب زعم مجیب اوراس کے شیوخ اور اتباع کی آیت:

یایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ الاٰیۃ(۴۳).

عام اور دیگر احادیث بھی باب جمعہ سے عام ہوں۔اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کو جانتے ہوں اور پھر نصوص قطعیہ کو وہ اپنی رائے سے مخصوص بنادیں اور تخصیص نسخ ہوتا ہے قدر مخصوص میں معاذ اللہ علی کرم اللہ وجہہ سے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آیت قرآنی وحدیث رسول کو اپنی رائے سے فسخ کردیں یہ تو کسی عامی کا بھی کام نہیں ہے تو بالضرور علی کرم اللہ وجہہ کے پاس وہ علم تھا کہ جس سے تخصیص ان نصوص کے ہوتی ہوا اور اس سے انہوں نے تخصیص فرمائی اور خود ظاہر ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ بعد رسول اللہ ﷺ کے تین روز بعد ہجرت فرما کر قبا میں جناب رسول اللہ ﷺ سے آملے تھے(۴۴) اور باوجود فرضیت جمعہ کے مکہ میں پھر آپ کا قبا میں جمعہ نہ پڑھنا انہوں نے دیکھا اور یہ نص قطعی عدم فرضیت جمعہ کے مکہ میں پھر آپ کا قبا میں جمعہ نہ پڑھنا انہوں نے دیکھا اور یہ نص قطعی عدم فرضیت اہل قری کے ان کو معلوم ہوئی اور پھر مدینہ طیبہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہ کر دس سال تک دیکھتے رہے کہ کبھی کسی قریہ اور گاؤں میں نہ جمعہ ہوا اور نہ آپ نے باوجود علم کے کسی اہل قریہ کو حکم اقامۃ جمعہ کا دیا اور نہ کسی کے عدم اقامۃ جمعہ پر اس کو سرزنش فرمائی اور نہ استحباباً ارشاد فرمایا پس یہ نص

---

(۴۳):(سورۃ الجمعۃ: ۹)

(۴۴):عن علیؓ قال: لما خرج رسول اللہ ﷺ الی المدینۃ فی الھجرۃ أمرنی أن أقیم بعدہ حتی أودّی ودائع کانت عندہ للناس، ولذا کان یسمی الأمین، فأقمت ثلاثاً فکنت أظھر، ماتغیبت یوما واحداً، ثم خرجت فجعلت أتبع طریق رسول اللہ ﷺ حتی قدمت بنی عمرو بن عوف ورسول اللہ ﷺ مقیم فنزلت علی کلثوم بن الھدم ھنالک منزل رسول اللہ ﷺ. (کتاب الطبقات الکبیر، طبقات البدریین من المھاجرین، ذکر اسلام علیؓ وصلاتہ، ج: ۳، ص: ۲۰، ط، مکتبۃ الخانجی بالقاھرۃ)

قطعی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم تھی جس سے آپ نے یہ شرط مصر ارشاد فرمائی یہ موقوف موقوف اور اثر علی نہیں ہے بلکہ مرفوع ہے اعلیٰ درجہ کا اور یہ بات اہل علم پر تو ظاہر ہے مگر بعد اس تقریر کے میں خیال کرتا ہوں کہ کوئی نافہم بلید بھی اس کا انکار نہ کرے گا۔ باقی رہا یہ کہ رفع اس کا ضعیف ہے بحسب سند سو یہ ضعف منجبر ہوگیا۔ دوسری مرفوع سے اور جب دوسری احادیث صحاح سے یہ ضعف منجبر ہوگیا تو اثر مذکور ضعیف نہیں رہا بلکہ حسن ہوگیا۔ پس ایسی حدیث حکماً مرفوع کو ضعیف کہنا جس کی تائید دوسری حدیث صحاح کررہی ہیں خلاف قاعدہ مقررہ اہل اصول ہے۔ اب اس اثر کو ضعیف کہنا اہل علم کی شان نہیں ہے اور ثبوت شرطیت مصر واسطے اقامۃ جمعہ کے اس ہی اثر سے کافی ہے چہ جائیکہ اور بھی بہت سی احادیث اس کی مؤید موجود ہوں (۳۵)۔

قریہ میں جمعہ پڑھے یا ظہر

﴿سوال﴾ اگر قریہ میں جمعہ پڑھ لیوے بایں وجہ کہ احادیث میں وارد ہے اور محدثین اور شافعی صاحب رحمہم اللہ کا وہ مذہب ہے تو ہوجائے گا یا گنہگار ہوگا اور ظہر اس کے ذمہ باقی رہے گا؟

﴿جواب﴾ قریہ میں جمعہ حنفیہ کے نزدیک ادا نہیں ہوتا تو ان کے نزدیک قریہ میں جمعہ نہ پڑھے کہ ان کا جمعہ درست نہیں ہوتا (۳۶)۔ اور نہ ظہر ذمہ سے ساقط ہوتی ہے اور جماعت نماز جمعہ کی نفل نماز کی

---

(۳۵): عن علی رضی اللّٰہ عنه أنه قال: لاجمعة ولاتشريق الا فی مصر جامع. أخرجه أبو عبيد باسناد صحيح اليه موقوفا. ومعنا لاصلاة جمعة، ولاصلاة عيد. كذا فی فتح الباری [۲: ۳۸]. .وذكر الامام خواهر زاده فی "مبسوطه" أن أبا يوسف ذكره فی الاملاء مسندا مرفوعا الی النبیﷺ. وأبو يوسف امام الحديث حجة اهـ. كذا فی البناية [۱: ۹۸۳]. أی فيكون رفعه حجة لأنه زيادة من ثقة فتقبل. (اعلاء السنن، أبواب الجمعة، باب عدم جواز الجمعة فی القری، ج:۸،ص:۳،ط،ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

(۳۶): فی غنية المستملی: واما شروط الاداء فستة ايضا الشرط الاول المصر او فناؤه فلاتجوز فی القری عندنا وهو مذهب علی بن ابی طالب وحذيفة وعطاء=

جماعت ہوکر کراہت تحریمہ ہوتی ہے کہ جماعت نوافل کی بتداعی مکروہ تحریمہ ہے (۳۷) فقط البتہ حسب مذہب شوافع وبعض محدثین کے جمعہ ادا ہوگیا اور ظہر ساقط ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احتیاط الظہر کا مسئلہ

﴿سوال﴾ جولوگ آج کل بعد نماز جمعہ کے چار رکعت احتیاط الظہر پڑھتے ہیں اور اس کے تارک کوملوم جانتے ہیں اور یہاں تک پابندی اس کی ہوگئی کہ بعض شہروں میں تو مثل جدہ وغیرہ کے جماعتیں اس کی ہونے لگی ہیں آیا یہ نماز احتیاط کی اس صورت مسئولہ میں جائز ہے یا نہیں اور اگر ایسی پابندی ایک خاص

=والحسن بن ابی الحسن والنخعی ومجاهد وابن سیرین والثوری وسحنون خلافا للائمة الثلثة لما روی ابن ابی شیبة عن علی بن ابی طالب انه قال لاجمعة ولاتشریق ولاصلاة فطر ولااضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظیمة وصححه ابن حزم فی المحلی. (غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی، فصل فی صلاة الجمعة، ص: ۵۴۹)

(وكذا فی رد المحتار علی الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ج: ۳، ص: ۷، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳۷):ولایصلی التطوع بجماعة الا فی شهر رمضان، وعن شمس الأئمة السرخسی: أن التطوع بالجماعة انما یكره اذا كان علی سبیل التداعی، أما لو اقتدی واحد بواحد أو اثنان بواحد، لایكره، واذا اقتدی بواحد، اختلف فيه، وان اقتدی أربعة كره اتفاقاً. (الفتاوی التاتارخانیة، كتاب الصلاة، الفصل العاشر فی بیان التطوع، ج: ۲، ص: ۲۹۲، ۲۹۳، ط، مكتبه زكریا دیوبند)

(وكذا فی اعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب كراهة الجماعة فی النوافل والوتر سوی التراویح وصلاة الكسوف والاستسقاء والعیدین بالتداعی، ج: ۷، ص: ۸۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

شخص کے عقیدے میں نہ ہوتو اس کو ایسی پابندی کے زمانہ میں دوسروں کے ساتھ مشابہت اس عمل کی جائز ہے یانہیں اور اگر وہ پڑھے گا ان ہی میں داخل ہوگا یانہیں؟ اور بصورت عدم پابندی واصرار کا لوجوب کے نفس اس نماز احتیاط کا کیا مسئلہ ہے جس نے اس کو نکالا ہے کس بناء پر نکالا تھا۔ اور کس درجہ میں رکھا تھا۔ اب کس درجہ میں پہنچا اور تعجب پر تعجب ہے کہ اس نماز احتیاط کو عوام کیا بعض علماء بھی پڑھتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

ان کے پاس کون سی دلیل کتاب وسنت وقیاس واجتہاد سے ہے اور بظاہر یہ نماز احتیاط نماز شک پائی جاتی ہے۔ اگر جمعہ نہ ہوا تو ظہر ہو جائے گی آیا قیاس اس کا صیام یوم الشک پر ہوسکتا ہے یا نہیں اور منجملہ دوسری بدعات محدثہ فی الدین کے ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ مذہب حنفیہ میں شرائط جمعہ میں مصر یعنی شہر اور ہونا امام یا اس کے نائب کا لکھتے ہیں (۳۸) لہٰذا چونکہ امام اور اس کا نائب ہندوستان میں بسبب تسلط کفار کے نہیں پایا جاتا تو بناء مذہب حنفیہ پر جمعہ نہ ہوا اور چونکہ دیگر ائمہ نے یہ شرط نہیں رکھی تو ان کے مذاہب پر جمعہ ادا ہو جاتا ہے مگر چونکہ دوسری خرابی یہ ہوگئی کہ ایک شہر میں دوتین جگہ جمعہ کا پڑھنا ان کے نزدیک درست نہیں جس کا جمعہ اول واقع ہوتا ہے اس کا جمعہ تو ادا ہوا اور جس کا بعد ہوا اس کے ذمہ پر ظہر کی نماز قائم رہی اور یہ حال دریافت نہیں ہوسکتا کہ کس کا جمعہ پہلے ہوا۔ تو ان مذاہب پر بھی محل تعدد جمعہ میں ہر شخص کو تردد ادائے جمعہ اور سقوط ظہر میں رہتا ہے۔ اس وجہ سے لوگوں نے ایجاد احتیاط ظہر کا کیا تھا۔ اگر جمعہ ادا نہ ہووے گا تو ظہر بالیقین ذمہ سے ساقط ادا ہو جاوے گی اور جو

---

(۳۸): فی ملتقی الأبحر: لاتصح الا بستة شروط المصر أو فناؤه والسلطان أو نائبه. الخ.

وفی مجمع الانهر تحته: (المصر أو فناؤه) حتی لاتجوز وفی المفاوز، ولا فی القری والحکم غير مقصور علی المصلی، بل تجوز فی أفنية المصر. الخ. (والسطان) أی الوالی الذی لا والی فوقه (أو نائبه)، وهو الأمير أو القاضی، أو الخطباء. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلاة، باب الجمعة، ج: ۱، ص: ۲۴۴، ۲۴۵، ط، دار الکتب العلمية بيروت لبنان)

جمعہ ادا ہو گیا تو یہ رکعات نفل ہو جاویں گی یہ اصل اس کی ہے مگر حنفیوں کا یہ عمل پسند نہیں۔ اول تو یہ احتیاط وجوب کے درجہ کو پہنچتی اور یہ خود بدعت ہے۔ دوسرے بعضے اولی النزاع آپس میں جھگڑا اٹھانے والے ہو گئے اگر درجہ احتیاط واستحباب میں رہتے تو خیر سہل بات تھی۔ پھر یہ کہ جن علماء سے شرطیۃ وجود امام ونائب دریافت ہوئی ہے وہی علماء یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر امام ونائب سے تعذر ہو تو مسلمین اپنا امام جمعہ مقرر کر کے جمعہ ادا کریں(۳۹) پس حسب اس روایت کے سب جگہ امام موجود ہوتا ہے تو ایسی حالت میں جب مصر میں جمعہ پڑھا گیا۔ اور سقوط ظہر ذمہ سے ہو چکا۔ پس احتیاط ظہر لغو ہے اور جوان لوگوں کے نزدیک یہ قول علماء کا معتبر نہیں تو خود شرط جمعہ کی مفقود ہے چاہئے کہ ظہر بجماعت پڑھا کریں یہ کیا بے موقع بات ہے کہ شرط جمعہ کی موجود نہیں اور فقط تردد کی وجہ سے نوافل کو بجماعت ادا کریں اور فرض وقت کو فرادی یعنی تنہا تنہا پڑھیں یہ سخت خرابی ہے پس احناف کا احتیاط ظہر تو بایں وجہ پسند نہیں کرتا ہوں۔ خصوص اس صورت نزاع میں اور دیگر اہل مذاہب پر یہ اعتراض ہے کہ اگر تعدد درست نہیں تو دیدہ دانستہ اس حرکت لایعنی کو کیوں اختیار کیا۔ واجب ہے کہ سب جمع ہو کر ایک جگہ جمعہ کو ادا کریں۔ الغرض یہ امر نہایت لغو اور فضول اور سستی دین کا باعث ہے اور موجب کمال غفلت اور بے پروائی دین سے ہونے کا ہے(۴۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱۔

---

(۳۹):فی الهندية: بلاد عليها ولاة كفار يجوز للمسلمين اقامة الجمعة ويصير القاضى قاضيا بتراضى المسلمين ويجب عليهم أن يلتمسوا واليا مسلما كذا فى معراج الدراية.(الفتاوى العالمكيرية،الباب السادس عشرفى صلاة الجمعة، ج: ۱، ص: ۱۴۶)

وفى الشامية: فلو الولاة كفاراً يجوز للمسلمين اقامة الجمعة ويصير القاضى قاضياً بتراضى المسلمين، ويجب عليهم أن يلتمسوا والياً مسلما. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ج: ۳، ص: ۱۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۴۰):فى البحر: أقول: وقد كثر ذلك من جهلة زماننا أيضاً ومنشأ جهلهم صلاة الأربع بعد الجمعة بنية الظهر، وانما وضعها بعض المتأخرين عند الشك فى=

الحق حق الطلوع وسطع الصدق حق السطوع فما قال ملک العلماء سلطان الاتقياء زين المفسرين رئيس المحدثين نعمان اواننا مجدد زماننا نائب رسول اللّٰہ الصمد عليه الصلوٰة من اللّٰہ الاحد مولانا العالم العامل الحافظ رشيد احمد مداللّٰہ ظلال فيوضه على رؤس العالمين اللّٰهم آمين فهو حق والحق احق باتباع واولىٰ لان الحق يعلو ولايعلى. حررہ اذل تلامذتہ الفقیر محمد حسین الدہلوی عفا اللہ عنہ۔ فقیر محمد حسین ۱۲۰۵۔ قادر علی عفی عنہ ۱۲۰۴۔ مدرس مدرسہ حسین بخش۔

جواب ہذا صحیح حسبنا اللہ۔ حفیظ اللہ محمد ساکن درگاہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء ضلع دہلی۔

المجیب مصیب محمد حسین خان خورجوی بقلم خود۔ اصاب من اجاب محمد حمایت اللہ عفا اللہ عنہ۔

جواب دوم از علمائے دہلی دامت افاداتہم

صورت مرقومہ میں معلوم کرنا چاہیے کہ یہ نماز احتیاطی حضرت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے حضرت سے تو یہی ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ بس دو رکعت بعد الجمعہ پڑھتے تھے۔ بخاری و مسلم میں موجود ہے۔ بروایت ابن عمر انه قال كان النبی ﷺ لايصلی بعد صلوٰة الجمعة حتى ينصرف فيصلی فی بيته (۴۱)۔ اور کتب فقہ میں ہے کہ نماز احتیاطی ہرگز ہرگز درست نہیں ہے کسی طرح جائز نہیں ہے اصل عبارت یہ ہے۔ وقد كثر ذلک من جملة زماننا ايضا ومنشاء جهلم صلوٰة الاربع بعد

=صحة الجمعة بسبب رواية عدم تعددها فی مصر واحد وليست هذه الرواية بالمختارة، وليس هذا القول. أعنى اختيار صلاة الأربع بعدها. مروياً عن أبی حنيفة وصاحبيه حتى وقع لی أنی أفتيت مراراً بعدم صلاتها خوفاً على اعتقاد الجهلة بأنها الفرض وأن الجمعة ليست بفرض. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ج: ۲، ص: ۲۴۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۴۱):(صحيح البخارى، كتاب الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة وقبلها، ص: ۱۸۵، رقم: ۹۳۷، ط، دار السلام رياض/ و صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب الصلاة، بعد الجمعة، ص: ۳۵۳، رقم: ۲۰۴۰، ط، دار السلام رياض)

الجمعة بنية الظهر وانما وضعها بعض المتاخرين عند الشک فی صحة الجمعة بسبب روایت عدم تعدد فی مصر واحد ولیست هذه الروایة بالمختارة ولیس هذا القول اعنی اختیار الاربع بعدها مرویا عن الامام وصاحبیه حتی وقع لی انی افتیت مرارا بترکها بعد صلٰوتها خوفا علی اعتقاد الجهلة انها الفرض وان الجمعة لیس بفرض (۴۲) انتهٰی. ماقال صاحب البحر.

اس روایت فقہیہ سے واضح ہوگیا کہ احتیاطی نہ حضرت نے پڑھی ہے نہ صحابہ کرام نے نہ ائمہ اربعہ نے پڑھی اور نہ امر کیا ساتھ اس کے کبھی کسی کو اور یہ بھی کتب فقہ میں لکھا ہے کہ احتیاطی تو کسی طور درست نہیں ہوتی نہ عقلاً نہ نقلاً نہ کشفاً و نہ الہاماً **کذا فی تاتارخانی وایضاً قال فیه قال السید الهمنی ربی ان اداء الجمعة بالشبهة من وسوسة الشیطان انتهٰی** ودر بحر گفت سزاوار نیست کہ فتوی دادہ شود بچہار رکعت بعد جمعہ دریں زمانہ زیرا کہ راہ می یابند عوام بتکاسل از جمعہ بلکہ بسا است در دل عوام چنیں خواہد رفت کہ جمعہ فرض نیست وظہر کافی ست ودر کفر ایں چنیں کس کہ اعتقاد فرضیت ندارد جمعہ راشکے نیست **کذا فی عرفانی شرح سلطانی وهکذا فی فتح القدیر من باب شروط الصلٰوة وغیره** درفصول عمادی آوردہ است کہ فرضیت جمعہ ساقط نمی شود اگرچہ تمامی شرائط منعدم میشوند کذا فی اسکندریہ فی الباب الآخر فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب حررہ العاجز ابومحمد عبدالوہاب الفنجابی الجھنگوی ثم الملتانی نزیل الدہلی تجاوز اللہ عنہ ذنبہ الخفی والجلی فی اواخر شہر اللہ الذی فیہ القرآن۔

ابومحمد عبدالوہاب رسول الاداب خادم شریعت۔

نماز احتیاط ظہر جو اکثر لوگ بعد جمعہ کے پڑھتے ہیں یہ نماز نہ عندالحدیث درست ہے نہ فقہ میں پائی گئی صرف علماء دین کا قیاس ہے کیونکہ یہ نماز خیر القرون میں نہیں پائی گئی پس جبکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں تو ایسی نماز کا پڑھنا بدعت سیئہ ہے نیکی برباد گناہ لازم کا مضمون معلوم ہوتا ہے پس

(۴۲):(البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ج: ۲، ص: ۲۴۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

اس صورت میں یہ نماز احتیاط الظہر کسی طرح درست نہیں بعد جمعہ چھ سنتیں پڑھنی چاہئیں (۴۳)۔حررہ محمد امیر الدین پٹیالوی حنفی واعظ جامع مسجد دہلی مقیم محلّہ مزید پارچہ متصل فتحپوری۔

محمد امیر الدین ۱۳۰۱ الجواب صحیح عبد اللطیف عفی عنہ۔عبد اللطیف ۱۲۹۵۔

قد صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الفقیر محمد عبد الرؤف البہاری عبد الرؤف ۱۳۰۳۔

محمد تلطف حسین ۱۲۹۲ھ

خادم شریعت رسول الثقلین۔

نماز احتیاطی محض بناوٹی ہے کسی خیر القرون میں سے منقول نہیں ہے بدعت سیئہ ہے بلکہ کتب فقہ میں ہے کہ مثل صوم شک کے دنوں بھی نہیں ہوتے۔امیر احمد پشاوری۔

اصاب من اجاب حررہ محمد یٰسین الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی۔

سید محمد عبد السلام ۱۲۹۹۔ محمد شمس الدین ۱۳۰۵۔ ابو محمد عبد الحق ۱۳۰۵۔ عبد الجلیل

الجواب صحیح محمد طاہر سلہٹی ۱۳۰۴ بعد نماز جمعہ کے فرض احتیاطی بے سند و بے اصل ہے عند الشرع پایہ

---

(۴۳):فی المحیط البرهانی: والتطوع قبل الجمعة أربع ركعات، لحديث ابن عمر رضى الله تعالى عنهما: أن رسول اللهﷺ كان يتطوع قبل الجمعة أربع ركعات. وقد اختلفوا فى التطوع بعدها، فعن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه: أنها أربع، وبه أخذ ابو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى، وعن على رضى الله تعالى عنه: أنه يصلى بعدها ستا، أربعاً، ثم ركعتين، وبه أخذ أبو يوسف والطحاوى وكثير من المشايخ رحمهم الله تعالى، على هذا قال الشيخ الاسلام الأجل شمس الأئمة الحلوانى رحمه الله تعالى: الأفضل أن يصلى أربعا، ثم ركعتين، فقد أشار الى أنه مخير بين تقديم الأربع، وبين تقديم المثنى، لكن الأفضل تقديم الأربع، كيلا يصير متطوعاً بعد الفرض مثلها. (المحيط البرهانى، كتاب الصلاة، الفصل الحادى عشر فى التطوع قبل الفرض وبعده، ج: ۲، ص: ۲۳۴، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

ثبوت کونہیں پہنچا۔ جواب صحیح ہے محمد فقیراللہ: اصاب من اجاب فقیر محمد حسین خان خورجوی ضلع بلند شہر بقلم خود: حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ: للہ در المجیب ابوالقاسم محمد عبدالرحمٰن لاہوری بلاد ہند میں فرض جمعہ بلاشبہ ادا ہوجاتا ہے۔ نماز ظہر احتیاطی کی حاجت نہیں۔ فقط حررہ بندہ قادر علی عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم۔

قادر علی عفی عنہ فقیر محمد حسین ۱۲۸۵ا۔ فقیر مصنف تیغ فقیر وکلیات مدحیہ فقیر

شہر اور دیہات میں احتیاط الظہر پڑھنے کا حکم

﴿سوال﴾ بعد نماز جمعہ احتیاط الظہر جو چہار رکعت پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قصبہ میں اور شہر میں جمعہ ادا ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اس کے بعد ظہر نہ پڑھنی چاہیے اور گاؤں میں جمعہ ادا نہیں ہوتا لہٰذا ظہر کو جماعت سے پڑھنا چاہیے (۴۴)۔ فقط۔

احتیاط الظہر کا مسئلہ

﴿سوال﴾ یہ موضع قصبہ سردھنہ سے قریب پانچ کوس کے واقع ہے اور اس سے زیادہ قریب کوئی شہر نہیں ہے اور موضع مذکور میں قریب دو ہزار مردم شماری کے ہے جس میں زیادہ نصف سے مسلمان اور باقی ہندو ہیں۔ مسلمانوں کے دین احکام سے کوئی مانع نہیں ہے۔ ضروری احتیاج کے واسطے دکانیں بیس بائیس موجود ہیں۔ روزمرۃ تیس بتیس سے زیادہ نمازی وقتہ میں جمع ہوتے ہیں۔ رمضان شریف میں ساٹھ ستر اور جمعہ رمضان میں دوسو اور عیدین میں ایک ہزار سے زیادہ جمع ہوتے ہیں۔ موضع مذکور میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں اور بعض عالم امام شافعی صاحب کے قول پر عمل کرتے ہیں اور گاؤں میں جمعہ جائز کہتے ہیں اور احتیاط

---

(۴۴): ومن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادى لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة، ج: ا، ص: ۱۴۵)

(وكذا فى الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ج: ا، ص: ۱۷۷)

الظہر بھی ایسی حالت میں پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾ جس موضع میں دو ہزار آدمی ہندو مسلمان ہوں اس جگہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے۔ وہاں ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنی چاہیے۔ اور جمعہ نہ پڑھنا چاہیے۔ پس جب جمعہ نہیں ہوا۔ احتیاط الظہر کہاں بلکہ ظہر کی نماز جماعت سے مثل دیگر ایام کے پڑھنی چاہیے (۴۵)۔ اور ہندوستان کے سب شہر اور قصبہ میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے احتیاط الظہر کی کچھ حاجت نہیں اور امام شافعی صاحب کے یہاں گاؤں میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے (۴۶)۔ ان کے نزدیک بھی کچھ اصل احتیاط الظہر کی نہیں۔ پس جو صاحب اس مسئلہ میں شافعیؒ بنے ان پر حنفی کیا الزام دے سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ بات اپنی اختیاری ہے جو مذہب چاہو اختیار کرو۔ غیر مقلد بھی یہی کرتے ہیں کہ جو بات کسی مذہب کی پسند آئی وہ اختیار کر لیتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۴۵): فی الدر المختار: وكره تحريماً لمعذور ومسجون ومسافر أداء ظهر بجماعة فی مصر قبل الجمعة وبعدها.

وفی الشامية تحته: قوله: (فی مصر) بخلاف القرى لأنه لاجمعة عليهم، فكان هذا اليوم فی حقهم كغيره من الأيام. شرح المنية. وفی المعراج عن المجتبى: من لاتجب عليهم الجمعة لبعد الموضع صلوا الظهر بجماعة. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ج: ۳، ص: ۳۲، ۳۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

ومن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادی لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة. (الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ج: ۱، ص: ۱۷۷)

(۴۶): فی المنهل: وقد اختلف فی الموضع الذی تقام فيه الجمعة فذهبت الشافعية والحنابلة الى أنها تقام فی كل قرية فيها أربعون رجلا أحرار بالغين عقلاء مقمين بها لاينتقلون عنها الا لحاجة. (المنهل العذب المورود، ابواب الجمعة، باب الجمعة فی القرى، ج: ۶، ص: ۲۱۶، ط، مؤسسة التاريخ العربی بيروت لبنان)

احتیاط الظہر کا مسئلہ

﴿سوال﴾ جولوگ آج کل بعد نماز جمعہ کے چار رکعت احتیاط الظہر پڑھتے ہیں اور تارک کو اس کے ملوم جانتے ہیں اور یہاں تک پابندی اس کی ہوگی کہ بعض شہروں میں تو مثل جدہ وغیرہ کے جماعتیں اس کی ہونے لگی ہیں آیا یہ نماز احتیاط کی اس صورت مسئولہ میں جائز ہے یا نہیں اور اگر ایسی پابندی ایک خاص شخص کے عقیدے میں نہ ہو مگر اس کو ایسی پابندی کے زمانہ میں دوسروں کے ساتھ مشابہت اس عمل کی جائز ہے یا نہیں اور اگر وہ پڑھے گا ان ہی میں داخل ہوگا یا نہیں اور بصورت عدم پابندی واصرار کا لوجوب کے نفس اس نماز احتیاط کا کیا مسئلہ ہے جس نے اس کو نکالا ہے کس بنا پر نکالا تھا اور کس درجہ میں رکھا تھا اب کس درجہ میں پہنچا اور تعجب پر تعجب ہے کہ اس نماز احتیاط کو عوام کیا بعض علماء بھی پڑھتے ہیں۔ واللہ اعلم ان کے پاس کونسی دلیل کتاب وسنت وقیاس واجتہاد سے ہے اور بظاہر یہ نماز احتیاط نماز شک پائی جاتی ہے، اگر جمعہ نہ ہو تو ظہر ہو جائے گی۔ آیا قیاس اس کا صیام یوم الشک پر ہوسکتا ہے یا نہیں اور منجملہ دوسری بدعات محدثہ فی الدین کے ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مذہب حنفیہ میں شرائط جمعہ میں مصر یعنی شہر اور ہونا امام یا اس کے نائب کا لکھتے ہیں (۴۷) لہٰذا چونکہ امام اور اس کا نائب ہندوستان میں بسبب تسلط کفار کے نہیں پایا جاتا تو بناء مذہب حنفیہ پر جمعہ نہ ہوا اور چونکہ دیگر ائمہ نے یہ شرط نہیں رکھی تو ان کے مذہب پر جمعہ ادا ہو جاتا ہے مگر چونکہ دوسری خرابی یہ

---

(۴۷):فی ملتقی الأبحر: لاتصح الا بستة شروط المصر أو فناؤه والسلطان أو نائبه. الخ.

وفی مجمع الانهر تحته: (المصر أو فناؤه) حتی لاتجوز وفی المفاوز، ولا فی القری والحکم غیر مقصور علی المصلی، بل تجوز فی أفنية المصر.الخ. (والسطان) أی الوالی الذی لا والی فوقه (أو نائبه)، وهو الأمير أو القاضی، أو الخطباء. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلاة، باب الجمعة، ج: ۱، ص: ۲۴۴، ۲۴۵، ط، دار الکتب العلمية بيروت لبنان)

ہوگئی کہ ایک شہر میں روز تین جگہ جمعہ پڑھنا ان کے نزدیک درست نہیں۔ جس کا جمعہ اول واقع ہوتا ہے اس کا جمعہ تو ادا ہوا اور جس کا بعد ہوا اس کے ذمہ پر ظہر کی نماز قائم رہی اور یہ حال دریافت نہیں ہوسکتا کہ کس کا جمعہ پہلے ہوا تو ان مذاہب پر بھی محل تعدد جمعہ میں ہر شخص کو تردد ادائے جمعہ وسقوط ظہر میں رہتا ہے اس وجہ سے لوگوں نے ایجاد احتیاط ظہر کا کیا تھا کہ اگر جمعہ ادا نہ ہووے گا تو ظہر بالیقین ذمہ سے ساقط ادا ہوجاوے گی اور جو جمعہ ادا ہوگیا تو یہ رکعات نفل ہوجاویں گی یہ اصل اس کی ہے مگر احناف یعنی حنفیوں کا یہ عمل پسند نہیں۔ اول تو یہ احتیاط وجوب کے درجہ کو پہنچی اور یہ خود بدعت ہے۔ دوسرے بعضے اولی النزاع یعنی آپس میں جھگڑا اٹھانے والے ہوگئے اگر درجہ احتیاط واستحباب میں رہتے تو خیر سہل بات تھی۔ پھر یہ کہ جن علماء سے شرطیہ وجود امام ونائب دریافت ہوئی ہے وہ ہی علماء یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر امام ونائب سے تعذر ہو تو مسلمین امام جمعہ مقرر کر کے جمعہ ادا کریں (۴۸)۔ پس حسب اس روایت کے سب جگہ امام موجود ہوتا ہے تو ایسی حالت میں جب مصر میں جمعہ پڑھا گیا ادا ہوگیا اور سقوط ظہر ذمہ سے ہو چکا پس احتیاط ظہر لغو ہے اور جو ان لوگوں کے نزدیک یہ قول علماء کا معتبر نہیں تو خود شرط جمعہ کی مفقود ہے چاہیے کہ ظہر بجماعت پڑھا کریں یہ کیا بے موقعہ بات ہے کہ شرط جمعہ کی موجود نہیں اور فقط تردد کی وجہ سے نوافل کو بجماعت ادا کریں اور فرض وقت کو فرادیٰ یعنی تنہا تنہا پڑھیں یہ سخت خرابی ہے۔ پس احناف کا احتیاط الظہر تو بایں وجہ پسند نہیں کرتا ہوں خصوصاً اس صورت وجوب اور نزاع میں اور دیگر اہل مذاہب پر یہ اعتراض ہے کہ اگر تعدد درست نہیں تو دیدۂ ودانستہ اس حرکت لایعنی بے فائدہ کو کیوں اختیار کیا۔ واجب ہے کہ سب جمع ہو کر ایک جگہ جمعہ ادا کریں۔ الغرض یہ امر نہایت لغو اور فضول اور سستی دین کا

---

(۴۸): في الشامية: فلو الولاة كفاراً يجوز للمسلمين اقامة الجمعة ويصير القاضي قاضياً بتراضي المسلمين، ويجب عليهم أن يلتمسوا والياً مسلما. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ج: ٣، ص: ١٤، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة، ج: ١، ص: ١٤٦)

باعث ہے اور موجب کمال غفلت اور بے پروائی دین سے ہونے کا ہے(۴۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔رشید احمد ۱۳۰۱۔

الجواب صحیح محمد امیر الدین پٹیالوی واعظ جامع مسجد دہلی۔محمد امیر الدین۔فقیر محمد حسین۔قادر علی عفی عنہ ۱۲۰۴ مدرس مدرسہ حسین بخش۔

جواب ہذا صحیح ہے حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ محمد ساکن درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء ضلع دہلی المجیب مصیب محمد حسین خان خورجوی بقلم خود۔اصاب من اجاب محمد حمایت اللہ عفا اللہ عنہ جواب بہت صحیح اور ٹھیک ہے اور خلاف اس کا ضلالت و بدعت سیئہ ہے کیونکہ اس فعل نامقبول کو کسی نے بھی ائمہ اربعہ سے نہیں کیا کما هو فی البحر وتاتار خانی وغیرهما من کتب الفقه اور اصل میں یہ یعنی نماز احتیاط الظہر بدعت سیئہ ہے جو ایک بادشاہ عباسی معتزلی کہ عرب وعجم وغیرہ کا بادشاہ تھا اس کی نکالی ہوئی ہے۔حنفی مذہب میں ہرگز یہ نماز درست نہیں ہے جواب یہ کرے نہ حنفی ہے اور نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی بلکہ معتزلی مذہب ہے۔اس ظالم نے یہ حکم دیا تھا کہ نماز احتیاط الظہر ہر جگہ جاری کی جاوے جو اس کو نہ کرے اسے تعزیر لگائی جائے جو مولوی اس وقت عبد الدنیا والدراہم تھے اس کو قبول کیا اور فتووں میں درج کر گئے اور مذہب حنفی کو بالائے طاق رکھا۔اس قصہ کو ایک عالم جید قصوری پنجابی حنفی المذہب نے خوب تحقیق سے لکھا ہے۔کذا فی التفسیر المحمدی اور حضرت ﷺ صرف دو رکعت یا چار رکعت بعد جمعہ کے اور پڑھتے تھے(۵۰)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب حررہ العاجز ابو محمد۔

---

(۴۹):فی البحر: أقول: وقد کثر ذلک من جهلة زماننا أیضاً ومنشأ جهلهم صلاة الأربع بعد الجمعة بنیة الظهر، وانما وضعها بعض المتأخرین عند الشک فی صحة الجمعة بسبب روایة عدم تعددها فی مصر واحد ولیست هذه الروایة بالمختارة، ولیس هذا القول. أعنی اختیار صلاة الأربع بعدها. مرویاً عن أبی حنیفة وصاحبیه حتی وقع لی أنی أفتیت مراراً بعدم صلاتها خوفاً علی اعتقاد الجهلة بأنها الفرض وأن الجمعة لیست بفرض. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ج: ۲، ص: ۲۴۵، ط، دار الکتب العلمیة)

(۵۰):عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ اذا صلی أحدکم الجمعة=

سید محمد عبدالسلام غفرلہ۔ ابومحمد عبدالحق۔ ابومحمد عبدالوہاب رسول الادب خادم شریعت۔ عبدالوہاب الپنجابی نزیل الدہلوی ۱۳۰۵ھ۔ سید محمد اسماعیل۔ ہذا الجواب صحیح: فرید آبادی۔

جواب صحیح ہے محمد فقیر اللہ پنجابی ضلع شاہ پور۔ محمد ناظم ملک بنگالہ ضلع فرید پور، ہذا جواب صحیح حررہ ثابت علی اعظم گڈھ۔ الجواب صحیح محمد طاہر سلہٹی مسکین عبدالغنی ضلع کرنال۔

فرض احتیاط ظہر بایں وجہ ایجاد ہوئی تھی کہ اول میں ایک جمعہ ہوتا تھا پھر تعدد جمعہ پر فتویٰ ہوا تو جمعہ سابق تو ہر حال درست ہوا دوسرا جمعہ اصل روایت تو حد جمعہ پر درست نہیں ہوتا۔ اور تعدد کی روایت پر درست ہوجاتا ہے۔ تو اس احتیاط سے فرض پڑھنے شروع ہوئے تھے۔ ازاں بعد یہ ٹھیری کہ جب کسی شرط من الشرائط میں خدشہ ہوتو یہ فرض پڑھا کریں۔ امام کا ہونا یا نائب کا بھی حنفیہ کے مذہب میں شرط جمعہ ہے بہ بسبب ملک کفار کے وہ شرط بظاہر مفقود تھی تو چونکہ مجتہد فیہ تھی کہ شافعی اس میں خلاف ہے۔ لہٰذا جمعہ کو ترک کرنا مناسب نہ جانا۔ فرض احتیاط پڑھنی شروع کردی یہ وجہ تو پڑھنے کی ہے مگر چونکہ یہ بھی فقہاء حنفیہ نے لکھ دیا ہے کہ اگر تعذر نصب امام سے ہوتو عامۂ مومنین اپنا امام جمعہ کا قائم کرلیویں۔ اور جمعہ پڑھ لیویں تو بنابریں روایت جب کہ امام جمعہ کا مقرر ہے تو قائم مقام امام ہوگیا۔ اقامت جمعہ کی درست ہوئی پس اب فرض احتیاط کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ جمعہ حسب روایت حنفیہ درست ہوتا ہے۔ مگر چونکہ مصر کا ہونا شرط ہے۔ لہٰذا صحرا میں جمعہ درست نہیں ہوسکتا تو خواہ کتنے ہی آدمی جمع ہوویں صحرا میں جمعہ نہ کریں۔ ظہر کی جماعت پڑھیں۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

=فليصل بعدها أربعا.

وعن سالم عن ابيه أن النبي ﷺ كان يصلي بعد الجمعة ركعتين. (اخرجهما مسلم في صحيحه في كتاب الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة، ص: ۳۵۲، ۳۵۳، رقم: ۲۰۳۶، ۲۰۴۱، ط، دار السلام رياض)

احکام فطر و تکبیرات تشریق کب بیان کرے

﴿سوال﴾ احکام صدقہ فطر اور تکبیر تشریق کے خطبہ میں سنائے جاتے ہیں۔ حالانکہ صدقہ نماز سے پیشتر اور تکبیر تشریق یوم عرفہ سے واجب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ احکام جمعہ ماضیہ میں بیان ہونے چاہئیں اور بعض کتب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ پہلے خطبہ عیدین کا پڑھتے تھے۔ یہ تقدیم سنت عثمان ہے یا بدعت مروان ہے؟

﴿جواب﴾ عیدین کے احکام کو جو عیدین سے جمعہ پہلے ہو اس میں تلقین بطور وعظ کے مستحسن ہے اور خطبہ میں اردو بیان کرنا مکروہ ہے(۵۱) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قبل نماز خطبہ پڑھا ہے اس واسطے کہ ان کے وقت میں دور دور سے لوگ حاضر ہوتے تھے(۵۲)۔ اگر نماز پڑھ کر خطبہ پڑھتے تو دور والے

---

(۵۱):فی آکالم النفائس: وقد سئلت مرة بعد مرة عن هذه المسألة، فأجبت بأنه يجوز عنده مطلقاً، لكنه لايخلو عن الكراهة، فعارضنى بعض الأعزة بأن الخطبة انما هى لافهام الحاضرين، وتعليم السامعين، وهو مفقود فى العربية فى الديار العجمية بالنسبة الى أكثر الحاضرين، فينبغى أن يجوز مطلقاً من غير كراهة.

فقلت: الكراهة انما هى لمخالفة السنة، لأن النبىﷺ وأصحابه قد خطبوا دائما بالعربية. (آكام النفائس فى أداء الأذكار بلسان الفارس، فصل فى الخطبة، ص: ۴۴، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

وفى عمدة الرعاية: لاشک فى أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبى(ﷺ) والصحابة (رضى الله عنهم) فيكون مكروهاً تحريماً. (عمدة الرعاية فى حل شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب الجمعة، رقم: الحاشية: ۲، ج: ۱، ص: ۲۴۲، ط، مير محمد كتب خانه آرام باغ كراتشى)

(۵۲):عن ابن عباسؓ قال: شهدت صلاة الفطر مع نبى اللهﷺ وأبى بكر و=

شریک نماز نہ ہوتے اور اگر نماز نہ پڑھتے تا کہ باہر والے آجاویں اور پھر خطبہ پڑھتے تو خلق کثیر کو گرمی سے تکلیف ہوتی اس واسطے یہ صورت پیدا کی کہ خطبہ اول میں پڑھا کہ شرکت باہر والوں کو حاصل ہوجائے اور خطبہ سے کوئی محروم حاضر نہ رہے۔ اور خطبہ عیدین کا سنت ہے نہ واجب (۵۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=عمر وعثمان، فكلهم يصليها قبل الخطبة، ثم يخطب - الى آخر الحديث - وفى اكمال المعلم تحت هذا الحديث: قوله: (شهدت صلاة الفطر مع نبى الله ﷺ وأبى بكر وعمر وعثمان، فكلهم يصليها قبل الخطبة، ثم يخطب): هذا هو المتفق عليه من مذاهب علماء الأمصار وفقهاء الفتوى، ولاخلاف بين أئمتهم فيه، وهو فعل النبى ﷺ فى الآثار الصحيحة، والخلفاء الراشدين بعده، الا ما روى أن عثمان شطر خلافته، قدمها، اذ رأى من الناس من تفوتهم الصلاة، فقال: لو قدمنا الخطبة ليدركوا الصلاة. (اكمال المعلم بفوائد مسلم، كتاب صلاة العيدين، ج: ۳، ص: ۲۸۹، ۲۹۰، ط، دار الوفاء)

روى ابن المنذر باسناد صحيح الى الحسن البصرى قال: أول من خطب قبل الصلاة عثمان، صلى بالناس ثم خطبهم - كالعادة - فرأى ناساً لم يدركوا الصلاة ففعل ذلك، فلعل عثمان فعل ذلك أحيانا لمصلحة. (فتح المنعم، كتاب العيدين، ج: ۴، ص: ۱۱۴، ط، دار الشروق القاهرة)

(۵۳): فى المختار: وتجب على من تجب عليه صلاة الجمعة، وشرائطها كشرائطها الا الخطبة.

وفى الاختيار تحته: قال (الاالخطبة) فانه يخطب بعد الصلاة، كذا المأثور عن رسول الله ﷺ، ولو تركها جاز لأنها سنة وليست بشرط، وقد أساء لمخالفة السنة. (الاختيار لتعليل المختار، باب صلاة العيدين، ج: ۱، ص: ۸۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/ ورد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب العيدين، ج: ۳، ص: ۴۵، ۴۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

عیدالفطر کی تکبیرات کا جہراً پڑھنا

﴿سوال﴾ کتاب مبسوط امام محمد میں تکبیر عیدالفطر میں امام صاحب کے نزدیک جہر لکھا ہے۔ اور امام صاحب نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع بھی فرمایا ہے کہ تکبیر جہری، عیدالفطر میں بھی کہنا چاہئے یا سری ہی پڑھے کیونکہ اور کتابوں میں سری تکبیر امام صاحب سے منقول ہے۔ اور فتح القدیر میں دونوں مرقوم ہیں مگر رجوع نہیں لکھا ہوا ہے۔ فقط۔

﴿جواب﴾ رجوع کرنا امام صاحب کا جواز تکبیر کا عیدالفطر میں بندہ کو معلوم نہیں مگر عمل کرنا مذہب صاحبین پر بلا کراہت جائز جانتا ہوں اور عوام کو منع جہر کرنے سے تو فقہاء نے خود مکروہ لکھا ہے (۵۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۵۴):ولایجهر بالتكبير فی طريقه، بل يخفيه هو الأصح خلافا لهما فانه يجهر به. والخلاف فی الأفضلية. (الدر المنتقى فی شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر، باب صلاة العيدين، ج: ١، ص: ٢٥٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفی غنية المستملی: واما يوم الفطر فقال ابو حنيفة لايجهر به وقالا يجهر وعن ابی حنيفة كقولهما....والذی ينبغی ان يكون الخلاف فی استحباب الجهر وعدمه لا فی كراهية وعدمها فعندهما يستحب وعنده الاخفاء افضل وذلک لان الجهر قد نقل عن كثير من السلف كابن عمر وعلی وابی امامة الباهلی والنخعی وابن جبير وعمر بن عبدالعزيز وابی ليلی وابان بن عثمان والحكم وحماد ومالک واحمد وابی ثور ومثله عن الشافعی ذكره ابن المنذر فی الاشراف وقال الفقيه ابوجعفر والذی عندنا انه لاينبغی ان تمنع العامة عن ذلک لقلة رغبتهم فی الخيرات وبه تأخذ يعنی انهم اذا منعوا عن الجهر به لايفعلونه سرا فينقطعون عن الخير بخلاف العالم الذی يعلم ان الاسرار هو=

خطبہ عیدین و جمعہ ایک شخص پڑھے نماز دوسرا شخص پڑھے

﴿سوال﴾ بروز عیدین و جمعہ اگر ایک شخص نماز پڑھادے اور دوسرا بلا عذر خطبہ پڑھے جائز ہے یا نہیں اور اگر وہ مکروہ ہے تو تنزیہی یا تحریمی حرام ہے یا غیر حرام یا باعذر بباعث اس کے کہ ایک شخص خطبہ پڑھنا اچھا جانتا ہے اور نماز نہیں پڑھا سکتا اور دوسرا نماز تو پڑھا سکتا ہے مگر خطبہ نہیں پڑھ سکتا اور تیسرا شخص موجود نہیں یا موجود ہے تو ان ہرسہ صورتوں میں کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ بروز عیدین و جمعہ خطبہ دوسرے شخص کو پڑھنا درست ہے (۵۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=الافضل. (غنية المستملي في شرح منية المصلي، فصل في صلاة العيد، ص: ۵۲۶، ۵۲۷)

(وكذا في مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، باب صلاة العيدين، ج: ۱، ص: ۲۵۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۵۵):ولا ينبغي أن يصلي غير الخطيب لأن الجمعة مع الخطبة كشئ واحد فان فعل بأن خطب صبي باذن السلطان، وصلى بالغ جاز. (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، قبيل باب صلاة العيدين، ج: ۱، ص: ۲۵۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفي البحر: وقد صرح في الخلاصة بأنه لو خطب صبي باذن السلطان وصلى الجمعة رجل بالغ يجوز. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ج: ۲، ص: ۲۵۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ج: ۳، ص: ۳۹، ۴۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

خطبہ میں اشعار کا پڑھنا

﴿سوال﴾ خطبہ عیدین یا جمعہ میں اشعار فارسیہ یا عربیہ یا اردو پڑھنے اور مقصود پڑھنے سے ترغیب وترہیب ہوتا ہے اور اشعار میں بھی مضمون ترغیب وترہیب ہوتا ہے جائز ہیں یا نہیں مکروہ ہے تو تنزیہی یا تحریمی اور بعد ثبوت امتناع پڑھنے والا اشعار کا گنہگار ہوتا ہے یا نہیں ہوتا؟

﴿جواب﴾ خطبہ جمعہ وعیدین میں اشعار پڑھنا خلاف سنت کے ہے۔ لہٰذا مکروہ ہوگا(۵۶)۔ کہ قرون مشہود لہا بالخیر میں ثبوت اس کا نہیں اور یہ رفتہ رفتہ منجر بافراط ہوجاتا ہے۔ پس مکروہ ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ

---

(۵۶):فی آکام النفائس: وسئلت أیضا عما اعتاده أکثر خطباء زماننا من قراء ة الخطبة بالعربیة، وتضمینها بعض الأشعار الفارسیة أو الهندیة، هل یجوز ذلک؟

فأجبت بأن قراء ة الأشعار فیها ان کان بالغناء الممنوع عنه فی الشریعة، فلاریب فی کراهتها، وان کانت بالعربیة لما فی ”نصاب الاحتساب“: هل یجوز للمذکر أن یقرأ علی المنبر دوبیتی، کما اعتاده مذکرو زماننا، فالجواب أنه ورد فی الحدیث من أشراط الساعة أن توضع الأخیار، وترفع الأشرار، وأن تقرأ المثناة علی رؤوس الناس، والمثناة هی التی تسمی بالفارسیة دوبیتی، من صحاح الجوهری، والفقه فی منعه أنه غناء، وأنه حرام فی غیر المنبر، فما ظنک فی موضع معد للوعظ والنصیحة.

قال العبد ــ أصلحه اللّٰه ــ وقد ظفرت علی هذا الحدیث بعد ماکنت أجلس للعامة فی المنابر بتوفیق اللّٰه أکثر من ثلاثین سنة، فحمد اللّٰه علی أنی وان کنت قبل لم أعلم بحرمة هذا الفعل، ولکنی لم أذکر مثناة، یعنی دو بیتی قط فی منبر أجلست فیه. انتهی کلامه.

وان لم یکن بالغناء فالکراهة لکونه مخالفا للسنة داخلا فی أصناف البدعة. (آکام النفائس فی أداء الأذکار بلسان الفارس، فصل فی الخطبة، ص: ۴۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

اعلم۔کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔رشید احمد ۱۳۰۱۔

الجواب صحیح محمد منفعت علی عفی عنہ دیوبندی۔الاجوبۃ کلہا صحیحۃ احمد عفی عنہ۔اسمہ احمد۔خلف مولانا محمد قاسم صاحبؒ۔

اصاب المجیب سلمہ بندہ محمود عفی عنہ مدرس مدرسہ اول عالیہ دیوبند۔محمود گرداں الٰہی عاقبت۔الاجوبۃ الاربعۃ صحیحۃ عبداللہ خاں۔الاجوبۃ کلہا صحیحۃ محمد حسن عفی عنہ دیوبندی۔

جواب صحیح ہے احمد حسن عفی عنہ دیوبندی جواب اس بناء پر صحیح ہے کہ باوصف مقتضی کے خطبہ عیدین اور جمعہ اور جمعہ میں اشعار کا قرون ثلاثہ سے عدم منقول ہونا دلیل بدعت مکروہ کی ہے کما حررہ ملا سعد رومی فی کتابہ مجالس الابرار فقط محمد قاسم علی عفی عنہ۔خلف مولانا محمد عالم علی محمد قاسم علی ۱۲۶۶ مرادآبادی۔

از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم مولوی محمد قاسم علی صاحب کے تعاقبات دیکھے سو بہت شکر کرتا ہوں کہ تصحیح مولوی صاحب نے کی اور دلیل صحت وہی ہے جو بندہ نے لکھی مگر عبارت بدل کر ادا کیا ہے سو کچھ مضائقہ نہیں شکر ہے کہ جواب تو صحیح رہا۔فقط والسلام۔

خطبہ میں عربی عبارت کا ترجمہ کرنا

﴿سوال﴾ ایک شخص کبھی کبھی جمعہ کے خطبہ میں اس نیت سے کہ لوگوں کا اس وقت اجتماع ہے بعد نماز چلے جاویں گے بعض آیت اور حدیث کا ترجمہ حسب احکام وقت کر دیتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا یا علماء دین ان اللہ لایضیع اجرا المحسنین.

﴿جواب﴾ خطبہ جمعہ میں سوائے عربی زبان کے دوسری زبان میں کچھ پڑھنا مکروہ لکھا ہے مگر خطبہ کا فرض ادا ہو جاتا کذا فی کتب الفقہ (۵۷)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۵۷):فی آکام النفائس: وقد سئلت مرة بعد مرة عن هذه المسألة، فأجبت بأنه يجوز عنده مطلقاً، لكنه لايخلو عن الكراهة، فعارضنى بعض الأعزة بأن الخطبة انما هى لافهام الحاضرين، وتعليم السامعين، وهو مفقود فى العربية فى الديار العجمية=

غیر عربی عبارت میں خطبہ پڑھنا

﴿سوال﴾ خطبہ جمعہ یا عیدین میں ابیات اردو یا فارسی یا ابیات عربی ہوں پڑھنا ابیات کا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ابیات اردو فارسی بلکہ عربی خطبہ جمعہ یا عیدین میں پڑھنا مکروہ ہے (۵۸) اس لئے کہ شعر پڑھنا خطبہ میں مخالف سنت ہے اور جو فعل اور عبادت کہ آنحضرت ﷺ سے ثابت نہ ہو اس کو کرنا درست نہیں (۵۹)۔ فقط۔

=بالنسبة الى أكثر الحاضرين، فينبغي أن يجوز مطلقاً من غير كراهة.

فقلت: الكراهة انما هى لمخالفة السنة، لأن النبى ﷺ وأصحابه قد خطبوا دائما بالعربية. (آكام النفائس فى أداء الأذكار بلسان الفارس، فصل فى الخطبة، ص: ۴۴، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(۵۸):فى عمدة الرعاية: لاشك فى أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبى (ﷺ) والصحابة (رضى الله عنهم) فيكون مكروهاً تحريماً وكذا قراء ة الاشعار الفارسية والهندية فيها. (عمدة الرعاية فى حل شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب الجمعة، رقم: الحاشية: ۲، ج: ۱، ص: ۲۴۲، ط، مير محمد كتب خانه آرام باغ كراتشى)

(وكذا فى آكام النفائس فى أداء الأذكار بلسان الفارس، فصل فى الخطبة، ص: ۴۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(۵۹):عن سعد بن ابراهيم سمع القاسم قال: سمعت عائشةؓ تقول: قال رسول اللهﷺ: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد. (مسند احمد بن حنبل، ص:۱۸۹۸، رقم الحديث:۲۵۹۸۶)

=

محمد بشیر ونذیر آمدہ ۱۲۹۷ مولانا بشیر الدین صاحب قنوجی۔

خطبہ جمعہ اور عیدین کا زبان ہندی میں اور فارسی میں مکروہ ہے فقط محمد عالم علی عفی عنہ۔ محمد عالم علی ۱۲۸۳ محمد مرادآبادی شاگرد مولانا محمد اسحٰق صاحب دہلوی رحمہ اللہ۔

ملفوظ

جمعہ کا ثواب کس مسجد میں زیادہ ہوگا

﴿۱﴾ جس مسجد میں لوگ جمعہ پڑھنے لگیں۔ اس میں مسجد جامع کا ثواب ہوگا۔ البتہ مسجد قدیم کا اور کثرت جماعت کا ثواب اسی جگہ ہوگا جہاں ہمیشہ سے جمعہ ہوتا ہے اور نمازی بکثرت ہوتے ہیں (۶۰) اور بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ ہے جبکہ دوسری جگہ متبع سنت امام موجود ہے (۶۱) پانچسو کا ثواب نفس مسجد

= ماأحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول اللهﷺ فى علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً. (ردالمحتارعلى الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب: البدعة خمسة اقسام، ج: ۲، ص: ۲۹۹، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(٦٠): عن أبى بن كعب قال: صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً الصبح فقال: .... وان صلاة الرجل مع الرجل ازكى من صلاته وحده، وصلاته مع الرجلين ازكى من صلاته مع الرجل، وما كثر فهو احب الى الله عزوجل. وفى بذل تحت هٰذا الحديث: (فهو أحب الى الله عزوجل) وتذكيره باعتبار لفظ ما، قال القارى: وكل مسجد كثر فيه المصلون فذلك أفضل. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب فى فضل صلاة الجماعة، ج: ۳، ص: ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، رقم: ۵۵۲، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(٦١): فى مراقى الفلاح: (وكره امامة العبد)...(والمبتدع) بارتكابه ما أحدث=

جامع کا ہے(٦٢) اوروجوہ سے اورزیادہ ہوجاتا ہے۔

=على خلاف الحق المتلقى عن رسول اللّٰهﷺ: ”من علم أو عمل أو مال بنوع شبهة، أو استحسان“ وروى محمد عن أبى حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ وأبى يوسف أن الصلاة خلف أهل الأهواء لاتجوز والصحيح أنها تصح مع الكراهة خلف من لاتكفره بدعته، لقولهﷺ: ”صلوا خلف كل بر وفاجر وصلوا على كل بر وفاجر وجاهدوا مع كل بر وفاجر“. رواه الدارقطنى كما فى البرهان. (مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى، كتاب الصلاة فصل فى بيان الأحق بالامامة، ص: ٣٠٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(٦٢):عن انس بن مالک قال قال رسول اللّٰهﷺ صلاة الرجل فى بيته بصلاة وصلاته فى مسجد القبائل بخمس وعشرين صلاة وصلاته فى المسجد الذى يجمع فيه بخمس مائة صلاة وصلاته فى المسجد الأقصى بخمسين الف صلاة وصلاته فى مسجدى بخمسين الف صلاة وصلاة فى المسجد الحرام بمائة الف صلاة. وفى مصباح الزجاجة تحت هذا الحديث: قال البوصيرى: هذا اسناد ضعيف. أبو الخطاب الدمشقى: لايعرف حاله. ورزيق ابو عبداللّٰه الألهانى: فيه مقال......وأورده ابن الجوزى فى العلل المتناهية بسند ابن ماجه وضعفه برزيق. (مصباح الزجاجة فى زوائد ابن ماجة ومعه كفاية الحاجة فى شرح سنن ابن ماجة، كتاب اقامة الصلاة، باب ماجاء فى الصلاة فى المسجد الجامع، ص: ٥٦٨، رقم: ١٤١٣، ط، بيت الافكار الدولية اردن)

باب جنازہ کی نماز بیان

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا

﴿سوال﴾ صلوٰۃ جنازہ مسجد میں بموجب احادیث صحیحہ چنانچہ ابوداؤد میں ہے۔

عن عائشة قالت واللّٰہ ما صلی رسول اللّٰہ ﷺ علی سھیل بن البیضاء الا فی المسجد انتھٰی ایضا قالت واللّٰہ لقد صلی رسول اللّٰہ ﷺ علی ابنی بیضاء فی المسجد سھیل واخیہ انتھٰی. درست ہے یا نہیں؟ درصورت عدم جواز دلیل صحیح کیا ہے اور یہ حدیث ابوداؤد **من صلی علی جنازۃ فی مسجد فلاشیء لہ.** صحیح ہے یا نہیں؟ کیونکہ صاحب سفرالسعادت فرماتے ہیں گاہ بیرون مسجد وگاہ اندرون مسجد وہردو جائز است وحدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہ پیغمبر ﷺ فرمود **من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیء لہ** غلط است وصواب آنست کہ خطیب بغدادی روایت کردہ وگفتہ کہ دراصل فلاشیء علیہ است بعض ائمہ حدیث میگویند این حدیث خود ضعیف است چہ از افراد صالح مولی التوامہ است ونماز برابرابوبکر وعمر درمسجد گذارند بحضرت مہاجرین وانصار وز کسے انکار واردنشدہ انتھٰی۔ اگر کوئی پڑھ لیوے تو ہوجاویگی یا قابل اعادہ ہوگی؟

﴿جواب﴾ نماز جنازہ کی مسجد میں ادا کرنے میں علماء کا اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک روانہیں (۱) اور حدیث ابوہریرۃ حسن ہے غلط اور ضعیف نہیں (۲) اور اس حدیث صحیحین سے اس کی تائید ہوتی

---

(۱):فی مجمع الانھر: وتکرہ فی مسجد جماعۃ ان کان المیت فیہ، أی فی المسجد خلافاً للشافعیؒ وان کان المیت خارجہ أی المسجد، وقام الامام خارج المسجد، ومعہ صف، والباقی فی المسجد. (مجمع الانھرفی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنائز، ج: ۱، ص: ۲۷۲، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت ل)

(۲):عن ابن أبی ذئب حدثنی صالح مولی التوأمۃ عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیء لہ. رواہ ابوداؤد=

ہے کہ آپ نے نجاشی پر مسجد سے باہر تشریف لا کر نماز پڑھی (۳) اور اگر کوئی شخص نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لیوے تو نماز ادا ہوگئی اعادہ ضروری نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=(۲ : ۹۸) وسكت عنه. ورواه ابن أبى شيبة فى مصنفه بلفظ: فلاصلاة له (زيلعى ۱ : ۳۵۱). وفى زاد المعاد (۱: ۱۴۴): وهذا الحديث حسن، فانه من رواية ابن أبى ذئب عنه، وسماعه منه قديم قبل اختلاطه. ولايكون اختلاطه موجبا لرد ما حدث به قبل الاختلاط. اهـ. (اعلاء السنن، ابواب الجنائز، باب كيفية صلاة الجنازة، ج: ۸، ص: ۲۷۶، ۲۷۷، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

فى العمدة القارى: أن أبا داؤد روى بهذا الحديث وسكت عنه، فهذا دليل رضاه، وأنه صحيح عنده. الثانى: أن يحيى بن معين الذى هو فيصل فى هذا الباب قال: صالح ثقة الا انه اختلط قبل موته، فمن سمع منه قبل ذلك فهو ثبت حجة، وممن سمع منه قبل الأختلاط: ابن أبى ذئب هو محمد بن عبدالرحمٰن بن المغيرة بن الحارث بن أبى ذئب. (عمدة القارى، كتاب الجنائز، باب الرجل ينعى الى أهل الميت بنفسه، ج: ۸، ص: ۲۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى التنبيه على مشكلات الهداية، باب الجنائز، فصل فى الصلاة على الميت، المجلد الاول، الجزء الثانى، ص: ۷۹۸، ط، مكتبة الرشد رياض)

(۳):عن أبى هريرةؓ ان رسول اللّٰهﷺ نعىٰ للناس النجاشى فى اليوم الذى مات فيه. فخرج بهم الى المصلى. وكبر أربع تكبيرات. وفى فتح الملهم: تحت هذا الحديث: وقد يحتج أبو حنيفة رحمه اللّٰه فى أن صلاة الجنازة لاتفعل فى المسجد بقوله "خرج الى المصلى". (موسوعة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم، كتاب الجنائز، باب فى التكبير على الجنازة، ج: ۶، ص: ۳۷۷، رقم: ۲۲۰۱، ط، دار السلام رياض)

بوجہ عذر نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا

﴿سوال﴾ صلوٰۃ جنازہ اگر بسبب عذر مطر وغیرہ مسجد میں پڑھ لی جائے تو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ عذر کے سبب کہ جگہ بسبب مطر کے نہ ہو اگر پڑھ لیوے تو مضائقہ نہیں (۴) ورنہ یہ بھی مسئلہ مختلفہ ہے اس کو کر کے محل طعن بننا لائق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز جنازہ کے نمازی مسجد میں ہوں اور جنازہ خارج مسجد

﴿سوال﴾ جنازہ خارج مسجد ہو اور اس کی نماز پڑھنے والے اکثر خارج مسجد ہوں اور بعض بباعث دھوپ یا بارش خاص مسجد ہوں تو بمذہب حنفیہ جائز ہے یا نہیں اور اگر اکثر خاص مسجد میں ہوں اور بعض خارج ہوں تو بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جنازہ بھی خاص مسجد میں ہو اور اس کے نمازی بھی بباعث دھوپ بارش خاص مسجد میں ہوں تو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نماز جنازہ کی مسجد میں پڑھنا ہر حال میں مکروہ لکھا ہے (۵)۔ فقط۔

---

(۴): فی الشامية: انما تكره فی المسجد بلاعذر، فان كان فلا. ومن الأعذار المطر كما فی الخانية. (رد المحتار علی الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب: مهم اذا قال: ان شتمت فی المسجد يتوقف علی كون الشاتم فيه، وفی ان قتله بالعكس، ج: ۳، ص: ۱۲۷، ط، دار السلام رياض)

وفی العمدة: قلت: نحن أيضاً: نقول صلاته فی المسجد كان للمطر أو للاعتكاف كما ذكرنا. (عمدة القاری، كتاب الجنائز، باب الرجل ينعی الی أهل الميت بنفسه، ج: ۸، ص: ۳۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۵): فی نهر الفائق: (ولافی مسجد) أی: مسجد جماعة لقوله عليه الصلاة والسلام: من صلی علی ميت فی مسجد جماعة فلا أجر له. رواه أبو داؤد واطلاقه يفيد=

قبرستان میں نماز جنازہ

﴿سوال﴾ قبرستان میں صلوٰۃ جنازہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قبور میں اگر نماز جنازہ کی پڑھ دیوے تو درست ہے مگر خارج از قبور ہونا بہتر ہے(٦)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=الكراهة سواء كان الامام والقوم فى المسجد أو كان الميت خارج المسجد والقوم فى المسجد أو كان الامام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقون فى المسجد أو الميت فى المسجد والامام خارج المسجد وهو المختار خلافاً لما رواه النسفى كذا فى الخلاصة. (النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل فى الصلاة على الميت، ج: ١، ص: ٣٩٥، ٣٩٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته، ج: ٢، ص: ٣٢٧، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(٦):فى البدائع: قال ابو حنيفة ولاينبغى ان يصلى على ميت بين القبور وكان على وابن عباس يكرهان ذلك وان صلوا أجزأهم لما روى انهم صلوا على عائشة وأم سلمة بين مقابر البقيع والامام أبوهريرة وفيهم ابن عمر رضى اللّٰه عنهم. (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، كتاب الجنائز، فصل فى سنة الدفن، ج: ١، ص: ٣٢٠، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته، ج: ٢، ص: ٣٤١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى حاشية الطحطاوى على المراقى الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته، ص: ٥٩٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

نماز جنازہ سنتوں سے پہلے پڑھے یا بعد

﴿سوال﴾ جنازہ کی نماز فرض نماز کے بعد سنتوں سے پہلے چاہئے یا بعد ادا کرنے سنتوں کے چاہیے؟

﴿جواب﴾ بعد ادائے سنت کے پڑھے(۷)۔فقط۔

نماز جنازہ جوتے کے ساتھ پڑھنا

﴿سوال﴾ صلوٰۃ جنازہ مع جوتہ پڑھنا درست ہے یانہیں بالخصوص زمین نجس پر؟

﴿جواب﴾ اگر جوتی پاک ہےتو نماز جنازہ درست ہے ورنہ درست نہیں(۸) ایسا ہی حال

---

(۷):فی الدر المختار: الفتوی علی تأخیر الجنازة عن السنة، وأقره المصنف كأنه الحاق لها بالصلاة.

وفی الشامية تحته: قوله: (عن السنة) أی سنة الجمعة كما صرح به هناک، وقال: فعلی هذا تؤخر عن السنة المغرب لأنها آكد اهـ. (رد المحتار علی الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب العيدين، ج: ۳، ص: ۴۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الصلاة، قبيل باب الأذان، ج: ۱، ص: ۴۴۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۸):فی غاية المقال: يجوز الصلاة فی النعلين اذا كانا طاهرين، ثبت ذلک من فعل رسول اللهﷺ والصحابة ومن تبعهم.

يشترط لصحة الصلاة طهارة النعل أيضا، كما يشترط طهارة باقی ثيابه. قال البرجندی فی شرح النقاية عند قول المصنف فی باب شروط الصلاة: هی طهر بدن المصلی من حدث وخبث، وثوبه ينبغی أن يعم الثوب بحيث يشمل القلنسوة والخف=

زمین کا ہے پس زمین ناپاک پر کھڑے ہوکر بھی درست نہ ہووے گی (۹)، اور زمین خشک ہوکر پاک ہوجاتی ہے(۱۰)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنازہ کی نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا

﴿سوال﴾ سورۃ فاتحہ صلوٰۃ جنازہ میں پڑھے یا نہیں اور اگر تکبیرین آخرین میں بھی بجائے دعا پڑھ لے تو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے امام صاحب حدیث سے ممانعت قرأۃ قرآن کی نماز جنازہ میں ثابت کرتے ہیں اگر دعا کی طرح پڑھے درست ہے(۱۱) تو جب نہی اور جواز دونوں حدیث سے ثابت ہیں

=والنعل ونحوها. انتهٰى. (غاية المقال فيما يتعلق بالنعال، فصل فى الصلاة وما يتعلق بها وفيه مسائل، ص: ١٩، ٢٢، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(۹):فى الدرالمختار: وفى القنية: الطهارة من النجاسة فى ثوب وبدن ومكان، وستر العورة شرط فى حق الميت والامام جميعا. (درمختار مع الشامى، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، ج: ۳، ص: ١٠٣، ١٠۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۰):فى ملتقى الأبحر: والأرض بالجفاف وذهاب الأثر للصلاة.

وفى مجمع الأنهر تحته: (و) تطهر (الأرض) النجسة (بالجفاف وذهاب الأثر للصلاة)، وهو اللون والرائحة والطعم.... كما فى بحر الرواية فتجوز الصلاة عليها لقوله عليه الصلاة والسلام: "ذكوة الأرض يبسها" أى طهارتها جفافها اطلاقاً لأسم السبب على المسبب لأن الذكوة. (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، ج: ۱، ص: ٨٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/وكذا فى اللباب فى شرح الكتاب، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، ج: ۲، ص: ١٠٢، ١٠٣، ط، دارالسراج مدينة المنورة)

(۱۱):قال العلامة ابن بطال فى شرح البخارى: واختلف العلماء فى القراءة=

اور مسئلہ مختلفہ ہے تو ایسے فعل کو کرنا کیا ضروری ہے۔ایسے افعال کر کے لا مذہب مشہور ہونا ہوتا ہے اتقوا مواضع التہم (۱۲) خود حکم شارع علیہ السلام کا ہے مستحب مختلف کو ادا کر کے فساد برپا کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=بفاتحة الكتاب على الجنازة، فروى عن ابن مسعود وابن الزبير وابن عباس وعثمان بن حبيب وأبى امامة ابن سهل بن حنيف أنهم كانوا يقرؤن فاتحة الكتاب على ظاهر حديث ابن عباس، وهو قول مكحول والحسن والبصرى، وبه قال الشافعى وأحمد واسحاق...و ذكر أبو عبيد فى فضائل القرآن عن مكحول قال: أم القرآن قراء ة ومسألة ودعاء. وممن كان لايقرأ على الجنازة وينكر ذلك: عمر ابن الخطاب وعلى بن أبى طالب وابن عمر وابوهريرة، ومن التابعين: عطاء وطاوس وسعيد بن المسيب وابن سيرين وسعيد بن جبير والشعبى والحكم، وبه قال مالك والثورى وأبو حنيفة وأصحابه، قال مالك: الصلاة على الجنازة انما هو دعاء، وليس قراء ة فاتحة الكتاب معمولا بها ببلدنا. قال الطحاوى: يحتمل أن تكون من قرأ فاتحة الكتاب من الصحابة على وجه الدعاء لا على وجه التلاوة، وقالوا انها سنة، تحتمل أن الدعاء سنة، لما روى عن جماعة من الصحابة والتابعين أنهم أنكروا ذلك، ولما لم يقرء وا بعد التكبير الثانية دل أنه لايقرأ فيما قبلها، لأن كل تكبيرة قائمة مقام ركعة، ولما لم يشهد فى آخرها دل أنه لاقراء ة فيها. (شرح صحيح البخارى لابن بطال، كتاب الجنائز، باب قراء ة فاتحة الكتاب على الجنازة، ج: ۳، ص: ۳۱۶، ۳۱۷، ط، مكتبة الرشد الرياض)

(۱۲):فى احياء علوم الدين: فقال صلى الله عليه وسلم: اتقوا مواضع التهم.

وفى المغنى عن حمل الأسفار فى الأسفار تحت هذا الحديث: لم أجد له أصلاً.

(احياء علوم الدين ومعه المغنى عن حمل الأسفار فى الأسفار، كتاب شرح عجائب القلب، بيان تفصيل مداخل الشيطان الى القلب، ص: ۹۱۴، ط، دار ابن حزم بيروت) =

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا

﴿سوال﴾ سورہ فاتحہ صلوٰۃ جنازہ میں کہ حسب احادیث صحیحہ مسنون ہے چنانچہ:

عن طلحۃ بن عبداللّٰہ بن عوف رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال صلیت خلف ابن عباس

= وفی اتحاف السادۃ: (فقال ﷺ اتقوا مواضع التہم) قال العراقی لم أجد لہ أصلا لہ. قلت: أخرج الزبیر بن بکار فی الوفقیات عن عمر بن الخطاب قال من تعرض للتہمۃ فلایلومن من أساء بہ الظن وأخرج البیہقی فی الشعب عن سعید بن المسیب قال کتب لی بعض اخوانی من أصحاب رسول اللّٰہ ﷺ من عرض نفسہ للتہم فلایلومن الا نفسہ. (اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین، کتاب عجائب القلب، بیان تفصیل مداخل الشیطان الی القلب، ج: ۷، ص: ۲۸۳، ط، مؤسسۃ التاریخ العربی بیروت لبنان)

وفی کشف الخفاء: اتقوا مواضع التہم: ذکرہ فی الاحیاء، وقال العراقی فی تخریج أحادیثہ: لم أجد لہ أصلاً لکنہ بمعنی قول عمر من سلک مسالک الظن اتہم، ورواہ الخرائطی فی مکارم الأخلاق مرفوعاً بلفظ ''من أقام نفسہ مقام التہم فلایلومن من أساء الظن بہ''، وروی الخطیب فی المتفق والمفترق عن سعید بن المسیب قال: وضع عمربن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ ثمانی عشرۃ کلمۃ، کلہا حکم، وھی: ما عاقبت من عصی اللّٰہ فیک بمثل أن تطیع اللّٰہ فیہ، وضع أمر أخیک علی أحسنہ حتی یجیئک منہ مایغلبک، ولاتظنن بکلمۃ خرجت من مسلم شراً وأنت تجد لہا فی الخیر فی یدہ، وعلیک باخوان الصدق تعش فی أکنافہم فانہم زینۃ فی الرخاء عدۃ فی البلاء، وعلیک بالصدق وان قتلک، ولاتعرض لما لایعنی، ولاتسأل عما لم یکن فان فیما کان شغلاً عما لم یکن ولاتطلبن حاجتک الی من لایحب نجاحہا لک، ولاتہاون بالحلف الکاذب=

علی جنازة فقرأ فاتحة الکتاب فقال لتعلموا انها سنة وحق رواه البخاری والنسائی انتھٰی وعن ابی امامة رضی اللّٰہ عنه قال السنة فی الصلوٰة علی الجنازة ان یقرأ فی التکبیر الاولی بام القران مخافتة ثم یکبر ثلثا والتسلیم عند الاخرة رواه النسائی.

اور محققین علماء بھی اس کی سنیت وافضلیت کے قائل ہیں۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔

ومن السنة قراء ة فاتحة الکتاب لانها خیر الادعیة واجمعها علمها اللّٰہ تعالٰی عباده فی محکم کتابه.

اور ملا قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی استحباب کے قائل ہیں۔ بنابریں احتیاط مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے چنانچہ ردالمحتار میں ہے وقول ملا علی القاری ایضا یستحب قرأتها بنیة الدعاء خروجا من خلاف الشافعی.

اور قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی وصیت نامہ میں فرماتے ہیں وبعد تکبیر اولیٰ سورہ فاتحہ ہم خوانند انتہٰی۔ لہٰذا برعایت اولہ مذکورہ فاتحہ پڑھنا ہی اولیٰ ہے یا نہیں؟

=فیها فیهلکک اللّٰہ، ولاتصحب الفجار فتتعلم من فجورهم، واعتزل عدوک، واحذر صدیقک الا الأمین ولاأمین الا من خشی اللّٰہ تعالی، تخشع عند القبور، وذل عند الطاعة، واستعصم عند المعصیة، واستشر فی أمرک الذین یخشون اللّٰہ، فان اللّٰہ تعالی یقول: ﴿انما یخشی اللّٰہ من عباده العلمٰؤا﴾ [فاطر: ۲۸]. (کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتهر من الأحادیث علی ألسنة الناس، ج: ۱، ص: ۵۸، ۵۹، رقم: ۸۸، ط، مکتبة العلم الحدیث)

وفی الفوائد المجموعة: حدیث: اتقوا مواضع التهم.

وقال العلامة الشوکانی رحمه اللّٰہ تعالی: قال فی المختصر: لم یوجد. (الفوائد المجموعة فی الأحادیث الموضوعة، ص: ۲۵۱)

﴿جواب﴾ حضرت فخر عالم ﷺ نے فاتحہ نماز جنازہ میں احیاناً بجواز پڑھی ہے ورنہ معمول ضروری نہ تھا۔ کیونکہ امام صاحب قرآن کی ممانعت حدیث سے ثابت فرماتے ہیں۔ البتہ بطور دعاء پڑھنا مضائقہ نہیں ہے (۱۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کئی جنازوں کی نماز ایک ساتھ اور مجنون کی نماز جنازہ

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مجنون شخص کی نماز جنازہ کس طرح پڑھی

---

(۱۳):فی كشف المغطى: وفى البدائع: لنا ما روى عن ابن مسعود: أنه سئل عن صلاة الجنازة هل يقرأ فيها؟ فقال: لم يوقت لنا رسول الله ﷺ قولاً ولاقراء ة، وفى رواية: دعاء ولاقراءة، كبر ماكبر الامام، واختر من أطيب الكلام ما شئت، وفى رواية: واختر من الدعاء أطيبه، وروى عن عبدالرحمن بن عوف وابن عمر: أنهما قالا: ليس فيها قراء ة شيء من القرآن، ولأنها شرعت للدعاء مقدمة الدعاء الحمد، والثناء والصلاة على النبى ﷺ لا القراء ة، وقوله ﷺ: لاصلاة الا بفاتحة الكتاب لايتناول صلاه الجنازة، لأنها ليست بصلاة حقيقة، وانما هى دعاء واستغفار للميت، ألا ترى أنه ليس فيها الأركان التى تتركب منها الصلاة من الركوع والسجود، الا أنها تسمى صلاة، لما فيها من الدعاء، وحديث ابن عباس معارض بحديث ابن عمر وابن عوف، وتأويل ما روى جابر من القراء ة أنه كان قرأ على سبيل الثناء، لا على سبيل القراء ة، وذلک ليس بمكروه عندنا. (كشف المغطى عن وجه الموطا، كتاب الجنائز، ما يقول المصلى على الجنازة، ج: ١، ص: ٥٦٧، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

فى البحر: وفى المحيط والتجنيس: ولو قرأ الفاتحة فيها بنية الدعاء فلابأس به وان قرأها بنية القراء ة لايجوز لأنها محل الدعاء دون القراء ة اهـ. (البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته، ج: ٢، ص: ٣٢١، ط، دار الكتب العلمية بيروت)

جاوے آیا انہیں دعاؤں مخصوصہ سے اس کی نماز پڑھائی جاوے یا کوئی اور دعا بھی اور اگر یہ نہیں تو کونسی دعا ہے اور اگر چند جنازہ مجتمع ہوں تو علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا عمدہ ہے یا ایک جا اور پھر ترتیب کس طرح سے ہے اور اگر ایک مردہ بالغ ہو اور دوسرا نابالغ تو پھر کیا کرے اگر کسی شخص نے مجنون کے جنازہ پر بھی **اللّٰھم اغفر لحینا الخ** پڑھی تو درست ہے یا نہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾ دعائیں نماز جنازہ مجنون کی بلا تفاوت تندرست مردوں جیسی ہوتی ہیں کچھ ذرہ بھر فرق نہیں وہی معمولی دعوات ہیں اور یکساں حکم نماز کا ہے (۱۴) کذا فی عامۃ عموم الکتب واللہ تعالیٰ اعلم جملہ اموات کو جمع کر کے اس طرح کہ ایک مردہ امام کے پاس دوسرا قبلہ کی طرف تیسرا اس کے قبلہ کی طرف صف باندھ کر نماز پڑھے ضمائر کو جمع کی بنادے اور نہ بنادے جب بھی کچھ حرج نہیں، درست ہے اگر ایک طفل ہو تو اس کو بعد جوان کے قبلہ کی جانب رکھے اور دعا مرویہ میں جمع کر لیوے (۱۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۴): یہاں مجنون سے مراد مجنون عارضی ہے یعنی بلوغ کے بعد طاری ہوا ہے تو اس کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے جیسے اوروں کے لئے کی جاتی ہے کیونکہ جنون سے پہلے وہ مکلّف تھا اور جنون سے پہلے کے بلوغ کے زمانے کے گناہ جنون سے ساقط نہیں ہوئے۔

فی الدرالمختار: ولایستغفر فیھا لصبی ومجنون ومعتوہ لعدم تکلیفھم.

وفی الشامیة تحته: قوله: (ومجنون ومعتوه) ھذا فی الأصلی، فان الجنون والعته الطارئین بعد البلوغ لایسقطان الذنوب السالفة کما فی شرح المنیة. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، ج: ۳، ص: ۱۱۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۵):ولو اجتمعت الجنائز یخیر الامام ان شاء صلی علی کل واحد علی حدة وان شاء صلی علی الکل دفعة بالنیة علی الجمیع کذا فی المعراج الدرایة. وھو فی کیفیة وضعھم بالخیار ان شاء وضعھم بالطول سطرا واحد او یقف عند أفضلھم وان شاء وضعھم واحد وراء ہ واحد الی جھة القبلة وترتیبھم بالنسبة الی الامام کترتیبھم فی=

باب سجدہ تلاوت کا بیان

سجدہ تلاوت کے لیے تکبیر کا مسئلہ

﴿سوال﴾ تلاوت کلام مجید کے سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اللہ اکبر کہہ کر جانا چاہئے اور اللہ اکبر کہہ کر اٹھنا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=صلاتهم حالة الحياة فيقرب منه الافضل فالافضل...الخ. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الجنائز، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت، ج: ١، ص: ١٦٥)

(۱):فى الهداية: ومن أراد السجود كبر ولم يرفع يديه، وسجد ثم كبر ورفع رأسه، اعتباراً بسجدة الصلاة، وهو المروى عن ابن مسعودؓ. (الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الصلاة، باب فى سجده التلاوة، المجلد الاول، جزء ثانى، ص: ٧٩، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

وفى البحر: قوله(وكيفيته أن يسجد بشرائط الصلاة بين تكبيرتين بلارفع يد وتشهد وتسليم) أى وكيفية السجود وقدمنا أنه يستثنى من شرائط الصلاة التحريمة. والمراد بالتكبيرتين تكبيرة الوضع وتكبيرة الرفع وكل منهما سنة كما صححه فى البدائع لحديث أبى داؤد فى السنن من فعله عليه الصلاة والسلام كذلک. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، ج: ٢، ص: ٢٢٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

باب بیمار کی نماز کا مسئلہ

بیٹھ کر نماز پڑھنا

﴿سوال﴾ ایک شخص بیمار گھر سے خود چل کر مسجد آجاتا ہے اور بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے زید اس کو منع کرتا ہے کہ باوجود قدرت قیام کے بیٹھ کر نماز درست نہ ہوگی۔ ہاں نماز کھڑے ہوکر شروع کیا کر۔ اور بعد عاجزی کے بیٹھ جایا کر۔ خواہ تو بعض نماز کو کھڑے ہوکر پڑھا کرے۔ اور بعض کو بیٹھ کر پس قول زید کا صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زید سچ کہتا ہے(۱)۔ فقط۔

---

(۱):فی البحر: قال الھندوانی: اذا قدر علی بعض القیام یقوم ذلک ولو قدر آیة أو تکبیرة ثم یقعد وان لم یفعل ذلک خفت أن تفسد صلاته. ھذا ھو المذھب ولایروی عن أصحابنا خلافه. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صلاة المریض، ج: ۲، ص: ۱۹۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الھندیة: ولو کان قادرا علی بعض القیام دون تمامه یؤمر بان یقوم قدر ما یقدر حتی اذا کان قادرا علی أن یکبر قائما ولایقدر علی القیام للقراء ة أو کان قادرا علی القیام لبعض القراء ة دون تمامھا یؤمر بان یکبر قائما ویقرأ قدر ما یقدر علیه قائما ثم یقعد اذا عجز قال شمس الائمة الحلوانی رحمه اللّٰه ھو المذھب الصحیح ولو ترک ھذا خفت ان لاتجوز صلاته کذا فی الخلاصة. (الفتاوی العالمکیریة، الباب الرابع عشر فی صلاة المریض، ج: ۱، ص: ۱۳۶)

مسافر کے احکام کا بیان

مسافرامام مقتدی مقیم کی نیتوں کا مسئلہ

﴿سوال﴾ امام مسافر ہے اور دو رکعت کی نیت کرتا ہے مقتدی مقیم ہیں امام کی متابعت کی وجہ سے دو رکعت کی نیت کرے یا چار کی نیت کرے؟ اس مسئلہ کو مشروح و مفصل زیب قلم فرمائیے۔

﴿جواب﴾ امام دو رکعت پڑھتا ہے اس لئے وہ دو رکعت کی نیت کرے گا۔ اور مقتدی چار رکعت کی نیت کرے۔ اس لئے کہ اس کے ذمہ چار واجب ہیں (۱)۔ فقط۔

سفر میں سنت ونفل پڑھنا

﴿سوال﴾ سفر میں اگرچہ ریل کا ہو فرض کے علاوہ سنت نفل بھی پڑھے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر جلدی اور تقاضا نہ ہو اور اطمینان ہو تو سنت ضرور پڑھنی چاہئیں (۲) اور نفل کا

---

(۱): فی الهندية: وان صلی المسافر بالمقيمين ركعتين سلم وأتم المقيمون صلاتهم كذا في الهداية. (الفتاوی العالمكيرية، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، ج: ۱، ص: ۱۴۲)

وفی الدر المختار: وصح اقتداء المقيم بالمسافر فی الوقت وبعده فاذا قام المقيم الی الاتمام لايقرأ ولايسجد للسهو فی الأصح لأنه كاللاحق. (الدرالمختار مع الشامی، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ج: ۲، ص: ۶۱۰، ۶۱۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲): فی التاتارخانية: وتكلموا فی الأفضل فی السنن، فقيل: هو الترك ترخصا، وقيل: هو الفعل تقربا، وكان الشيخ أبو جعفر يقول بالفعل فی حالة النزول والترك فی حالة السير. (الفتاوی التاتارخانية، الفصل الثانی والعشرون فی صلاة=

اختیار ہے سفر میں بھی، حضر میں بھی۔ فقط۔

فرسخ اور میل صحیح حد

﴿سوال﴾ فرسخ اور میل کی تحدید معتبر کیا ہے؟ از عزیز الدین صاحب مرادآبادی۔

﴿جواب﴾ فرسخ تین میل کا اور میل چار ہزار قدم کا لکھتے ہیں مگر یہ سب تقریبی امور ہیں۔ اصل میل اس مسافت کا نام ہے کہ نظر میل کرے اور یہ بھی مختلف ہے وقت اور محل اور رائی کے اعتبار سے (۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صحیح مسافت سفر

﴿سوال﴾ کتنی مسافت سفر میں نماز قصر کرنی چاہئے۔ حسب احادیث صحیحہ؟

﴿جواب﴾ چار برید جس کی سولہ سولہ میل کی تین منزلیں ہوتیں ہیں۔ حدیث مؤطا مالک سے

=السفر، ج: ۲، ص: ۴۸۷، ط مکتبہ زکریا دیوبند)

وفی الهدية العلائية: ويأتی المسافر بالسنن الرواتب حال النزول ويتركها حال السير. (الهديه العلائية لتلاميذ المكاتب الابتدائية، كتاب الصلاة، صلاة المسافر، ص: ۱۰۳، ط، دار ابن حزم بيروت لبنان)

(وكذا فی ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ج: ۲، ص: ۶۱۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳):فی الشامية: الفرسخ: ثلاثة أميال: أربعة آلاف ذراع ....وجه الصحيح أن الفراسخ تختلف باختلاف الطريق فی السهل والجبل والبر والبحر. (رد المحتار علی الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ج: ۲، ص: ۶۰۲، ط، دار عالم الكتب رياض)

ثابت ہوتی ہے۔مگر مقدار میل کی مختلف ہے۔لہٰذا تین منزل جامع سب اقوال کو ہو جاتی ہے(۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملفوظ

اگر اسٹیشن شہر میں داخل نہیں ہے تو قصر کرے

اگر اسٹیشن اس میں داخل ہے تو داخل ہے اور اگر اس کے اندر داخل نہیں تو قصر کرے گا۔ جو نمازیں پہلے پڑھی گئیں ان کے اعادہ کی حاجت نہیں اور اسٹیشن شہر میں داخل ہونے کے یہ معنی کہ ریل شہر میں ہو کر جاتی ہو جیسے دہلی میں پس وہاں اسٹیشن پر قصر نہ ہوگا اور مدار نظر آنے پر نہیں ہے بلکہ دخول پر ہے(۵)۔فقط والسلام۔

---

(۴): فی المبسوط: قال رضی اللّٰہ تعالی عنه (وأقل ما يقصر فيه الصلاة فی السفر اذا قصد مسيرة ثلاثة أيام) وفسره فی الجامع الصغير بمشی الاقدام وسير الابل فهو الوسط لأن أعجل السير سير البريد وأبطأ السير سير العجلة وخير الأمور أوسطها وهذا مذهب ابن عباس رضی اللّٰہ تعالی عنهما واحدی الروايتين عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما وعنه فی رواية أخری التقدير بيوم وليلة وهو قول الزهری والاوزاعی رحمهما اللّٰہ تعالی وقال مالک رحمه اللّٰہ أربعة برد كل بريد اثنا عشر ميلا واستدل بحديث مجاهد وعطاء أن النبی ﷺ قال يا أهل مكة لاتقصروا الصلاة فيما دون مكة الی عسفان وذلک أربعة برد. (المبسوط السرخسی، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ج: ۱، ص: ۲۳۵، ط، دار المعرفة بيروت لبنان)

(۵): عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما: أنه كان يقصر الصلاة حين يخرج من شعب المدينة، ويقصر اذا رجع حتی يدخلها. رواه عبد الرزاق، واسناده لا بأس به "آثار السنن"[۲ : ۶۴]. (اعلاء السنن، ابواب صلاة المسافر، باب القصر الی أن يدخل موضع الاقامة، ج: ۷، ص: ۳۱۱، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی) =

شہید کا بیان

چوراور ظالم کے ہاتھ سے مارے جانے والے کی شہادت

﴿سوال﴾ چور ودیگر ظالم وغیرہ اگر کسی کو مار ڈالیں تو مظلوم شہید ہوگا یا نہیں اور اگر مظلوم کے ہاتھ سے چور غیرہ مارے گئے تو یہ گنہگار تو نہ ہوگا؟

﴿جواب﴾ چوراور ظالم اگر مظلوم کے ہاتھ سے مر گئے تو شہید نہیں ہوتے بلکہ فاسق مرتے ہیں اور مظلوم مارا گیا تو شہید ہو(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= فی الدر المختار: صلی الفرض الرباعی رکعتین....حتی یدخل موضع مقامه.

وفی الشامية: قوله: (حتی يدخل موضع مقامه) أی الذی فارق بيوته سواء دخله بنية الاجتياز أو دخله لقضاء حاجة، لأن مصره متعين للاقامة فلايحتاج الی نية. جوهرة. ودخل فی موضع المقام ما ألحق به كالربض كما أفاده القهستانی. (رد المحتار علی الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ج: ۲، ص: ۶۰۳، ۶۰۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱):فی غنية المستملی: واما الشهيد الحقيقی الذی وعده اللّٰه الثواب المخصوص فليس ممن يتعلق به الاحكام الجارية علی المكلفين غير الاعتقاد بانه الذی قتل فی سبيل اللّٰه ومن الحق به واللّٰه اعلم بمن قتل فی سبيله ثم الاحسن فی تعريف الشيهد الحكمی علی قول ابی حنيفة انه مسلم مكلف طاهر علم انه قتل ظلما قتلا لم يجب به مال ولم يرتث وعلی قولهما يترک قيد التكليف والطهارة فهذا شامل لقتيل اهل الحرب واهل البغی بای شیء كان وبای سبب كان ولقتيل غير اذا لم يجب بنفس القتل مال سواء لم يجب اصلا كقتل الاسير مثله فی دار الحرب عند ابی حنيفة وقتل السيد عبده عند الكل او وجب لعارض كقتل الاب ابنه والصلح عن العمد وشبه ذلک و=

حضرت حسینؓ کی شہادت

﴿سوال﴾ زید حضرت عمر رضی اللہ عنہ وحضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت امام حسین وحضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو شہید فی سبیل اللہ نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ شہید ہونے کے شرائط ان کے قتل میں نہیں پائی جاتیں اور نہ کسی کافر کے ہاتھ سے جہاد شرعی میں مارے گئے بلکہ جانگی لڑائیوں میں قتل ہوئے۔ البتہ مقتول مظلوم ہوئے اور نہ صریح حدیثوں میں ان کی شہادت پائی جاتی ہے۔ پس آپ کی تحقیق کیونکر ہے اور زید مذکور کا عقیدہ خلاف سلف ہے یا موافق قانون شریعت؟ فقط۔

﴿جواب﴾ شہید اصطلاح شرح میں اس کو کہتے ہیں کہ جو مظلوم مارا جائے خواہ کسی طرح سے مارا جائے (۲) پس بایں معنی یہ سب آئمہ مذکورین شہید ہیں اور اجر شہادت کا ان کو ملے گا البتہ احکام شہدا کے جو

=خرج من الحد من قتل من البغاة وقطاع الطريق واهل المعصية والمقتول بحد او قصاص لانهم لم يقتلوا ظلما وهذا بالاجماع. (غنية المستملى فى شرح منية المصلى، فصل فى الجنائز، ص: ۵۹۹)

قال يعقوب باشا: وأما قتل أهل البغى بعضهم بعضاً وكذا قطاع الطريق فلايبعد أن يعد المقتول شهيداً انتهٰى. (النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الشهيد، ج: ۱، ص: ۴۰۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲):فى القدورى: الشهيد من قتل المشركون، أو وجد فى المعركة وبه أثر الجراحة أو قتله المسلمون ظلماً، ولم تجب بقتله دية.

وفى اللباب تحته: (أو وجد فى المعركة) سواء كانت معركة أهل الحرب، أو البغى، أو قطاع الطريق. (اللباب فى شرح الكتاب، ج: ۲ ،ص: ۳۰۷، ۳۰۸، ط، دار السراج المدينة المنورة/وفى الفتاوى العالمكيرية، الباب الحادى والعشرون، فى الجنائز، الفصل السابع فى الشهيد، ج: ۱، ص: ۱۶۷)

غسل کا نہ دینا خون آلودہ ان کے لباس میں دفن کرنا ایسے شہداء کے واسطے نہیں ہوتے ان احکام شہداء میں حضرت عمر رضی اللہ اور علی رضی اللہ عنہ شریک نہیں۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ شریک ہیں پس اگر وہ شخص انکار سب شہادت کا کرتا ہے تو غلط ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید فرمایا ہے(۳)۔ اور اگر احکام مذکورہ شہداء کے جاری ہونے کا انکار ہے تو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۳):عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنه قال: صعد النبیﷺ الی احداً ومعه أبو بکر وعمر وعثمان فرجف بهم فضربه برجله وقال: اثبت اُحد فما علیک الا نبی أو صدیق أو شهید. (صحیح البخاری، کتاب فضائل أصحاب النبیﷺ، باب مناقب عمر بن الخطاب أبی حفص القرشی العدوی رضی اللّٰہ عنه، ص: ۷۵۵، رقم: ۳۶۸۶، ط، دار السلام ریاض)

کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ کے مسائل کا بیان

نوٹ پر زکوٰۃ کا حکم

﴿سوال﴾ نوٹ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں اور اگر ہے تو فلوس میں زکوٰۃ کیوں نہیں ہے یعنی اگر فلوس میں غیر نقدین ہونے کی زکوٰۃ نہیں ہے تو نوٹ بھی ایسے ہی ہے اس میں زکوٰۃ کیوں دینا ہوگا؟

﴿جواب﴾ نوٹ وثیقہ اس روپے کا ہے جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے۔ مثل تمسک کے اس واسطے کہ اگر نوٹ میں نقصان آجاوے تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں اور اگر گم ہو جاوے تو بشرط ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں اگر نوٹ مبیع ہوتا تو ہرگز مبادلہ نہیں ہوسکتا تھا۔ دنیا میں کوئی بیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبض مشتری کے اگر نقصان یا فنا ہو جاوے تو بائع سے بدل لے سکیں پس اسی تقریر سے آپ کو واضح ہو جائے گا کہ نوٹ مثل فلوس کے نہیں ہے۔ فلوس مبیع ہے اور نوٹ نقدین ان میں زکوٰۃ نہیں اگر بہ نیت تجارت نہ ہو اور نوٹ تمسک ہے اس پر زکوٰۃ ہوگی فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ اکثر لوگوں کو مثل آپ کے شبہ ہو رہا ہے کہ نوٹ کو مبیع سمجھ کر زکوٰۃ نہیں دیتے اور کاغذ کو بیع سمجھ رہے ہیں سخت غلطی ہے (۱)۔ فقط والسلام۔

---

(۱): دور حاضر کے اکثر علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہوگیا ہے کہ اب یہ نوٹ قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ اس پر مروجہ سکوں کے احکام جاری ہونگے، چنانچہ شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی صاحب مد ظلہم العالی ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''جب کرنسی نوٹ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر پہنچ جائیں تو ان پر بالاتفاق زکوۃ واجب ہو جائے گی اور چونکہ اب یہ قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے، اس لئے ان نوٹوں پر قرض کی زکوۃ کے احکام بھی جاری نہیں ہونگے بلکہ اس پر مروجہ سکوں کے احکام جاری ہونگے، وجوب زکوۃ کے مسئلے میں مروجہ سکوں کا حکم سامانِ تجارت کی طرح ہے یعنی جس طرح سامانِ تجارت کی مالیت اگر ساڑھے باون تولہ چاندی =

مال نصاب سے کوئی چیز خرید لینا

﴿سوال﴾ جس شخص کے پاس مال نصاب ہو اور وہ اس مال کی کوئی شئ مثل مکان وغیرہ خریدے تو اس مال پر زکوۃ ہوگی یا نہیں یا اس کی آمدنی پر؟

=تک پہنچ جائے تو ان پر زکوۃ واجب ہوتی ہے بعینہ یہی حکم مروجہ سکوں اور موجودہ کرنسی نوٹوں کا ہے۔

اور جس طرح مروجہ سکے کسی غریب کو بطور زکوۃ کے دیئے جائیں تو جس وقت وہ فقیر ان سکوں کو اپنے قبضے میں لے گا اسی وقت اس کی زکوۃ ادا ہوجائے گی، بعینہ یہی حکم کرنسی نوٹوں کا ہے کہ فقیر کے ان پر قبضہ کرنے سے زکوۃ فی الفور ادا ہوجائے گی، ان نوٹوں کو استعمال میں لانے پر زکوۃ کی ادائیگی موقوف نہیں رہے گی"۔ (فقہی مقالات، کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم، کرنسی نوٹ اور زکوۃ، ج:۱، ص:۳۱، ط، میمن اسلامک پبلشرز کراچی)

فی تکملة فتح الملهم: وبالجملة، فهذا يدل على أن أوراق العملة هذه قد فاقت على العلمة المسكوكة بكثير، في شيوع التعامل بها، وفي اعتماد الناس عليها، وثقتهم بها، حتى أخذت مكان العملة المسكوكة في سائر بلاد العالم، ولايخطر ببال أحد عند التعامل بها، أنه يتعامل بدين، وانما يعتبرها الناس ثمناً فوق ما يعتبرون العملة المسكوكة. ومن هذه الجهة جعلها الشيخ فتح محمد اللكنوى في حكم الثمن العرفي المبتذل، وأفتى بأداء الزكاة بها، وبجواز اشتراء الذهب أو الفضة بها، وبقوله أفتى ابنه الفاضل المفتى سعيد أحمد اللكنوى أيضاً، كما هو مبسوط في آخر عطر الهداية. (تكملة فتح الملهم، كتاب المساقاة، باب تحريم مطل الغنى. وصحة الحوالة، واستحباب قبولها اذا أحيل على ملى، ج: ١، ص: ٤٨٧، ط، دار أحياء التراث العربي بيروت لبنان/ وكذا في الفقه الاسلامي وادلته، زكاة الاوراق النقدية، ج: ٢، ص: ٧٧٢، ط، دار الفكر/ و آپ کے مسائل اور ان کا حل، اضافه وتخريج شده ايڈيشن، ج: ٥، ص: ٨٨، ط، مكتبه=

﴿جواب﴾ جب تک اس مال سے کوئی شے نہ خریدی تھی اس پر زکوۃ تھی اور بعد خریدنے کے اس پر زکوۃ نہیں آتی (۲)۔فقط۔

زکوۃ اپنے مخصوصین کو دینا

﴿سوال﴾ اگر کوئی عورت اپنے ایسے عزیز کو زکوۃ دے کہ وہ مال اس عورت اور شوہر اس کے صرف میں آوے اور عورت یہ بھی جانتی ہے کہ اگر عزیز کو زکوۃ نہ دوں گی تو بھی یہ مال ان سب لوگوں کے صرف میں آوے گا اور میرے بھی اور میرے شوہر کے اور زکوۃ دونگی تو بھی ان کے ہی صرف میں آوے گا تو زکوۃ اس

=لدھیانوی/ وخیر الفتاوی، ج: ۳، ص: ۴۸۰، ط، مکتبہ امدادیہ ملتان/ وفتاوی حقانیة، ج: ۳، ص: ۴۹۷، ط، مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک/ وفتاوی فریدیہ، ج: ۳، ص: ۳۸۷/ وفتاوی مفتی محمودؒ، ج: ۳، ص: ۲۲۶، ط، اشتیاق اے مشتاق پریس لاھور/ وفتاوی بینات، ج: ۲، ص: ۲۶۹، ط، مکتبہ بینات کراچی/ فقہ حنفی قرآن وسنت کی روشنی میں، ج: ۱، ص: ۳۴۸، ۳۴۹، ط، ادارۃ اسلامیات کراچی/ وقاموس الفقه، ج: ۳، ص: ۶۵، ط، زمزم پبلشرز)

(۲): ولاتجب الا على الحر المسلم العاقل البالغ اذا ملك نصابا خاليا عن الدين فاضلا عن حوائجه الأصلية ملكا تاما فى طرفى الحول. (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الزكاة، ج: ۱، ص: ۹۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فى التاتارخانية: ليس فيما يشترى للتجمل والزينة من خادم ومتاع ولؤلؤ وجوهر وفلوس للنفقة شيء....وليس فى دُور السكنى وثياب البدن وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة، وعلى هذا كتب العلم لأهلها. (الفتاوى التاتارخانية، الفصل الثالث فى بيان زكاة عروض التجارة والمسائل المتعلقة بها، ج: ۳، ص: ۱۷۳، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

صورت میں ادا ہوگی یا نہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾ زکوٰۃ ایسے شخص کو دینا درست ہے محل زکوٰۃ میں جب دے کر قبض کرادیا پھر اس شخص کو اختیار ہے چاہے اس کو ہی واپس دے دیوے یا جو چاہے کرے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسرے شہر میں زکوٰۃ ادا کرانا

﴿سوال﴾ زید کا روپیہ کسی شہر دیگر میں ایک شخص کے پاس امانت ہے زید نے اس امین کو تحریر کردیا کہ اس قدر روپیہ فلاں شخص کو تو میری طرف سے دیدے اور دل میں زید نے نیت ادائے زکوٰۃ یا نیت تصدق قیمت چرم قربانی یا نیت ادائے صدقہ فطر کرلی۔ اندریں صورت زکوٰۃ وغیرہ ادا ہوئی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ان سب صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہوگئی (۴)۔ فقط۔

---

(۳):فی الهندية: والافضل فی الزكاة والفطر والنذر والصرف أولا الی الاخوة والاخوات ثم الی أولادهم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی أولادهم ثم الی الاخوال والخالات ثم الی أولادهم ثم الی ذوی الارحام...الخ. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب السابع فی المصارف، قبيل فصل مايوضع فی بيت المال أربعة أنواع، ج: ۱، ص: ۱۹۰)

فی ملتقی الأبحر: هی تمليک جزء من المال معين شرع من فقير مسلم غير هاشمی ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملک من كل وجه لله تعالی.

وفی مجمع الانهر تحته: (من كل وجه) احترز به عن الدفع الی فروعه، وان سفلوا، والی أصوله، وان علو أو الی مكاتبه، ودفع أحد الزوجين الی الآخر. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر، كتاب الزكاة، ج: ۱، ص: ۲۸۴، ۲۸۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۴):فی ملتقی الأبحر: وشرط أدائها نية مقارنة للأداء. =

زکوٰۃ کی رقم سے کوئی چیز خرید کر دینا

﴿سوال﴾ خرید کر قرآن شریف زکوٰۃ میں دینا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زکوٰۃ کے روپیہ سے قرآن، کتاب، کپڑا وغیرہ جو کچھ خرید کرے دیدیا جاوے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے(۵)۔فقط۔

= وفی مجمع الانهر تحته: (مقارنة للأداء) المراد أن تكون مقارنة للأداء للفقير، أو الوكيل، ولو مقارنة حكمية كما اذا وقع بلانية، ثم حضرته النية، والمال قائم فى يد الفقير فانه يجزيه بخلاف ما اذا نوى بعد هلاكه، ولايشترط علم الفقير بأنها زكاة على الأصح لما فى البحر عن القنية، والمجتبى الأصح ان من أعطى مسكيناً دراهم، وسماها هبة أو فرضاً، ونوى الزكاة فانها تجزيه لأن العبرة لنية الدافع لا لعلم المدفوع اليه...الخ. (مجمع الانهر فى شرح ملتقى الابحر، كتاب الزكاة، ج: ۱، ص: ۲۹۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى النهر: (وكره نقلها) أى الزكاة (الى بلد غير بلد) المال لما روينا من حديث معاذ ولو نقلها صح لأن المصرف مطلق الفقراء بالنص. (النهر الفائق شرح كنز الدقائق، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج: ۱، ص: ۴۶۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۵):عن طاوس: قال بعث رسول اللهﷺ معاذاً الى اليمن، فأمره أن يأخذ الصدقة من الحنطة والشعير، فأخذ العروض الثياب من الحنطة والشعير. (المصنف لابن ابى شيبة، كتاب الزكاة، باب ماقالوا: فى أخذ العروض فى الصدقة، ج: ۴، ص: ۲۹۴، رقم: ۱۰۵۳۰، ط، مكتبة الرشد رياض)

و فى الشامية: وأجمعوا أنه لو أدى من خلاف جنسه اعتبرت القيمة. (الرد

مدیون کے قرضہ کوزکوٰۃ میں محسوب کرنا

﴿سوال﴾ جس شخص نے مدیون کوقرضہ کے چارروپیہ اپنی زکوٰۃ میں سمجھ کرمعاف کردئے توزکوٰۃ اداہوئی یانہیں؟

﴿جواب﴾ اگراس کوقرضہ معاف کردیاتوزکوٰۃ ادانہ ہوگی اگریہ چارروپیہ اس کوزکوٰۃ میں دیکر پھراس سے اپنے قرضہ میں واپس لے لےتودرست ہے(٦)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملفوظ

زکوٰۃ میں غلہ دینااوراسقاط حمل کابیان

﴿۱﴾ زکوٰۃ میں غلہ دینادرست ہے بہ نرخ بازار قیمت غلہ لگاکرروپیہ کاغلہ دے دیاجائے زکوٰۃ ادا

المحتار على الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، ج: ٣، ص: ٢٢٧، ط، دار= =عالم الكتب رياض)

وفى الهندية: المال الذى تجب فيه الزكاة أدى زكاته من خلاف جنسه أدى قدر قيمة الواجب اجماعاً. (الفتاوى الهندية، كتاب الزكاة، الباب الثالث فى زكاة الذهب والفضة والعروض، الفصل الثانى فى العروض، ج: ١ ،ص: ١٨٠)

(٦):فى الدرالمختار: وأعلم أن أداء الدين عن الدين والعين عن العين وعن الدين يجوز، وأداء الدين عن العين، وعن دين سيقبض لايجوز. وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقير زكاته ثم يأخذها عن دينه. (درمختار مع الشامى، كتاب الزكاة، ج: ٣، ص: ١٩٠، ١٩١، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى البحر: وحيلة الجواز أن يعطى المديون الفقير خمسة زكاة ثم يأخذه منه قضاء عن دينه. كذا فى المحيط. (البحر الرائق، كتاب الزكاة، ج: ٢، ص: ٣٧٠، ط،

ہوجائے گی(۷) اسقاط حمل قبل جان پڑنے سے جائز ہے مگر اچھا نہیں اور جان پڑ جانے کے بعد حرام ہے(۸)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۷):عن طاوس: قال بعث رسول اللہﷺ معاذاً الی الیمن، فأمره أن يأخذ الصدقة من الحنطة والشعير، فأخذ العروض الثياب من الحنطة والشعير. (المصنف لابن ابی شيبة،کتاب الزکاة، باب ماقالوا: فی أخذ العروض فی الصدقة، ج: ۴، ص: ۲۹۴، رقم: ۱۰۵۳۰، ط، مکتبة الرشد رياض)

وفی الهندية: المال الذی تجب فيه الزکاة أدی زکاته من خلاف جنسه أدی قدر قيمة الواجب اجماعاً. (الفتاوی الهندية، کتاب الزکاة، الباب الثالث فی زکاة الذهب والفضة والعروض، الفصل الثانی فی العروض، ج: ۱ ،ص: ۱۸۰)

(۸):فی الدر المختار: ويکره أن تسقی لاسقاط حملها وجاز لعذر حيث لايتصور.

وفی الشامية تحته: قوله: (وجاز لعذر) کالمرضعة اذا ظهر بها الحبل وانقطع فی استنزال الدم ما دام الحمل مضغة أو علقة ولم يخلق له عضو وقدروا تلک المدة بمائة وعشرين يوماً، وجاز لأنه ليس بآدمی وفيه صيانة الآدمی، خانية قوله: (حيث لايتصور) قيد بقوله: وجاز لعذر، والتصور کما فی القنية أن يظهر له شعر أو أصبع أو رجل أو نحو ذلک. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ۹، ص: ۶۵۱، ط، دار عالم الکتب رياض)

وفی الهندية: العلاج لاسقاط الولد اذا استبان خلقه کالشعر والظفر ونحوهما لايجوز، وان کان غير مستبين، الخلق يجوز. (الفتاوی العالمکيرية، کتاب الکراهية، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، ج: ۵، ص: ۳۵۶)

باب عشر وصدقہ وزکوٰۃ کن کن کو دیا جائے اس کا بیان

جوزمیندار صاحب نصاب نہ ہواور عشر دیتا ہواس کو عشر لینا جائز ہے یا نہیں

﴿سوال﴾ جو شخص صاحب نصاب نہ ہواور زمیندار بھی ہومگر کا شتکار ہواور بوجہ کاشتکاری عشر جب دیتا ہوتو اس کو عشر کا لینا بھی جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ وہ صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کو عشر لینا درست ہے(۹)۔

کیا میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں

﴿سوال﴾ غایت الاوطار میں لکھا ہے کہ زوجہ مال زکوٰۃ کا زوج کو دیدے کیونکہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ کو فرمایا تھا(۱۰)۔

---

(۹):فی الملتقی: هو الفقير، وهو ما له شيء دون نصاب.

وفی الدرالمنتقٰی: أی مصرف الزكاة والعشر، وما أخذه العاشر من تجار المسلمين قاله الشمنی وعمم القهستانی: كل صدقة واجبة.وأما خمس المعدن فمصرفه مصرف الغنيمة، (هو الفقير) اعلم أن الفقير شرط فی جميع الأصناف الا العامل كما سيجیء، (وهو من له) أدنی (شیء دون نصاب) أو قدر نصاب غير نام مستغرق فی الحاجة، ويجوز الدفع له. (الدرالمنتقٰی شرح الملتقی، كتاب الزكاة، باب فی بيان أحكام المصرف، ج: ۱، ص: ۳۲۴، ۳۲۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فی الدرالمختار مع الشامی، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج: ۳، ص: ۲۸۳، ۲۸۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۰):(غايت الاوطار، كتاب الزكوة، باب المصرف، ج: ۱، ص: ۵۲۸، ط، ايچ ايم سعيد كمپنی كراچی)

﴿جواب﴾ زوجہ کو زوج کی زکوٰۃ اور زوج کو زوجہ کی زکوٰۃ لینا درست نہیں اور روایت صدقہ نفل پر محمول ہے(۱۱)۔فقط۔

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ

﴿سوال﴾ خوشدامن زوجہ پسر کو اور زوجہ پسر خوشدامن کو مال زکوٰۃ وعشر کا لے دے سکتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ لے دے سکتی ہے(۱۲)۔فقط۔

---

(۱۱):فی البحر: لایجوز الدفع لزوجته ولا دفع المرأة لزوجها لما قدمناه من عدم قطع المنفعة عنه من کل وجه وفی دفعها له خلافهما لقوله علیه الصلاة والسلام "لک أجران أجر الصدقة وأجر الصلة" قاله لامرأة ابن مسعود وقد سألته عن التصدق علیه. قلنا: هو محمول علی النافلة. کذا فی الهدایة. (البحر الرائق، کتاب الزکاة، باب المصرف، ج: ۲، ص: ۴۲۵، ۴۲۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

فی ملتقی الأبحر: ولایدفع الی.....زوجته وکذا لاتدفع الی زوجهاخلافاً لهما.

وفی مجمع الانهر تحته: (خلافاً لهما) لقوله علیه الصلاة والسلام: لک أجران أجر الصدقة وأجر الصلة. قاله لامرأة ابن مسعود رضی اللّٰه تعالی عنه، وقد سألته عن التصدق، قلنا: هو محمول علی النافلة للاشتراک فی المنافع. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب الزکاة، باب فی بیان أحکام المصرف، ج: ۱، ص: ۳۳۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۲):فی البحر: وقید بأصله وفرعه لأن من سواهم من القرابة یجوز الدفع لهم وهو أولی ما فیه من الصلة مع الصدقة کالاخوة والأخوات والأعمام والعمات والأخوال والخالات الفقراء، ولهذا قال فی الفتاو ی الظهیریة: ویبدأ فی الصدقات بالأقارب ثم=

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا افضل ہے کہ غیر رشتہ داروں کو

﴿سوال﴾ غریب محتاج کو دینا افضل ہے یا اپنے رشتہ دار محتاج غریب کو؟

﴿جواب﴾ اپنے کو دینے میں بہ نسبت غیر کے زیادہ ثواب ہے(۱۳)۔فقط۔

زکوٰۃ کے روپیہ سے کتب خرید کر تقسیم کرنا

﴿سوال﴾ زکوٰۃ کے روپیہ سے دینیات کی کتابیں خرید کر عام لوگوں میں تقسیم کرنا درست ہے یا نہیں؟

=والموالی ثم الجیران. (البحرالرائق، کتاب الزکاة، باب المصرف، ج: ۲، ص: ۴۲۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی النهر: قید بالأصول لأن غیرهم من الأقارب یجوز الصرف الیه. (النهر الفائق، کتاب الزکاة، باب المصرف، ج: ۱، ص: ۴۶۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۳):عن سلمان بن عامر الضبی یرفعه قال: الصدقة علی المسکین صدقة، وهی علی ذی الرحم اثنتان: صدقة وصلة. (مسند الدارمی، کتاب الزکاة، ص: ۵۴۵، رقم، ۱۷۰۴)

فی الهندیة: والافضل فی الزکاة والفطر والنذر والصرف أولا الی الاخوة والاخوات ثم الی أولادهم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی أولادهم ثم الی الاخوال والخالات ثم الی أولادهم ثم الی ذوی الارحام...الخ. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف، قبیل فصل مایوضع فی بیت المال أربعة أنواع، ج: ۱، ص: ۱۹۰)

﴿جواب﴾ اگر رسائل دینیہ خرید کر کسی کی ملک کردے تو درست ہے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی (۱۴)۔

زکوٰۃ کی رقم تعمیر مسجد میں لگانے کے لیے حیلہ شرعی

﴿سوال﴾ زکوٰۃ مسجد کی تعمیر میں صرف ہوسکتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زکوٰۃ کا روپیہ بغیر حیلہ شرعی مسجد میں لگادیں گے تو مسجد میں کسی قسم کا نقصان نہیں آتا مگر زکوٰۃ ادا نہ ہوگی (۱۵) اور حیلہ شرعی سے لگادیں تو زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے اور حیلہ یہ کہ کسی محتاج فقیر کو وہ یعنی

---

(۱۴):عن عبدالرزاق عن هشيم بن بشير عن المجالد عن الشعبى أن شريحا ومسروقاً كانا لايجيزان الصدقة حتى تقبض. (المصنف لعبدالرزاق، كتاب الصدقة، باب لاتجوز الصدقة الا بالقبض، ج: ۹، ص: ۱۲۲، رقم: ۱۶۵۹۱، ط، المجلس العلمى)

فى الشامية: وأجمعوا أنه لو أدى من خلاف جنسه اعتبرت القيمة. (الرد المحتار على الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، ج: ۳، ص: ۲۲۷، ط، دار عالم الكتب رياض)

واعلم أن التمليك شرط. قال تعالى: ﴿وآتوا الزكاة﴾ والايتاء: الاعطاء، والاعطاء: التمليك، فلابد فيها من قبض الفقير أو نائبه....لأن التمليك لايتم بدون القبض. (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الزكاة، باب المصارف الزكاة، ج: ۱، ص: ۱۲۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۵):اخرج عبدالرزاق عن الثورى قال: الرجل لايعطى زكاة ماله من يحبس على النفقة من ذوى أرحامه، ولايعطيها فى كفن ميت، ولادين ميت، ولابناء مسجد، ولاشراء مصحف، ولايحج بها، ولاتعطيها مكاتبك، ولاتبتاع بها نسمة تحررها،=

زکوٰۃ دی جائے اوراس کو مالک بنادیا جائے اوروہ اپنی خوشی سے اوراپنی طرف سے مسجد میں لگادے تو یہ درست ہے(۱۶)۔فقط۔

رفاہی انجمن کا چندہ زکوٰۃ سے دینا

﴿سوال﴾ انجمن جماعت الاسلام لاہور کے کارکنان نے یہ قاعدہ کررکھا ہے کہ ہرفرقہ کا مسلمان کم سے کم چارآنہ ماہوارانجمن کوامداددینے سے انجمن کاممبرہوسکتا ہے پس اگرکوئی ممبر چندہ فیس ممبری کوزکوٰۃ کے روپیہ سے اداکرے تو یہ امرجائز ہے یانہیں اگرکوئی شخص علاوہ فیس ممبری کے زکوٰۃ کا روپیہ خاص یتیم خانہ انجمن مذکورکوبھیج دے تو مناسب ہے یانہیں اورفیس منی آرڈرزکوٰۃ کے روپیہ سے وضع کرکے بھیجنی چاہئے یا نہیں؟

=ولاتعطيها في اليهود ولا النصارى، ولاتستأجر عليها منها من يحملها، ليحملها من مكان الى مكان. (المصنف لعبدالرزاق، كتاب الزكاة، باب لمن الزكاة، ج: ۴، ص: ۱۱۳، ۱۱۴، رقم: ۷۱۷۰، ط، المجلس العلمي)

في الدر المختار: لايصرف الى بناء نحو مسجد.

وفي الشامية تحته: قوله: (نحو مسجد) كبناء القناطير والسقايات واصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل مالاتمليك فيه.زيلعي. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الزكاة،باب المصرف، ج:۳،ص: ۲۹۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۶):في التاتارخانية: والحيلة لمن أراد ذلك أن يتصدق ينوي الزكاة على فقير، ثم يأمره بعد ذلك بالصرف الى هذه الوجوه، فيكون لصاحب المال ثواب الصدقة ولذلك الفقير ثواب هذا الصرف. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل الثامن في المسائل المتعلقة بمن توضع فيه الزكاة، ج: ۳، ص: ۲۰۸، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(وكذا في رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج: ۳، ص: ۲۹۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾ اگر چندہ لینے والوں کو اس امر کی اطلاع کردی جاوے کہ یہ مال زکوٰۃ ہے اور وہ اپنی طرف سے اس کا اہتمام کرلیں کہ یہ روپیہ مصرف پر خرچ ہو تو مضائقہ نہیں ہے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی (۱۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی کے لیے کسی کو وکیل بنانا

﴿سوال﴾ اگر کسی کو زکوٰۃ و دیگر صدقہ واجبہ و نافلہ کا وکیل کر دیوے کہ اس کو اپنے انتظام سے صرف کر دینا پھر اگر وکیل خود بھی کہ وہ بھی اہل حاجت ہے اس میں سے سب یا بعض لیوے تو درست ہے یا خیانت میں داخل ہے؟

﴿جواب﴾ اگر زکوٰۃ دینے والے نے وکیل کو عموماً اجازت دی کہ جہاں چاہے محل پر صرف کردے تو بشرط مصرف ہونے کے وکیل خود بھی لے سکتا ہے اور جو مراد دینا غیروں کو ہے تو خود لینا درست نہیں (۱۸)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی کتب الفقہ۔

---

(۱۷):فی ملتقی الأبحر: فیصح توکیل الحر البالغ....بکل ما یعقده هو بنفسه.

وفی مجمع الانهر تحته: (یعقده هو) أی الموکل (بنفسه) أی مستبداً بنفسه أو بولایة نفسه عن الغیر کالبیع، والهبة والصدقة والودیعة وغیرها، لأن الانسان قد یعجز عن المباشرة بنفسه فیحتاج الی توکیل غیره فلابد من جوازه دفعاً لحاجته. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الوکالة، ج: ۳، ص: ۳۰۷، ۳۰۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الوکالة، ج: ۲، ص: ۱۵۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۸):فی البحر: وفی الظهیریة: رجل دفع زکاة ماله الی رجل وأمره بالأداء فأعطی الوکیل ولد نفسه الکبیر أو الصغیر أو امراته وهم محاویج جاز ولا یمسک=

صدقہ کے زیادہ مستحق ہم وطن ہیں کہ عرب

﴿سوال﴾ اہل عرب کا ہم پر کوئی حق ہے یا نہیں اور کچھ صدقہ کہ جو ہم کو میسر ہو اہل عرب کو دینا بہتر ہے یا اپنے ہم وطن کو کہ جن کا ہم پر حق ہے؟

﴿جواب﴾ اپنے ہم وطن کو دینا بہتر ہے عرب کے دینے سے جو مانگتے پھرتے ہیں مگر وہاں جب زیادہ حاجت ہو اور یہاں کم حاجت ہو تو پھر عرب کو دینا چاہیے(۱۹) احبوا العرب رسول اللہ ﷺ فرماتے

=لنفسه شيئاً، ولو أن صاحب المال قال له ضعه حيث شئت له أن يمسك لنفسه اهـ. (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج: ٢، ص: ٤٢٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى الجامع الأصغر: سئل الشيخ الامام أبو حفص عمن دفع زكاة ماله الى رجل و أمر أن يتصدق بها فأعطى ولد نفسه الكبير والصغير، أو امرأته وهم محاويج، وفى الخانية: ولايمسك لنفسه شيئا جاز. وفى الظهيرية: ولو أن صاحب المال قال له ''ضع حيث شئت'' له أن يمسك لنفسه، هذا اذا كان المأمور فقيراً، فأما اذا كان غنيا يجب أن تكون المسألة على الخلاف كما اذا أدى صاحب المال بنفسه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل التاسع فى المسائل المتعلقة بمعطى الزكاة، ج: ٣، ص: ٢٢٧، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(١٩):فى التبيين: قال رحمه الله (وكره نقلها الى بلد آخر لغير قريب وأحوج) أى كره نقل الزكاة الى بلد آخر لغير قريب ولغير كونهم أحوج فان نقلها الى قرابته أو الى قوم هم اليها أحوج من أهل بلده لايكره. (تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج: ١، ص: ٣٠٥، ط، مكتبه امداديه ملتان) =

ہیں (۲۰)۔فقط۔

حجاز ریلوے میں زکوٰۃ کی رقم دینا

﴿سوال﴾ حجاز ریلوے کے واسطے جو چندہ وصول کیا جاتا ہے اخباروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں چندہ زکوٰۃ واضحیٰ کا بھی دیدیں لہٰذا گذارش ہے کہ اس میں مال زکوٰۃ کا جائز ہے یانہیں اوران میں شخص معین شرط ہے یانہیں اوراس چندہ میں تملیک ہے یانہیں؟

= (وكذا فى الفتاوى التاتار خانية، كتاب الزكاة، الفصل الثامن فى المسائل المتعلقة بمن توضع فيه الزكاة، ج: ٣، ص: ٢٢٣، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(٢٠):فى كشف الخفاء: أحبوا العرب لثلاث: لأنى عربى والقرآن عربى، وكلام أهل الجنة عربى. وفى لفظ: وكلام أهل الجنة فى الجنة عربى، قال فى الأصل: رواه الطبرانى والحاكم والبيهقى وآخرون عن ابن عباس مرفوعاً بسند فيه ضعيف جداً، ورواه الطبرانى أيضاً عن أبى هريرة مرفوعاً بلفظ: أنا عربى والقرآن عربى وكلام أهل الجنة عربى، وهو مع ضعفه أقوى من حديث ابن عباس، وأخرجه أبو الشيخ بسند ضعيف أيضاً، عن أبى هريرة مرفوعاً بلفظ: أحبوا العرب وبقاء هم، فان بقاء هم نور فى الاسلام، وان فناء هم ظلمة فى الاسلام، ورواه الدار قطنى عن ابن عمر بلفظ: حب العرب ايمان وبغضهم نفاق....وقد وردت أخبار كثيرة فى حب العرب يصير الحديث بمجموعها حسناً. (كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس، ج: ١، ص: ٦٩، ٧٠، رقم: ١٣٣، ط، مكتبة العلم الحديث)

وفى فيض القدير: وأما قول السلفى هذ الحديث حسن فمراده كما قال ابن تيمية حسن متنه على الاصطلاح العام لاحسن اسناده على طريقة المحديثين. (فيض القدير، شرح الجامع الصغير، ج: ١، ص: ١٧٩، رقم: ٢٢٥، ط، دار المعرفة بيروت=

﴿جواب﴾ چندہ حجاز ریلوے کے لیے کوئی صدقہ واجبہ ادا نہ ہوگا زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ (۲۱) ہاں نفل صدقہ جتنا چاہے دے۔ فقط۔

=لبنان/ ومجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب المناقب، باب ماجاء فى فضل العرب، ج: ١٠، ص: ٥٢، ط، دار الكتاب العربى بيروت لبنان/ والتنوير شرح الجامع الصغير، ج: ١، ص: ٤٠١، ٤٠٢، ط، مكتبة الملك فهد الوطنية رياض/ والجامع لشعب الايمان، فصل فى خلق رسول الله ﷺ وخلقه، ج: ٣، ص: ٣٤، ٣٥، رقم: ١٣٦٤، ط، مكتبة الرشد رياض/ والمستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، فضل كافة العرب، ج: ٤، ص: ٩٧، ٩٨، رقم: ٦٩٩٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/ والمعجم الكبير للطبرانى، ج: ١١، ص: ١٨٥، رقم: ١١٤٤١، ط، مكتبه ابن تيمية القاهرة/ ومجمع البحرين فى زوائد المعجمين، كتاب المناقب، باب فضل العرب، ج: ٧، ص: ٣٦، رقم: ٣٩٩٠، ط، مكتبة الرشد رياض/ والمقاصد الحسنة فى بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة، ص: ٦٣، ٦٤، رقم: ٣١، ط، دار الكتاب العربى بيروت لبنان/ واللآلىء المصنوعة فى الأحاديث الموضوعة، بقية المناقب، ج: ١، ص: ٤٤٢، ٤٤٣، ط، دار المعرفة بيروت لبنان)

(٢١):فى الدر المختار: ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لااباحة كما مر لايصرف الى بناء نحو مسجد ولا الى كفن ميت وقضاء دينه.

وفى الشامية تحته: قوله: (نحو مسجد) كبناء القناطر والسقايات واصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لاتمليك فيه. زيلعى. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج: ٣، ص: ٢٩١، ط، دار عالم الكتب رياض)

زکوٰۃ کا روپیہ مسجد میں لگانا

﴿سوال﴾ زکوٰۃ کا روپیہ مسجد میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زکوٰۃ کا روپیہ مسجد میں لگانا درست نہیں ہے بلکہ کسی کی ملک کرنا ضروری ہے اس لیے کسی ایسی جگہ خرچ کرنا درست ہے نہ ہوگا جس میں تملیک نہیں ہوتی پس نہ زکوٰۃ کا روپیہ چندہ تعمیر مسجد میں دینا درست ہے اور نہ کسی مدرس وغیرہ کی تنخواہ میں دینا درست ہے اور نہ کتب ورسائل خرید کر وقف کرنا درست ہے اور نہ محصول میں دینا درست ہے(۲۲)۔

زکوٰۃ کی رقم سید کو دینا

﴿سوال﴾ زکوٰۃ اپنے عزیز واقارب کو جو کہ نہایت محتاج اور غریب ہیں اور سوائے اس موقع کے اور کوئی صورت دینے کی نہیں ہوتی لیکن سید مشہور ہیں ایسی صورت میں درست ہے یا نہیں؟

---

(۲۲):اخرج عبدالرزاق عن الثوری قال: الرجل لایعطی زکاۃ ماله من یحبس علی النفقة من ذوی أرحامه، ولایعطیها فی کفن میت، ولادین میت، ولابناء مسجد، ولاشراء مصحف، ولایحج بها، ولاتعطیها مکاتبک، ولاتبتاع بها نسمة تحررها، ولاتعطیها فی الیهود ولا النصاری، ولاتستأجر علیها منها من یحملها، لیحملها من مکان الی مکان. (المصنف لعبدالرزاق، کتاب الزکاۃ، باب لمن الزکاۃ، ج: ۴، ص: ۱۱۳، ۱۱۴، رقم: ۷۱۷۰، ط، المجلس العلمی)

فی البنایة: ولایبنی بها مسجد. أی لایبنی بالزکاۃ مسجد، لأن الرکن فی الزکاۃ التملیک من الفقیر ولم یوجد....وکذا لاتبنی بها القناطر والسقایات، ولایحفر بها الآبار، ولاتصرف فی اصلاح الطرقات وسد الثغور والحج والجهاد ونحو ذلک مما لایملک فیه. (البنایة شرح الهدایة، کتاب الزکاۃ، باب من یجوز دفع الصدقات الیه، ج: ۳، ص: ۴۶۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

﴿جواب﴾ سیدکوزکوٰۃ دینی درست نہیں (۲۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملفوظ

زوجین میں سے کسی کو آپس میں زکوٰۃ دینا

﴿۱﴾ اگر زوجہ صاحب نصاب اور شوہر فقیر یا شوہر نصاب والا ہو اور زوجہ فقیرہ تو ان سے ہر ایک کو اپنے مال کی زکوٰۃ دوسرے کو دینی درست نہیں ہے (۲۴) اگر شوہر کا مکان سکونت کا ہے مگر وہ زوجہ کے مکان میں رہتا ہے تو اس سے اس پر زکوٰۃ اس مکان واجب ہوگی اور اگر کوئی اس کو زکوٰۃ دے تو لینا بھی درست ہے مگر زوجہ کی زکوٰۃ لینا خاوند فقیر کو درست نہیں ہے اور اس مکان سکونت کی وجہ سے اس پر صدقہ فطر و اضحیہ بھی واجب نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۳):ولایدفعها الی ذمی....ولا الی هاشمی.

وقال العلامة الموصلیؒ تحته: قال (ولا الی هاشمی) لقولهﷺ: "یابنی هاشم ان اللّٰه حرم علیکم أوساخ الناس وعوضکم عنها بخمس الخمس" وهم: آل عباس، وآل علی، وآل عقیل، وآل جعفر، وآل الحارث بن عبدالمطلب، لأنهم ینتسبون الی هاشم بن عبدمناف. (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الزکاة، باب المصارف، ج: ۱، ص: ۱۲۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی البنایة شرح الهدایة، کتاب الزکاة، باب من یجوز دفع الصدقات الیه، ج: ۳، ص: ۴۷۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۲۴):فی البحر: لایجوز الدفع لزوجته ولا دفع المرأة لزوجها لما قدمناه من عدم قطع المنفعة عنه من کل وجه وفی دفعها له خلافهما لقوله علیه الصلاة والسلام "لک أجران أجر الصدقة وأجر الصلة" قاله لامرأة ابن مسعود وقد سألته عن التصدق علیه. قلنا: هو محمول علی النافلة. کذا فی الهدایة. (البحر الرائق، کتاب الزکاة، باب=

باب صدقہ فطر کا بیان

صدقہ فطر صاحب نصاب کن کن کا ادا کرے

﴿سوال﴾ ایک شخص صاحب نصاب ہے اور اس کی ایک عورت اور ایک لڑکا بالغ ہے اور تمام خرچ عورت اور لڑکے کا ذمہ اس شخص کے ہے اور عورت اور لڑکے کو کوئی اختیار نہیں ہے صدقہ عیدالفطر کا ہے عورت اور لڑکے کیطرف سے اس شخص کو دینا واجب ہے یا نہیں ہے؟

﴿جواب﴾ زوجہ کا صدقہ فطر خاوند پر واجب نہیں اور پسر و دختر بالغ کا بھی واجب نہیں اگر ان سے پوچھ کر دے دیوے تو ثواب ہوگا جائز ہوگا مگر واجب نہیں اور دختر اور پسر صغیر کا واجب ہے اگر چہ روزہ نہ رکھے۔ اگر چہ ایک دن کا بچہ ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=المصرف، ج: ۲، ص: ۴۲۵، ۴۲۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الدرر: لایعطی زوج زوجته ولازوجة زوجها للاشتراک فی المنافع عادة. (الدرر الحکام فی شرح غرر الأحکام، کتاب الزکاة، باب المصارف، ج: ۱، ص: ۱۸۹، ط، میر محمد کتب خانه کراچی)

(۱):فی ملتقی الأبحر: هی واجبة علی الحر المسلم المالک لنصاب فاضل عن حوائجه الأصلیة....عن نفسه وولده الصغیر والفقیر وعبده للخدمة ولو کافراً لا عن زوجته وولده الکبیر.

وفی مجمع الانهر تحته: (لاعن زوجته) عطف علی نفسه خلافاً للشافعی، (و ولده الکبیر)، ولو فی عیاله فی ظاهر الروایة، لکن لو أدی لهما بغیر أمرهما جاز. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر، ج: ۱، ص: ۳۳۴، ۳۳۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

صاحب نصاب کن کن کا صدقہ فطر نکالے

﴿سوال﴾ ایک شخص کے یہاں ایک عورت اور یک لڑکا بالغ ہے اور سب ایک جگہ ہیں عورت اور لڑکے کو اس کے مال میں کچھ نہیں ہے یہ کچھ صدقہ عید الفطران کی طرف سے دے یا نہ دے؟

﴿جواب﴾ اس شخص پر ان دونوں کی طرف سے صدقہ عید الفطر دینا واجب نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

صاحب نصاب شخص کو کن کن کا فطرہ ادا کرنا لازم ہے

﴿سوال﴾ ایک شخص صاحب نصاب ہے یعنی ایک ہی نصاب تک اس کے پاس مال ہے اس کی ایک زوجہ اور ایک لڑکا بالغ ہے اور ایک نابالغ اور وہ سب ایک جگہ شریک ہیں یعنی زوجہ وطفلان اس کے ذمہ کھاتے ہیں اور وہ ایک شخص ہے کچھ کاروبار کرتا ہے۔ اس کے ذمہ صدقہ فطر واجب ہے وہ اپنی طرف سے ادا کرے یا سب کی طرف سے دیوے؟ فقط۔

﴿جواب﴾ صدقہ فطر اپنی اولاد کی طرف سے ادا کرے زوجہ کی طرف سے اس کے ذمہ واجب نہیں (۳)۔ فقط۔

---

(۲): فی الهدية العلائية: تجب موسعا فی العمر علی کل حر مسلم.... فيخرج عن نفسه وطفله الفقير.... لاعن زوجته وولده الكبير العاقل، ولو أدى عنهما بلا اذن أجزا لو فی عياله. (الهدية العلائية لتلاميذ المكاتب الابتدائية، كتاب الصوم، باب صدقة الفطر، ص: ١٦١، ط، دار ابن حزم بيروت لبنان)

(وكذا فی محيط البرهانی، كتاب الصوم، الفصل الثالث عشر فی صدقة الفطر، ج: ٣، ص: ٣٨٦، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

(۳): فی الهندية: وهی واجبة علی الحر المسلم المالک لمقدار النصاب=

قربانی وصدقہ فطر واجب ہونے کا نصاب

﴿سوال﴾ جس شخص کے پاس پچاس روپیہ موجود ہوں اس کو قربانی کرنا اور صدقہ عید الفطر دینا واجب ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جس کے پاس پچاس روپیہ نقد ہے اس پر قربانی اور صدقہ فطر واجب ہے (۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

صدقہ فطر واجب ہونے کا نصاب

﴿سوال﴾ صدقہ عید الفطر کا کس قدر مال پر چاہیے؟

=فاضلا عن حوائجه الاصلية كذا فى الاختيار شرح المختار....وتجب عن نفسه وطفله الفقير كذا فى الكافى....ولايؤدى عن زوجته ولاعن أولاده الكبار وان كانوا فى عياله ولو أدى عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزأهم استحسانا كذا فى الهداية. وعليه الفتوى كذا فى فتاوى قاضيخان. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الثامن فى صدقة الفطر، ج: ۱، ص: ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳)

(وكذا فى الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، فصل فى صدقة الفطر، ج: ۱، ص: ۲۲۸)

(۴):فى النوازل: وهى واجبة على الحر المسلم اذا كان مالكا لمقدار النصاب ولايشترط فيه النماء حتى ان من ملك مالا وقيمته مائتا درهم وهو يفضل عن الحاجة الاصلية غير معتد للتجارة فانه لايجب عليه الزكاة وحرمت عليه الصدقة وتجب عليه صدقة الفطر والاضحية. (فتاوى النوازل، كتاب الزكاة، فصل فى صدقة الفطر، ص: ۹۳، ۹۴، ط، مير محمد كتب خانه كراتشى)

﴿جواب﴾ اگر پچاس روپیہ نقد یا اس قیمت کا مال حاجات اصلیہ سے زائد ہو۔ تب صدقہ فطر واجب ہوتا ہے(۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عیدالفطر کے صدقہ کے لیے ہندوستانی وزن

﴿سوال﴾ عیدالفطر کا صدقہ ایک شخص کو سہارن پور کے وزن سے جنس گیہوں کا کس قدر ادا کرنا چاہئے؟

﴿جواب﴾ صدقہ فطر ایک شخص کی طرف سے موافق سہارن پور کی تول کے ڈیڑھ ثار پختہ گیہوں دے جائیں(۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۵):فی تحفة الملوک: صدقة الفطر تجب علی کل مسلم مالک نصاباً فاضلاً عن حاجته الأصلية.

وفی منحة السلوک تحته: وهو أن يکون مالکاً لمقدار النصاب، فاضلاً عن مسکنه وثيابه وأثاثه وفرسه وسلاحه وعبيده. (منحة السلوک فی شرح تحفة الملوک، کتاب الزکاة، ص: ۲۴۵، ۲۴۶)

(۶):الفطرة نصف صاع من بر أو دقيق، أو برغل أو ما طحن من القمح، أو زبيب أو صاع من تمر أو شعير عند أبی حنيفة رحمه الله تعالی، وهی رواية الجامع الصغير.....والصاع ألف وأربعون درهماً شرعياً، وزنة الدرهم الشرعی غرامان وتسعة أجزاء من العشرة. فزنة الصاع ثلاثة کيلو غرامات وستة عشر من الألف من الغرم. وزنة نصف الصاع کيلو غرام ونصف، وثمانية أجزاء من الألف من الغرام. والله أعلم. (الفقه الحنفی وأدلته، فقه العبادات، ص: ۳۶۳، ۳۶۴، ط، دار الفيحاء بيروت)

انگریزی سیر کے وزن سے یعنی جو سیر کے اسی تولہ کا ہوتا ہے اور ہندوستان و پاکستان میں رائج ہے اس کے حساب سے ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر اور نصف صاع پونے دو سیر کا ہوتا ہے یہی مفتی بہ ہے۔=

صاع اور مد ہندوستانی وزن سے کتنے کے ہیں

﴿سوال﴾ تحدید صاع و مد بوزن ہندوستان سو روپیہ کے سیر سے معتبر کیا ہے اور یہ جو ترجمہ اغاثہ میں مولوی محمد احسن صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ مُد ومشقی رطل کی تہائی کے برابر ہے یعنی سو روپیہ بھر کے سیر سے قریب ڈیڑھ پاؤ کے ہوتا ہے اور صاع ایک رطل و تہائی رطل کے قریب یا ڈیڑھ سیر کے قریب ہوتا ہے قول مذکور صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بانوے کے سیر سے یعنی چہرہ شاہی بانوے روپیہ کی برابر کے سیر سے ایک صاع تین سیر کا ہوتا ہے اور مُد اس کی چوتھائی ہے اور یہ مُد و صاع بمذہب حنفی ہیں۔ اس کے موافق آپ حساب کر لیں اور تولہ دو تولہ کی کمی و زیادتی شرعاً مضر نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملفوظ

رطل بنانے کا طریقہ اور مد بنانے کا طریقہ

﴿۱﴾ چونکہ ہر جگہ حساب مختلف اور وزن مختلف ہے پس ستر جو دم بریدہ غیر مقشر کا ایک درم پس اس حساب سے رطل بنالیں اور آٹھ رطل کا ایک صاع بنالیں اور کسی کی تحریر کا اعتبار نہ کریں اور یہ حساب تقریبی ہے اور ایک لپ یعنی دو ہاتھ بھر کے کف دست بہم کر کے یہ ایک مد ہوتا ہے۔

= (عمدۃ الفقہ، ج:۳، ص:۱۷۰، ط، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی)

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: (فتاوی دار العلوم زکریا، ج:۳، ص: ۲۲۹ تا ۲۳۲، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

باب عشر وخراج کے احکام کا بیان

بٹائی میں عشر کا مسئلہ

﴿سوال﴾ آسامیوں کو زمین بٹائی پر جو دی جاتی ہے اس میں عشر واجب ہے یا نہیں اسامی مسلمان ہوں تو کیا حکم ہے اور کافر ہوں تو کیا حکم ہے کل عشر زمین کے مالک پر ہی واجب ہے یا مشترک مابین مالک واسامی کون سا قول مفتی بہ ہے نیز اگر اسامی کافر ہوں تو کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ مزارعۃ کے مسئلہ میں عشر حصہ دار ہوتا ہے مالک ومزراع پر اگر کوئی کافر ہوگا وہ ماخوذ نہ ہوگا مسلمان اپنے حصہ سے دیوے گا (۱)۔ یہی ایک مسئلہ ہے دوسرا قول مقابل اس کے مجھ کو یاد نہیں آتا۔ فقط۔

عشری زمین کی شناخت کا طریقہ

﴿سوال﴾ اس طرف کی زمین عشری کی کیا شناخت ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾ زمین عشری وہ ہے جو اول سے مسلمان کے پاس ہو اور عشری پانی سے سیراب کی جاتی ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱):ولو دفعها مزارعة فاما على مذهبهما فالمزارعة جائزة والعشر يجب فى الخارج والخارج بينهما فيجب العشر عليهما. (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، كتب الزكاة، فصل وأما شرائط الفرضية، ج: ۲، ص: ۵۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت/ و كذا فى رد المحتار على الدر المختار، كتاب الزكاة،باب العشر،مطلب هل يجب العشر على المزارعين فى الأراضى السلطانية، ج: ۳، ص: ۲۷۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲):فى الهداية: قال: وكل أرض أسلم أهلها أو فتحت عنوة وقسمت بين الغانمين فهى أرض عشر. (الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب السير، باب العشر=

عشر مالگذاری ادا کرنے کے بعد دیا جائے یا پہلے

﴿سوال﴾ آمدنی یعنی جو کہ مالک کو کاشتکاروں سے وصول ہوئی مثلاً پانچ سو روپیہ ہے اور سرکاری مالگذاری تین سو روپیہ تو اب عشر کل پانچ سو کا مالک پر واجب ہے یا مابقی دو سو پر۔ فقط۔

﴿جواب﴾ جب مالگذار مالک ہے جو وصول اس کو ہوا جملہ محصول سے عشر دیوے گا حسب رائے امام صاحب اور جو سرکار نے لیا وہ ظلم ہے وہ محسوب نہ ہوگا مجموعہ محصول سے دیوے گا یہ ہی ظاہر ہے (۳)۔

=والخراج، المجلد الثانی، جزء ۴، ص: ۳۰۴، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

وفی التاتارخانية: وكذلک كل أرض اسلم عليها أهلها طوعا، وفی الحجة: سبلا قتال ولادعوة الى الاسلام: فانها تكون عشرية، وكذلک كل أرض فتحت الغانمين فهی عشرية، وكذلک أرض من أراضی العرب اذا فتحت عنوة وقهرا وأهلها من عبدة الأوثان وأسلموا بعد الفتح وترک الامام الأراضی عليهم فهی عشرية.الخ. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب العشر، الفصل الخامس فی معرفة أرض العشر ومائه، ج: ۳، ص: ۲۸۷، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۳):فی البحر: قوله: (ولاترفع المؤن) أی لاتحسب أجرة العمال ونفقة البقر وكری الأنهار وأجرة الحافظ وغير ذلک لأن النبی ﷺ حكم بتفاوت الواجب لتفاوت المؤنة فلا معنی لرفعها. أطلقه فشمل ما فيه العشر ومافيه نصفه فيجب اخراج الواجب من جميع ما أخرجته الأرض عشراً أو نصفاً. (البحر الرائق، كتاب الزكاة، ج: ۲، ص: ۴۱۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فی الدرالمختار: أخذ البغاة والسلاطين الجائرة زكاة الأموال الظاهرة كسوائم والعشر والخراج لا اعادة علی أربابها ان صرف المأخوذ فی محله الآتی ذكره والا=

ہندوستانی زمینات عشری ہیں کہ خراجی

﴿سوال﴾ ہمارے یہاں کی اراضیات عشری ہیں یا خراجی ہیں اور عملداری جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اراضیات ہند بعض عشری ہیں بعض خراجی (۴)۔فقط۔

سرکاری جمع اور معافی شدہ زمین کے متعلق عشر کا مسئلہ

﴿سوال﴾ یہاں زمینوں میں سرکاری جمع ہے اور معافی بھی ہیں لہٰذا ایسی زمینوں میں عشر ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زمین معافی ہو یا اس میں مالگذاری سرکاری ہو محصول بجائے خراج تو کافی ہے مگر بجائے عشر کافی نہیں ہوسکتا۔ پس اگر زمین عشری ہے تو عشر ادا کرنا جدا چاہیے اور اگر خراجی ہے تو خراج اس کا مالگذاری سرکاری میں محسوب ہوسکتا ہے (۵)۔فقط۔

=يصرف فيه فعليهم فيما بينهم وبين الله اعادة غير الخراج لأنهم مصارفه.

وفى الشامية: قوله: (فعليهم الخ) أى ديانة كما فى بعض النسخ. قال فى الهداية: وأفتوا بأن يعيدوها دون الخراج. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، ج: ٣، ص: ٢١٥، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۴): تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (قاموس الفقه، عشر کا بیان، هندوستان کی اراضی کا حکم، ج: ۴، ص: ۳۹۵، ۳۹٦، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

(۵): فی المبسوط: فأما ما يأخذ سلاطين زماننا هؤلاء الظلمة من الصدقات والعشور والخراج والجزية فلم يتعرض له محمد رحمه الله تعالى فى الكتاب وكثير من أئمة بلخ يفتون بالاداء ثانياً فيما بينه وبين الله تعالى كما فى حق أهل البغى لعلمنا أنهم لايصرفون المأخوذ مصارف الصدقة وكان أبو بكر الأعمش يقول فى الصدقات يفتون=

آم کا عشر کس طرح ادا کیا جائے

﴿سوال﴾ انبہ کتنی مقدار سے لائق عشر کے ہیں اگر انبہ کا عشر دیا جاوے تو برابر تول کر دیا جاوے یا شمار سے خواہ کم وزائد ہو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جب جس قدر توڑے جاویں اس قدر کا عشر دینا چاہیے اگر چھوٹے بڑے ہوں تو وزن سے دینا چاہیے اور برابر ہوں تو شمار سے (٦) فقط۔

نقد کرایہ کی زمین پر عشر کا مسئلہ

﴿سوال﴾ نقشی زمین یعنی جو کہ بکرایہ نقد دی جاتی ہے اس میں عشر واجب ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زمین جو نقد پر کرایہ دیا اس کے عشر میں خلاف ہوگا امام صاحب مالک سے سب

=بالاعادة فأما فی الخراج فلا. (المبسوط السرخسی، کتاب الزکاة، قبیل زکاة الغنم، ج: ٢، ص: ١٨٠، ط، دار المعرفة بیروت لبنان)

(وکذا فی بحر الرائق، کتاب الزکاة، فصل فی الغنم، ج: ٢، ص: ٣٨٩، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(٦):فی رد المحتار: قال فی الجوهرة: واختلفوا فی وقت العشر فی الثمار والزرع. فقال أبو حنیفة وزفر: یجب عند ظهور الثمرة والأمن علیها من الفساد، وان لم یستحق الحصاد اذا بلغت حداً ینتفع بها. وقال أبو یوسف: عند استحقاق الحصاد. وقال محمد: اذا حصدت وصارت فی الجرین. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الزکاة، باب العشر، ج: ٣، ص: ٢٧٣، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وکذا فی المحیط البرهانی، کتاب العشر، الفصل الرابع فی معرفة وجوب العشر، ج: ٣، ص: ٢٨٤، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

دلا دیں گے۔صاحبین مستاجر سے سب دلا دیں گے یہ ظاہر ہے(۷)۔فقط۔

زمانہ گزشتہ کی واجب الا داز کوٰۃ وعشر کا حکم

﴿سوال﴾ زمانہ گذشتہ کی زکوٰۃ وعشر واجب الادا ہے یا نہیں اور اگر اب روپیہ نہ ہو تو کہاں سے دے یا کیا کرے یا زمین یا مکان فروخت کرنا ضرور ہے کہ ادا کرے؟

﴿جواب﴾ جو عشر و زکوٰۃ اس کے ذمہ ایک دفعہ واجب ہو چکی ہیں وہ ساقط نہیں ہوتی البتہ اگر وہ مال تلف ہو جاوے تو ساقط ہو جائیں گی (۸)۔فقط۔

---

(۷):فی الدرالمختار: والعشر علی المؤجر کخراج موظف وقالا: علی المستأجر کمستعیر مسلم. وفی الحاوی: وبقولهما نأخذ.

وفی الشامیة تحته: قوله: (وبقولهما نأخذ) قلت: لکن أفتی بقول الامام جماعة من المتأخرین......لکن فی زماننا عامة الأوقاف من القری والمزارع لرضا المستأجر بتحمل غراماتها ومؤنها یستأجرها بدون أجر المثل بحیث لاتفی الأجرة، ولا أضعافها بالعشر أو خراج المقاسمة، فلاینبغی العدول عن الافتاء بقولهما فی ذلک لأنهم فی زماننا یقدرون أجرة المثل بناء علی أن الأجرة سالمة لجهة الوقف ولاشیء علیه من عشر وغیره، أما لو اعتبر دفع العشر من جهة الوقف وأن المستاجر لیس علیه سوی الأجرة فان أجرة المثل تزید أضعافاً کثیرة کما لایخفی، فان أمکن أخذ الأجرة کاملة یفتی بقول الامام، والا فبقولهما لمایلزم علیه من الضرر الواضح الذی لایقول به أحد، واللّٰه تعالی أعلم. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الزکاة، باب العشر، قبیل مطلب هل یجب علی المزارعین فی الأراضی السلطانیة، ج: ۳، ص: ۲۷۷، ۲۷۸، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۸):فی التاتارخانیة: قال أصحابنا: اذا هلک مال الزکاة بعد حولان الحول من=

جس باغ کو پانی نہ دیا جاتا ہو اس کا حکم

﴿سوال﴾ جس باغ کو پانی نہ دیا جاتا ہو اس پر عشر ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس پر عشر ہے(٩)۔فقط۔

=غير تعدى منه بالاستهلاک سقطت عنه الزكاة سواء هلک بعد التمكن من الأداء، أو قبل التمكن منه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل الحادى عشر فى الأسباب المسقطه للزكاة فمن جملة ذلک هلاک مال الزكاة، ج:٣،ص:٢٣٧،ط،زكريا ديوبند)

وفى البدائع: اذا كان لرجل مائتادرهم أو عشرون مثقال ذهب فلم يؤد زكاته سنتين يزكى الاولى وليس عليه للسنة الثانية شئ عندأصحابنا الثلاثة وعند زفر يؤدى زكاة سنتين. وكذا فى مال التجارة وكذا فى السوائم. (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، كتاب الزكاة، فصل وأما شرائط الفرضية فأنواع، ج: ٢، ص: ٧، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(٩):عن سالم بن عبدالله، عن ابيه قال: قال رسول اللهﷺ: فيما سقت السماء والأنهار والعيون، أو كان بعلا: العشر، وفيما سقى بالسوانى أو النضح: نصف العشر. وفى البذل تحت هذا الحديث: (قال رسول اللهﷺ: فيما سقت السماء)، أى فى الزرع الذى سقته السماء أى المطر (والأنهار والعيون، أو كان بعلا) وهو مالايحتاج الى السقى لما يتشرب الماء بعروفه. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الزكاة، باب صدقة الزرع، ج: ٦، ص: ٤٠٧، رقم: ١٥٩٦، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

فى ملتقى الأبحر: فيما سقته السماء أو سقى سيحاً أو أخذ من ثمر جبل العشر. (ملتقى الابحر ومعه مجمع الانهر، كتاب الزكاة، باب زكاة الخارج، ج: ١، ص: ٣١٧، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

مواضعات مالگذاری کا مسئلہ

﴿سوال﴾ ملکات معافی پر عشر واجب ہی ہے لیکن مواضعات مالگذاری میں تر دد ہے کیونکہ ہم لوگ ان کے مالک واقعی نہیں سرکاری مالگذاری دیں تو ہماری ورنہ جو چاہے سرکار وہ کرے؟

﴿جواب﴾ عشر میں امام صاحب وصاحبین کا خلاف ہے اور درمختار نے طحاوی سے فتوی صاحبین کے قول پر لکھا ہے مگر ردمحتار نے بہت سے متاخرین کا فتویٰ امام صاحب کی رائے پر لکھا ہے اور قوی کہا ہے (١٠) تو اب چند علماء کے مقابلہ میں ضعیف بندہ کو کیوں کرتے ہو میرا بولنا فضول ہے جس پر جمہور کا فتویٰ ہو بندہ کیا بولے اگر چہ دل میں خلش ہوتی ہو پس بعد اس کے کہ رائے امام صاحب پر فتویٰ رہا تو مالگذاری کی زمین اگر آپ کے نزدیک ملک سرکار ہے تو مالگذاری پر عشر نہ ہوگا سرکار کافر ہے وہ ماخوذ نہیں اور جو رائے صاحبین پر عمل

---

(١٠):فی الدرالمختار: والعشر على المؤجر كخراج موظف وقالا: على المستأجر كمستعير مسلم. وفى الحاوى: وبقولهما نأخذ.

وفى الشامية تحته: قوله: (وبقولهما نأخذ) قلت: لكن أفتى بقول الامام جماعة من المتأخرين كالخير الرملى فى فتاواه، وكذا تلميذ الشارح اسماعيل الحائک مفتى دمشق وقال: حتى تفسد الاجارة باشتراط خراجها أو عشرها على المستأجر كما فى الأشباه، وكذا حامد أفندى العمادى، وقال فى فتاواه قلت: عبارة الحاوى القدسى لاتعارض عبارة غيره، فان قاضيخان من أهل الترجيح، فان من عادته تقديم الأظهر والأشهر وقد قدم قول الامام فكان هو المعتمد، وأفتى به غير واحد منهم زكريا أفندى شيخ الاسلام وعطاء الله أفندى شيخ الاسلام، وقد اقتصر عليه فى الاسعاف والخضاف. اهـ. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الزكاة، باب العشر، قبيل مطلب هل يجب على المزارعين فى الأراضى السلطانية، ج: ٣، ص: ٢٧٦، ٢٧٧، ٢٧٨، ط، دار عالم الكتب رياض)

ہوتو مالگذار عشر دیوے گا فیصلہ ہوگیا۔مگر یہ سنو کہ اگر سرکار مالک ہے تو بیع شراء مالگذار کرتا ہے سرکار گاہے مانع نہیں یہ دلیل ملک مالگذار کی ہے اور اگر زمین مالگذاری سرکار اپنی سڑک یا مکان میں لیوے تو قیمت زمین کی رقبہ کی مالگذار کو دیتی ہے یہ دلیل مالگذاری کی بدیہی ہے اگر ملک سرکار ہوتی تو قیمت دینے کے کیا معنی ہوویں گے پس جب ملک مالگذار محقق ہوئی تو مسئلہ قلب ہوجاوے گا رائے امام وصاحبین پر بظاہر آپ کو کوئی دلیل ملک سرکار کی نہیں ملی گی کیونکہ یہ لکھنا کہ مالگذاری کی عدم ادا میں سرکار دوسرے کو زمین دیتی ہے یہ دوسرے کو دینا اپنے حق کی تحصیل کے واسطے ہے نہ اپنی زمین کا لینا جیسا وقت عدم اداء خراج کے شرع میں زمین خراجی دوسرے کو دیدیتے ہیں حالانکہ صاحب خراج مالک زمین کا ہوتا ہے لہٰذا یہ دلیل ملک سرکار کی نہیں۔فقط۔

ملفوظ

بینڈ اور پولے کے مسائل

﴿۱﴾ اگر بینڈ اور پولا خودرو ہے تو اس میں عشر بھی نہیں ہے اور وہ ملک بھی نہیں ہے اور اگر پرورش کیا ہے اور لگایا ہے تو اس میں عشر بھی ہے (۱۱) اور وہ ملک بھی ہے۔غیر شخص کو اس کا کاٹنا درست نہیں ہے۔

---

(۱۱):فی مجمع الانہر: ولاشیء فی حطب وقصب فارسی وحشیش لأنه لاتقصد بهما استغلال الأرض غالباً فلو اتخذها مشجرة أو مقصبة أو منبتاً للحشيش ففيه العشر.

(مجمع الانہر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الزکاة، باب زکاة الخارج، ج: ۱، ص: ۳۱۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الزکاة، باب العشر، ج: ۳، ص: ۲۶۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

کتاب الصوم

روزے کے مسائل کا بیان

بچے کب سے روزہ رکھیں

﴿سوال﴾ جب کہ بچوں کے ساتھ حکم نماز کا بعمر سات برس کے سکھلانے کا ہے اور دس برس کے بعد مارنے کا تو کی روزہ کی نسبت بھی یہی حکم ہے؟

﴿جواب﴾ روزہ کی نسبت یہ حکم نہیں (۱) فقط۔

---

(۱): اس مسئلے میں فقہائے احناف رحمہم اللہ تعالی سے دو قول منقول ہیں، ایک قول تو یہی ہے جسے حضرت گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا ہے۔ البتہ دوسرا قول یہ ہے کہ بچوں کو سات برس کی عمر میں نماز روزہ کا حکم کیا جاوے اور جب دس برس کی عمر ہو جاوے تو مار کر روزہ رکھا دے، اگر سارے روزے نہ رکھ سکے تو جتنے رکھ سکے رکھا دے۔

قال الرازی: یؤمر الصبی بالصوم اذا أطاقه وذكر أبو جعفر فيه اختلاف مشايخ بلخ والأصح أنه يؤمر به وسئل أبو جعفر أ يضرب ابن عشر سنين على الصوم كالصلاة؟ قال: اختلفوا فيه فقيل: لا وبه قال مالك والصحيح أنه بمنزلة الصلاة فيضرب كذا فی الدراية. (النهر الفائق، كتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج: ۲، ص: ۳۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فی الدرالمختار: ويؤمر الصبی بالصوم اذا أطاقه ويضرب عليه ابن عشر، كالصلاة فی الأصح.

وفی الشامية تحته: والظاهر أنه يؤمر بقدر الاطاقة اذا لم يطق جميع الشهر. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسد، ج: ۳، ص:=

چاند کے معاملہ میں ایک شہر کی خبر سے دوسرے شہر پر کیا اثر پڑے گا

﴿سوال﴾ خبر رویۃ الہلال رمضان اگر کہیں سے آوے مثلاً کلکتہ سے تو مطابق اس کے ایک روزہ کی قضاء لازم ہوگی یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ دور کی خبر کی سند نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ رکھو اور افطار کرو چاند دیکھ کر لہٰذا یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ شہادۃ معتبرہ سے چاند ہونا انتیس شعبان کا ثابت ہے اگر روزہ نہ رکھا ہو تو ایک روزہ قضا کر لینا اس شخص کا یہ کہنا محض غلطی ہے وہ حدیث کا مطلب نہیں سمجھا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=۳۸۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وكذا فى مجمع الانهر، كتاب الصوم، قبيل الفصل الأول نذر صوم يومى العيدالخ، ج: ۱، ص: ۳۷۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى حاشية الشلبى على تبيين الحقائق، كتاب الصوم، فصل فى العوارض، ج: ۱، ص: ۳۳۹، ط، امداديه ملتان)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب السابع فى الاعتكاف، المتفرقات، ج: ۱، ص: ۲۱۴)

(وكذا فى فتاوى دار العلوم ديوبند، ج: ٦، ص: ۳۰۳، ۳۰۴، ط، دار الاشاعت كراچى)

(۲):قال فاذا ثبت فى بلد لزم جميع الناس ولااعتبار باختلاف المطالع هكذا ذكره قاضيخان. قال: وهو ظاهر الرواية، ونقله عن شمس الأئمة السرخسى. (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الصوم، ج: ۱ ،ص: ۱۲۹ ، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصوم، ج: ۲، ص: ۴۷۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

چاند کی خبر کے لیے خط اور اعتبار

﴿سوال﴾ اگر کہیں سے خبر تحقیقی اس بات کی آوے کہ وہاں چاند اتنے اشخاص معتبر نے دیکھا اور شخص معین جس کو وہ اشخاص جانتے ہیں وہ ان کو ایک تحریر اپنی و نیز گواہی گواہان سے مزین کر کے بھیجے تو وہ تحریر قابل سماعت ہوگی یا نہیں اور جو تحریر اس طرح پر ہو تو قابل قبول ہے یا نہیں اور اگر تار کہیں سے آوے کہ چاند ہو گیا وہ معتبر ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ تحریر خط جو مثل دستور کے لکھا آیا از طرف فلاں بنام فلاں مثلاً اور مکتوب الیہ اس کو پہچانتا ہے اور اس کا ہی خط ہے تو اس کا لکھنا خبر رویت ہلال کے بارے میں معتبر ہوگا۔ اور اس پر عمل کرنا درست ہوگا۔ اور تار کی خبر بھی مثل تحریر کے ہے مگر وساطت کفار کی موجب عدم قبول ہو جاتی ہے ورنہ تحریر اور خبر تار کا ایک حکم ہے(۳)۔ **کذا یفهم من کتب الفقه.** واللہ اعلم۔

ایک شہر میں چاند نظر آئے تو دوسرے شہر میں کیا کیا جائے

﴿سوال﴾ اختلاف مطالع معتبر ہے یا نہیں اگر ایک بلدہ میں رویت الہلال ہو جاوے اور دوسرے میں اس کی خبر متحقق طور پر بطریق موجب مثل تحریر خطوط معتبر اس درجہ کی کہ ظن حاصل ہو جاوے اور شبہ باقی نہ رہے قرائن سے صداقت ہو جاوے کیونکہ **غلبة الظن حجة موجبة للعمل** فقہاء لکھتے ہیں یا خبر تار میں کہ جو ایسے ہی درجہ کی ہو اور خواہ رؤیت الہلال رمضان المبارک ہو یا شوال یا ذی الحجہ کی یا دیگر کسی ماہ کی؟

---

(۳):فی الدر المختار: فیلزم أهل المشرق برؤیة أهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤیة أولئک بطریق موجب. (الدر المختار معه رد المحتار، کتاب الصوم، ج: ۳، ص: ۳۶۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی مجمع الانهر، کتاب الصوم، ج: ۱، ص: ۳۵۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

﴿جواب﴾ اختلاف مطالع صوم اور افطار میں تو ظاہر روایت میں معتبر نہیں مشرق کی روایت غرب والوں پر ثابت ہوجاوے گی اگر حجت شرعیہ سے ثابت ہوئے مگر قربانی اور صلوٰۃ عید ذی الحجۃ اور حج میں معتبر ہوگا(۴)۔ کما حققه فی رد المحتار. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

چاند کے دیکھنے میں اختلاف مطلع کا اثر کن مہینوں پر پڑے گا

﴿سوال﴾ اختلاف مطالع رؤیت ہلال رمضان شریف یا شوال یا ذی الحجۃ وغیرہ میں معتبر ہے یا نہیں اور تحریر خط یا تار معتبر کہ اپنے قرائن سے تصدیق ہوجاوے اور شبہ مطلق نہ رہے ایسے معاملہ میں معتبر ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اختلاف مطالع صوم وافطار میں معتبر نہیں اور سوائے اس کے معتبر ہے یا ظاہر روایت ہے اور بعض علماء حنفیہ کے نزدیک صوم وافطار میں بھی معتبر ہے اور تار مثل خط کے ہے اگر تار خط میں ذرائع

---

(۴):فی الهندية: ولا عبرة لاختلاف المطالع فی ظاهر الرواية كذا فی فتاوی قاضيخان وعليه فتوی الفقيه أبی الليث وبه كان يفتی شمس الأئمة الحلوانی قال لو رأی أهل المغرب هلال رمضان يجب الصوم علی أهل مشرق كذا فی الخلاصة ثم انما يلزم علی متأخری الرؤية اذا ثبت عندهم أولئک بطريق موجب. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب الثانی فی رؤية الهلال، ج: ١، ص: ١٩٨، ١٩٩)

فی الدر المختار: واختلاف المطالع ورؤيته نهاراً قبل الزوال وبعده غير معتبر علی ظاهر المذهب وعليه أكثر المشايخ، وعليه الفتوی. بحر عن الخلاصة.

وفی الشامية تحته: لأن اختلاف المطالع انما لم يعتبر فی الصوم لتعلقه بمطلق الرؤية. وهذا بخلاف الأضحية فالظاهر أنها كأوقات الصلوات يلزم كل قوم العمل بما عندهم. (ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الصوم، مطلب فی اختلاف المطالع، ج: ٣، ص: ٣٦٣، ٣٦٤، ط، دار عالم الكتب العلمية بيروت لبنان)

عدول سے ہوں گے تو اعتبار ہوگا ورنہ نہیں ہوگا (۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر تیس دن گزرنے پر شوال کا چاند نہ نظر آئے

﴿سوال﴾ اگر رؤیت ہلال رمضان المبارک بہ ثبوت شہادت واحدہ ہوئی تو بعد گزرنے تیس دن کے رویت ہلال شوال بسبب غبار ابر نہ ہوتو افطار درست ہے یا نہیں اور درصورت عدم غبار و مطلع صاف کے تیس دن پورے ہو چکے کہ کوئی مہینہ اکتیس کا نہیں ہوتا اور شہادت بھی بطور موجب شرعیہ ہو چکی تھی اور موافق امام محمد علیہ الرحمۃ بھی ہے تو افطار درست ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ایسی حالت میں بعد تیس کے غبار ابر اگر ہوتو افطار باتفاق درست ہے اور مطلع صاف اگر ہوتو شیخین رحمہما اللہ کے قول پر عمل کرے اگر کسی نے امام محمد رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل کیا تو وہ ملام نہیں ہوسکتا کہ وہ بھی مذہب حنفیہ کا ہے (٦)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۵):فی البحر: قوله: (ولاعبرة باختلاف المطالع) فاذا رآه أهل بلدة ولم يره أهل بلدة أخرى وجب عليهم أن يصوموا برؤية أولئک اذا ثبت عندهم بطريق موجب ويلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب. وقيل يعتبر فلايلزمهم برؤية غيرهم اذا اختلف المطلع وهو الأشبه. كذا فی التبيين، والأول ظاهر الرواية وهو الأحوط. كذا فی فتح القدير وظاهر المذهب وعليه الفتوى كذا فی الخلاصة. (البحر الرائق، كتاب الصوم، ج: ۲، ص: ۴۷۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فی الاختيار لتعليل المختار، كتاب الصوم، ج: ۱، ص: ۱۲۹، ط، دار العلمية بيروت لبنان)

(٦):فی الدرالمختار: وبعد صوم ثلاثين بقول عدلين حل الفطر....ولو صاموا بقول عدل حيث يجوز وغم هلال الفطر لايحل على المذهب خلافاً لمحمد، كذا ذكره المصنف، لكن نقل ابن الكمال عن الذخيرة أنه ان غم هلال الفطر حل اتفاقاً. وفی=

=الزيلعي: الأشبه ان غم حل، والا لا.

وفى الشامية تحته: قوله: (لكن الخ) استدراک على ما ذكره المصنف من أن خلاف محمد فيما اذا غم هلال الفطر بأن المصرح به فى الذخيرة، وكذا فى المعراج عن المجتبى أن حل الفطر هنا محل وفاق، وانما الخلاف فيما اذا لم يغم ولم ير الهلال، فعندهما لايحل الفطر، وعند محمد يحل كما قال شمس الأئمة الحلوانى، وحرره الشرنبلالى فى الامداد. قال فى غاية البيان: وجه قول محمد: وهو الأصح، أن الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداء بل بناء وتبعاً، فكم من شىء يثبت ضمناً ولايثبت قصداً. وسئل عنه محمد فقال: ثبت الفطر بحكم القاضى لابقول الواحد: يعنى لما حكم فى هلال رمضان بقول الواحد ثبت الفطر بناء على ذلک بعد تمام الثلاثين. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصوم، ج: ٣، ص: ٣٥٩، ٣٦٠، ٣٦١، ط، دار عالم الكتب رياض)

قال شيخ الاسلام محمد تقى العثمانى مدظله: والحالة الثالثة: ماثبت عن أصحابه من الامام أبى يوسف ومحمد وزفر والحسن بن زياد رحمهم اللّٰه تعالى من أنهم لم يقولوا قولاً الا وهو رواية عن أبى حنيفة رحمه اللّٰه تعالى. وقد نقل ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالى عن الحاوى القدسى: روى عن جميع أصحابه الكبار كأبى يوسف ومحمد وزفر والحسن أنهم قالوا: ما قلنا فى مسئلة قولاً الا وهو روايتنا عن أبى حنيفةؒ، وأقسموا عليه أيمانا غلاظاً، فلم يتحقق اذن فى الفقه جواب ولا مذهب الا له كيف ماكان، وما نسب الى غيره الا بطريق المجاز للموافقة. (أصول الافتاء وآدابه،الأصل الثالث، ص: ١٦٨، ط، مكتبة معارف القرآن كراتشى)

ہورؤیت ہلال رمضان یا عیدین میں معتبر ہوں گے یانہیں اوراگر مفتی شہر یا قاضی شہر اپنے مہر و دستخط کر کے کسی آدمی مسلمان کی معرفت کسی دوسرے شہر یا جگہ خط لکھ کر بھیج دیں کہ یہاں رؤیت ہلال ہوئی ہے لوگوں نے چاند دیکھا ہے یا گواہی چاند دیکھنے والے کی مان لی گئی ہے تو ان کے خط کا اعتبار ہے یانہیں یا خط پر اپنی مہر اور دوسرے لوگوں کی گواہی ثبت کرا کر آدمیوں مسلمانوں کے ہاتھ بھیجے اور وہ گواہی اس خط کی دیں تب جائز ہے یا نہیں جب شہادت رؤیت ہلال خواہ بذریعہ شہادت یا خط کے شرعاً معتبر سمجھی جاوے اور ایسے وقت پر شہادت پہنچے کہ گنجائش اس وقت صلوٰۃ عیدالفطر ادا کرنے کی نہیں ہے ایک شخص بعض اپنے ضعیف احتمال پر روزہ افطار کرے تو شرعاً مرتکب کیسے گناہ کا ہوگا اگر شاہد رؤیت ہلال نمازی تو ہے مگر خلاف شریعت داڑھی رکھتا ہے یا سود خور ہے یا شرابی ہے یا زانی ہے وغیر ذلک تو اس کی گواہی شرعاً مانی جاوے گی یانہیں؟

﴿جواب﴾ خبر تار کی معتبر نہیں اولاً یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ جس شخص نے تار دیا ہے آیا واقعی وہی شخص ہے یا اس کی طرف سے کسی نے فریب کیا ہے چنانچہ اکثر تار اسی طرح دیئے جاتے ہیں اگر چہ تحریر خط میں بھی یہ بات ہے مگر خط میں طرز تحریر سے اور قرائن مضامین سے کچھ پتہ لگ جاتا ہے تار میں کوئی پتہ اور قرینہ نہیں ہوتا مثلاً تار ایک شخص کے نام سے آیا اور وہ عادل بھی ہے تو معلوم نہیں ہے کہ اس نے ہی تار بابو سے آن کر کہا ہے یا کسی سے کہلا بھیجا ہے اور وہ پیغام لانے والا عادل ہے یا فاسق ہے مطلب سمجھا ہے یانہیں۔ ثانیاً بابو تار دینے والا معلوم نہیں ہوتا ہے کہ عادل یا فاسق۔ ثالثاً تار لینے والا علی ہذا القیاس معلوم نہیں کہ کیسا ہے۔ رابعاً اکثر تار لینے میں اشارات کی خطا ہو جاتی ہے مثلاً اکثر جملہ استفہامیہ کو جملہ خبریہ سمجھ جاتے ہیں وغیر ذلک خامساً ترجمہ کرنے والا اس تار کا بیشتر خطا کرتا ہے۔ جب اس قدر اشتباہ خبر تار میں موجود ہیں تو دیانات میں ایسی خبر کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے اگر یہ سب احتمالات مرتفع ہو جاویں تو خبر معتبر ہو جاوے گی اور یہ بظاہر محال۔ پس خبر تار کی تو لغو ہوئی اب رہا خط ڈاک کا سو اس میں یہ شبہ کہ فقہاء لکھتے ہیں: **الخط یشبه الخط** (۷). تو وہ اعتبار کے قابل نہ ہوا پس ایسا خط کہ جس پر اعتبار ہو وہ خط ہے کہ عادل لکھے اور اپنی رؤیت بیان کرے ساتھ دوسرے

(۷):(مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب القضاء، ج: ۳، ص: ۲۳۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

عادل کے دیکھنے کےاوراس عادل کو کہہ دیں گے کہ میں نے دیکھا یا عادلین کا اس شخص سے یہ بیان کرنا کہ ہم نے دیکھا اور کسی عادل کے ہاتھ وہ خط آوے اگر چہ امام صاحب رحمہ اللہ نے کتاب القاضی میں زیادہ تشدد فرمایا ہے مگر اتنا جو لکھا گیا یہ ادنیٰ درجہ ہے اور یہ وسعت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ثابت ہوتی ہے(۸) بدون اس کے تو خط بھی قابل اعتبار کے نہیں قاضی اور مفتی مسائل کا یہ لکھنا کہ یہاں رؤیت ہلال ہوئی ہے۔قابل اعتبار نہیں ہے اولاً فقہاء نے ایسی خبر کو قابل اعتبار نہیں سمجھا ہے ثانیاً اس زمانہ کے قاضی اور مفتی مشاہدہ سے معلوم ہیں کہ مسائل فقہ سے ایسے بے خبر ہیں کہ اگر ان کو عوام کہا جائے تو بجا ہے ہاں اگر وہ عادل ہوں اور یوں بیان کریں کہ ہم سے دیکھنے والوں نے فلاں فلاں عادلین نے بیان کیا ہے عادل بھی کہیں کہ ہم نے چاند دیکھا اور بدست عادل اپنا خط روانہ کریں تو اس پر عمل کرنا درست ہے اگر موافق قاعدہ شرعیہ کے ثبوت رویت ہلال کا ہو جاوے تو اگر چہ وقت عصر کے ہی خبر معلوم ہو تو افطار روزہ کا لازم ہے کہ عدم افطار میں معصیت ہے کہ شرعاً ثابت ہو چکا ہے کہ آج یوم فطر ہے۔اب روزہ رکھنا یوم الفطر کا خود ممنوع ہے(۹) عدم افطار میں مرتکب اس

---

(۸):فی الاشباه: لايعتمد على الخط ولايعمل به.

وفی غمز عيون البصائر تحته: قوله: ”لايعتمد على الخط ولايعمل به“ فی خزانة الاكمل أجاز أبو يوسف ومحمد العمل بالخط فی الشاهد والقاضی والراوی اذا رأی خطه ولايتذكر الحادثة. قال فی العيون: والفتوى على قولهما كذا فی رسالة ابن الشحنة فی العمل بالخط اذا تيقن انه خطه، سواء كان فی القضاء او الرواية أو الشهادة فی الصک فی يد الشاهد لان الغلط فيه نادر، واثر التغيير يمكن الاطلاع عليه، وقلما يشتبه الخط من كل وجه فاذا تيقن ذلک جاز الاعتماد عليه توسعة على الناس. (غمز عيون البصائر شرح كتاب الأشباه والنظائر، كتاب القضاء والشهادات والدعاوی، ج: ۲، ص: ۳۰۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/ و فی رد المحتار على الدرالمختار، كتاب القضاء، باب القاضی الى القاضی وغيره، ج: ۸، ص: ۱۳۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۹):فی عن ابن شهاب، عن أبی عبيد مولى ابن ازهر، انه قال: شهدت العيد=

معصیت کا ہوگا اور اگر موافق قاعدہ شرع کے ثبوت نہیں اور ایسی خبر سے معلوم ہوا ہے کہ جس کا غیر معتبر ہونا معلوم ہو چکا تو افطار ممنوع ہوگا۔ بلکہ روزہ کا اتمام چاہیے۔ افطار کرنے میں گنہگار ہوگا۔ کہ بدون حجت شرعی اس نے روزہ فاسد کیا فقط نماز پڑھنے سے عادل نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ عادل وہ ہے کہ سب کبائر سے مجتنب ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو (۱۰) یہاں تک کہ فقہاء لکھتے ہیں اگر کسی نے چاند دیکھا اور اس نے شہادت دینے میں تاخیر کی

=مع عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ. فجاء فصلی. ثم انصرف فخطب الناس. فقال: ان ھٰذین یومان. نھی رسول اللّٰہ ﷺ عن صیامھما: یوم فطرکم من صیامکم، والآخر یوم تأکلون فیہ من نسککم. وفی الفتح تحت ھٰذا الحدیث: وعن ابن عمر نحوہ، وقد أجمع العلماء علی تحریم صوم ھذین الیومین بکل حال، سواء صامھما عن نذر، أو تطوع أو کفارۃ، أو غیر ذلک. (موسوعۃ فتح الملھم بشرح صحیح الامام مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم یوم الفطر ویوم الأضحی، ج: ٦، ص: ٢٢٥، ٢٢٦، ط، دار أحیاء التراث العربی بیروت لبنان)

فی التاتارخانیۃ: یکرہ الصوم فی العیدین وأیام التشریق لانعقاد الاجماع، ولو صام یکون صائما مسیئا. (الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب الصوم، الفصل الثامن فی بیان الأوقات التی یکرہ فیھا الصوم، ج: ۳، ص: ۴۱۰، ط، مکتبۃ زکریا دیوبند)

(۱۰):فی الھندیۃ: أن العدل فی الشھادۃ أن یکون مجتنباً عن الکبائر ولایکون مصرا علی الصغائر. (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الشھادات، الباب الأول فی تعریفھا ورکنھا.الخ، ج: ۳، ص: ۴۵۰)

وفی البحر: وحقیقۃ العدالۃ مکلۃ تحمل علی ملازمۃ التقوی والمروءۃ والشرط أدناھا وھو ترک الکبائر والاصرار علی الصغائر. (البحر الرائق، کتاب الصوم، ج: ۲، ص: ۴٦۵، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان/وفی مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب الشھادات، ج: ۳، ص: ۲٦۱، ۲٦۲، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اور پھر بعد وقت کے وہ چاند دیکھنا بیان کرے تو اس کی گواہی معتبر نہ ہوگی (۱۱) کیونکہ اس پر فوراً خبر دینا واجب تھا یہ شخص ترک واجب کرکے فاسق بن گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ستائیسوں رجب کے روزہ کی فضیلت

﴿سوال﴾ ۲۷ تاریخ صوم رجب کا ثبوت حدیث سے ہے یا نہیں اور فضائل اعمال میں تو حدیث ضعیف قابل عمل ہوتی ہے نہ کہ ثبوت اعمال میں لائق قبول ہوا اور اگر ہوسکتی ہے تو اس کی تحریر فرمالویں؟

﴿جواب﴾ فضیلت ستائیس صوم رجب کی کسی حدیث صحیح سے منقول نہیں (۱۲) رجب وغیر

---

(۱۱):فی التاتارخانية: الظهيرية: اذا شهد الشهود على هلال رمضان فى اليوم التاسع والعشرين منه أنهم رأوا هلال رمضان قبل صومهم بيوم ان كانوا فى هذا المصر ينبغى أن لاتقبل شهادتهم لأنهم اعرضوا عما كان حقا عليهم، وان جاؤا من مكان بعيد جازت شهادتهم لفقد التهمة. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصوم، الفصل الثانى فيما يتعلق برؤية الهلال، ج: ۳، ص: ۳۶۲، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصوم، ج: ۲، ص: ۴۶۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۲):اخرج البيهقى عن سلمان الفارسىؓ قال قال رسول اللهﷺ: فى رجب يوم وليلة، من صام ذلك اليوم وقام تلك الليل كمن صام من الدهر مائة سنة، وقام مائة سنة وهو ثلاث بقين من رجب، وفيه بعث الله محمداً. وروى ذلك باسناد آخر أضعف من هذا. وقال العلامة عبدالعلى فى تخريج هذا الحديث: اسناده ضعيف. وكذا اخرج هٰذا الحديث الحافظ ابن حجر فى تبيين العجب: وقال تحته: هذا حديث منكر الى الغاية. وهياج هو ابن بسطام الهروى. روى عن جماعة من التابعين. وضعفه ابن معين، وقال أبو داؤد: تركوه. (انظر: الجامع لشعب الايمان، باب فى الصيام، تخصيص شهر رجب=

رجب برابر ہیں مگر بعض احادیث سے اشہر حرم کی کچھ فضیلت ثابت ہوتی ہے(۱۳) پس چاروں ماہ حرام برابر ہوئے سوائے ایام معدودہ کے جن کی فضیلت ثابت ہوئی ہے۔ بعد اس کے اگر ضعیف روایت سے فضیلت صوم رجب کی ثابت ہو تو روزہ رکھنا جائز ہے کیونکہ صوم خود عبادت ہے مگر جب صوم رجب کے مثل واجب کے جانا جاوے تو اس وقت بدعت ہو جاوے گا(۱۴) پس ثبوت صوم کا تو مطلق فضیلت صوم نفل سے ثابت ہے اور

=بالذكر، ج: ۵، ص: ۳۴۵، رقم: ۳۵۳۰، ط، مكتبة الرشد رياض/ وتبيين العجب بما ورد فى شهر رجب، ص: ۲۳، ط، مؤسسة قرطبة)

(۱۳):عن أبى مجيبة الباهلى عن أبيه أو عن عمه قال اتيت النبى ﷺ فقلت يا نبى الله أنا الرجل الذى اتيتک عام الأول قال فما لى رأى جسمک ناحلا قال يارسول الله ما أكلت طعاما بالنهار ما أكلته الا بالليل قال من أمرک أن تعذب نفسک قلت يارسول الله انى اقوى قال صم شهر الصبر ويوماً بعده قلت انى اقوى قال صم شهر الصبر ويومين بعده قلت انى اقوى قال صم شهر الصبر وثلاثة أيام بعده وصم أشهر الحرم.اخرجه ابن ماجة فى سننه وقال العلامة صفاء الضوى فى تخريج هذا الحديث ضعيف. انظر: (اهداء الديباجة بشرح سنن ابن ماجة، كتاب الصيام، باب صيام أشهر الحرم، ج: ۲، ص: ۴۰۳، رقم: ۱۷۴۱)

(۱۴):ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فى أوقات معينة لم يوجد لها ذلک التعيين فى الشريعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد)

من اصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الاول، ج:۳،ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

پھرا شہر حرم کے صوم سے ثابت ہے اور فضل خاص اگر ضعیف روایت سے ہو تو اس پر عمل درست ہے جب تک موکدۂ واجب نہ جانا جاوے (۱۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۵): فی الأجوبة الفاضلة: وقال النووی فی "التقریب": یجوز عند أهل الحدیث التساهل فی الأسانید الضعیفة، ورواية ما سوی الموضوع من الضعیف، والعمل به من غیر بیان ضعفه فی غیر صفات اللّٰه والأحکام. انتهٰی.

قال السیوطی فی شرحه "التدریب": لم یذکر ابن الصلاح والمصنف ـ ههنا وفی سائر کتبه ـ لما ذکر سوی هٰذا الشرط، وهو کونه فی الفضائل ونحوها، وذکر شیخ الاسلام له ثلاثة شرط: أحدها: أن یکون الضعف غیر شدید، فیخرج من انفرد من الکذابین والمتهمین، بالکذب ومن فحش غلطه.

والثانی: أن یندرج تحت أصل معمول به.

والثالث: أن لایعتقد عند العمل به ثبوته، بل یعتقد الاحتیاط. وهذان ذکرهما ابن عبد السلام وابن دقیق العید. وقیل لایجوز العمل به مطلقاً، وقیل یعمل به مطلقاً. انتهٰی. وقال ابن الهمام فی کتاب الجنائز من فتح القدیر: الاستحباب یثبت بالضعیف غیر موضوع. انتهٰی.

وقال النووی فی کتاب "الأذکار": قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرهم: یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا. (الاجوبة الفاضلة للاسئلة العشرة الکاملة، بحث قبول الحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال، ص: ۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی/وفی قواعد فی علوم الحدیث، الفصل الثالث فی حکم العمل بالضعیف الخ، ص: ۹۲، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی/ وفی تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، النوع الثانی والعشرون: المقلوب، ج: ۱، ص: ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ط، دار العاصمة ریاض)

ہزاری روزہ کا مسئلہ

﴿سوال﴾ ۲۷ رجب کو روزہ رکھنا کہ جس کو ہزاری روزہ کہتے ہیں اور مشہور ہے کہ اس روزہ کا ثواب ہزاروں کا ہوتا ہے اور حضرت بڑے پیر صاحب بھی شاید اس کو ایسا ہی لکھتے ہیں آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور اگر کسی نے یہ روزہ رکھ لیا تو اس کو توڑ دینا چاہیے یا نہیں اور اگر کوئی شخص بدعت بتا کر اس روزہ کو تڑوادے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اور ۲۷ رجب کو رسول اللہ ﷺ سے یا صحابہ عظامؓ سے روزہ رکھنا ثابت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ۲۷ رجب کا روزہ رکھنا جائز ہے کہ ہر روز روزہ نفل درست ہے سوائے پانچ روز منہی عنہ کے (۱۶) فضیلت اس کی صحاح احادیث میں نہیں ہے۔ فقط۔

رجب کے روزہ کا مسئلہ

﴿سوال﴾ سفر السعادت میں درباب رجب فرماتے ہیں ”در رجب را روزہ داشتن نہی فرمودہ وایضاً در باب روزہ رجب وفضل آن چیزے ثابت نشدہ“ بلکہ کراہیت وارد شدہ عبارت مذکورہ سے مطلق رجب میں روزہ رکھنا منع ومکروہ معلوم ہوتا ہے صحیح ہے یا مراد اس سے کوئی خاص روزہ ہے جس کو ہزاری وغیرہ کہتے ہیں؟

﴿جواب﴾ رجب کا روزہ رکھنا مباح وجائز ہے مگر خصوصیات کسی تاریخ کی کرنا یا اس کو مسنون

---

(۱۶): فی التاتارخانیة: یکرہ الصوم فی العیدین وأیام التشریق لانعقاد الاجماع، ولو صام یکون صائما مسیئا. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصوم، الفصل الثامن فی بیان الأوقات التی یکرہ فیها الصوم، ج: ۳، ص: ۴۱۰، ط، مکتبة زکریا دیوبند)

فی الفتح: وأیام التشریق ثلاثة بعد یوم النحر. (موسوعة فتح الملهم بشرح صحیح الامام مسلم، ج: ۶، ص: ۲۲۸، ط، دار أحیاء التراث العربی بیروت لبنان)

اور دیگر ایام سے افضل جاننا یا زیادہ موجب ثواب جاننا اس کو مکروہ بدعت لکھتے ہیں (۱۷) ورنہ جیسا تمام سال ہے رجب بھی ایک ماہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم اور ہزاری لکھتی کچھ نہیں اسی وجہ بدعت لکھا ہے۔ فقط۔

۲۷ رجب کے روزہ کو ہزاری روزہ سمجھنا

﴿سوال﴾ ۲۷ رجب کے روزہ کو ہزاری روزہ سمجھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ ۲۷ رجب کے روزہ کی فضیلت صحاح احادیث میں ثابت نہیں مگر غنیّۃ میں سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے لکھا ہے اس کو محدثین ضعیف کہتے ہیں (۱۸)۔ حدیث ضعیف سے ثبوت نہیں ہوسکتا ہے۔ نفس روزہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۷): ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة في أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد)

من اصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الاول، ج:۳، ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶، ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۱۸): عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي ﷺ قال: من صام يوم السابع والعشرين من رجب كتب له ثواب صيام ستين شهراً، وهو أول يوم نزل فيه جبريل على النبي ﷺ بالرسالة. (الغنية لطالبي طريق الحق عزوجل، مجلس في فضائل شهر رجب، فصل في فضل صيام يوم السابع والعشرين من رجب، ج: ۱، ص: ۳۳۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مذکورہ بالا حدیث اور اس کے علاوہ بعض دوسرے =

شہادت معتبرہ سے اگر ثابت ہو جائے کہ جس دن روزہ رکھنا چاہئے تھا نہیں رکھا گیا تو کیا کیا جائے

﴿سوال﴾ یہاں پر پہلا روزہ رمضان شریف کا جمعرات کے روز ہوا رؤیت ہلال شوال کی جمعرات کی ہوئی اور عید بروز جمعہ ہوئی اور انتیس روزے ہوئے بعض مقامات شملہ وکوہ منصوری و نینی تال وبھوپال میں سنا گیا کہ روزہ بدھ کا ہوا اور مقامات مذکورہ کے باشندگان کے پورے تیس روزے ہوئے زیادہ تر خارجاً یہاں یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت مولانا صاحب عم فیضہ نے بدھ کے روزے کی بابت تحقیق فرمالی ہے اور انتیس روزہ رکھنے والوں کو ایک روزہ رکھنے کے واسطے حکم فرمادیا ہے۔ لہٰذا گذارش ہے کہ آیا ہم لوگوں کو جنہوں نے انتیس روزے رکھے ہیں کہ ایک روزہ رکھنا چاہیے یا نہیں اور کوہ شملہ ومنصوری و نینی تال جو بلندی پر آباد ہیں وہاں کی رؤیت ہلال ہمارے واسطے لازم ہے یا نہیں اور یہ بھی ظاہر کرنا ضروری ہے کہ ہم نے جب یہ خبر سنی کہ پہلا روزہ بدھ کا ہوا ہے تو یہاں علی العموم منگل کے روز اپنی ۱۳ رمضان کو ان لوگوں کی ۱۴ رمضان کو چاند بیٹھ جاوے گا اور دیر سے نکلے گا مگر چاند ۱۳ تاریخ ہی کے موافق نظر آیا اور دن سے موجود تھا۔ اگلے روز ہم نے اپنے حساب کے موافق ۱۴ تاریخ بروز بدھ کے چاند کو دیکھا تو فی الواقع بدھ کے ہی روزہ رمضان کی ۱۴ تاریخ تھی اور اس بدھ کے دن چاند بیٹھ گیا تھا یعنی دیر سے نکلا صورتہائے مفصلہ ومعروفہ بالا میں ہر ایک بات پر خیال فرما کر جو حکم شرعی ہو فوراً آگاہی بخشئے چاند کے بیٹھنے کی طرف ضرور خیال فرمالیا جاوے ہمیشہ چاند ۱۴ تاریخ بدھ کو ہوئی اور شملہ ومنصوری وغیرہ مقامات کی رؤیت ہمارے واسطے قابل تسلیم ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ شہادت معتبرہ سے یہ امر پورے طور سے ثابت ہو گیا ہے کہ پہلا روزہ چہارشنبہ کا ہوا یہاں بھی اس روزہ کی قضا کی گئی ہے۔ وہ لوگ کہ جنہوں نے چہارشنبہ کو روزہ نہیں رکھا وہ لوگ ایک روزہ بہ نیت

= احادیث کو نقل فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: **فھذہ احادیث ذکرت فیما حضر عندنا من الکتب ولم یصح منھا علی ما قالوا شئ وغایتہ الضعف وجلھا موضوع واللّٰہ اعلم.**

(ماثبت بالسنة فی الایام السنة، ذکر شھر رجب، ص: ۱۷۶، ۱۸۳)

قضائے رمضان رکھ لیویں (۱۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملفوظات

چاند کی خبر خط کے ذریعہ

﴿۱﴾ چاند کی خبر تحریر خط سے دریافت ہوسکتی ہے مکتوب الیہ کو غالب گمان یہ ہے کہ فلاں کاتب عدل کا خط ہے اس میں کوئی انحراف نہیں ہوا۔ تو اس پر عمل درست ہے (۲۰) کتاب القاضی جیسی توکید وتوثیق

---

(۱۹):في الدر المختار: فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية أولئک بطريق موجب. (الدر المختار معه رد المحتار، كتاب الصوم، ج: ۳، ص: ۳۶۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفي التاتارخانية: أهل المصر صاموا رمضان بغير رؤية الهلال، وفيهم رجل لم يصم حتى رأى الهلال من الغد، فصام أهل المصر ثلاثين يوما وهذا الرجل تسعة وعشرين، ثم أفطروا جميعاً، فان كان أهل المصر رأوا هلال شعبان وعدوا شعبان ثلاثين يوما كان على هذا الرجل قضاء اليوم الأول. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصوم الفصل الثاني في بيان رؤية الهلال، ج: ۳، ص: ۳۶۴، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۲۰):في الاشباه: لايعتمد على الخط ولايعمل به.

وفي غمز عيون البصائر تحته: قوله: "لايعتمد على الخط ولايعمل به" في خزانة الاكمل أجاز أبو يوسف ومحمد العمل بالخط في الشاهد والقاضي والراوي اذا رأى خطه ولايتذكر الحادثة. قال في العيون: والفتوى على قولهما كذا في رسالة ابن الشحنة في العمل بالخط اذا تيقن انه خطه، سواء كان في القضاء او الرواية أو الشهادة في الصک في يد الشاهد لان الغلط فيه نادر، واثر التغيير يمكن الاطلاع عليه، وقلما يشتبه الخط من كل وجه فاذا تيقن ذلک جاز الاعتماد عليه توسعة على الناس. (غمز=

ضروری نہیں۔ اور امام ابو یوسف نے خود وہ قیود کتاب القاضی میں بھی کم کردی تھیں۔ بعد تحریر کے فقط دلیل اعتبار خط کی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ دحیہ کلبیؓ کے ہاتھ اپنا نامہ ہرقل کو بھیجا (۲۱)۔ تو ہرقل نے یہ نہ کہا کہ ایک آدمی کا اعتبار نہیں ہے اور نہ آپ کو یہ خیال ہوا کہ قاصد کا کیا اعتبار ہوگا۔ علی ہذا ارسال نامجات پر آپ کے زمانے میں اور خلفاء کے زمانے میں دو دو گواہ کہیں نہیں گئے۔ فقط والسلام۔

﴿۲﴾ ہزاری روزہ جو رجب کا مشہور ہے اس کی اصل احادیث سے کچھ نہیں نکلتی مگر شیخ عبد القادر قدس سرہٗ کی غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے وہ احادیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں (۲۲)۔ اگر ضعیف پر عمل کر لیوے فضائل میں درست کہتے ہیں (۲۳)۔ فقط والسلام۔

=عيون البصائر شرح كتاب الأشباه والنظائر، كتاب القضاء والشهادات والدعاوى، ج: ۲، ص: ۳۰۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب القضاء، باب القاضي الى القاضي وغيره، ج: ۸، ص: ۱۳۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲۱):عن ابن عباس أن أبا سفيان أخبره، من فيه الى فيه، قال: انطلقت في المدة التي كانت بيني وبين رسول الله ﷺ، قال: فبينا أنا بالشام، اذا جيء بكتاب من رسول الله ﷺ الىٰ هرقل، [يعني عظيم الروم] قال: وكان دحية الكلبي جاء به، فدفعه الىٰ عظيم بصرىٰ، فدفعه عظيم بصرىٰ الى هرقل، فقال هرقل: هل هٰهنا أحد من قوم هٰذا الرجل الذي يزعم أنه نبي؟ قالوا: نعم...الى آخر الحديث. (اخرجه مسلم في صحيحه في كتاب الجهاد والسير، باب كتب النبي ﷺ الى هرقل ملك الشام يدعوه الى الاسلام، ص: ۷۸۷، رقم: ۴۶۰۷، ط، دار السلام رياض)

(۲۲):(دیکھئے: حاشیہ نمبر:۱۸)

(۲۳):في الأجوبة الفاضلة: وقال النووي في "التقريب": يجوز عند أهل الحديث التساهل في الأسانيد الضعيفة، ورواية ما سوى الموضوع من الضعيف، و=

باب روزہ کی قضا اور کفارہ کا بیان

کفاروں کی ادائی میں دیر کرنا

﴿سوال﴾ جس کے ذمہ روزہ کفارہ کے ہوں طلب علم میں ہو یا حفظ کلام اللہ میں اگر روزہ رکھتا ہے تو طلب علم میں نقصان ہوتا ہے اور اگر نہیں رکھتا ہے تو اس کا مؤاخذہ سخت ہوتا ہے کہ کفارہ کے روزے اس کے ذمہ ہیں اگر بعد طلب علم کے رکھ لے تو درست ہے یا نہیں؟

=العمل به من غير بيان ضعفه فى غير صفات اللّٰه والأحكام. انتهٰى.

قال السيوطى فى شرحه "التدريب": لم يذكر ابن الصلاح والمصنف ـ ههنا وفى سائر كتبه ـ لما ذكر سوى هٰذا الشرط، وهو كونه فى الفضائل ونحوها، وذكر شيخ الاسلام له ثلاثة شرط: أحدها: أن يكون الضعف غير شديد، فيخرج من انفرد من الكذابين والمتهمين، بالكذب ومن فحش غلطه.

والثانى: أن يندرج تحت أصل معمول به.

والثالث: أن لايعتقد عند العمل به ثبوته، بل يعتقد الاحتياط. وهذان ذكرهما ابن عبد السلام وابن دقيق العيد. وقيل لايجوز العمل به مطلقاً، وقيل يعمل به مطلقاً. انتهٰى. وقال ابن الهمام فى كتاب الجنائز من فتح القدير: الاستحباب يثبت بالضعيف غير موضوع. انتهٰى.

وقال النووى فى كتاب "الأذكار": قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم: يجوز ويستحب العمل فى الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعا. (الاجوبة الفاضلة للاسئلة العشرة الكاملة، بحث قبول الحديث الضعيف فى فضائل الاعمال، ص: ۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

﴿جواب﴾ کفارہ کے روزں میں نہ چاہیے اگرچہ حفظ قرآن وتحصیل علم میں حرج لازم آوے(۱)۔

کئی رمضان کے کئی روزوں کا کفارہ

﴿سوال﴾ اگر قضاء چند صوم رمضان کے سبب کفارات ہوں خواہ دو رمضان کے جمع ہوں تو کفارہ ایک ہی کافی ہوگا یا ہر ایک صوم کا علیٰحدہ اور اگر طالب علمی میں کفارہ ادا نہ کر سکے تو بعد فراغ علم درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ کفارات میں تداخل ہوجاتا ہے۔ اگر دس روزہ رمضان کے خواہ ایک ماہ خواہ چند سال کے جمع ہوں تو ایک کفارہ کافی ہے(۲) اور بعد فراغ طالب علمی کے کفارہ دیوے تو بھی درست

(۱):فی البدائع: والکلام فی کیفیة وجوب القضاء انه علی الفور أو علی التراخی کالکلام فی کیفیة الوجوب فی الامر المطلق عن الوقت أصلا کالامر بالکفارات والنذور المطلقة ونحوها وذلک علی التراخی عند عامة مشایخنا.....وحکی الکرخی عن أصحابنا انه علی الفور والصحیح هو الاول. (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الصوم، فصل وأما حکم الصوم المؤقت، ج: ۲، ص: ۱۰۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۲):فی البزازیة: اذا تعدد الافطار قبل التکفیر یکفیه کفارة واحدة وان فی رمضانین فکل کفارة وقال محمد یکفیه کفارة واحدة قال فی الاسرار وعلیه الاعتماد. (الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصوم، الفصل الثالث فیما یفسد ومالایفسد وموجب القضاء والکفارة، نوع آخر جامعها متعمدا علیهما الکفارة الخ، ج: ۴، ص: ۱۰۲،۱۰۳)

وفی حاشیة الطحطاوی: ولو تکرر فطره، ولم یکفر للأول تکفیه واحدة، لو فی رمضانین عند محمد، وعلیه الاعتماد بزازیه ومجتبی وغیرهما. (حاشیة الطحطاوی=

ہے(۳) مگر جب تک طاقت صوم کی ہے۔اطعام جائز نہ ہوگا(۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=على مراقى الفلاح، كتاب الصوم، باب مايفسد به الصوم وتجب به الكفارة مع القضاء، ص: ٦٦٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳):في بدائع: والكلام في كيفية وجوب القضاء انه على الفور أو على التراخي كالكلام في كيفية الوجوب في الامر المطلق عن الوقت أصلا كالامر بالكفارات والنذور المطلقة ونحوها وذلك على التراخي عند عامة مشايخنا.....وحكى الكرخي عن أصحابنا انه على الفور والصحيح هو الاول. (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الصوم،فصل وأما حكم الصوم المؤقت، ج: ٢،ص: ١٠٤، ط، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴):في البذل: وأما المسألة الرابعة: وهي هل هذه الكفارة مرتبة، ككفارة الظهار، أو على التخيير؟ والمراد بالترتيب أن لاينتقل المكلف الى واحد من الواجبات المخيرة الا بعد العجز عن الذى قبله، وبالتخيير أن يفعل منها ما شاء ابتداء من غير عجز عن الآخر، فاختلفوا في ذلك، فقال الشافعي وأبو حنيفة والثوري وسائر الكوفيين: هي مرتبة، فالعتق أولا، فان لم يجد فالصيام، فان لم يستطع فالاطعام. (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، كتاب الصيام، باب كفارة من اتى أهله في رمضان، ج: ٨، ص: ٥٥٨، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه اللّٰه تعالىٰ: قوله: (ككفارة المظاهر) مرتبط بقوله "وكفر" أى مثلها في الترتيب فيعتق أولاً، فان لم يجد صام شهرين متتابعين، فان لم يستطع أطعم ستين مسكيناً لحديث الأعرابي المعروف في الكتب الستة. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصوم، باب مايفسد وما لايفسد، مطلب في الكفارة، ج: ٣، ص: ٣٩٠، ط، دار عالم الكتب رياض)

کئی روزے توڑنے کے کفارے کتنے ہوں گے

﴿سوال﴾ جس شخص نے چند روزہ رمضان بعد بلوغ کے توڑے ہوں اور یاد نہ ہوں کہ کتنے روزوں کا کفارہ دینا ہوگا تو کیا ایک کفارہ سب کے لئے کافی ہے؟

﴿جواب﴾ کئی روزہ توڑنے کا کفارہ ایک ہی ہے خواہ رمضان ایک ہی کے روزہ توڑے ہوں یا کئی رمضان کے توڑے ہوں (۵)۔فقط۔

عید کی خبر دوسری جگہ سے آنے پر روزہ رکھنے والے کیا کریں

﴿سوال﴾ جوانب واطراف سے خبریں عید ہونے کی بروز پیر کے معتبر ویقینی سن کر چند آدمیوں نے روزہ ظہر کے وقت توڑ دیا زید کہتا ہے کہ ان آدمیوں کے ذمہ کفارہ روزہ کا لازم ہوگیا بکر کہتا ہے کہ کفارہ لازم نہیں ہوا قضا واجب ہوگئی کہ جن آدمیوں نے روزہ توڑا اس نیت سے توڑا کہ عید کے دن روزہ منع ہے کچھ خواہش نفس سے نہیں توڑا جن شخصوں نے روزہ توڑا شریعت کا کیا حکم ہے آیا کفارہ لازم ہوگیا یا قضا کا روزہ رکھے یا نہ رکھے؟

﴿جواب﴾ جب دلیل شرعی سے ثابت ہوگیا کہ اتوار کے دن چاند ہوگیا تو پیر کے دن افطار واجب ہوگیا افطار کرنے والوں پر نہ قضا ہے نہ کفارہ (۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۵):ولو جامع فی رمضانین فعلیه کفارتان وان لم یکفر للأولی فی ظاهر الروایة وهو الصحیح. کذا فی الجوهرة، وقال محمد: علیه واحدة. قال فی الأسرار: وعلیه الاعتماد. وکذا فی البزازیة. (البحر الرائق، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم وما لایفسد، ج: ۲، ص: ۴۸۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۶):فی الملتقیٰ: ویلزم صوم نفل شرع فیه الا فی الأیام المنهیة.

وفی الدر المنتقیٰ تحته:(الا فی الأیام المنهیة) فلایلزم الاتمام فی ظاهر الروایة.=

ملفوظات

غیر رمضان کا روزہ توڑنا

﴿۱﴾ کسی شخص نے رمضان شریف کا مٹی سے روزہ توڑ دیا تو اس پر کفارہ نہ آوے گا(۷) اور اگر غیر رمضان میں توڑا ہے تو کفارہ نہیں آتا خواہ مٹی سے توڑے یا کسی اور شئے سے(۸) البتہ رمضان میں کسی غذا و دوا سے رمضان کا روزہ توڑے تو اس سے کفارہ آتا ہے(۹)۔ فقط۔

=(الدر المنتقٰی فی شرح الملتقٰی علی هامش مجمع الانهر، کتاب الصوم، ج: ۱، ص: ۳۷۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۷):فی البحر: قوله (وان أعاده أو استقاء أو ابتلع حصاة أو حدیداً قضی فقط) أی أعاد القیء أو قاء عامداً وابتلع ما لا یتغدی به ولایتداوی به عادة فسد صومه ولزمه القضاء ولاکفارة علیه. (البحر الرائق، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم ومالا یفسد، ج: ۲، ص: ۴۷۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۸):فی ملتقی الأبحر: ولاکفارة بافساد صوم غیر رمضان ویجب القضاء فقط.

وفی مجمع الانهر تحته: (لاکفارة بافساد صوم غیر رمضان) لأنه لم یهتک حرمة الشهر فعلی هذا لاتلزم الکفارة علی قضاء رمضان. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصوم، باب موجب الفساد، ج: ۱، ص: ۳۵۴، ۳۵۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۹):ومن جامع أو جومع فی أحد السبیلین عامداً، أو أکل أو شرب عامداً غذاء أو دواءً وهو صائم فی رمضان علیه القضاء والکفارة مثل المظاهر. (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الصوم، فصل فی وجوب الکفارة والقضاء علی من جامع أو جومع، ج: ۱، ص: ۱۳۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

﴿۲﴾ اگر کسی پر دس بیس روزے رمضان کے عمداً توڑنے کے سبب کفارات ہوں اگر چہ چند رمضان کے ہوں تو سب کا ایک کفارہ آتا ہے(۱۰)۔ ہر ایک روزہ کا جدا نہیں ہوتا بعد ختم قرآن کے دعا مانگنا مستحب ہے۔خواہ تراویح میں ختم ہوا ہو خواہ نوافل میں خواہ خارج نماز پڑھا ہو یا کہ بعد عبادت کے نماز ہو ذکر ہو اجابت کی توقع ہے اور جو کچھ کنز العباد وغیرہ میں لکھا ہے وہ قابل اعتبار نہیں حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ بعد تلاوت قرآن کے اور بعد ختم قرآن کے وقت اجابت کا ہے(۱۱)۔لہٰذا ختم بعد تراویح بھی اس میں داخل ہے اگر اس وقت کی دعا کو واجب اور ضروری جانے تو بدعت ہے(۱۲) اس کو ہی شاید کنز العباد وغیرہ میں

---

(۱۰):فی البزازية: اذا تعدد الافطار قبل التكفير يكفيه كفارة واحدة وان فی رمضانين فكل كفارة وقال محمد يكفيه كفارة واحدة قال فی الاسرار وعليه الاعتماد. (الفتاوی البزازية علی هامش الفتاوی العالمكيرية، كتاب الصوم، الفصل الثالث فيما يفسد ومالايفسد وموجب القضاء والكفارة، نوع آخر جامعها متعمدا عليهما الكفارة الخ، ج: ۴، ص: ۱۰۲، ۱۰۳)

(وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصوم، باب مايفسد به الصوم وتجب به الكفارة مع القضاء، ص: ۶۶۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۱):عن العرباض بن سارية قال: قال رسول اللهﷺ من صلی صلاة فريضة فله دعوة مستجابة، ومن ختم القرآن فله دعوة مستجابة. وقال الهيثمی: رواه الطبرانی وفيه عبدالحميد بن سليمان وهو ضعيف.(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب التفسير، باب الدعاء عند ختم القرآن، ج: ۷، ص: ۱۷۲، ط، دار الكتاب العربی بيروت لبنان)

(۱۲):من اصر علی أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر علی بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الاول، ج:۳،ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

بدعت کہا ہو واللہ تعالیٰ اعلم اور ایک دفعہ بسم اللہ کا پکار کر پڑھنا ختم میں چاہئے۔ حنفیہ کے نزدیک خواہ فاتحہ کے ساتھ پڑھ لیوے خواہ کسی اور سورۃ کے ساتھ (۱۳)۔

---

(۱۳):قال الامام المحدث الفقيه الشيخ محمد عبد الحى اللكنوى الهندي رحمه اللّٰه تعالىٰ: قد صرحوا أن ختم القرآن بجميع أجزء ه فى التراويح مرة سنة مؤكدة، حتى لو ترك آية منه لم يخرج عن العهدة، وقد ثبت أن البسملة أيضاً آية منه على الأصح، فيستخرج منه أنه لو قرأ تمام القرآن فى التراويح، ولم يقرأ البسملة فى ابتداء سورة من السور سوى مافى سورة النمل، لم يخرج عن عهدة السنية، ولو قرأ ها الامام سرا خرج عن العهدة، لكن لم يخرج المقتدون عن العهدة، وبه أفتيت حين سئلت فى سنة أربع وثمانين بعد الألف والمائتين من الهجرة عن هذه المسألة. وقد أفتى به أبى و أستاذى نور اللّٰه مرقده مرات وكرات، وصرح به فى قمر الأقمار لنور الأنوار. (احكام القنطرة فى احكام البسملة، الباب الثانى فى نبذ من أحكام البسملة، ص: ١٧، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى)

باب روزہ کس بات سے فاسد ہوتا ہے اور کن باتوں سے نہیں

بواسیر کے مسوں کو دبانے کا روزہ پر اثر

﴿سوال﴾ ایک شخص کو مرض بواسیر ہے وقت اجابت مسہائے بواسیر اس کے جو کثیر الحجم ہیں باہر آتے ہیں اور بعد کرنے استنجاء ڈھیلوں سے اور کرنے طہارت کے پانی سے مسہائے مذکور دبانے سے اندر ہوجاتے ہیں اور بغیر اس کے طہارت مسوں کی پانی سے کی جاوے یا ہوا ہاتھ کو خواہ مسوں کو پانی سے تر کرکے مسوں کو دبایا جائے مسوں کا اندر جانا کسی وقت غیر ممکن اور کسی وقت سخت دشوار اور باعث نہایت تکلیف کا ہوتا ہے اور اس طرح کے دبانے سے کبھی کبھی خون بواسیر بھی جاری ہوجاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شخص مذکور بحالت صوم جب مسوں کو یا ہاتھ کو پانی میں تر کرکے یا طہارت مسوں کی پانی سے کرکے مسوں کو دبادے تو روزہ اس کا رہے گا یا نہیں اگر نہیں رہے گا تو اس کو واسطے قائم رکھنے روزہ کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ فقط۔

﴿جواب﴾ ایسی حالت میں روزہ اس کا قائم رہے گا روزہ میں کسی طرح کا نقصان نہ آوے گا اس واسطے کہ محل مسوں کا جو کنارہ دبر ہے اس جگہ پر پانی پہنچنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا نہ معذور کا نہ غیر معذور کا (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱۔

الجواب واللہ سبحانہ الموفق للصواب: حالت صوم میں ہاتھ کو پانی سے تر کرکے مسوں کو دبانا یا طہارت

---

(۱): فی الدر المختار: ولو فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنة فسد، وهذا قلما يكون، ولو كان فيورث داء عظيماً.

وفی الشامية تحته: فی بعض النسخ: المحقنة بالميم وهی أولی. قال فی الفتح: والحد الذی يتعلق بالوصول اليه الفساد قدر المحقنة اهـ: أی قدر ما يصل اليه رأس المحقنة التی هی آلة الاحتقان. وعلى الأول فالمراد الموضع الذی ينصب منه الدواء الی الأمعاء. (رد المحتار علی الدر المختار، كتاب الصوم، باب مايفسد ومالايفسده، ج: ۳، ص: ۳۶۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

مس کی پانی سے کرے مسوں کو دبانا مفسد صوم نہیں ہے اس واسطے کہ جو رطوبت پانی کی مسوں پر رہ جائے گی اور وہ مسوں کے ساتھ جوف میں داخل ہوگئی اس سے احتراز ممکن نہیں خصوصاً مریض بواسیر شدید کو اور جو اس قسم کی چیز جوف میں داخل ہو جس سے احتراز ممکن نہ وہ ناقص صوم نہیں ہوتی جیسے رطوبت پانی کی جو منہ میں بعد کلی کے رہ جاتی ہے۔ باوجودیکہ وہ نسبت رطوبت مسوں کے کثیر ہوتی ہے۔

قال فی الدر المختار اذا اکل الصائم او شرب او جامع ناسیا او دخل حلقه غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرا استحسانا لعدم امکان التحرز او بقی بلل فیه بعد المضمضة وابتلعه مع الریق(۲) انتهٰی مختصرا فقط واللّٰه سبحانه اعلم وعلمه اتم العبد رامپوری محمد ارشاد حسین احمدی. شبہ مولوی محمد حسن صاحب سلمہ مرادآبادی مغلپوری نے مولانا گنگوہی کی خدمت میں لکھا تھا کہ مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اس صورت میں صوم میں فساد آئے گا فقط حفیظ اللہ بیگ عفی عنہ اس پر مولانا نے بجواب خط مولوی احمد شاہ صاحب حسن پوری بنام محمد حسن صاحب لکھا از احمد شاہ عفی عنہ مسئلہ وہی ہے جو حضرت اقدس مدظلہم نے سابق ارقام فرمایا ہے اور بیشک نواب قطب الدین خاں مرحوم کو مظاہر حق میں غلطی ہوئی سرخ کے تر ہونے اور اندر جانے سے بھی روزہ جائے گا۔ اس لئے کہ یہ بھی موضع حقنہ سے ورے ہے یعنی کانچ۔

﴿سوال﴾ منجن جس میں نمک پڑا ہوا ہو روزہ میں ملنا جائز ہے یا مکروہ اور روزہ میں نقصان ہوتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر منجن کا اثر حلق تک نہ جاوے تو منجن ملنا درست ہے(۳)۔ فقط۔

---

(۲):(الدر المختار شرح تنویر الأبصار وجامع البحار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لایفسده، ص: ۱۴۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۳):فی الدر المختار: وکره له ذوق شیء.

وفی الشامیة تحته: قوله: (کره الخ) الظاهر أن الکراهة فی هذه الأشیاء تنزیهیة. رملی. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد وما لایفسد، مطلب=

ملفوظ

﴿۱﴾ جس شخص نے اس قدر کھانا کھایا کہ بعد طلوع آفتاب کے ڈکاریں آتی ہیں اوران کے ساتھ پانی آتا ہےاس سے روزہ میں حرج نہیں آتا(۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔رمضان یک شنبہ ۷اھ شنبہ کو یہاں بوجہ ابر کے چاند نظر نہیں آیا مگر اور مقامات سے مستند خبریں آئی ہیں کہ چہار شنبہ کی پہلی ہوئی۔

=فیما یکره للصائم، ج: ۳، ص: ۳۹۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وكـذا فـى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لايكره، ج: ۱، ص: ۱۹۹)

(۴):فـى الـدر المختار: وان ذرعه القىء وخرج ولـم يعد لايفطر مطلقا ملأ أو لا فان عاد بلا صنعه و لو هو ملء الفم مع تذكره للصوم لايفسد.

وفـى الشامية تحته: قوله: (وان ذرعه القىء) أى غلبه وسبقه: قاموس. والمسألة تتفـرع الـى أربع وعشرين صورة، لأنه اما أن يقىء أو يستقئ وفى كل اما أن يملأ الفم أو دونـه، وكـل من الأربعة اما ان خرج أو عاد أو أعاده، وكل اما ذاكر لصومه او لا، ولافطر فـى الـكـل على الأصح الا فى الاعادة والاستقاء بشرط الملء مع التذكر شرح المنتقى. (رد الـمـحـتـار عـلـى الـدر المختار، كتاب الصوم، باب مايفسد ومالايفسد، ج: ۳، ص: ۳۹۲، ط، دار عالم الكتب رياض)

باب اعتکاف کا بیان

اعتکاف مسنون کی مدت

﴿سوال﴾ اعتکاف مسنون کتنے روز کا ہے اور کب سے ہے؟

﴿جواب﴾ اعتکاف مسنون اکیسویں سے آخر رمضان تک ہے نفل اعتکاف تیس روز کا بھی درست ہے(۱)۔

معتکف کا علاج کرنا

﴿سوال﴾ معتکف کو مسجد میں علاج مریضوں کا اللہ واسطے درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ معتکف کو مریضوں کو دوا بتلا دینا درست ہے(۲)۔فقط۔

---

(۱):فی البذل: وعند الحنفية سنة مؤكدة فی العشر الأخير من رمضان سنة كفاية، كما فی البرهان وغيره، لاقترانها بعدم الانكار علی من لم يفعله من الصحابة رضی الله عنهم. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، كتاب الصيام، باب الاعتكاف، ج: ۸، ص: ۶۹۰، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

وفی التبيين: والحق انه ينقسم الی ثلاثة أقسام واجب وهو المنذور وسنة وهو فی العشر الاخير من رمضان ومستحب وهو فی غيره من الازمنة. (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج: ۱، ص: ۳۴۸، ط، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا فی رد المحتار علی الدر المختار، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج: ۳، ص: ۴۳۰، ۴۳۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲):فی مجمع الانهر: ويكره له الصمت ان اعتقد ان الصمت قربة للنهی عنه، و الا فلا يكر ويكره الكلام الا بخير أی مما لااثم فيه فان حرمة التكلم الشر فی الوقت=

معتکف حقہ کہاں پئے

﴿سوال﴾ خاکسار نے اپنے ایک بھائی کو اپنے ساتھ اعتکاف میں بیٹھنے کی ترغیب دی ہے لیکن وہ فرماتے ہیں کہ حقہ پینے کی عادت ہے اور حقہ مسجد میں پینا چاہئے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ معتکف کو جائز ہے کہ بعد نماز مغرب مسجد سے باہر جا کر حقہ پی کر کلی کر کے بو زائل کر کے مسجد میں چلا آوے (۳)۔

=الاعتكاف أشد منه في غيره. (مجمع الانهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج: ١، ص: ٣٨٠، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفي غنية ذوي الاحكام: (قوله والتكلم الا بخير) قال في البحر ظاهر الرواية ان المراد بالخير هنا ما لااثم فيه فشمل المباح وبغير الخير ما فيه اثم وقال في الكافي يتحدث أي المعتكف بما بداله ان لايكون مأثما لانه عليه الصلاة والسلام كان يتحدث مع الناس في اعتكافه. (غنية ذوي الاحكام في بغية درر الحكام على هامش الدرر الحكام في غرر الاحكام، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج: ١، ص: ٢١٤، ط، مير محمد كتب خانه كراتشي)

(۳): اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے اکابرین علمائے کرام کے درمیان اختلاف ہے فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب، حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب، محقق العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب کے نزدیک معتکف اگر حقہ پینے کا عادی ہو اور بغیر حقہ کے گذارہ نہیں تو حقہ پینے کے لیے مسجد سے باہر جا سکتا ہے اور ان حضرات کے نزدیک جس طرح معتکف اپنے طبعی امور جیسے پیشاب، پائخانہ یا غسل واجب وغیرہ کے لیے مسجد سے نکل=

معتکف کن وجوہ کی بنا پر مسجد سے نکل سکتا ہے

﴿سوال﴾ معتکف کو شرکت جنازہ وعیادت مریض اگر ضرورت ہو تو جائز ہے یا نہیں اگر آتشزدگی ہو تو اس کو بجھانا جب کہ اپنے گھر کے جلنے کا بھی خوف ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ معتکف کو عیادت اور شرکت نماز جنازہ وغیرہ ضروریات درست ہیں ایسے ہی اگر آگ لگ جائے تو اس کو بجھانے جانا درست ہے (۴)۔ فقط۔

=سکتا ہے اسی طرح ان ہی طبعی امور میں ان حضرات نے حقہ کو بھی شمار کیا ہے کہ مسجد سے باہر جا کر حقہ پی کر بو زائل کر کے مسجد میں واپس آجائے۔ (دیکھئے: فتاوی محمودیہ، ج:۱۰، ص:۲۳۹/ محمود الفتاوی، باب الاعتکاف، ج:۴، ص:۳۸٦/ کتاب المسائل، ج:۲، ص:۱۸٦/ کتاب الفتاوی، ج:۳، ص:۴۵۵، ۴۵٦/ قاموس الفقہ، ج:۲، ص:۱۷۳/ فتاوی رحیمیہ ج:۷، ص:۲۷۷، ۲۷۸/ فتاوی دینیہ، ج:۳، ص:۸۷، ۸۸/ ایضاح المسائل، باب الاعتکاف، ص:۹۴، ط، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن امروہوی صاحب کے نزدیک معتکف حقہ پینے کے لئے مسجد سے باہر نہیں جاسکتا، اس لیے کہ ان حضرات کے نزدیک حقہ پینا طبعی امور میں داخل نہیں ہے۔ (دیکھئے: فتاوی دار العلوم دیوبند، ج:٦، ص:۳۱۲/ کفایۃ المفتی، ج:۴، ص:۲۴۵/ فتاوی حقانیہ، ج:۴، ص:۲۰۴/ فتاوی فریدیہ، ج:۴، ص:۱۸۸/ نجم الفتاوی، ج:۳، ص:۳۱۹)

(۴): راجح قول کے مطابق اگر کوئی معتکف بالقصد نماز جنازہ پڑھنے یا مریض کی عیادت کرنے کے لئے مسجد کی حدود سے باہر نکلے گا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا، البتہ اگر طبعی یا شرعی ضرورت کی وجہ سے مسجد سے باہر نکلا تھا اور واپسی میں بلا توقف نماز جنازہ میں شریک ہوگیا یا اسی طرح راستہ بدلے بغیر کسی مریض کی عیادت کرلی تو اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔ =

اعتکاف فاسد ہوجائے تو کیا کرے

﴿سوال﴾ اگر اکیسویں روز اعتکاف کیا بعدۂ کسی وجہ سے اعتکاف فاسد ہوگیا تو روز دوم یا سوم پھر کرنے سے اعتکاف رمضان میں شامل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

= عن عبدالرحمٰن بن القاسم، عن أبيه، عن عائشة، قال النفيلى: قالت: كان النبىﷺ يمر بالمريض وهو معتكف، فيمر كما هو، ولايخرج يسأل عنه. وقال ابن عيسى: قال: ان كان النبىﷺ يعود المريض، وهو معتكف. وفى البذل تحت هذا الحديث: والمذهب عند الحنفية أن المعتكف لايخرج لعيادة مريض ولا لصلاة جنازة، لأنه لا ضرورة الى الخروج، لأن عيادة المريض ليست من الفرائض بل من الفضائل، وصلاة الجنازة ليست بفرض عين، بل فرض كفاية، تسقط عنه بقيام الباقين بها.

وما روى عن النبىﷺ من الرخصة فى عيادة المريض وصلاة الجنازة، فقد قال أبو يوسف: ذلک محمول عندنا على الاعتكاف الذى يتطوع به من غير ايجاب، فله أن يخرج متى شاء، ويجوز أن تحمل الرخصة على ما اذا كان خرج المعتكف لوجه مباح، كحاجة الانسان أو للجمعة، ثم عاد مريضاً أو صلى على جنازة من غير أن كان خروجه لذلک قصداً. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الصيام، المعتكف يعود المريض، ج: ٨، ص: ٧٠٦، ٧٠٧، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

وفى البحر: وأفاد أنه لايخرج لعيادة المريض وصلاة الجنازة لعدم الضرورة المطلقة للخروج. كذا فى غاية البيان.......وأشار الى أنه لو خرج لحاجة الانسان ثم ذهب لعيادة المريض أو لصلاة الجنازة من غير أن يكون لذلک قصد فانه جائز. (البحر الرائق، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج: ٢، ص: ٥٢٨، ٥٢٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

﴿جواب﴾ اعتکاف مسنون دہ روزہ تو اس سے فوت ہو گیا باقی جتنے روز کا اعتکاف کرے گا اس کا ثواب ملے گا (۵)۔ فقط۔

ملفوظ

اعتکاف مسنون اگر فاسد ہو جائے

﴿۱﴾ اعتکاف مسنون میں اگر فساد ہو جائے تو اس کی قضا نہیں آتی (۶) سحری کھانے کے اندر تاخیر

(۵): فی مجمع الانهر: والحق انه علی ثلاثة أقسام واجب، وهو المنذور، وسنة مؤكدة، وهو اعتكاف العشر الأخيرة من رمضان، ومستحب، وهو فی غيره من الأيام كما فی التبيين. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج: ۱، ص: ۳۷۶، ۳۷۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۶): رمضان مبارک کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف شروع کر کے درمیان میں اعتکاف چھوڑ دیا تو اس کی قضا میں تین قول ہیں:

اُول: یہ کہ رمضان مبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف سنت ہے، اگر کوئی شخص اس کو توڑ دے تو اس کی قضا نہیں، یہی کیا کم ہے کہ وہ اس عظیم دولت سے محروم رہا؟ عام کتابوں میں اسی کو اختیار کیا گیا۔

دوم: یہ کہ نفل عبادت شروع کرنے سے لازم ہو جاتی ہے، اور چونکہ ہر دن کا اعتکاف ایک مستقل عبادت ہے، اس لئے جس دن کا اعتکاف توڑا صرف اسی ایک دن کی قضا لازم ہے، بہت سے اکابر نے اس کو اختیار فرمایا ہے۔

سوم: یہ کہ اس نے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کا التزام کیا تھا، چونکہ اس کو پورا نہیں کیا، اس لئے ان تمام دنوں کی قضا لازم ہے، یہ شیخ ابن ہمامؒ کی رائے ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل، ج:۴، ص: ۶۳۵، مکتبہ لدھیانوی)

لہٰذا حضرت گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے قول اول کو ترجیح دی ہے۔ =

مستحب ہےاورایسی تاخیر کہ جس سے شک میں واقع ہوجاوے اس بچنا واجب ہے(۷)۔

= فی التاتارخانية: ولو شرع فيه، ثم قطع لايلزمه القضاء فی رواية الأصل، وفی رواية الحسن يلزمه، وفی الظهيرية: عن أبی حنيفة أنه يلزمه يوماً. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الصوم، الفصل الثانی عشر فی الاعتكاف، ج: ۳، ص: ۴۴۷، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

فی الشامية: قوله: (أما النفل) أی الشامل للسنة المؤكدة ح. قلت: قدمنا مايفيد اشتراط الصوم فيها بناء علی أنها مقدرة بالعشر الأخير، ومفاد التقدير أيضاً اللزوم بالشروع. تأمل. ثم رأيت المحقق ابن الهمام قال: ومقتضی النظر لو شرع فی المسنون أعنی العشر الأواخر بنيته ثم أفسده أن يجب قضاء ه تخريجاً علی قول أبی يوسفؒ فی الشروع فی نفل الصلوة ناوياً أربعاً لا علی قولهما....وعلی فيظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتكاف المسنون بالشروع، وان لزوم قضاء جميعه أو باقيه مخرج علی قول أبو يوسف، وأما علی قول غيره فيقضی اليوم الذی أفسده لاستقلال كل يوم بنفسه. (ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج: ۳، ص: ۴۳۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۷):أخرج السيوطی فی الجامع الصغير عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما: انا معشر الأنبياء أمرنا أن نعجل افطارنا، ونؤخر سحورنا، ونضع أيماننا علی شمائلنا فی الصلاة. وفی الفيض تحت هٰذا الحديث: (ونؤخر سحورنا) بالضم أی نقربه من الفجر جداً مالم يوقع التأخير فی شك.....قال الهيثمی رجاله رجال الصحيح. (فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج: ۲، ص: ۵۵۱، رقم: ۲۵۲۷، ط، دار المعرفة بيروت لبنان)

فی الهندية: التسحر مستحبة ووقته آخر الليل قال الفقيه أبو الليث وهو السدس الاخير هكذا فی السراج الوهاج. ثم تأخير السحور مستحب كذا فی النهاية.=

کتاب الحج کا بیان

رشوت کے روپیہ سے حج

﴿سوال﴾ رشوت یا سود یا زنا وغیرہ سے اگر روپیہ جمع کیا حج زکوۃ وغیرہ فرض ہوتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس کا سارے کا نکالنا فرض ہے اہل حقوق کو واپس کردے جو نہ معلوم ہوں تو صدقہ محتاجوں پر کردے حج وغیرہ اس سے ادا نہیں ہوتا (۱)۔فقط۔

=ویکره تأخير السحور الى وقت يقع فيه الشك هكذا فى السراج الوهاج. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم،الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لايكره، ج: ۱، ص: ۲۰۰)

(۱): مال حرام ملک میں داخل نہیں ہوتا اس لئے ایسا شخص جس کے پاس صرف مال حرام ہی ہو اس پر حج فرض نہیں، لہٰذا جس شخص کے پاس حرام مال ہو تو اسے چاہئے کہ ان پیسوں کو اہل حقوق کو واپس کردے، اور اگر اہل حقوق معلوم نہ ہوں تو ان پیسوں کو محتاجوں میں تقسیم کردے۔اور اگر ان پیسوں سے حج کیا تو سخت گنہگار ہوگا اگرچہ حج ادا تو ہوجائے گا لیکن قبول نہیں ہوگا۔

أخرج الطبرانی عن أبی هريرةؓ، قال: قال رسول اللهﷺ: اذا خرج الرجل حاجاً بنفقة طيبة، ووضع رجله فی الغرز، فنادى: لبيک اللّٰهم لبيک، ناداه [مناد] من السماء، لبيک وسعديک، زادک حلال، وراحلتک حلال، وحجک مبرور غير مأزور، واذا خرج بالنفقة الخبيثة، فوضع رجله فی الغرز، فنادى: لبيک، ناداه مناد من السماء: لا لبيک ولاسعديک، زادک حرام ونفقتک حرام، وحجک غير مبرور. (المعجم الأوسط للطبرانی، ج: ۵، ص: ۲۵۱، رقم: ۵۲۲۸، ط، دار الحرمين)

فی مجمع الانهر: وقدرة زاد و راحلة، وهما من شروط الوجوب عند الفقهاء، وقال: فی الفتح ان القدرة على الزاد، والراحلة شرط الوجوب لانعلم عن أحد خلافه ومراده عن أحد من الفقهاء.......وفی القهستانی وفيه اشارة الى انه لايجب بالمال=

حج بدل کا مسئلہ

﴿سوال﴾ ایک شخص پر حج فرض ہوا اور دوسرا اس کو اپنے نفقہ سے حج کروادے تو اول کا فرض اترایا باقی رہا؟

﴿جواب﴾ اگر نفقہ دینے والے نے کسی اور کی طرف سے حج کرایا تو کرنے والے کا فرض ساقط نہیں ہوا(۲) اور اگر خود کرنے والے ہی کو اپنے حج کے واسطے روپیہ دیا ہے تو فرض ساقط ہو گیا۔ فقط۔

=الحرام. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الحج، ج: ۱، ص: ۳۸۵، ۳۸۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الشامیة: فان الحج فی نفسه مأمور به، وانما یحرم من حیث الانفاق، وکأنه أطلق علیه الحرمة لأن للمال دخلاً علیه، فان الحج عبادة مرکبة من عمل البدن والمال کما قدمناه، ولذا قال فی البحر: ویجتهد فی تحصیل نفقة حلال، فانه لایقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث، مع أنه یسقط الفرض عنه معها ولاتنافی بین سقوطه وعدم قبوله، فلا یثاب لعدم القبول، ولایعاقب عقاب تارک الحج. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج: ۳، ص: ۴۵۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی منحة الخالق: لو کان الخبیث نصاباً لایلزمه الزکاة لأن الکل واجب التصدق علیه فلا یفید ایجاب التصدق ببعضه ومثله فی البزازیة. قال فی الشرنبلالیة: وبه صرح فی شرح المنظومة ویجب علیه تفریع ذمته برده الی أربابه ان علموا والا الی الفقراء. (منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الزکاة، ج: ۲، ص: ۳۵۹، ۳۶۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۲):فی الدر المختار:ویقع الحج المفروض عن الآمر علی الظاهر من المذهب.=

عالم کا ہجرت کرنا

﴿سوال﴾ ایک شخص ایسا ہے کہ اس سے دین کے بہت فائدے ہیں مثلاً کلام اللہ وحدیث شریف وتفسیر وغیرہ پڑھاتا ہے جس مسجد میں رہتا ہے وہ مسجد اس سے آباد ہے آیا اس شخص کو ہجرت کرنا حرمین شریفین کی اولیٰ ہے یا یہ شغل اولیٰ ہے؟

﴿جواب﴾ اگر یہاں رہنے سے اس عالم کے دین میں کوئی نقصان نہیں اور خلق کو اس سے نفع دین کا ہے تو اس کا یہاں رہنا ہجرت عرب کرنے سے بہتر ہے(۳)۔فقط۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مدینہ منورہ کی زیارت کا حکم

﴿سوال﴾ جو شخص حج کو مکہ شریف جاوے اور مدینہ منورہ نہ جاوے اس خیال سے کہ مدینہ شریف جانا کوئی فرض واجب نہیں ہے بلکہ ایک کار خیر ہے۔ناحق میں ایسے راستہ خوفناک میں جاؤں کہ جا بجا راستہ میں

= وفی الشامية تحته: قوله: (على الظاهر المذهب) كذا فى المبسوط، وهو الصحيح كما فى كثير الكتب. بحر. ويشهد بذلک الآثار من السنة وبعض الفروع من المذهب. فتح.....لأنهم اتفقوا أن الفرض يسقط عن الآمر لا عن المأمور، وأنه لابد أن ينويه عن الآمر. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج: ۴، ص: ۲۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳):قال الماوردى: اذا قدر على اظهار الدين فى بلد من بلاد الكفر فقد صارت البلد به دار اسلام. فالاقامة فيها أفضل من الرحلة منها لما يترجى من دخول غيره فى الاسلام. (اعلاء السنن، ج: ۱۲، ص: ۱۶۶، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى/ و فى الحاوى الكبير، كتاب السير، باب أصل فرض الجهاد، ج: ۱۴، ص: ۱۰۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

قافلے لٹ رہے ہیں اور خوف جان و مال کا ہے۔ اور اس قدر روپیہ صرف ہوگا۔ اس سے کیا فائدہ تو یہ کچھ گنہگار ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مدینہ نہ جانا اس وہم سے کمی محبت فخر عالم علیہ السلام کا نشان ہے۔ ایسے وہم سے کوئی دنیا کا کام نہیں ترک ہوتا۔ زیارت کرنا کیوں ہوا اور راہ ہر روز نہیں لٹتی اتفاقی بات ہے یہ کوئی حجت نہیں۔ مگر ہاں واجب بھی نہیں۔ بعض کے نزدیک بہرحال رفع یدین آمین بالجہر سے زیادہ موجب ثواب و برکت کا ہے اس کو تو باوجود فساد اور خوف آبرو کے بھی ترک نہ کریں اور زیارت کا احتمال و وہم سے بھی ترک کردیں اور اس کو بھی تامل کر کے دیکھ لیویں کہ کونسا حصہ کمال ایمان کا ہے اور روپیہ خیرات میں صرف ہونا سعادت ہے مکہ سے مدینہ تک پچاس روپیہ اعلیٰ درجہ کا صرف ہے جس نے پچاس روپیہ کا خیال کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد مبارک کا خیال نہ کیا اس کا ایمان و محبت لاریب ناقص ہے گو گنہگار نہ ہو مگر اصلی جبلت میں ہی کمی ایمان کی ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۴): في الدر المختار: وزيارة قبره مندوبة، بل قيل واجبة لمن له سعة.

وفي الشامية: قوله: (مندوبة) أي باجماع المسلمين كما في اللباب. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب الهدى، مطلب في تفضيل قبره المكرم صلى الله عليه وسلم، ج: ۴، ص: ۵۳، ۵۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفي الموسوعة الفقهية: لاخلاف بين العلماء في استحباب زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم. (الموسوعة الفقهية، زيارة القبور، ج: ۲۴، ص: ۸۹)

کتاب النکاح کے مسائل

بذریعہ خط ڈاک نکاح کا مسئلہ

﴿سوال﴾ بذریعہ تحریر ڈاک نکاح ہوسکتا ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ نکاح بذریعہ تحریر بھی ہوسکتا ہے جب کہ اس تحریر پر اعتماد ہو اور مکتوب الیہ مجلس شہود میں قبول کرلے اور مضمون تحریر بھی ان کو سنادے(۱)۔فقط۔

نامرد سے نکاح

﴿سوال﴾ ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک مرد سے کہ اس کی عمر بیس یا بائیس برس کی تھی کردیا بعد کو معلوم ہوا کہ وہ مرد محض نامرد ہے اس شخص کے واسطے شریعت میں کیا حکم ہے یعنی اپنی لڑکی کا نکاح اور جگہ کرے یا نہ کرے اور مرد نامرد طلاق بھی نہیں دیتا ہے وہ لڑکی کیا کرے فقط۔

﴿جواب﴾ جب نکاح ہوگیا تو اب بدون طلاق دینے خاوند کے دوسری جگہ نکاح نہیں ہوسکتا(۲) فقط۔

---

(۱):في الشامية: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب. وصورته: أن يكتب اليها يخطبها، فاذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت زوجت نفسي منه، أو تقول ان فلاناً كتب الي يخطبني فاشهدوا أني زوجت نفسي منه، أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لاينعقد. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، مطلب التزوج بارسال كتاب، ج: ۴، ص: ۷۳، ط، دار عالم الكتب رياض/ وفي البحر الرائق، كتاب النكاح، ج: ۳، ص: ۱۴۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲):في الخانية: نكاح العنين جائز فان علمت المرأة وقت النكاح انه عنين=

نکاح کا صحیح طریقہ

﴿سوال﴾ ایک مرد نے ایک عورت سے کہا کہ میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا لوگ میری اور تمہاری نسبت کہتے ہیں کہ ان کا پوشیدہ باہم نکاح ہوگیا ہے۔اس عورت نے جواب دیا کہ تم کیوں گھبراتے ہو اگر نکاح کو پھر کہے تم کہہ دینا کہ نکاح نہ ہوا تھا اب ہوگیا یہ سن کر اس مرد نے دو آدمی یعنی دو گواہ کے سامنے کہا کہ تم گواہ رہو کہ میں نے فلاں عورت سے بعوض اس قدر مہر کے اپنا نکاح پڑھ لیا اس کے بعد اس عورت سے آ کر کہا کہ میں نے دو گواہ کے سامنے تم سے اپنا نکاح پڑھ لیا بایں وجہ کہ تم نے کہا تھا کہ تم لوگوں سے کہہ دیا کرو کہ جب نکاح نہ ہوا تھا اب ہوگیا اس عورت نے جواب دیا کہ میں نے غصہ میں یہ بات کہی تھی اس مرد نے کہا کہ نکاح ہر طرح ہوجاتا ہے ہنسی اور غصہ برابر ہے اس کے جواب میں عورت نے کہا اگر یہی بات ہے تو میں تم سے راضی ہوں مگر صحبت نہیں کراؤں گی باقی سب طرح تم کو اختیار ہے اس بات کو سن کر اس مرد نے جواب دیا بہت اچھا تم سے صحبت نہیں کروں گا۔لیکن مجھ کو بوس وکنار سے چارہ نہیں پھر چند روز کے بعد اس نے اس عورت سے صحبت کی اب وہ عورت کہتی ہے کہ مجھ کو تردد ہے کہ میں تم سے نکاح سے اس بات پر راضی ہوئی تھی کہ مجھ سے صحبت نہ کرنا اب تم نے صحبت کیوں کی شاید نکاح جائز نہ ہو نظر برآں التماس ہے کہ یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ جواب سے بہت جلد معزز فرمانا چاہئے زیادہ حد ادب فقط۔

﴿جواب﴾ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا کیونکہ عورت کا یہ کہنا کہ جب نکاح نہیں ہوا اب ہوگیا تو کیل نکاح کی نہیں ہے پس وہ شخص وکیل نہ ہوا اور اس کا نکاح کرنا فضولی نکاح ہوا اور اصیل اور فضولی ایک شخص نہیں

=لایصل الی النساء لایکون لها حق الخصومة کما لو علم المشتری بالعیب وقت البیع وان لم تعلم وقت النکاح وعلمت بعد ذلک کان لها حق الخصومة ولایبطل حقها بترک الخصومة وان طال الزمان مالم ترض بذلک کذا. (الفتاوی الخانیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، فصل فی العنین، ج: ۱، ص: ۴۱۰)

ہوسکتا (۳) پس اگر چہ عورت نے اجازت اس نکاح کی دی مگر نکاح درست ہی نہیں ہوا تھا سوصحبت بھی بشبہ ہوئی اور بیجا ہوئی اب مکرر نکاح کرلیویں ورنہ وہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نکاح کا غلط طریقہ

﴿سوال﴾ ایک شخص ایک عورت کوفروخت کرنے کے لئے لایا خریدنے والے نے دریافت کیا کہ عورت بیوہ ہے یا منکوحہ تو فروخت کنندہ نے بھی اور عورت نے بھی کہا کہ بیوہ ہوں بعدہ ایک مسلمان نے اس کی قیمت اسی ۸۰ روپیہ دے کر خریدا اور مبلغ بارہ روپیہ مہر مقرر کر کے اس سے نکاح کرلیا اب بعد چندروز بعد کے اسی عورت فروخت شدہ کی زبانی معلوم ہوا کہ خاوند اس کا حالت چوری میں گرفتار ہوا اور دس برس کی قید ہوگئی بعد قید ہونے کے عورت ملنے کے لئے گئی اس قیدی نے اپنے وارثوں سے کہا کہ میری عورت کو اچھی طرح رکھنا نان ونفقہ میں کمی نہ کرنا اور عورت سے کہا کہ اگر میرے وارث تجھ کو تکلیف دیں اور تو دس برس گذارنہ

---

(۳):فی المختار: وینعقد نکاح الفضولی موقوفا کالبیع اذا کان من جانب واحد، أما من جانبین أو فضولیا من جانب أصیلاً من جانب فلا. (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب النکاح، ج: ۳، ص: ۹۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

والثالث لأبی حنیفة، ومحمد بن الحسن: وهو أنه اذا کان المتولی لطرفی النکاح شخصا واحدا فضولیا، کان العقد باطلاً، سواء تکلم بکلام واحد أو بکلامین ومثل ذلک فی الحکم اذا کان فضولیا بالنسبة لأحد الطرفین، ولو کان أصیلاً أو وکیلاً أو ولیا عن الطرف الآخر، مادام قد تولی العقد عن الطرفین. (الموسوعة الفقهیة، بحث فضولی، ج: ۳۲، ط، ۱۷۵)

(وکذا فی حاشیة نصب الخباء فی تعین ما علیه الفتوی علی الهدایة، کتاب النکاح، فصل فی الوکالة بالنکاح وغیرها، ج: ۲، ص: ۳۰۲، ط، مکتبه اسلامیة کانسی روڈ کوئٹه)

کر سکے تو تجھ کو اختیار ہے جہاں چاہے اپنا نکاح کر لیجیو مفتی صاحب کو واضح ہو کہ یہ تقریر عورت کی زبانی ہے اب ناکح پوچھتا ہے کہ میرا نکاح اس عورت سے ہوا یا نہیں اور اگر نہیں ہوا تو وطی جو میں نے کی اس کا جرم میرے ذمہ کیا ہے اور مہر اس کا میرے ذمہ ہے یا نہیں؟ اور فروخت کنندہ اس کے خاوند کے وارث تھے۔

﴿**جواب**﴾ یہ جو بیع اس عورت کی کی گئی یہ معاملہ باطل اور حرام ہوا اور اسی ۸۰ روپیہ جو شخص لے گیا ہے اس کا رد کرنا واجب ہے اور نکاح جو لاعلمی میں ہو گیا اس وجہ سے ناکح پر کوئی گناہ نہیں مگر اب جو اس کو اطلاع ہوئی تو وہ اپنی زوجہ سے جدا رہے اس کی تحقیق کرے اگر واقع میں اس کا زوج قید خانہ میں ہے تو اس کو طلاق دلا کر بعد عدت کے دوبارہ نکاح کر لیوے اور اگر نہیں تو نکاح درست ہو گیا اور عورت کے قول کا اعتبار نہیں ہے کہ اس کا کذب وفریب خود ظاہر ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۴): عن سعيد ابن أبی سعيد رضی الله عنه، عن أبی هريرة رضی الله عنه، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: قال اللّٰه تعالٰی: ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة: رجل أعطى بی ثم غدر، ورجل باع حراً فأكل ثمنه، ورجل استأجر أجيراً فاستوفی منه ولم يعط أجره. (صحيح البخاری، كتاب البيوع، باب اثم من باع حرا، ص: ۴۳۷، رقم: ۲۲۲۷، ط، دار السلام رياض)

فی ملتقی الأبحر: والبيع به باطل كالدم والميتة والحر.

وفی مجمع الأنهر تحته: (والحر) لانعدام ركن البيع وهو مبادلة المال بالمال لأن هذه الأشياء لاتعد مالاً عند أحد ممن له دين سماوی كما فی أكثر الكتب.الخ. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ج: ۳، ص: ۷۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفی الهندية: لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة كذا فی السراج الوهاج. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث فی بيان المحرمات، القسم السادس المحرمات التی يتعلق بها حق الغير، ج: ۱، ص: ۲۸۰/ و رد المحتار=

زوجہ کی بھانجی سے نکاح کا مسئلہ

﴿سوال﴾ سالی یعنی خسر پورہ کی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ اگر زوجہ مرگئی تو زوجہ کی بھانجی سے نکاح درست ہے(۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نکاح کے وقت کسی دوسری عورت سے نکاح نہ کرنے کی شرط

﴿سوال﴾ بعض اہل سنت حنفی مذہب عقد نکاح میں ناکح سے یہ شرط کرتے ہیں کہ اگر اس منکوحہ کے سوا دوسری عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق اور مضمون کی ایک دستاویز بھی شوہر سے لکھوا لیتے ہیں اس

=على الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب فى النكاح الفاسد، ج: ۴، ص: ۲۷۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۵):نهى ﷺ أن يجمع الرجل بين المرأة وعمتها وبين المرأة وخالتها. وفى المعلم تحت هٰذا الحديث: قال الشيخ: الفروج تستباح فى الشريعة بالنكاح وملك اليمين ما لم يمنع من ذلك مانع. والمانع على قسمين: مانع يتأبد معه التحريم، ومانع لايتابد، فالذى يتأبد تحريمه على تفصيل نذكره وهو خمسة أقسام:......... وأما الذى لايتأبد معه التحريم ويرتفع بارتفاعه ويعود بعودته. فمنه مايرجع الى العدد كنكاح الخامسة. ومنه ما يرجع الى الجمع كالجمع بين الأختين والجمع بين المرأة وعمتها. (المعلم بفوائد مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها أو خالتها فى النكاح، ج: ۲، ص: ۱۳۳، ۱۳۵، ط، المؤسسة الوطنية للكتاب الجزائر)

واذا طلق العمة أو الخالة أو ابنة الأخ أو ابنة الأخت طلاقا بائنا. فلايحل له نكاح الأخرى مادام زمن العدة عند الحنفيين. (فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود، كتاب النكاح، باب ما يكره أن يجمع بينهن من النساء، ج: ۳، ص: ۲۱۰، ط، مؤسسة التاريخ العربى بيروت لبنان)

صورت میں نکاح مذکور صحیح ہے یا فاسد اور ایسی شرط کرنا اور دستاویز لکھا لینا درست ہے یا نہیں درصورت عدم جواز حاکم مسلم کی ممانعت اس امر خلاف شرع سے پہنچتی ہے یا نہیں؟ جو کچھ حق صریح اس بات میں ہو باشہادت ادلہ عقلیہ ونقلیہ زیب قلم فرماویں۔

﴿جواب﴾ یہ نکاح شرعاً صحیح ومعتبر ہے اور اس تعلیق سے نکاح میں فساد نہیں آتا اور یہ تعلیق بھی شرعاً معتبر اگر اس شرط پر نکاح کیا گیا ہے تو خاوند کے دوسرے نکاح کرنے سے اس پر طلاق پڑ جائے گی۔ فی **الدر المختار فی بیان التعلیق هو ربط حصول مضمون جملة محصول مضمون جملة اخری بشرط الملک کقوله لمنکوحته ان ذهبت فانت طالق والاضافة الیه کان نکحت امرأة وان نکحتک فانت طالق وکذا کل امرأة انتهٰی(٦).**

مگر چونکہ اصل مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ مرد کو بشرط اقامت عدم بین الازواج وتحمل نان نفقہ چار تک زوجات درست ہیں اس لئے ایسی شرط رائج کرنا ہرگز اصول شریعت کے سزاوار ومطابق نہیں۔ **قال اللّٰه تعالٰی الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰه بعضهم علی بعض وبما انفقوا من اموالهم(۷) وقال عز اسمه فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث ورباع (۸).** اقل درجات امر اباحت یہ ہے پس اس میں اشتراط مذکورہ رواج وشائع کرنا بیشک اس اباحت کی مخالفت اور حکمت شرعیہ تعدد ازواج کو روکتا ہے بلکہ بعض اوقات بسبب بعض ضرورت کے نکاح ثانی کی سخت احتیاج ہو جاتی ہے حالانکہ نکاح ثانی سنت ہے اور بشرط عدم خشیۂ میل واقامت عدل وامن از جور موجب نفع ہے اور نیز مقتضائے شریعت **تزوجوا الولود الودود فانی مکاثر بکم الامم (۹).** پر عمل ان وجوہ سے بوجہ ان اشتراط کے

---

(٦):(الدر المختار شرح تنویر الأبصار وجامع البحار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ص: ۲۲۰، ط، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۷):(سورة النساء: ۳۴)

(۸):(سورة النساء: ۳)

(۹):(سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء، ص: ۲۹۷، رقم: ۲۰۵۰، ط، دار السلام ریاض)

موقوف کرتے ہیں سعی مناسب ہے اور جس مسلمان حاکم کی ریاست میں اس کا شیوع ہو اس کو چاہیے کہ اس کے رفع میں کوشش کرے اور بجز ان لوگوں سے ترک کرا دے۔فقط واللہ تعالیٰ۔

ایک ماہ بعد طلاق دینے کی نیت سے نکاح

﴿سوال﴾ ایک شخص نے بروقت نکاح ہونے کے یہ نیت کی کہ ایک ماہ بعد طلاق دے دوں گا اور بعد کو طلاق نہ دی نکاح اس کا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جس شخص نے نکاح کے وقت یہ نیت کی اس کے نکاح میں کچھ خرابی نہیں نکاح ہو گیا بعد ایک ماہ کے چاہے طلاق دے یا نہ دے نکاح قائم ہے(۱۰)۔فقط۔

ایک ماہ کے بعد طلاق کی شرط سے نکاح کرنا

﴿سوال﴾ نکاح بایں شرط کہ بعد ایک ماہ کے طلاق دے دوں گا خواہ اس لفظ کو عقد میں لایا ہو یا دل میں رکھا ہو یا منکوحہ یا کسی اور سے کہا ہونا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نکاح بشرط طلاق بعد ایک ماہ تو بحکم متعہ کے حرام ہے اگر زبان سے یہ شرط کی جاوے اور جو دل میں ارادہ ہے عقد میں ذکر نہیں ہوا تو نکاح صحیح ہے کہ عقود میں اعتبار الفاظ کا ہوتا ہے(۱۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۰):قال فی الفتح: أما لو تزوج وفی نیته أن یطلقها بعد مدة نواها صح. (فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج: ۳، ص: ۲۴۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

صرح الحنفیة والشافعیة بأنه لو تزوج وفی نیته أن یطلقها بعد مدة نواها صح زواجه. (الموسوعة الفقهیة، ج: ۲، ص: ۳۲)

(۱۱):فی الهدایة: ونکاح المتعة باطل وهو أن یقول لامرأة أتمتع بک کذا مدة=

مردکو چار نکاح کی اجازت کی وجہ

﴿سوال﴾ عورتوں کی نسبت مردوں کی دس حصہ خواہش زیادہ ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ اگر عورتوں کو خواہش زیادہ ہے تو ایک مرد کے واسطے ایک وقت میں چار عورتیں کیوں مقرر ہوئیں بلکہ نو مردوں کو ایک عورت ہونی چاہئے اصل کس طرح ہے پرآیا مردوں کو خواہش زیادہ ہے یا عورتوں کو؟

﴿جواب﴾ خدا تعالیٰ کا یوں ہی حکم ہے کہ چار نکاح ایک مرد کو جائز ہیں ہماری تمہاری عقل پر موقوف نہیں (۱۲)۔فقط۔

سنی عورت کا رافضی سے نکاح کرنے کا مسئلہ

﴿سوال﴾ جو عورت سنیہ رافضی کے تحت میں بعد ظہور رفض کے بخوشی خاطر رہ چکی ہو پھر رفض یا دوسری شے کو حیلہ قرار دے کر بلا طلاق علیٰحدہ ہو جائے اور سنی سے نکاح کر لیوے تو یہ نکاح بلا طلاق شیعہ کے کیا حکم رکھتا ہے اور اولاد سنی کی اگر رافضی ہو جاوے تو پدر سنی کے ترکہ سے محروم الارث ہوگئی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جس کے نزدیک رافضی کافر ہے وہ فتویٰ اول سے ہی بطلان نکاح کا دیتا ہے اس میں اختیار زوجہ کا کیا اعتبار ہے پس جب چاہے علیٰحدہ ہو کر عدت کر کے نکاح دوسرے سے کرسکتی ہے اور جو

=بکذا من المال. وفی البناية تحته: قال شيخنا زين الدين فی "شرح الترمذی": نكاح المتعة المحرم هو ما اذا خرج بالتوقيت فيه، أما اذا كان فی تعين الزوج أنه لايقيم معها الا سنة أو شهراً أو نحو ذلک و لم يشترط ذلک، فانه نكاح صحيح عند عامة أهل العلم. (البناية شرح الهداية، كتاب النكاح، فصل فی بيان المحرمات، ج: ۵، ص: ۶۱، ۶۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۲):قال اللّٰه تعالى: فانكحوا ما طاب لكم من النسآء مثنٰى وثلٰث وربٰع. الى آخر الآية. (سورة النساء: ۳)

فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک یہ امر ہرگز درست نہیں کہ نکاح اول صحیح ہو چکا ہے۔اور بندہ اول مذہب رکھتا ہے(۱۳)۔واللہ تعالیٰ اعلم علیٰ ہذا رافضی اولاد سنی کو ترکہ سنی سے نہ ملے گا(۱۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۳):في الهندية: الرافضي اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر وان كان يفضل عليا كرّم الله وجهه على أبي بكر رضي الله تعالىٰ عنه لايكون كافراً الا أنه مبتدع.....ولوقذف عائشة رضي الله عنها بالزنى كفر بالله.....من أنكر امامة أبي بكر الصديق رضي الله عنه فهو كافر وعلى قول بعضهم هو مبتدع وليس بكافر والصحيح أنه كافر وكذلك من أنكر خلافة عمر رضي الله عنه في الأصح الاقوال كذا في الظهيرية. ويجب اكفارهم باكفار عثمان و علي وطلحة وزبير وعائشة رضي الله تعالىٰ عنهم ويجب اكفار الزيدية كلهم في قولهم بانتظار نبي من العجم ينسخ دين نبينا وسيدنا محمدﷺ كذا في الوجيز للكردري. ويجب اكفار الروافض في قولهم برجعة الاموات الى الدنيا و بتناسخ الارواح وبانتقال روح الا له الى الائمة وبقولهم في خروج امام باطن وبتعطيلهم الامر والنهي الى أن يخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبريل عليه السلام غلط في الوحي الى محمدﷺ دون علي بن أبي طالب رضي الله عنه وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام وأحكامهم أحكام المرتدين كذا في الظهيرية. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في احكام المرتدين، ج: ۲، ص: ۲۶۴)

في الهندية: ولايجوز للمرتد أن يتزوج مرتدة ولامسلمة ولاكافرة أصلية وكذلك لايجوز نكاح المرتدة مع أحد كذا في المبسوط. ولايجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا كتابي كذا في السراج الوهاج. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث في المحرمات، القسم السابع المحرمات بالشرك، ج: ۲، ص: ۲۸۲/ وفي الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل الثامن في بيان مايجوز من الأنكحة ومالايجوز، ج: ۴، ص: ۷۳، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۱۴):عن اسامة بن زيد: أن رسول اللهﷺ قال: لايرث المسلم الكافر ولا=

فاسق سے نکاح کرنا

﴿سوال﴾ اگر کوئی شخص معتقد تعزیوں کا ہو کہ ان سے مرادیں مانگے اور یہ بھی ظاہر کرتا ہو کہ اس میں امام حسین علیہ السلام موجود ہوتے ہیں یا قبروں پر چادریں چڑھاتا ہو اور مدد بزرگوں سے مانگتا ہو یا بدعتی مثل جواز عرس وسویم وغیرہ ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ افعال اچھے ہیں تو ایسے شخص سے عقد نکاح جائز ہے یا نہیں کیونکہ نصاریٰ اور یہود سے تو جائز ہے تو اس سے کیوں نہ جائز ہو یہ بھی تو بہت سی رسمیں شرک وکفر کی ترک کرتے ہیں یا جس مرد وعورت نے سابق میں مراسم شرک کفر معتقد یا غیر معتقد ہو کر کئے ہوں اور اب تائب ہو گئے ہوں تو ان کو تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں اور ان دونوں قسموں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور اگر مکروہ ہے تو تنزیہی یا تحریمی بشرط مکروہ تنزیہی یا تحریمی اگر کوئی شخص اعادہ نماز کرے تو اس نے اچھا کیا یا برا کیا اور نماز فجر وعصر کا بھی اعادہ کرے یا نہیں اور ابتدائے سلام کرے یا نہیں اور رسم ہدیہ باہمی جاری رکھے یا نہیں عیادت مریض وشرکت جنازہ کرے یا نہیں مولانا مرحوم تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں کہ جو شخص ستاروں وغیرہ کی

=الكافر المسلم. قال ابو عيسىٰ هذا حديث حسن صحيح. (جامع الترمذى، كتاب الفرائض، باب ماجاء فى ابطال الميراث بين المسلم والكافر، ص: ۴۸۳، رقم: ۲۱۰۷، ط، دار السلام رياض)

فى السراجى: المانع من الارث أربعة: الرق وافرا كان أو ناقصا، والقتل الذى يتعلق به وجوب القصاص أو الكفارة، واختلاف الدينين، واختلاف الدارين اما حقيقة كالحربى والذمى. (السراجى فى الميراث، فصل فى الموانع، ص: ۱۱، ۱۲، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

وفى التاتار خانية: لاخلاف أن الكافر لايرث المسلمين بحال، وكذلك المسلم لايرث الكافر فى قول أكثر الصحابة رضى الله عنهم وهو مذهب الفقهاء. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الفرائض الفصل الرابع والثلاثون فى توريث أهل الكفر، ج: ۲۰، ص: ۳۹۴، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

نحوست وسعادت کا قائل ہو تو اس کی شرکت جنازہ وعیادت نہ کرے اور جو شخص بدعتی سے دل ملائے اس کا ایمان نہیں ہے لہٰذا عرض ہے کہ اگر ظاہراً ان سے ملتا رہے اور اخلاق نہ رکھے اور دل سے برا نہ جانے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو شخص ایسے افعال کرتا ہے وہ قطعاً فاسق ہے اور احتمال کفر کا ہے ایسے سے نکاح کرنا دختر مسلمہ کا اس واسطے ناجائز ہے کہ فساق سے ربط ضبط کرنا حرام ہے اگر چہ نکاح اس سے درست ہو جاوے (۱۵) اور دختر مسلمہ کا نکاح نصرانی سے ہرگز درست نہیں اور جس عورت مسلمہ کا اگر فاسق فاجر سے نکاح ہو گیا تھا اگر وہ تائب ہو گیا تو کوئی ضرورت تجدید نکاح کی نہیں البتہ اگر اس کا کفر ثابت ہو جاوے تو تجدید واجب ہو گی اور جو ایسے شخص ہیں ان کا جب تک کفر ثابت نہ ہو فاسق کہلاتے ہیں اور فاسق کا امام بنانا حرام ہے اور اس کے پیچھے

---

(۱۵):فی بذل المجهود:وقال السيوطي:والمراد حرمة الهجران اذا كان الباعث عليه وقوع تقصير في حقوق الصحبة، والأخوة، وآداب العشرة، كاغتياب، وترك نصيحة، وأما ما كان من جهة الدين والمذهب فهجران أهل البدع والأهواء واجب الى وقت ظهور التوبة. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الأدب، باب فى هجرة الرجل أخاه، ج: ۱۳، ص: ۳۱۹، ط، دار البشائر الاسلامية،بيروت لبنان)

(وكذا المرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ، كتاب الآداب،الفصل الاول، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، ج: ۹، ص: ۲۳۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى الدر المختار: وفى النهر: تجوز مناكحة المعتزلة، لأنا لانكفر أحداً من أهل القبلة. (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، ج: ۴، ص: ۱۳۴، ۱۳۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى الهندية: فلايكون الفاسق كفأ للصالحة كذا فى المجمع. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الخامس فى الاكفاء، ج: ۱، ص: ۲۹۱)

اگرکوئی نماز پڑھے تو بکراہت تحریم ادا ہوجاتی ہے اوراگراس کا ثبوت کفر ہوجاوے تو ہرگز نماز نہیں ہوتی (١٦) اول تو اس کے پیچھے نہ پڑھے اوراگر پڑھ ہی لے تو اعادہ کرلینا اچھا ہے بعض فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عصراور فجر کے بعد جائز ہے اور ایسے شخصوں سے ابتدائے سلام درست نہیں اوراگرفساد کا اندیشہ ہوتو کرلے اورعیادت اور جنازہ کے لئے بھی وہی حال ہے اگرفتنہ کا اندیشہ ہوتو کرلے ورنہیں (١٧) تقویۃ الایمان کا کلام صحیح ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(١٦):وتجوز الصلاة خلف كل بر وفاجر، لقوله عليه السلام: صلوا كل بر و فاجر. ولأن علماء الأمة كانوا يصلون خلف الفسقة، وأهل الهواء، والبدع، من غير نكير. وما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلاة خلف البدع فمحمول على الكراهة، اذ لا كلام فى كراهة الصلاة خلف الفاسق والمبتدع.هذا اذا لم يؤد الفسق أو البدعة الى حد الكفر، أما اذا أدى اليه فلا كلام فى عدم جواز الصلاة خلفه. (شرح العقائد النسفية، الكلام فى العقائد المتفرقة، ص: ٣٦٩، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

(١٧):عن مجاهد عن عائشة أن رجلا دخل على النبى صلى الله عليه وسلم فأدناه وقرب مجلسه، فلما خرج قالت له عائشة: يارسول الله[صلى الله عليه وسلم]، ألم تك تشكو هذا الرجل؟ قال: بلىٰ، ولكن ان من شرار الناس، أو شر الناس الذين انما يكرمون اتقاء شرهم. [أخرجه أحمد ٦/ ١١١. وابوداؤد ٤٧٩٣]. (المسند الجامع، ج: ٢٠، ص: ١٨٦، رقم: ١٧٠٠٩، ط، دار الجيل بيروت لبنان)

فى الهندية: واختلف فى السلام على الفساق والاصح انه لايبدأ بالسلام كذا فى التمرتاشى. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع فى السلام وتشميت العاطس، ج: ٥، ص: ٣٢٦)

وفى العتابية: وعن أصحابنا، لايسلم على الفاسق المعلن، ولا على الذمى والكافر، ولاعلى الذى يتغنى والذى يطير الحمام. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب=

غیر کی بیوی سے نکاح کر لینا

﴿سوال﴾ زید اپنی ہندہ بیوی کو نان نفقہ کے واسطے دوسرے شہر سے روپیہ بھیجتا رہا مگر درمیانی اشخاص کی چالاکی سے روپیہ ہندہ کونہیں ملا کئی سال کے بعد ہندہ نے عمرو سے نکاح کر لیا جب زید آیا تو بذریعہ پولیس ہندہ کو ملنا چاہا اور ناکامیاب ہوکر چپ ہورہا زید کی اس کاروائی کا ہندہ کو علم تھا چند سال بعد ہندہ موقع پاکر عمرو کے گھر سے نکل آئی صورت مذکورہ بالا میں ہندہ زید کی بیوی ہے یا نہیں اور پہلے نکاح پر زید اس کو اپنے گھر رکھ سکتا ہے یا نہیں جب ہندہ نے عمرو سے نکاح کیا تھا زید نے طلاق نہیں دی تھی اب ہندہ جب عمرو کے یہاں سے نکل آئی عمرو نے طلاق دی تھی دلیل کے ساتھ جواب مرحمت ہو؟ فقط۔

﴿جواب﴾ اس صورت میں نکاح نہیں ٹوٹا چنانچہ درمختار میں ہے۔ **لاعدة لو تزوج امراة الغير ووطيها عالما بذلك ومنها يحد مع العلم بالحرمة وانه زناء والمزنى بها لاتحرم على زوجها** (۱۸). جب نکاح شوہر دوم باطل ہوا اور اس کی عدت بھی لازم نہ آئی تو معلوم ہوا کہ اس فعل سے نکاح اول میں کچھ نقصان نہیں آیا اور وہ اپنے حال پر باقی ہے اور شوہر زوجہ کو اپنے گھر اسی نکاح سابق سے رکھ سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بے نمازیوں کی نکاح میں شہادت

﴿سوال﴾ اس موضع میں یہ رواج ہے کہ فقراء کو شاہد اور وکیل نکاح کا بنا لیتے ہیں اور یہ اشخاص اسی کے واسطے مقرر ہیں اور نماز وغیرہ سے بے خبر ہیں ایسے لوگوں کی شہادت عندالشرع معتبر ہے یا نہیں؟

=الكراهية، الفصل الثامن فى السلام والتشميت، ج: ۱۸، ص: ۸۱، ۸۲، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۱۸):(الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار، كتاب الطلاق، باب العدة، ص: ۲۴۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

﴿جواب﴾ ایسے لوگوں کی شہادت سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے(۱۹) مگر ایسے فاسق اور مبتدع کو شاہد اور وکیل بنانا خود گنا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

فاسق کا نکاح فسق سے فسخ ہونے کا مسئلہ

﴿سوال﴾ ایک شخص زانی اور شرابی ہے اس کی بیوی اس کے نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں اور اولاد حرام کی ہوئی یا حلال کی؟

﴿جواب﴾ یہ شخص فاسق ہے نہ کافر اور نکاح فاسق کا فسق سے فسخ نہیں ہوتا لہٰذا نکاح قائم ہے اور اولاد حلال ہے(۲۰)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عرس میں جانے والوں کے نکاح کا مسئلہ

﴿سوال﴾ عرس میں بے ضرورت واسطے تماشہ کے جانا کیسا ہے زید کہتا ہے کہ ایسی جگہ جانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے یہ کہنا اس کا کیسا ہے؟

---

(۱۹):فی الخانية: والشاهد فيه كل من يملك قبول النكاح لنفسه بنفسه فيصح بشهادة الفاسقين والاعمين والمحدودين ورجل وامرأتين. (الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، فصل فى شرائط النكاح، ج: ۱، ص: ۳۳۱)

(وكذا فى رد المحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، قبيل مطلب فى عطف الخاص على العام، ج: ۹۲، ۹۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲۰):فى الدر المختار: وفى النهر: تجوز مناكحة المعتزلة، لأنا لانكفر أحداً من أهل القبلة. (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، ج: ۴، ص: ۱۳۴، ۱۳۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى الشامية: لو زنت امراة رجل لم تحرم عليه. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، ج: ۴، ص: ۱۰۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾ بےضرورت بھی جانا حرام ہے مگر نکاح نہیں ٹوٹتا کہ کفر نہیں البتہ فسق ہے(۲۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۱):لایجوز مایفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها، واتخاذ السراج والمساجد عليها، ومن الاجتماع بعد الحول كالأعياد ويسمونه عرساً. (تفسير مظهری، سورة آل عمران تحت آیت:۶۴، ج: ۲، ص: ۶۵، ط، ندوة المصنفين)

فيجب أن يحذر مما يفعلون على رأس السنة من موته، ويسمونه حولاً، فيدعون الأكابر والأصاغر، ويعدون ذلک قربة، وهی بدعة ضلالة، لأن التصدق لم يختص بيوم دون يوم، ولاتصح الا على الفقراء والمحتاجين، وقد زاد بعضهم فی جهله وهم المشايخ الذين ليس لهم الا جمع حطام الدنيا، لأنهم يجمعون بعض أحوال الميت فی كتاب ويسمونه مناقب، ثم اذا حضر الناس المدعوون، جیء برجل حسن الصوت فهو يأخذ تلک النسخة فی يده ويقرأها قرأةً مثل قرأةالمولود، وقد ورد النهی عن مثل هذا صراحةً، ثم يختمون القرآن ويمد لهم سماط، وليس هذا الا بدعة ضلالة لم يفعلها رسول اللّٰهﷺ ولا أصحابه من بعده ولا أتباعهم من بعدهم بل لم يوجد لذلک أثر الى القرن الثامن كما يظهر من تتبع القوم، وهذا خصوصات المشايخ، فانهم يعتقدون أن هذا رجل من أولياء اللّٰه وبذكره تنزل الرحمة، ولوسلم أنه من أولياء اللّٰه، فهل ذكر اولى بهذه الكيفية يستوجب نزول الرحمة ؟حاشا؛فان الرحمة، لاتنزل الاباتباع السنة السنية، فان البدع فهی تنزل الغضب والنقمة.عافانا اللّٰه واياكم من غضبه وسخطه. ولو كان هذه الخرافات نزل بها الرحمات لما غفل عنه أكابر المتقدمين من الأئمة الأعلام، وليس غرض هؤلاء المتصوفة الا طلب الشهرة والافتخار بابائهم وأجدادهم أنهم كانوا على=

حلالہ کا صحیح طریقہ

﴿سوال﴾ مسئلہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق ایک مجلس میں دے دی تھیں مگر باوجود اس کے اس کو اپنے گھر سے علیٰحدہ نہ کیا اور اس کے ساتھ خفت وخیز ترک نہیں کی اور جب لوگوں نے اس کو اس حرکت پر ملامت شروع کی تو اس نے عورت کا نکاح ایک اور شخص سے اس شرط سے کرادیا کہ صبح کو طلاق دے دے چنانچہ ایسا ہوا اور بدون اس کے کہ وہ شوہر ثانی اس عورت کے پاس شب باش ہو صبح کو طلاق دے دی گئی اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس نکاح ثانی کے وقت وہ عورت حاملہ تھی اور ابھی تک وضع حمل نہیں ہوا آیا اس عورت کا نکاح شوہر اول سے جس سے طلاق پا چکی ہے جائز ہے یا نہیں اور کسی طریقہ سے جائز ہوسکتا ہے یا نہیں اور نیز یہ بھی عرض ہے کہ شوہر اول نے طلاق اس طور سے دی تھی کہ عورت سے دو گواہوں کے روبرو مہر بخشوالیا تھا اور خود ایک جلسہ میں تین بار طلاق کے لفظ کہہ چکا تھا اس کا مفصل حکم شریعت محمدیہ کی رو سے فرمایا جاوے۔

﴿جواب﴾ اس صورت میں اس عورت پر تین طلاق ہوگئیں اور اس کا نکاح شوہر اول سے جائز

=هذه المراتب، وأن لهم كرامات عظيمة وكذا وكذا، حتى أن السامع يعتقد فيهم فيدخل فی سلكهم، ومتى دخل فی طريقهم أفقروه فأصبح ممن خسر الدنيا والآخرة. وهذا الحول يسمونه أهل الهند عرس، وماعرفت له أصلاً، فان العرس انما يكون فی الزواج،ومع ذلک فهذه الأحوال والأعراس لاتكاد تخلو من ارتكاب المحرمات فضلاً عن المكروهات، فان أهل الهند لهم اليد الطولیٰ فی ذلک. قاتلهم الله. فانهم يطوفون بقبر الولی الذين يعتقدون فيه ويظنون أنه هو المتصرف فی الكون، وأن الانسان اذا تمسک بهذه، فلاحاجة له بالصلوٰة والصيام، وأكثر ما غلوا فی ذلک أتباع سيدنا عبدالقادر الجيلانی رحمه الله تعالیٰ ونفعنا ببركاته، فانه. معاذ الله. أنی يرضیٰ بتلک الكفريات اللتی يعتقدونها. (تبليغ الحق،ص: ۷ ۹ ۸،بحواله فتاوی محموديه، ج: ۳، ص: ۲۲۴، ۲۲۵)

نہیں اور اپنے زوج اول پر حرام ہوگئی اور اس کو حلال کرنا چاہے تو یہ طریقہ ہے کہ جب اس کا وضع حمل ہوجاوے پھر کسی دوسرے سے نکاح پڑھادے اس طرح کہ کوئی شرط اس میں وقت اور چھوڑنے وغیرہ کی نہ ہو اگر کوئی قید ہوگی تو نکاح درست نہ ہوگا اور پھر دوسرا خاوند اس سے قربت کرے اور بعد نکاح کے اپنے ہی نکاح میں رکھے جب اس کو تین حیض آجاویں تو اس وقت طلاق دے اور بعد طلاق کے اس کی عدت پوری ہو اور اگر اس عرصہ میں حمل ہوگیا تو وضع ہو ورنہ جب تک تین حیض آجاویں اس وقت شوہر اول سے نکاح ہوسکتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک بات بھی کم ہوجاوے گی تو ہرگز نکاح نہ ہوگا (۲۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۲):في الملتقى: ولاتحل الحرة بعد الثلاث ولا الأمة بعد الثنتين الا بعد وطيء زوج آخر بنكاح صحيح ومضى عدته ولايحل بملك يمين ويحلها وطؤ المراهق لاالسيد والشرط الايلاج دون الانزال فان تزوجها بشرط التحليل كره وتحل للأول.

وفي الدر المنتقٰى تحته: (ويحلها وطؤ) الزوج (المراهق)، وهو المقارب للبلوغ، ومثله تتحرك آلته، وتشتهي، قدره شمس الاسلام بعشر سنين (قلت) ولابد أن يطلقها بعد البلوغ لأن طلاقه قبله غير واقع كما في التتارخانية (لا) يحلها وطئ (السيد) لأنه ليس بزوج ....(فان تزوجها بشرط التحليل كره) تحريماً للأول، والثاني لظاهر قوله ﷺ: لعن اللّٰه المحلل والمحلل له (وتحل للأول) لأنه لايبطل بالشرط الفاسد، وهذا عنده، وهو الصحيح. (الدرالمنتقٰى في شرح الملتقٰى على هامش مجمع الأنهر، كتاب النكاح، ج: ٢، ص: ٨٨، ٨٩، ٩٠، ٩١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفي الهندية: وان كان الطلاق ثلاثا في الحرة و ثنتين في الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها كذا في الهداية.... رجل تزوج امرأة ومن نية التحليل ولم يشترطا ذلك تحل للاول بهذا ولايكره وليست النية بشئ ولو شرطا يكره وتحل عند أبي حنيفة وزفر رحمهما اللّٰه تعالى في الخلاصة وهو الصحيح هكذا في المضمرات. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب=

لڑکی کا قبل بلوغ نکاح ہونے پر بعد بلوغ رضامندرہ کر پھرانکار کرنا

﴿سوال﴾ زید کا نکاح ہندہ نابالغہ بولایت اولیاء ہندہ منعقد ہوا تھا بعد فوت ہونے زید کے ہندہ نابالغہ کا نکاح ثانی برادر زید سے والدین زید نے بلا اجازت واطلاع اولیاء ہندہ اپنے گھر میں کرالیا بعد اطلاع کے اولیاء ہندہ بھی شکایت وغیرہ کرکے نکاح ثانی ہندہ سے راضی ہوگئے۔ یہاں تک کہ ہندہ کی آمد ورفت برابر اپنے اولیاء وزوج میں رہی کسی قسم کی ناراضی اولیاء ہندہ میں نہیں پائی گئی۔ بعد بلوغت کے ہندہ خود بھی بدستور راضی وخوش رہی مگر اب بوجہ کسی نزاع کے جو اولیاء ہندہ وزوج ہندہ میں ہے ہندہ اپنے نکاح سے انکار کرتی ہے اور زوج سے علیٰحدہ ہوکر اولیاء میں چلی گئی۔ لہٰذا ایسی صورت میں کہ ہندہ اپنے نکاح سے راضی تھی نکاح صحیح ہے اور ہندہ آسکتی ہے یا نکاح فسخ ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں جب کہ نکاح صحیح ہوگیا کہ ہندہ کے اولیاء نے اس کو رد نہیں کیا اور دلالۃً اور صراحۃً اس کی رضا پائی گئی اور بعد بلوغ کے خود ہندہ بھی زوج سے راضی رہی اور اس کے پاس رہتی رہی تو اب یہ نکاح ہرگز انکار ہندہ سے فسخ نہیں ہوسکتا (۲۳)۔ کذا فی کتب الفقہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=السادس فی الرجعة وفیما تحل به المطلقة ومایتصل به، فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به، ج: ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵)

(وکذا فی خزینة الفقه، مسائل الطلاق، ج: ۲، ص: ۱۷۷، ط، جید پریش بیلماران دهلی)

(۲۳):فی الهدایة: قال: فان زوجهما الأب أو الجد. یعنی الصغیر والصغیرة. فلا خیار لهما بعد بلوغهما لأنهما کاملاً الرأی وافرا الشفقة فیلزم العقد بمباشرتهما کما اذا باشراه برضاهما بعد البلوغ وان زوجهما غیر الأب والجد فلکل واحد منهما الخیار اذا بلغ ان شاء أقام النکاح، وان شاء فسخ، وهذا عند أبی حنیفة ومحمد رحمهما اللّٰه.... ثم عندهما اذا بلغت الصغیرة وقد علمت بالنکاح فسکتت فهو رضا، وان لم=

لڑکی ثیبہ کس کو کہتے ہیں

﴿سوال﴾ ثیب باعتبار فقہاء کس کو کہتے ہیں؟

﴿جواب﴾ ثیب اس کو کہتے ہیں کہ خاوند کے پاس جا کر اس کا ازالہ بکارت ہوگیا ہو فقہاء کے نزدیک اور لغت میں مطلقاً ازالہ بکارت سے ثیب ہو جاتی ہے (۲۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

=تعلم بالنكاح، فلها الخيار حتى تعلم فتسكت شرط العلم بأصل النكاح لأنها لاتتمكن من التصرف الا به. (الهداية، كتاب النكاح، باب فى الاولياء والأكفاء، ج: ۳، ص: ۳۴، ۳۵، ۳۶، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

(۲۴): قال العلامة ولى الدين العراقى: البكر هى الجارية الباقية على حالتها الأولى والثيب المرأة التى دخل بها الزوج. (طرح التثريب فى شرح التقريب، كتاب النكاح، ج: ۷، ص: ۱۰، ط، احياء التراث العربى بيروت لبنان)

وفى تاج العروس: وقال ابن الأثير: الثيب من ليس ببكر. (تاج العروس من جواهر القاموس، باب الباء، ج: ۲، ص: ۱۱۴، ۱۱۵،)

(وكذا فى عمدة القارى، كتاب النكاح، باب تزوج الثيبات، ج: ۲۰، ص: ۱۰۷، ۱۰۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

باب رضاعت کا بیان

رضاعی بھتیجی سے نکاح

﴿سوال﴾ شیخ کرم علی نے ساتھ سلیمہ کے جو دختر بی بی رحیمہ کی ہے دودھ مسماۃ رحیمہ کا زمانہ شیر خواری میں پیا تھا پیچھے ایک مدت کے رحیمہ سے ایک فرزند تولد ہوا جس کا نام اشرف علی ہے۔ پس درمیان کرم علی اور اشرف علی بموجب تقریر بحرالرائق نسبت بھائی ہونے کی دونوں طرف سے ہے حسب مشاہدہ فی شرح قول الماتن وبين مرضعة ولد مرضعتها او ولد ولد المرضعة الاولى بفتح الضاد اسم مفعول اى لاحل بين الصغيرة المرضعة وولد المرأة التى ارضعتها لانهما اخوان من الرضاع انتهٰى. اب ساتھ دختر شیخ کرم علی کے مسماۃ حلیمہ کا نکاح اشرف علی فرزند رحیمہ کا ہونا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نکاح اشرف علی کا حلیمہ کے ساتھ حرام ہے کیونکہ حلیمہ اشرف علی کی بنت الاخ ہے(۱)۔

---

(۱):عن أبى عبدالرحمٰن، عن علیؓ قال: قلت: يا رسول الله! مالك تنوق فى قريش وتدعنا؟ فقال: وعندكم شئ؟ قلت: نعم بنت حمزة. فقال رسول الله ﷺ: انها لاتحل لى انها ابنة أخى من الرضاعة. وفى الفتح تحت هٰذا الحديث: قوله: (انها ابنة أخى من الرضاعة) وزاد الشافعى من طريق سعيد بن المسيب عن على: "وأن الله حرم من الرضاعة ما حرم من النسب" كما فى ترتيب مسند الشافعى للسندى (۲/ ۲۱ رقم: ۶۱). وكأن علياً لم يعلم بأن حمزة رضى الله رضيع النبى ﷺ، أو جوز الخصوصية، أو كان ذلك قبل تقرير الحكم. وكانت ثويبة أرضعت رسول الله ﷺ بعد ما أرضعت حمزة وكان حمزة أسن من رسول الله ﷺ بسنتين، وقيل: بأربع...الخ. (تكلمة فتح الملهم، كتاب الرضاع، باب تحريم ابنة الأخ من الرضاعة، ج: ۱، ص: ۵۱، ط، دار أحياء التراث العربى بيروت لبنان)

فى الهندية: يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من=

قال اللّٰہ تعالیٰ وبنات الاخ (۲). پس یہ نکاح قطعاً حرام ہے اور کسی عالم اور امام اور اہل مذہب کے نزدیک درست نہیں اور جس نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا وہ سراسر بے علم ہے قال علیه الصلوٰة و السلام حرم من الرضاع مایحرم من النسب (۳) الحدیث. فقط و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

رضاعی بہن کب سمجھی جائے گی

﴿سوال﴾ ایک مرد اس وقت بیس برس عمر کا ہے اور ایک عورت بارہ برس کی ہے جب اس مرد کی عمر آٹھ برس کی تھی عورت کی عمر چھ مہینے کی تھی اس عورت نے اس مرد کی ماں کا دودھ پیا ہے ان کا نکاح آپس میں ہوسکتا ہے یا نہیں جس وقت یہ عورت چھ مہینے کی دودھ پیتی تھی وہ مرد جس کی عمر آٹھ برس کی تھی اس کی ماں کے اور لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا دودھ اس عورت نے پیا ہے؟

﴿جواب﴾ جس مرد کی والدہ کا دودھ کسی لڑکی نے پیا وہ اس کی بہن ہوگی اس کا نکاح کسی حال میں جائز نہیں برابر کی عمر کی بہن حرام ہے اور چھوٹی عمر کی بہن بھی حرام ہے آٹھ سال کی بڑی چھوٹی ہونے سے بہن کس طرح حلال ہوجاوے گی تمام اولاد شیر پلانے والے کی پہلی اور پچھلی پر یہ دختر حرام ہے (۴)۔فقط۔

=النسب والرضاع جمیعا...... فالکل اخوة الرضیع وأخواته وأولادهم أولاد اخوته و أخواته. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الرضاع، ج: ۱، ص: ۳۴۳)

(۲):(سورة النساء: ۲۳)

(۳):(صحیح المسلم، کتاب الرضاع، باب تحریم الرضاعة من ماء الفحل، ص: ۶۱۴، رقم: ۳۵۷۹، ط، دار السلام ریاض)

(۴):فی ملتقی الأبحر: ولاحل بین رضیعی ثدی وان اختلف زمانهما بین رضیع وولد مرضعته وان سفل.

وفی مجمع الأنهر: (وان اختلف زمانهما) أی سواء أرضعتهما فی زمان واحد أو فی أزمنة متباعدة لأن أمهما واحدة. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب=

مدت رضاعت

﴿سوال﴾ ایک شخص نے کسی عورت غیر محرم کا سوائے اس مدت کے کہ جو بچوں کے لئے دودھ پینے میں مقرر ہے۔ دودھ پیا تو اس شخص کا اس عورت دودھ پلانے والی سے نکاح جائز ہے یا نہیں اور سوائے اس عورت کے اس کی بہن یا دختر وغیرہ سے جو نسباً حرام ہیں نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ اگر بعد دو برس تمام ہونے کے دودھ پیا ہے تو اس دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوئی کہ مدت ثبوت حکم رضاعت کی دو سال ہے(۵) پس اب اس پسر کو اس عورت سے اس کے اقارب سے کوئی علاقہ بسبب شیر کے پیدا نہیں ہوا اس کا نکاح اس عورت سے اس کی اولاد وغیرہ سے سب سے درست ہے کذا فی عامة الکتب الفقه. واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

=الرضاع، ج: ۱، ص: ۵۵۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الهدایة: وکل صبیین اجتمعا علی ثدی واحد لم یجز لأحدهما أن یتزوج بالأخری، هذا هو الأصل، لأن أمهما واحدة، فهما أخ وأخت. (الهدایة شرح بدایة المبتدی، کتاب الرضاع، ج: ۳، ص: ۱۲۴، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

(۵):فی الفتح: اختلف الجمهور فی تعیین مدة الرضاع علی أربعة أقوال:

۱ــ الأول مذهب الجمهور، وهو أن مدة الرضاع حولان، وممن قال ذلک: الشافعی وأحمد وأبو یوسف، ومحمد، وعامر الشعبی، وابن شبرمة، والثوری، والأوزاعی، واسحاق، وأبو ثور، وهو قول مالک فی المؤطا، کما فی عمدة القاری (۹/ ۳۷۸) وهی روایة ابن وهب عنه کما فی فتح الباری. واستدلوا بقوله تعالی: ﴿والوٰلدٰت یرضعن أولٰدهن حولین کاملین لمن أراد أن یتم الرضاعة﴾. [البقرة: ۲۳۳] وبقوله تعالی: ﴿وحمله وفصٰله ثلٰثون شهرا﴾. [الأحقاف: ۱۵] وأقل مدة الحمل ستة أشهر، فبقی حولان للفصال، واستدلوا أیضاً بما أسلفنا من الآثار فی مسألة رضاع الکبیر....و=

کتاب الطلاق کے مسائل

ایک مجلس میں تین طلاق مغلظہ ہیں

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء محققین شریعت بیضاء اس مسئلہ میں کہ طلاق ثلثہ جلسہ واحدہ میں دفعۃً واحدۃً یک لخت کہ یہ عندالشرع ملت بیضاء میں حرام وممنوع وبدعت ہے اگر کوئی شخص بایں ہیئت دیوے تو رجعت حالت مذکور بالا میں حسب احادیث صحیحہ ہوسکتی ہے یا نہیں یا بقاعدہ فقہاء ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ عندالضرورۃ بحسب مذاہب دیگر رجوع کیا جاتا ہے چنانچہ مواقع کثیرہ عدیدہ میں یہ امر مسلم اور جاری ہے خاص کہ مسئلہ ہذا میں بھی کذا افتاہ مولانا محمد عبدالحی المرحوم اللکھنوی فی مجموعۃ الفتاوی وکذا فی مسک الختام فی بلوغ المرام نقلہ عن الائمۃ الحنفیۃ رحمہم اللّٰہ تعالیٰ بینوا بالحق والصواب تواجروا بیوم الفتح والحساب.

﴿جواب﴾ ایک مجلس میں تین طلاقیں دے کر خاوند رجوع کرسکتا ہے کیونکہ حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ عنہما کے شروع زمانہ خلافت میں بھی دستور تھا چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مندرجہ صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔ کان الطلاق علیٰ عھد رسول

=أما لو رجعنا الی قوۃ الدلیل فالراجح مذھب الجمھور، ومنھم أبو یوسف ومحمد، ولذلک أفتی المتأخرون من الحنفیۃ فی ھذہ المسألۃ علی قولھم، واختارہ الطحاوی، وقال ابن نجیم: ولایخفی قوۃ دلیلھما، فان قولہ تعالی: ﴿والوٰلدٰت یرضعن اولٰدھن حولین کاملین لمن أراد أن یتم الرضاعۃ﴾ [البقرۃ: ۲۳۳] یدل علی أنہ لارضاع بعد التمام، وأما قولہ تعالی: ﴿فان أرادا فصالاً عن تراض منھما وتشاور فلا جناح علیھما﴾ [البقرۃ: ۲۳۳] فانما ھو قبل الحولین، بدلیل تقییدہ بالتراضی والتشاور، وبعدھما لایحتاج الیھما. کذا فی البحر الرائق[۳: ۲۲۵]. (تکملۃ فتح الملھم، کتاب الرضاع، ج: ۱، ص: ۷۳،۷۶، ط، دار أحیاء التراث العربی بیروت لبنان)

اللهﷺ وابی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناء ة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو تینوں کو تین قرار دیا تو یہ حکم ان کا سیاسی تھا شرعی نہ تھا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منصب شریعت نہ تھا واللہ اعلم والعلم عنداللہ راقم ابوالوفاء ثناء اللہ کفا اللہ امر تسری ثناء اللہ محمودی جواب صحیح ابوتراب محمد عبدالحق۔

جمہور کا تو مذہب یہی ہے کہ تین طلاق پڑ جاتی ہیں مگر بعض محققین جن میں بعض صحابہ تابعین بھی شامل ہیں فرماتے ہیں کہ تین نہیں بلکہ ایک ہی طلاق ہوگا ان کی دلیل قوی ہے پہلوں کے ساتھ کثرت رائے ہے۔**من اتبع علما لقی اللہ سالما انشاء اللہ تعالیٰ.** ابوعبید احمد اللہ عفی عنہ۔احمد اللہ ابوعبید محدث امر تسری۔

یہ فتویٰ موافق مذہب بعض اہل علم از صحابہ اور تابعین اور محدثین اور فقہاء کے ہے جمہور علماء از صحابہ کرام وتابعین ومحدثین وفقہاء اس فتویٰ کے خلاف پر ہیں جمہور کا مذہب اسلم ہے احتیاط کی رو سے اور پہلا قوی ہے دلیل کی رو سے فقط۔عبدالجبار عفی عنہ۔عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی۔

مجموعہ فتوی جلد دم ص:۵۹ مکتوب اسلام استفتاء

سوال: زید نے اپنی عورت کو حالت غضب میں کہا کہ (۱) میں نے طلاق دیا (۲) میں نے طلاق دیا (۳) میں نے طلاق دیا پس اس تین بار کہنے سے طلاق واقع ہوں گی یا نہیں اور اگر حنفی مذہب میں واقع ہوں اور شافعی میں مثلاً واقع نہ ہوں تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورت خاص میں عمل کرنے کی رخصت دی جاوے گی یا نہیں ہوالمطلوب اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاق ہوں گی اور بغیر تحلیل کے نکاح نہ درست ہوگا مگر بوقت ضرورت کہ اس عورت کا علیحدہ ہونا اس سے دشوار ہو اور مفاسد زائدہ کا خطرہ ہو تو تقلید کسی اور امام کی اگر کرے گا تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا نظیر اس کی مسئلہ نکاح زوجہ مفقود وعدت ممتدة الطہر موجود ہے کہ حنفیہ عندالضرورۃ قول امام مالکؒ پر عمل کرنے کو درست رکھتے ہیں چنانچہ ردالمحتار میں مفصلاً مذکور ہے لیکن اولیٰ

یہ ہے کہ وہ شخص کسی عالم شافعی سے استفسار کر کے اس کے فتویٰ پر عمل کرے۔ واللہ اعلم حررہ محمد عبدالحی عفی عنہ لکھنوی۔ عبدالحیٔ ابوالحسنات۔

جواب: تین طلاقیں اس صورت میں واقع ہوگئیں سوائے حلالہ کے کوئی تدبیر اس کی نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی۔

---

(۱):فی الأوجز: قال الموفق: ان طلق ثلاثاً بکلمة واحد وقع الثلاث، وحرمت علیه حتی تنکح زوجاً غیره، ولافرق بین قبل الدخول وبعده، وروی ذلک عن ابن عباس وأبی هریرة وابن عمر وعبداللّٰه بن عمرو وابن مسعود وأنس، وهو قول أکثر أهل العلم من التابعین والأئمة بعدهم.

قال الزرقانی: والجهمور علی وقوع الثلاث، بل حکی ابن عبدالبر الاجماع قائلاً: ان خلافه شذوذ لایلتفت الیه، انتهٰی.

وقال الحافظ فی الفتح بعد ما أطال الکلام فی ذلک: وفی الجملة فالذی وقع فی هذه المسألة نظیر ما وقع فی مسألة المتعة سواء، أعنی قول جابر: انها کانت تفعل علی عهد النبیﷺ وأبی بکر وصدراً من خلافة عمر ـ رضی اللّٰه عنه ـ : قال: ثم نهانا عمر ـ رضی اللّٰه عنه ـ عنها فانتهینا، فالراجح فی الموضعین تحریم المتعة وایقاع الثلاث الاجماع الذی انعقد فی عهد عمر ـ رضی اللّٰه عنه ـ علی ذلک، ولایحفظ أن أحداً فی عهد عمر ـ رضی اللّٰه عنه ـ خالفه فی واحدة منهما، وقد دل اجماعهم علی وجود ناسخ، وان کان خفی عن بعضهم قبل ذلک، حتی ظهر لجمیعهم فی عهد عمر ـ رضی اللّٰه عنه ـ فالمخالف بعد هذا الاجماع منابذ له، والجمهور علی عدم اعتبار من أحدث الاختلاف بعد الاتفاق، اهـ. (أوجز المسالک الی موطأ مالک، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی البتة، ج: ۱۱، ص: ۱۲، ۱۳، ط، دار القلم دمشق/ وبذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث، ج: ۸، ص: ۱۹۵،=

طلاق کے گواہوں کے نہ ہونا

﴿سوال﴾ اگر زوجہ مدعیہ طلاق ہے اور شوہر منکر اور گواہ نہ ہوں تو کیا ہو اور دونوں کے ہوں تو کس کے اولیٰ ہوں گے اور زوجین رضا مند ہو اور کوئی مدعی نہیں اور اجنبی کہتا ہے کہ دی تھیں تو کس کا قول ماننا پڑے گا؟

﴿جواب﴾ یہ معاملہ قضا کا ہے قاضی ظاہری فیصلہ دیتا ہے عنداللہ تعالیٰ حلت نہیں ہوسکتی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثبوت طلاق کا نصاب شہادت

﴿سوال﴾ جو ثقہ اور سچا ہو اس کے روبرو کسی نے دو طلاق دی ہوں اور پھر منکر ہو جاوے پھر اس شور وشغب کیوجہ سے کوئی شخص نکاح صورت ہذا میں پڑھ دیوے تو کیا وہ اور حضار گنہگار ہوں گے اور اس صورت میں ثقہ کے قول کا اعتبار ہوگا کیا مطلق کا؟

=ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان/ ورد المحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، مطلب فى طلاق الدور، ج: ۴، ص: ۴۳۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲): فى الهندية: والمرأة كالقاضى لايحل لها أن تمكنه اذا سمعت منه ذلك أو شهد به شاهد عدل عندها. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب الثانى فى ايقاع الطلاق، الفصل الاول فى الطلاق الصريح، ج: ۱، ص: ۳۵۴)

وفى البحر: والمرأة كالقاضى اذا سمعته أو اخبرها عدل لايحل لها تمكينه. وهكذا اقتصر الشارحون. وذكر فى البزازية وذكر الأوزجندى أنها ترفع الأمر الى القاضى، فان لم يكن لها بينة تحلفه، فان حلف فالاثم عليه. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق، ج: ۳، ص: ۴۴۸، ۴۴۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

﴿جواب﴾ ایقاع طلاق کا ثبوت دو گواہوں سے ہوتا ہے(۳) ایک گواہ سے اگرچہ عادل ہو نہیں ہوتا پس انکار زوج پر عمل ہوگا اور دو طلاق کی حالت میں اگر نکاح دوبارہ کردیا تو کچھ حرج نہیں کسی پر کہ یہ درست امر ہے(۴) اگرچہ فضول ہی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

طلاق کے لئے گواہوں کی ضرورت

﴿سوال﴾ زید نے اپنی زوجہ کو بایں وجہ طلاق دی کہ وہ امورات وانتظامات خانہ داری میں ہمیشہ اس کی مرضی کے خلاف کاربند رہا کرتی تھی باعث اس کا یہ تھا کہ زید نوکری پیشہ ہے وہ ہمیشہ سفر میں رہا ہے جب کبھی ایک سال یا چھ ماہ کے بعد وہ گھر آتا تو جن امورات کی نسبت وہ ہدایت کر کے سفر کو جاتا تھا ان امورات سے زیادہ خرابیاں آنکو دیکھتا تھا اور معاملات اس قسم کے پیدا ہوئے جن کی وجہ سے زید کے اقرباء میں نفاق پیدا

---

(۳): فی البحر: (ولغیرها رجلان أو رجل وامرأتان) للآیة. أطلقه فشمل المال وغیره کالنکاح والطلاق والوکالة والوصیة والعتاق والنسب. (تکمة البحر الرائق، کتاب الشهادات، ج: ۷، ص: ۱۰۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی ملتقی الأبحر: ولغیر ذلک رجلان أو رجل وامرأتان مالاکان أو غیر مال کالنکاح، والرضاع، والطلاق والوکالة، والوصیة. (ملتقی الأبحر ومعه مجمع الانهر، کتاب الشهادات، ج: ۳، ص: ۲۶۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۴): فی الهندیة: اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة ومایتصل به، ج: ۱، ص: ۴۷۲، ۴۷۳)

وفی ملتقی الأبحر: وله أن یتزوج مبانته بما دون الثلاث فی العدة وبعدها. (ملتقی الأبحر ومعه مجمع الانهر، کتاب الطلاق، باب الرجعة، ج: ۲، ص: ۸۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ہوگیا اس صورت میں زید نے اپنے دل میں عہد کیا کہ اگر یہ نفاق اس کی طرف سے ہوا تو میں اس کو طلاق دیدوں گا پس تحقیقات باطنی سے ثابت کیا تو بنیاد نفاق اس کی ہی جانب سے ثابت ہوئی زید نے اپنے عہد کو پورا کیا اور یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ زید کی زوجہ کا بروقت دینے طلاق کے زید پسر اور زید کا باپ موجود تھا لہٰذا یہ بیان زید کا صحیح ہے اس صورت میں طلاق جائز ہے یا ناجائز؟

﴿جواب﴾ زید نے جو طلاق دی وہ واقع ہوگئی زوجہ کے اقرباؤں کا موجود ہونا کچھ ضرور نہیں (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

طلاق کے بعد میاں بیوی کا راضی ہوجانا

﴿سوال﴾ اگر کوئی ہزاروں طلاق دیدیوے اور بعد کو منکر ہوا اور باہم زوجین رضامند بھی ہوجائیں اور تحلیل نہ کرائیں اور شوہر تین کا بھی اقرار نہ کرتا ہو پس کسی نے نکاح جدید ان کا پڑھ دیا گنہگار کون ہے؟

﴿جواب﴾ وقوع طلاق حق اللہ اور تحریم فرج بھی پس رضامندی زوجین سے حلت نہیں ہوسکتی جب تین طلاق سے حرمت مغلظ ثابت ہوئی اور اب وہ مثل مادر کے حرام ہوگئی رضا طرفین سے کچھ حلت نہیں ہوسکتی (۶)۔فقط وللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۵):فی مجمع الانهر: وشرطه كون الزوج مكلفاً والمرأة منكوحة أو في عدة تصلح معها محلاً للطلاق. (مجمع الانهر، كتاب الطلاق، ج: ۲، ص: ۳، ص: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى البحر: وأما شرطه فى الزوج فالعقل والبلوغ، وفى الزوجة أن تكون منكوحته أو فى عدته التى تصلح معها محلاً للطلاق. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، ج: ۳، ص: ۴۱۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت)

(۶):عن ابن عمر رضى الله عنهما، قال: سئل النبىﷺ عن الرجل يطلق امرأته ثلاثا. فيتزوجها الرجل فيغلق الباب، ويرخى الستر، ثم يطلقها قبل أن يدخل بها، لاتحل=

بیوی کو ماں کہنا

﴿سوال﴾ اگر کوئی حالت غصہ میں اپنی عورت کو ماں بہن کہہ دے اور وہ یہ جانتا ہے کہ ماں بہن کہنے سے طلاق ہوجاتی ہے تو اس کہنے سے طلاق ہوجاوے گی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ماں بہن کہنے سے طلاق نہیں واقع ہوتی ہے خواہ کچھ سمجھ کے کہے (۷)۔ فقط۔

=للأول حتى يجامعها الآخر. رواه النسائي، وقال: هذا أولى بالصواب(أى من الذى قبله فى السنن باعتبار السند). (اعلاء السنن، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، باب أن المطلقة المغلظة تحل اذا نكحت من زوج غير الأول وجامع الثانى ثم أبانها، ج: ١١، ص: ٢٠٥، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

فى الهندية: وان كان الطلاق ثلاثا فى الحرة و ثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها كذا فى الهداية. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس فى الرجعة وفيما تحل به المطلقة ومايتصل به، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، ج: ۴۷۳)

(۷):عن أبى تميمة الهجيمى: أن رجلاً قال لامرأته: يا أخية، فقال رسول الله ﷺ: أُختك هى؟ فكره ذلك ونهى عنه. وفى البذل تحت هذا الحديث: هٰذا الحديث مرسل، فان أبا تميمة تابعى من الطبقة الثالثة، وانما كره ذلك، لأن قرابة الأخوة محرمة، فكونها أختاً له مظنة التحريم...الخ. (بذل المجهود فحل سنن أبى داؤد، كتاب الطلاق، باب فى الرجل يقول لامرأته: يا أختى، ج: ٨، ص: ٢١٧، رقم: ٢٢١٠، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

فى الهندية: لو قال لها أنت أمى لايكون مظاهرا وينبغى أن يكون مكروهاً ومثله أن يقول يا ابنتى ويا اختى ونحوه. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب التاسع فى الظهار، ج: ١، ص: ٥٠٧)

﴿سوال﴾ ایک شخص اپنے دل میں بالیقین جانتا ہے کہ اپنی عورت کو ماں کہنے سے طلاق آ جاتی ہے حالت غصہ میں اپنی عورت کو تین مرتبہ بہ نیت طلاق ماں بہن کہہ دیا یا بہ نیت طلاق یہ کہہ دیا کہ تیرا وجود میرے نزدیک مثل میری ماں بہن کے وجود کے ہے مگر کسی عضو خاص کا نام نہیں لیا صرف لفظ وجود کہا ان دونوں صورتوں میں طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس ہر دو صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی مگر دوسری صورت میں جو کہا کہ وجود مثل ماں کے اس میں اگر تحریم کی نیت کی تو زوجہ میں نیت کے سبب حرمت ہو جاوے گی (۸)۔فقط۔

شوہر کا بیوی کو ماں بہن کہنا اور بیوی کا شوہر کو باپ بھائی کہنا

﴿سوال﴾ زید غصہ میں اپنی عورت کو ماں یا بہن یا اسی طرح عورت اپنے مرد کو باپ یا بھائی یا اور

---

(۸):فی التاتارخانية: ولو قال "أنت علی کأمی" أو قال "مثل أمی" فان نوی ظهاراً أو طلاقا فهو علی مانوی، وفی الهداية: وان قال "اردت الطلاق" فهو طلاق بائن، م: وان أراد به البر والکرامة لايلزمه شئ وان لم تکن له نية فعلی قول أبی حنيفة هو ليس بشئ، وقال محمد رحمه اللّٰه: هو الظهار، وعن أبی يوسف رحمه اللّٰه أنه قال: ان کان فی غضب فهو يمين ان ترکها أربعة أشهر ولم يقربها بانت منه بتطليقة، وعنه رواية أخری أنه کان فی غضب فهو علی الظهار، وفی الهداية وان عنی به التحريم لاغير فعند أبی يوسف رحمه اللّٰه هو ايلاء، وعند محمد هو ظهار، وفی الخلاصة: وان نوی به التحريم ذکر فی بعض نسخ أنه ايلاء عند أبی حنيفة وأبی يوسف رحمه اللّٰه تعالی، والأصح أنه ظهار عند الکل. (الفتاوی التاتارخانية، کتاب الطلاق، الفصل الرابع والعشرون فی مسائل الظهار وکفارته، ج: ۵، ص: ۱۶۹، ۱۷۰، ط، مکتبه زکريا ديوبند)

(وکذا فی الفتاوی العالمکيرية، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظهار، ج: ۱، ص: ۵۰۷)

کچھ کہے یا عورت مرد ایک دوسرے کو گالیاں دیویں تو اس صورت میں نکاح باقی رہتے ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ان سب صورتوں میں نکاح نہیں ٹوٹتا مگر یہ فعل خود شنیع ہے(۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیوی کو گھر سے نکل جانے کا حکم دینا

﴿سوال﴾ جو شخص اپنی عورت کو چند بار کہہ دے کہ تو میرے گھر سے چلی جا اور دل میں یہ ہو کہ نہ جاوے بطور ڈرانے کے کہتا ہے اس لفظ سے اس کے نکاح میں کچھ نقصان تو نہیں ہوتا؟

﴿جواب﴾ اس طرح کہنے سے نکاح میں کچھ نقصان نہیں ہوتا البتہ اگر طلاق کی نیت سے کہے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے(۱۰)۔ فقط۔

---

(۹):عن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ: لیس المؤمن بالطعان، ولااللعان، ولا البذی، ولاالفاحش. (الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الایمان، باب ذکر نفی اسم الایمان عمن أتیٰ ببعض الخصال التی تنقص باتیانه ایمانه، ج: ۱، ص: ۳۵۶، ط، دار التاصیل)

فی التاتارخانیة: اذا قال لها "أنت أمی" یرید به الطلاق فهو باطل لأنه کذبه. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الطلاق، الفصل الرابع والعشرون فی مسائل الظهار و کفارته، ج: ۵، ص: ۱۷۰، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظهار، ج: ۱، ص: ۵۰۷)

(۱۰):فی البحر: وحاصل ما فی الخانیة أن من الکنایات ثلاث عشرة لایعتبر فیها دلالة الحال ولاتقع الا بالنیة: حبلک علی غاربک، تقنعی، تخمری، استتری، قومی، اخرجی، اذهبی، انتقلی، انطلقی.الخ. (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الکنایات فی=

باب عدت کا بیان

عدت والی عورت کا باپ کی عیادت کرنا

﴿سوال﴾ عورت کو حالت عدت زوج میں اپنے والد کی عیادت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ عیادت کے واسطے خروج معتدہ کا گھر سے درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عدت والی عورت کا طاعون زدہ مقام سے نکلنا

﴿سوال﴾ جس محلّہ میں بمعہ کنبہ کے میرا قیام ہے طاعون کی نہایت زیادتی ہے اموات کثیر ہوتی ہیں شہر کی آب وہوا بہت خراب ہے اہل محلّہ وہمسایہ دیگر جگہ کو فرار ہورہے ہیں میرے مکان میں ایک عدت والی عورت ہے اس مکان میں اس کے خاوند نے انتقال کیا ہے جس میں وہ زمانہ عدت کاٹ رہی ہے۔ دوسری جگہ جانے سے مجبور ہے نیز اسکی وجہ سے دوسرے لوگ بھی غیر جگہ جانے سے اور مکان خالی کرنے سے

=الطلاق، ج: ۳، ص: ۵۲۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، ج: ۴۶۸)

(۱):في الدرالمختار: وتعتدان أى معتدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه ولا يخرجان منه الا أن تخرج، أو ينهدم المنزل أو تخاف انهدامه، أو تلف مالها، أو لاتجد كراء البيت ونحو ذلک من الضرورات. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، ج: ۵، ص: ۲۲۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفي البحر: معتدة الموت تخرج يوماً وبعض الليل لتكتسب لأجل قيام المعيشة لأنه لا نفقة لها حتى لو كان عندها كفايتها صارت كالمطلقة فلا يحل لها أن تخرج لزيارة ولا لغيرها ليلاً ولا نهاراً. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل في الاحداد، ج: ۴، ص: ۴۵۸، ۴۵۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

جس میں اکثر چوہے مرے ہوئے نکلے ہیں مجبوراً لاچار ہیں لہٰذا اس صورت میں اپنے محلّہ سے بخیال تبدیل آب وہوا دوسری جگہ ایام طاعون میں بارادہ سکونت جاسکتے ہیں یا نہیں اور ایسی حالت میں وبا میں جہاں اندیشہ مال وجان ضائع ہونے کا ہو عدت والی بھی اس مکان کو چھوڑ کر دیگر جاسکتی ہے یا نہیں بعض علماء وباء سے بھاگنے والے کو جہاد کے بھاگنے والے سے تشبیہ دیتے ہیں اور گنہگار مرتکب کبیرہ کا بتلاتے ہیں جواب باصواب عنایت فرماویں بینوا توجروا۔ مرسلہ عبدالعلیم خان عفی اللہ تعالیٰ عنہ مقیم آلہ آباد محلّہ گیٹ گنج مکرر عرض ہے کہ آجکل مقدمات وغیرہ اکثر ہورہے ہیں کوئی درد شافی وکافی فساد کو بتلایا جاوے زیادہ والسلام۔

﴿جواب﴾ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے دست بدعا ہوں ورد حسبنا اللہ کی اجازت ہے پس جب بوجہ طاعون اہل محلّہ باہر چلے جاویں یا دوسرے محلّہ میں چلے جاویں تو عدت والی کو بھی جانا درست ہے(۲) اور ایسی جگہ سے لوگوں کو شہر سے دور چلا جانا یا دوسرے شہر میں جانا درست نہیں ہے(۳) البتہ اسی شہر کے آس پاس رہنا

---

(۲):فی ملتقی الأبحر: ولاتخرج معتدة الطلاق من بيتها أصلاً، ومعتدة الموت.....وتعتد المعتدة فی منزل يضاف اليها وقت الفرق أو الموت الا أن تخرج جبراً أو خافت على مالها أو انهدام المنزل أو لم يقدر على كرائه. (ملتقى الأبحر مع مجمع الانهر، كتاب الطلاق، باب العدة، ج: ۲، ص: ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳):عن عامر بن سعد بن أبی وقاص، عن أبيه: أنه سمعه يسأل أسامة بن زيد: ماذا سمعت من رسول اللهﷺ فی الطاعون؟ فقال أسامة: قال رسول اللهﷺ: الطاعون رجس أرسل على طائفة من بنی اسرائيل أو على من كان قبلكم. فاذا سمعتم به بأرض فلاتقدموا عليه. واذا وقع بأرض وأنتم بها فلاتخرجوا فرارا منه. (كتاب أحاديث الأنبياء، ص: ۵۱۷، ۶۱۷، رقم: ۳۴۷۳، ط، دار السلام رياض)

يرى جمهور العلماء منع القدوم على بلد الطاعون ومنع الخروج منه فراراً من ذلك، لقول النبیﷺ: "الطاعون آية الرجز ابتلى الله عزوجل به أناساً من عباده، فاذا=

درست ہے یا دوسرے محلّہ میں چلے جاویں تب بھی درست ہے(۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=سمعتم به فلاتدخلوا عليه، واذا وقع بأرض وأنتم بها فلاتفروا منه. (الموسوعة الفقهية، باب الطاعون، القدوم على بلد الطاعون والخروج منه، ج: ۲۸، ص: ۳۳۰)

(۴):فی حاشية امداد الاحكام: فيه دليل جواز ما افتى به مشائخنا من خروج اهل المصر الى الفناء لا لتقلاح الهواء فان ذالک ليس من الفرار بل من باب التداوی. (امداد الاحکام، مسائل متفرقه، ج: ۴، ص: ۴۵۲، ط، مکتبه دار العلوم کراچی)

سوال: دوسرے طاعونی مقام سے تخلیہ نقل مکان جوطبعاً ضروری خیال کیا گیا ہے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: انتقال بلد درست نہیں، ایک ہی بلد میں محلّہ یا دار کا نقل درست ہے۔ (امداد الفتاوی، مسائل متعلقہ طاعون وباء، ج:۴، ص:۲۸۴، ۲۸۵، ط، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

باب بچوں کی پرورش کا بیان

بچوں کی پرورش کا حق کن کن کو حاصل ہے اور مدت بلوغ کیا ہے

﴿سوال﴾ حق حضانۃ یعنی استحقاق پرورش وتربیت اولاد صغیرہ والدین میں سے کس کو حاصل ہے اور صورت طلاق دینے زوجہ کے کس کو حاصل ہے اور درصورت فوت ہونے زوج کے کس کو حاصل ہے اور در صورت فوت ہونے زوجین کے کس کو حاصل ہے اور یہ حق حضانۃ اولاد صغیرہ کس حد عمر تک حاصل ہے اور مدت بلوغت لڑکی یا لڑکے کا کس مدت عمر تک ہے اور جو اس کی حد وعلامات ہیں تو کیا کیا علامات ہیں؟ مفصل مدلل بمذہب حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ ارقام فرماویں تا کہ ماجور ہوں عنداللہ مشکور ہوں عندالناس بمہر ودستخط مزین فرمایا جاوے۔

﴿جواب﴾ نمبر ا ماں کو(۱) فقط نمبر ۲، ۳ ماں کو جب تک وہ کسی ایسے شخص سے نکاح نہ کرلے جو اس بچہ سے ایسا علاقہ نہیں رکھتا جس سے پھر وہ ساقط ہو جاوے(۲) فقط۔ نمبر ۴ ماں کے بعد نانی کو اور نانی کے

---

(۱):فی الهندية: أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الام. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر فى الحضانة، ج: ۱، ص: ۵۴۱)

(وكذا فى مجمع الانهر، كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج: ۲، ص: ۱٦٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲):عن عمرو بن شعيب، عن ابيه عن جده عبدالله بن عمرو، أن امراة قالت: يا رسول الله، ان ابني هذا كان بطني له وعاء وثديي له سقاء، وحجري له حواء وان اباه طلقني وأراد أن ينتزعه مني، فقال لها رسول الله ﷺ: أنت أحق به مالم تنكحي. وفي البذل تحت هذا الحديث: وقد ذهب أبو حنيفة والهادوية الى أن النكاح اذا كان لذي رحم محرم للمحضون لم يبطل به حق حضانتها. وقال الشافعي: يبطل مطلقاً، لأن=

=الدليل لم يفصل، وحديث ابنة حمزة لايصلح للتمسك به، لأن جعفراً ليس بذى رحم محرم لابنة حمزة.

وقد استدل لمن قال بأن النكاح اذا كان بذى رحم للمحضون لم يبطل حق المرأة من الحضانة بما رواه عبدالرزاق، عن أبى سلمة بن عبدالرحمٰن، أنه قال: جاء ت امراة الى النبىﷺ فقالت: ان لى أنكحى رجلاً لا أريده، وترك عم ولدى، فأخذ منى ولدى، فدعا رسول اللّٰه أباها، ثم قال لها: اذهبى فانكحى عم ولدک. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الطلاق، باب من أحق بالولد، ج: ٨، ص: ٣٣٨، ٣٣٩، ٣٤٠، رقم: ٢٢٧٦، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

فى البحر: ومن نكحت غير محرم سقط حقها أى غير محرم من الصغير كالأم اذا تزوجت بأجنبى منه........ قيد بغير المحرم لأن الزوج لو كان ذا رحم محرم للصغير كالجدة اذا كان زوجها الجد أو الأم اذا كان زوجها عم الصغير أو الخالة اذا كان زوجها عمه لايسقط حق لانتفاء الضرر عن الصغير. ودخل تحت غير المحرم الذى ليس بمحرم كابن العم فهو كالأجنبى هنا. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج: ، ۴، ص: ٢٨٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳): حضرت گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ: ’’ماں کے بعد نانی کواور نانی کے بعد خالہ کواور خالہ کے بعد بہن کو‘‘۔

واضح ہو کہ نانی کے بعد اگر دادی موجود ہو تو بچے کی پرورش کا حق دادی کو حاصل ہے۔اور اگر دادی نہ ہو تو بچے کی بہن پرورش کا حق دار ہے، اور اگر بچے کی بہن نہ ہو تو پھر خالہ بچے کی پرورش کا حق دار ہے اور اگر بچے کی خالہ نہ ہو تو پھر پھوپھی بچے کی پرورش کا حق دار ہے۔ نیز حضرت گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ: ’’خالہ کے بعد بہن کو‘‘، یہاں بظاہر بہن سے والد کے بہن (پھوپھی) مراد ہیں اس لئے کہ بچے کی بہن=

=حق حضانت میں خالہ سے مقدم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فی الکنز: أحق بالولد أمه قبل الفرقة وبعدها ثم أم الأم ثم أم الأب ثم الأخت لأب وأم ثم لأم ثم لأب ثم الخالات كذلك ثم العمات كذلك.

وفی البحر تحته: قوله: (ثم الأخت لأب وأم ثم لأم ثم لأب) يعنی فهن أولى من العمات والخالات لأنهن بنات الأبوين ولهٰذا قدمن فی الميراث. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج: ۴، ص: ۲۷۹، ۲۸۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی مجمع الانهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج: ۲، ص: ۱۶۶، ۱۶۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۴): بچے کی حق حضانت کے بارے میں فقہائے کرام سے تین قول منقول ہے، سات سال، آٹھ سال اور نو سال، البتہ مفتیٰ بہ قول سات سال کا ہے۔ اور بچی کی ام اور جدہ لڑکی کی پرورش کی اس وقت تک حقدار ہیں جس وقت کہ اس کو حیض آئے یعنی بالغ ہو جائے، امام محمدؒ سے ایک روایت یہ منقول ہے کہ جب حد شہوت کو پہنچ جائے۔ اور ام اور جدہ کے سوا باقی عورتیں (جن کو حق پرورش حاصل ہے) لڑکی کی پرورش کے اس وقت تک زیادہ حقدار ہیں جس وقت کہ وہ حد شہوت کو پہنچ جائے جس کا اندازہ علماء نے نو سال مقرر کیا ہے۔ لہٰذا محققین علمائے کرام نے اس زمانے فساد میں امام محمدؒ کے قول کو مفتیٰ بہ قرار دیا ہے۔

فی التاتارخانية: وذكر الخصاف فی كتاب النفقات: أن الأم أحق بالغلام مالم يبلغ سبع سنين، أو ثمان سنين، وفی الكافی: والفتوى على سبع سنين. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الثلاثون فی حكم الولد عند افتراق الزوجين، ج: ۵، ص: ۲۷۳، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

فی ملتقى الأبحر: ويكون الغلام عندهن حتى يستغنی عنها بأن يأكل ويشرب ويلبس ويستنجی وحده وقدر بتسع أو بسبع ثم نجبر الأب على أخذه والجارية عندالأم=

دیا جاوے گا (۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱۔

بندہ محمود عفی عنہ	عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی
مدرس اول مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند	مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند
الٰہی عاقبت محمود گردان۔	وتوکل علی العزیز الرحمٰن۔

=أو الجدة حتى تحيض وعند محمد حتى تشتهى ما عند غير هما وبه يفتى لفساد الزمان.

وفى مجمع الأنهر تحته: (وقدر بتسع أو سبع) أى قدر مدة الاستغناء أبو بكر الرازى بتسع سنين، والخصاف بسبع سنين، وعليه الفتوى كما فى أكثر الكتب اعتباراً للغالب......(وبه) أى بقول محمد: (يفتى لفساد الزمان) كما فى أكثر المعتبرات، وفى البحر ان الفتوى على خلاف ظاهر الرواية فقد صرح فى التجنيس بأن فى ظاهر الرواية انها أحق بها حتى تحيض، واختلف فى حد الشهوة فقدره أبو الليث تسع سنين، وعليه الفتوى كما فى التبيين. (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج: ۲، ص: ۱۶۸، ۱۶۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى الدر المختار: والأم والجدة لأم أو لأب أحق بها بالصغيرة حتى تحيض أى تبلغ فى ظاهر الرواية...... وغيرهما أحق بها حتى تشهى وقدر بتسع، وبه يفتى، وبنت احدى عشرة مشتهاة اتفاقاً زيلعى. وعن محمدؒ أن الحكم فى الأم والجدة كذلك وبه يفتى لكثرة الفساد.

وفى الشامية تحته: قوله: (وبه يفتى) قال فى البحر بعد نقل تصحيحه: ولحاصل أن الفتوى على خلاف ظاهر الرواية. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج: ۵، ص: ۲۶۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۵):فى الدر المختار: بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والأصل هو الانزال والجارية بالاحتلام والحيض والحبل ولم يذكر الانزال صريحاً لأنه قلما يعلم=

باب اولیاء اور کفو کا بیان

ماں کی ولایت کا نکاح

﴿سوال﴾ ایک لڑکی کا نکاح باوجود ہونے لڑکی کے چچا حقیقی کے والدہ لڑکی نے بلا اجازت واذان لڑکی و چچا کے باہمی عداوت کیوجہ سے نکاح کر دیا اور نہ لڑکی راضی ہے تو اس صورت میں شرعاً نکاح صحیح اور جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر کوئی ولی عصبہ نہ ہو تو ولایت دختر نابالغہ کی اس کی ماں کو ہوتی ہے(۱) اگر وہ راضی نہیں ہے تو اس کے رد کرنے سے نکاح رد ہو جاوے گا (۲) اگر اور کوئی عصبہ موجود ہو تو وہ رد کر سکتا ہے اس کی رد

=منها فان لم یوجد فیهما شیء فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة، وبه یفتی.

وفی الشامیة تحته: قوله: (وبه یفتی) هذا عندهما، وهو روایة عن الامام وبه قالت الأئمة الثلاثة. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام الخ، ج: ۹، ص: ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱):فی الکنز: والولی العصبة علی ترتیب الارث....وان لم یکن عصبة فللام.

وفی النهر تحته: (وان لم یکن عصبة) لانسبیة ولاسببیة، (فالولایة) أی: فولایة الانکاح (للام) هذا ظاهر فی تقدیمها علی أم الأب. (النهر الفائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، ج: ۱، ص: ۴۹۶، ۴۹۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۲):فی مجمع الانهر: وان کان المزوج غیرهما أی غیر الأب، والجد، ولو اماما أو قاضیاً علی الصحیح، وعلیه الفتوی کما فی الکافی فلهما الخیار اذا بلغا أو علما بالنکاح بعد البلوغ أی ان کان المزوج غیرهما فکل واحد منهما خیار الفسخ سواء کانا عالمین قبل البلوغ بالعقد أو علما بعد البلوغ فی أظهر الروایتین عند امام، وهو قول محمد. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء،=

سے نکاح رد ہوجاوے گا۔ اوراگرلڑکی بالغہ ہےتو وہ خود رد کرسکتی ہے بغیراس کی اذن ورضا کے نکاح نہیں ہوسکتا پس جب وہ بروقت پہنچنے خبر نکاح کے کہہ دے کہ میں نے اس کورد کیا اور میں راضی نہیں ہوں تو اس سے نکاح رد ہوجاتا ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

چچا کی ولایت نکاح

﴿سوال﴾ ایک لڑکی صغیرہ بعمر تقریباً آٹھ ماہ اس کی والدہ نے مرض موت میں اس کے چچا حقیقی کی کفالت وولایت میں دے دیا بایں صورت کہ تم اس کے مالک پرروش کنندہ ہو کل اختیارات تم کو حاصل ہیں حالانکہ یہ خود بھی لاولد ہیں اس وجہ سے ان کو بھی لڑکی کے کفیل بننے کی معہ اپنی زوجہ کے خواہش دامن گیر تھی اور والدہ لڑکی کی بھی جانتی تھی کہ اس کے چچا سے تکمیل کفالت پوری ہوگی اور پدرلڑکی بھی معاملہ مذکورہ سے راضی تھا اورصراحۃً رضا ظاہر کی بعدازاں جب کبھی پدرلڑکی سے تذکرہ معاملہ مذکور کا کوئی کرتا تو یہ کہا جاتا تھا کہ لڑکی اس کے چچا کی ہی ہے اسی کی پرورش میں ہے اس کے نکاح وغیرہ کا اختیار بھی اسی کو حاصل ہے اور درحقیقت ایسا ہی معاملہ واقع ہے کہ لڑکی اپنے پدرکو پدر بھی نہیں پہچانتی ماں اور باپ، چچا اور چچی کو ہی جانتی ہے کیونکہ ہمیشہ سے اس کے کفیل نان نفقہ اور ہرطرح خبرگیری اور پرورش میں شفقت سے رکھتے ہیں اور تعلیم دین و پابند صوم وصلوٰۃ سے آراستہ رکھتے ہیں اور کبھی پدرکو کچھ تعلق کسی قسم کا لڑکی سے نہیں ہوا اب بعمر تقریباً گیارہ سال کی تجویز نکاح

=ج: ۱، ص: ۴۹۴، ۴۹۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۳):فی الدر المختار: ولاتجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ فان استأذنها هو أی الولی وهو السنة.

وفی الشامیة تحته: قوله: (وهو السنة) بأن یقول لها قبل النکاح فلان یخطبک أو یذکرک فسکتت، وان زوجها بغیر استئمار فقد أخطأ السنة وتوقف علی رضاها. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج: ۴، ص: ۱۵۹، ط، دار عالم الکتب ریاض)

معہ رائے پدر لڑکی اپنے کفو میں کی گئی مگر فی الحال بوجہ کسی امر دنیوی آپس میں بھائیوں کے نزاع واقع ہوگئی بایں وجہ پدر لڑکی یہ کہتا ہے کہ لڑکی کو میں لے لونگا اور نکاح اس کا خود کروں گا تم سے کچھ واسطہ نہیں رکھتا ہوں ور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ جگہ تجویز نکاح میں پدر کی راضی رہی صرف بوجہ تنازع بھائیوں کے یہ امر واقع ہوا اور لڑکی بھی ہرگز کسی نوع یہ امر قبول نہیں کرتی کہ میں پدر کے یہاں جاؤں کیونکہ جو معاملہ چچا سے واقع ہے وہ پدر سے واقع نہیں لہٰذا ایسی صورت میں کہ ولایت کفالت لڑکی استحقاق چچا کو حاصل ہے تو نکاح بولایت چچا بھی ہوسکتا ہے یا نہیں مدلل بقواعد ارقام فرمایا جاوے؟

﴿جواب﴾ باپ کے موجود ہوتے چچا کو ولایت نکاح اس لڑکی کی نہیں پہنچتی باپ کو اختیار ہے جہاں چاہے لڑکی کا نکاح کرے فقط اور چچا کو باپ کی اجازت سے ولایت واختیار نکاح ہوسکتا ہے جب اس کی طرف سے اجازت نہیں رہی تو چچا کو اختیار بھی نہیں رہا۔ قال فی البحر الرائق تحت قوله: (وللولی انكاح الصغير والصغيرة والولی العصبة بترتيب الارث) افاد بقوله بترتيب الارث ان الاحق الابن وابنه وان سفل الی ان قال ثم الاب ثم الجد ابوه ثم الاخ الشقيق ثم الاب الخ (۴). فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دادا کی ولایت نکاح

﴿سوال﴾ ایک شخص مرگیا اس نے اپنے بچے اور عورت کو چھوڑا اور اس کا چچا اور دادا ہے ولی ان بچوں کا دونوں میں سے کون ہے؟

﴿جواب﴾ یہ نکاح بچگان مثلاً دادا کو ہے چچا کو نہیں ہے (۵) اور حق حضانت سات سال تک

---

(۴): (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، ج: ۳، ص: ۲۰۸، ۲۱۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۵): فی الهندية: وأقرب الأولياء الی المرأة الابن ثم ابن الابن وان سفل ثم الاب ثم الجد أبو الاب وان علا كذا فی المحيط. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب=

زوجہ کو ہے جو والدہ بچگان کی ہے(۲)۔

غیر کفو میں نکاح ہو تو فسخ کا مسئلہ

﴿سوال﴾ زید ایک شخص اجنبی کے مکان پر رہتا تھا عمرو نے وارثان ہندہ کو بہکا کر اور دھوکا دیکر زید کا نسب سید بتلایا اور نکاح کرا دیا بعد چند مدت کے معلوم ہوا کہ زید سید نہیں ہے نور باف ہے اب وارثان ہندہ کو شرم وحیاء معلوم ہوتی ہے کہ بہت اہانت ہے کیونکہ سید اور نور باف کا نکاح نہایت عار کی بات ہے لہٰذا شرع شریف کے مطابق وارثان ہندہ کو فسخ کرنا فی زمانہ جائز ہے یا نہیں دیگر زید بعد ظاہر ہونے کفو کے وہاں سے چلا گیا وقت رخصت زوجہ سے کہا کہ میں اس گھر میں ونیز قریہ میں تا حیات نہیں آوں گا اور قسم بھی کھائی اور بعد کو ایک خط بھی اسی مضمون سے لکھا اب اس کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ صورۃ مذکورہ میں ہندہ کو اور اولیاء ہندہ کو اختیار فسخ کا ہے کما فی العالمکیریۃ ولو انتسب الزوج لها نسباً غير نسبه فان ظهر دونه وهو ليس بكفو فحق الفسخ ثابت

=النكاح، الباب الرابع فى الاولياء، ج: ۱، ص: ۲۸۳)

(وكذا فى النهر الفائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، ج: ۲، ص: ۲۰۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲):فى الهندية: أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الام.......والأم والجدة أحق بالغلام حتى يستغنى وقدر بسبع سنين وقال القدورى حتى يأكل وحده ويشرب وحده ويستنجى وحده وقدره أبو بكر الرازى بتسع سنين والفتوى على الاول. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر فى الحضانة، ج: ۱، ص: ۵۴۱، ۵۴۲)

(وكذا فى الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الثلاثون فى حكم الولد عند افتراق الزوجين، ج: ۵، ص: ۲۷۳، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

للكل وان كان كفوا فحق الفسخ لها دون الاولياء انتهٰی. وفی الدرالمختار فلو نكحت رجلاً ولم تعلم حاله فاذا هو عبد لاخيار لها بل للاولياء ولو زوجوها برضاها ولم يعلموا بعدم الكفاء ة ثم علموا الاخيار ولاحد الا اذا اشترطوا الكفاء ة او اخبرهم بها وقت العقد فزوجوها على ذلک ثم ظهر انه غير كفو كان لهم الخيار. اورزید کاقسم کھانامستلزم ایلاء کانہیں۔ كما فی الدر المختار او قال وهو بالبصرة والله لاادخل مكة وهی بها لايكون موليا لانه يمكنه ان يخرجها منها فيطاها انتهٰی. اوراس زمانہ میں اگرچہ قاضی نہیں ہے جب بھی شہر کے مفتی سے حکم لے کر فسخ کرسکتا ہے۔ کیونکہ قائم مقام قاضی کا مفتی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد عبدالرحمٰن برسانی تعقبہ بعضہم وھومندرج فی الذیل ایضا۔

صورت مستفسرہ میں وہ سرے سے خود ہی نہ ہوا سائل مظہر کو ہندہ بالغہ ہے اور روایت مفتی بہا پر ولی والی عورت کیلئے کفاءت شرط نکاح ہے یا ولی اقرب پیش از عقد عدم کفاءت پر اپنی رضا کردے بعد عقد راضی ہونا بھی نفع نہیں دیتا۔ والمختار يفتی فی غير الكفو بعدم جوازه اصلاً وهو المختار للفتوى وفی ردالمحتار هذا اذا كان لها ولی لم يرض به قبل العقد فلا يفيد الرضی بعده بحر. یہاں جب کہ وہ کفو نہیں اور ولی کو دھوکا دیا گیا دونوں امر سے کچھ متحقق نہیں ہوا تو نکاح باطل محض رہا بعد ظہور حال زید کے قسم وتحریر سب مہمل ہے جس پر ہندہ کے لئے کوئی مرتب نہیں ہوسکتا واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحدن المصطفیٰ النبی الامی ﷺ۔

فتنازعوا بينهم فرجعوا الى علمائنا خصوصا الى شيخنا الاجل امام الفقهاء فی عصره المولانا رشيد احمد سلمه الله تعالٰى فاجاب باحسن التفصيل وهو هذا. صورت مندرجہ ذیل مسئلہ ہذا میں اولیاء کو حق فسخ نکاح ہے اور وہ کسی حاکم یا قاضی مسلمان سے رجوع کریں کہ وہ فسخ کرے مفتی کو حنفیہ کے نزدیک بغیر تحکیم طرفین اختیار فسخ نہیں ہے(۷) واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

(۷):(تفصیل کے لیے دیکھئے : المسائل المهمه فيما ابتلت عليه العامة،=

الجواب صحیح محمود عفی مدرس اول مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند۔ الٰہی عاقبت محمود گردان۔ الجواب صحیح بندہ محمد منفعت علی ۔ جواب مجیب اول صحیح ہے اولیاء کو اختیار فسخ نکاح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی۔ وتوکل علی العزیز الرحمٰن۔

باب وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے ان کا بیان

اگر لڑکا اپنے باپ پر اپنی بیوی سے زنا کی تہمت لگائے

﴿سوال﴾ زید نے اپنی زوجہ کی بابت اپنے والد سے تہمت زنا لگائی اور ہر کس وناکس حتی کہ عدالت کے روبرو یہی بیان کیا۔ اب اوپر والے اس سے سخت پریشان ہیں اور حکم شارع کے جویاں کہ ایسی حالت میں آیا حرمت باعث تفریق بین الزوجین واقع ہے یا نہیں اور ہر چند کہ عرصہ چار پانچ سال سے یہ امر واقع ہو رہا ہے لیکن اب نوبت یہاں تک پہنچی کہ زید آمادہ اپنے والد اور اپنی زوجہ کے ہلاک کردینے کا ہے امید وار ہوں کہ ایسی کوئی وجہ تصفیہ ارقام فرماویں کہ رفع فساد ہو خاص جامع مسجد میں مجمع عام اپنے والد پر حملہ کیا۔ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ زید کی زوجہ فقط اس قول تہمت سے جدا نہیں ہوتی لیکن اگر زید لفظ کہہ دے کہ میں نے جدا کیا یا کوئی اور اس قسم کا کلمہ کہہ دیوے تو اس وقت جدا ہو جاوے گی (۱) اور پھر عدت کرائی جاوے گی اور

=کتاب النکاح، ج: ۲، ص: ۱۶۰ / وخیر الفتاوی، کتاب النکاح، باب ولایت وکفاۃ، ج: ۴، ص: ۵۲۹، ط، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۱):فی الدرالمختار: وبحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لها التزوج بآخر الا بعد المتارکة وانقضاء العدة.

وفی الشامیة تحته: قوله: (الا بعد المتارکة) أی وان مضی علیها سنون کما فی البزازیة. وعبارة الحاوی الا بعد تفریق القاضی أو بعد المتارکة اهـ. وقد علمت أن النکاح لایرتفع بل یفسد، وقد صرحوا فی النکاح الفاسد بأن المتارکة لاتتحق الا=

یہ قول اگر چہ غلط ہومگر جب خود زوج اس کا اقرار کرتا ہے تو حرمۃ اس عورت کی اس شخص پر ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر عورت اپنے خسر پر زنا کے ارادہ کی تہمت لگائے

﴿سوال﴾ مسئلہ: ایک شخص نے بہ نیت حرام اپنے لڑکے کی زوجہ کا ازراہ زبردستی کمر بند توڑ دیا مگر وہ عورت قابو میں نہ آئی اور حرام سے بچ گئی اور وہ شخص انکار کرتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا اور عورت از روئے قسم کے کہتی ہے اور وہ عورت نیک بخت ہے اور کوئی گواہ شاہدان کا نہیں ہے اس صورت میں وہ عورت اس کے لڑکے پر حرام ہوگئی یا نہیں زید کہتا ہے کہ وہ حرام ہوگئی؟

﴿جواب﴾ صرف عورتوں کے کہنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی (۳)۔ فقط۔

=بالقول، وان كانت مدخولاً بها كتركتك أو خليت سبيلك. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات، ج: ۴، ص: ۱۱۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲):فى البحر: وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها ويقع فى أكبر رأيه صدقها. (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات، ج: ۳، ص: ۱۷۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى الشامية: قال فى الفتح: وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها، ويقع فى أكبر رأيه صدقها. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات، ج: ۴، ص: ۱۰۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳):فى الهندية: رجل قبل امرأة أبيه بشهوة أو قبل الاب امرأة ابنه بشهوة وهى مكرهة وانكر الزوج أن يكون بشهوة فالقول قول الزوج. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث فى بيان المحرمات، القسم الثانى المحرمات بالصهيرية، ج: ۱،=

باب غائب شخص کی بیوی کے مسائل

اگر کسی عورت کا شوہر لا پتہ ہو جائے

﴿سوال﴾ ایک عورت کا خاوند عرصہ بیس اکیس سال سے مفقود الخبر ہے اور نکاح ثانی ایسی کا اسی صورت پر کسی شخص نے کرادیا تو جائز ہے یا نہیں اور جو حمل ہے اس کا کیا حکم ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾ اس صورت میں جبکہ شوہر کو مفقود ہوئے بیس سال سے زائد ہو گئے ہیں تو اس کا نکاح دوسرے شخص سے حسب مذہب امام مالکؒ جس پر حنفیہ نے بھی بوجہ ضرورت فتویٰ دیدیا ہے درست ہو گیا اور اولاد جو اس شوہر دوم سے ہوئی ہے اس کا نسب ثابت ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی۔ رشید

=ص: ٢٧٦)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، ج: ۴، ص: ۱۱۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱):في اعلاء السنن: ولمالک: أن يقول: ان ابتلاء المرأة بالزنا ضياعها، فان خيف على امرأة المفقود ابتلاؤها بالزنا كان حكمها حكم ضالة الغنم، ومذهب الحنفية في الباب وان كان قويا رواية ودراية ولكن المتأخرين منا قد أجازوا الافتاء بمذهب مالک عند الضرورة الى فساد الزمان. والله المستعان وعليه التكلان، ومن أراد البسط في تحقيق مذهب المالكية في باب المفقود، فليراجع رسالة "الحيلة الناجزة" التي ألفها سيدي حكيم الأمة مجده وعلاه. (اعلاء السنن، كتاب المفقود، باب امرأة المفقود امرأته حتى يأتيها البيان، ج: ۱۳، ص: ۵۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشي)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب المفقود، ج: ٦، ص: ۴٦۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

احمد۱۳۰۱ از وجہ خفیۃ المذہب کوموافق قول امام مالکؒ کے بعد گزرنے چار برس کے چار مہینے دس دن عدت گزار کر نکاح بلا ریب درست ہے کیونکہ قول امام مالکؒ کا مستند ہے قول خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين.** حنفیہ کے نزدیک بھی مسلم ہے **قال في الموطاء امام مالك عن يحيىٰ بن سعيد عن سعيد بن المسيب ان عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال ايما امراة فقد زوجها فلم يدر اين هو فانها تنتظر اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل.**

اور یہی مذہب حضرت عثمان وعبداللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم کا ہے چنانچہ فتح الباری اور تلخیص امام رافعی وغیرہ میں بوجہ بسط وتفصیل مذکور ہے اسی نظر سے جامع الرموز شرح مختصر وقایہ اور طحطاوی اور ردالمحتار حواشی درمختار اور فتاویٰ حسب المفتیین وغیرہ میں حنفی مذہب میں بھی بروقت ضرورت کے دوسرے نکاح کرنے کا زن مفقود کے واسطے فتویٰ دیا ہے اور قول امام مالکؒ معمول بہ لکھا ہے۔

قال في حسب المفتيين قول مالكؒ معمول به في هذه المسئلة وهو احد قولى الشافعي رحمه الله ولو افتى الحنفى بذلك يجوز فتواه لان عمر رضى الله عنه قضى هكذا في الذى استوته الجن بالمدينة وكفى به اماما ولانه منع حقها بالغيبة في سنة عملا بالشبهين انتهٰى كلامه لو افتى به في موضع الضرورة ينبغي ان لاباس به كذا في الطحطاوى ورد المحتار وخزانة العلماء وغيره والله اعلم بالصواب الراقم العاجز محمد نذير حسين عفى عنه. محمد سيد نذير حسين.

ابومحمد عبدالحق ۱۳۰۵۔ سید محمد عبدالسلام غفرلہ ۱۲۹۹۔ ابومحمد عبدالوہاب رسول الادب خادم شریعت۔

قد صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ ابومحمد عبدالرؤف البہاری۔ جواب ہذا صحیح ہے حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ۔ حفیظ اللہ بس حسبنا اللہ۔ جواب صحیح ہے ابوعلی محمد عبدالرحمٰن الاعظم گڈھی المبارک فوری۔ محمد نجیب خان۔ الجواب صحیح نمعہ یٰس الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی۔ ابوعلی محمد عبدالرحمٰن۔ منصورالرحمٰن۔ محمد یٰس۔

قد اصاب من اجاب حررہ ابومحمد عبداللہ فقیر اللہ المتوطن ضلع شاہپور۔ المجیب مصیب محمد حسین خان

خورجوی۔ محمد تلطف حسین رسول الثقلین ۱۲۹۲ خادم شریعت۔ الجواب صحیح محمد طاہر سلہٹی۔ المجیب مصیب وله جزاء الصیب خادم عباد اللہ الجلیل احقر محمد اسماعیل۔ ھذا الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ محمد عبد القادر ۱۲۸۹۔

عند الضرورت حنفیہ کے نزدیک تقلید مذہب غیر کی درست ہے اور اس مسئلہ میں بھی حنفیہ تصریح کرتے ہیں چنانچہ جامع الرموز میں ہے۔ **قال مالک والاوزاعی الی اربع سنین فینکح عرسه بعدھا کما فی النظم فلو افتی به فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لاباس به علی ماظن** اور ردالمختار حاشیہ درمختار میں ہے **ذکر ابن وھبان فی منظومۃ انه لو افتی بقول مالک فی موضع الضرورۃ یجوز انتھٰی واللّٰہ اعلم حررہ عبدالحی تجاوز اللّٰہ عن ذنبه الجلی والخفی. محمد عبدالحیٔ ابو الحسنات.**

فی الواقع جوابات مذکورہ صحیح ہیں کہ عمل کرنا مذہب غیر پر مواقع ضروریہ میں حسب تصریحات فقہاء احناف بلاشبہ ثابت وجائز ومعمول بہا ہے۔ **کما فی الشرح الاسبیحابی ناقلا عن جامع الفتاوی افتی علماء نا وعلماء العراق وماوراء النھر علی مذھب الشافعی ومالک رضی اللّٰہ عنھم فی سبعۃ مسائل فی تکبیرات العیدین وفی الزوال فی الظھر والعصر وفی التسمیۃ علی رؤس کل سورۃ فی الصلوٰۃ وفی البلوغ خمسۃ عشر سنۃ وفی حکم تفریق امراۃ الغائب باربع سنین وفی حکم النظر واللمس للمولی کما فی المعیار.**

اور جناب رئیس المحققین حجۃ من حجج اللہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسوی شرح الموطاء میں بہ بسط اس کو ارقام فرمایا ہے اور ان کے خلف الصدق شیخ الہند مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ نے بھی بجواب سوالات بخارا شرائط جواز تقلید مذہب غیر میں مسئلہ مذکور کو بنقل عبارات جامع الرموز کے ارقام فرمایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم حررہ ابو الجمیل محمد خلیل عفی لہ اللہ الجلیل۔ غفر اللہ الجلیل ابو الجمیل محمد خلیل۔

جواب: جو کوئی حادثہ مہلکہ میں گم ہوا وہ بھی مفقود اصطلاحی فقہاء میں داخل ہے چنانچہ وہ عبارت ردمحتار جس سے مجیب نے اور اس پر اعتماد کیا خود وہ بھی ایسے شخص کو مفقود میں ہی شمار کرتا ہے لہٰذا یہ فرمانا مجیب کا

کہ یہ مفقود حادثہ مہلکہ مفقود اصطلاحی نہیں درست نہیں بلکہ مفقود میں داخل ہے اور مفقود حادثہ مہلکہ میں اور مفقود غیر حادثہ مہلکہ میں کچھ فرق نہیں باقی یہ بات کہ مفقود پر کس وقت حکم موت کا لگایا جاوے تو وہ مختلف فیہ فقہاء کا ہے کسی نے موت اقران ہی پر اعتماد فرمایا اور یہ ہی ظاہر روایت ہے اور کسی نے رائے امام کے سپرد کیا کہ جب اس کو غلبہ ظن موت اس مفقود کا ہو جاوے حکم موت دیوے اور یہ مختار زیلعی کا ہے صاحب ردمحتار اس رائے کو بھی ظاہر روایت میں داخل کرتا ہے کیونکہ اعتبار موت اقران میں بھی غلبہ ظن موت مفقود ہے اور یہ روایت جامع الفتاوی کی جس کو مجیب صاحب نے نقل کیا وہ بھی رائے بعض فقہاء کی ہے اور اس رائے کو بھی صاحب ردمحتار نے زیلعی کے قول پر حمل کیا ہے تو حاصل یہ ہوا کہ ایسے مفقود کے باب میں بعد مضیٰ ایسی مدت کے ظن موت کا ہو جاوے حسب مختار زیلعی اگر حکم موت اس مفقود کا کیا جاوے تو درست ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ حسب آراء دیگر فقہاء یہاں بھی وہ ہی اختلاف ہوگا الحاصل ایسے مفقود کو اصطلاحی مفقود میں فقہاء نے داخل رکھا ہے اور اس کی کہ ایسا مفقود مفقود اصطلاحی ہے تو حکم موت اس پر دنیا حسب رائے زیلعی مضائقہ نہیں کہ وہ بھی ایک رائے مفتی بہا مشائخ ہے خصوصاً اس زمانہ میں کہ احتمال فساد غالب لہٰذا در باب نکاح زن مفقود اس روایت پر فتویٰ دیا جاوے تو بہتر ہے الغرض یہ لوگ مفقود اصطلاحی فقہاء میں اور بعد مضیٰ اس مدت کے کہ ظن غالب ان لوگوں کی موت کا ہو جاوے ان پر حکم موت کا دینا درست ہے اور پھر بعد عدت کے نکاح کرنا ان کی عورتوں کو بھی جائز ہے اور پھر اگر کوئی ان میں سے آجاوے تو اپنی عورت و مال باقی کو لے سکتا ہے اور روایات ان امور کے مجیب صاحب نے خود لکھے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب البیوع

خرید وفروخت کے مسائل

غلہ کی تجارت کا حکم

﴿سوال﴾ کیا تجارت غلہ کی عموماً حرام ہے زید کہتا ہے کہ عموماً حرام ہے کیونکہ احتکار ہے اور احتکار حرام ہے آیا قول صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ احتکار کی حرمت اس وقت ہے کہ عوام کو ضرر پہنچاوے یا بدنیتی سے اپنے نفع کو عوام کے ضرر کا امیدوار ہوکر گرانی کا انتظار کرے۔ فقط ورنہ درصورت دونوں امر کے نہ ہونے کے گناہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱): فی التاتارخانية: الاحتكار مكروه، وانه على وجوه: أحدها: أن يشترى طعاما فى مصر أو ما أشبهه ويمتنع من بيعه، وذلک يضر الناس فهو مكروه، وفى تجنيس الناصرى: وان اشترى فى ذلک المصر وحبسه لايضر بأهل المصر لا بأس به. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب البيوع، الفصل السابع والعشرون فى الاحتكار، ج: ۹، ص: ۴۱۴، ط، مكتبه دار زكريا ديوبند)

وفى مجمع الانهر: ويكره الاحتكار فى أقوات الآدميين كالبر ونحوه والبهائم كالشعير والتبن ببلد يضر بأهله لأنه تعلق به حق العامة، قيد بقوله: يضر بأهله لأنه لو كان المصر كبيراً لايضر بأهله، فليس بمحتكر لأنه حبس ملكه ولاضرر فيه لغيره. (مجمع الانهر، كتاب الكراهية، فصل فى البيع، ج: ۴، ص: ۲۱۲، ۲۱۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

چڑھاوے کے جانور

﴿سوال﴾ جو جانور قبروں پر یا تھان یا نشان جھنڈے پر چڑھائے جاتے ہیں مجاور یا کوئی اور ان کو پکڑا کرا گر بیع کرے تو ان کا خریدنا حلال ہے یا حرام اور خود چڑھانے والے کچھ تعرض بھی نہیں کرتے خواہ کوئی لے جائے اور اس قسم کے جانور بحیرہ وسائبہ میں داخل ہیں یا نہیں اور بحیرہ وسائبہ حلال ہیں یا حرام؟ مفصل ارقام فرماویں

﴿جواب﴾ جو جانور مالک نے کسی بت یا تھان وقبر کے نام پر چھوڑا وہ ملک چھوڑنے والے سے نہیں نکلتا پھر اس کو اگر کوئی پکڑ کر بیع کر دیوے اور مالک منع نہ کرے اس کا خریدنا مباح ہے اور وہ حلال ہے اور جانور مجاور کو قبض کرا دیا ہے اور تملیک مجاور کی کر دی وہ حرام ہے اس کو خریدنا نہ چاہئے کہ وہ معصیت کی نیت سے مجاور کے پاس آیا ہے اس میں بسبب معصیت کے حرمت عقد ہبہ کی ہوگئی ہے۔اور بحیرہ وسائبہ کا حکم وہی ہے جو اوپر کی شق میں لکھا گیا ہے کیونکہ بحیرہ کا کوئی مالک نہیں کیا جاتا بلکہ بت کے نام چھوڑ دیتے ہیں (۲)۔فقط۔

نوٹ کی خرید وفروخت

﴿سوال﴾ نوٹ کی خرید وفروخت کمی یا زیادتی پر جائز ہے یا نہیں؟ بالتفصیل ارقام فرمادیں

﴿جواب﴾ نوٹ کی خرید وفروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں (۳) مگر اس میں حیلہ حوالہ

---

(۲): تفصیل کے لیے دیکھئے حاشیہ نمبر ۵۔

(۳): یہ جواب اس زمانہ کے لحاظ سے تھا جب نوٹوں کی حیثیت رسید اور سند کی تھی، اب چونکہ ثمن عرفی بن گئے ہیں اس لئے ایک ہی ملک کے کرنسی نوٹوں کا تبادلہ برابر سرابر جائز ہے بشرطیکہ مجلس عقد میں فریقین میں سے کوئی ایک بدلین میں سے ایک پر قبضہ کرلے اور اگر یہ تبادلہ کمی زیادتی کے ساتھ ہو تو ناجائز ہے۔

فی تکلمة فتح الملهم: وأما الأوراق النقدية وهى التى تسمى ”نوت“ فقد أشبعنا =

ہوسکتا ہے اور حیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے مگر کم زیادہ پر بیع کرنا ربوا ورنا جائز ہے۔فقط۔

مندر اور قبر کا چڑھاوا خریدنا

﴿سوال﴾ مندر کا چڑھاوا اس کے پجاری سے خرید کرنا اور قبر کا چڑھاوا مجاور سے خرید کرنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مندر کی چڑھی ہوئی شئے خریدنا حرام ہے ایسے ہی قبر کی چڑھی ہوئی (۴)۔فقط۔

چڑھاوے کے جانور کا بیچنا

﴿سوال﴾ نذر لغیر اللہ یعنی مرغا بکرا وغیرہ کہ جو کسی تھان یا کسی قبر یا نشان یا جھنڈے وغیرہ پر

=الكلام على حقيقتها في باب تحريم مطل الغني، وصحة الحوالة، فالذين يعتبرونها سندات دين، ينبغي أن لايجوز عندهم مبادلة بعضها ببعض أصلاً، لاستلزامه بيع الدين بالدين، ولكن قدمنا هناك أن المختار عندنا قول من يجعلها أثمانا اصطلاحية، وحينئذ نجرى عليها أحكام الفلوس سواء بسواء، وقدمنا آنفاً ان مبادلة بجنسها لايجوز بالتفاضل عند محمد رحمه الله، وينبغي أن يفتى بهذا القول في هذا الزمان، سداً لباب الربا، وعليه فلايجوز مبادلة الأوراق النقدية بجنسها متفاضلة، ويجوز اذا كانت متماثلة، والمماثلة ههنا أيضا تكون بالقيمة لابالعدد، كما في الفلوس، فيجوز أن يباع ورق نقدى قيمته عشر روبيات، بعشرة أوراق قيمة كل واحد روبية واحدة، ولايجوز ان يباع الأول بأحد عشر ورقا من الثانية. (تكملة فتح الملهم، كتاب المساقاة، باب الربا، قبيل باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقداً، ج: ۱، ص: ۵۵۰، ط، دار أحياء التراث العربي بيروت لبنان/ وفي فقهي مقالات، ج: ۱، ص: ۳۱، ۳۷، ط، ميمن اسلامك پبلشرز كراچي)

(۴): دیکھئے حاشیہ نمبر۵۔

چڑھایا گیا ہو اگر وہاں کے خادم مجاور وغیرہ کسی کے ہاتھ بیع کریں تو اس کا خرید نا اور صرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ درصورت علم یا بلا علم کے ارقام فرماویں۔

﴿جواب﴾ جو مرغ یا بکرا و کھانا کفار اپنے معابد پر چڑھاتے ہیں اور کافر مجاور لیتا ہے تو اس کا خرید نا درست ہے کہ کافر مالک ہو جاتا ہے اور جو مسلمان مجاور ایسی چیز لیتا ہے وہ مالک نہیں ہوتا اس کا خرید نا درست نہیں اور یہ سب جواب اس حالت میں ہے کہ علم ہو اس کے چڑھاوا ہونے کا اور بدون علم کے تو مباح ہوتا ہی ہے(۵)۔ واللہ اعلم

تمباکو خوردنی ونوشیدنی کی تجارت

﴿سوال﴾ تمباکو خوردنی اور نوشیدنی کی تجارت کیسی ہے؟

﴿جواب﴾ جائز ہے مگر اولیٰ نہیں ہے(۶)۔ فقط۔

---

(۵): اس جواب میں اس سے ماقبل والے جواب میں تعارض ہے اور دونوں کے درمیان تعارض کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ: دونوں جوابوں میں تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ ایسے جانور کا خرید نا تو مطلقاً گناہ ہے خواہ ہندو پجاری سے خریدیں یا مسلمان مجاور سے جیسا کہ حصہ سوم کی عبارت کا مقتضا ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ کافر سے جو خریدا گیا ہے وہ آجائیگا اور بیع تام ہوجائیگی اگرچہ فعل کا گناہ اس کے ذمہ رہیگا اور مسلمان مجاور سے خریدا ہے وہ اس کی ملک ہی نہ آوے گا اور نہ بیع تام ہوگی نہ اس کو اُس کے اندر تصرفات بیع وشراء کا اختیار ہوگا یہی مراد ہے عبارت فتاوی رشیدیہ حصہ اول کی اس طرح دونوں جوابوں میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (امداد المفتین، ج:۲، ص:۸۳۱،۸۳۲)

(۶): قال شیخ الاسلام "الشهیر بـ بیرزاده" فی رسالته رفع التنباک فی حکم التعاطی شجرة التنباک..... وأما بیعها وشراء ها فیجوز لامکان الانتفاع فی غیر الشرب بدلیل تقیید الأصحاب عدم الجواز فی مثلها بما لاینتفع به. (زجر ارباب الریان عن شرب الدخان، ص: ۸۳، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی) =

بدعتیوں کے کتابوں کی تجارت

﴿سوال﴾ کتب غیر مذہب ومبتدعین وغیرہ کی تجارت وطبع واشاعت کرنا کہ اس میں ابطال مذہب حق اور تائید مذہب باطلہ ہوتی ہے منع وناجائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ایسی کتب کی تجارت حرام ہے کہ وہ خود معصیت کی اشاعت اور اسلام کی توہین ہے(۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مردار جانور کی ہڈی کی تجارت

﴿سوال﴾ فی زمانہ جو مردار وغیرہ کی ہڈیاں زمین پر پڑی ہوتی ہیں۔ان کو چن کر خرید وفروخت

= وفی الدر المختار: وصح بیع غیر الخمر مما مر، ومفاده صحة بیع الحشیشة والأفیون.وفی الشامیة تحته: قوله: (ومفاده الخ) أی مفاد التقیید بغیر الخمر، ولاشک فی ذلک لأنهما دون الخمر ولیسا فوق الأشربة المحرمة فصحة بیعها یفید صحة بیعهما. فافهم.(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الأشربة، ج: ۱۰، ص: ۳۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۷): قال اللّٰه تعالیٰ: ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل اللّٰه بغیر علم ویتخذها هزواً. اولئک لهم عذاب مهین. [سورة لقمان: ٦]

وفی الدر المنثور: أخرج البیهقی فی شعب الایمان عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما فی قوله: ﴿ومن الناس من یشتری لهو الحدیث﴾. یعنی باطل الحدیث، وهو النضر بن الحارث بن علقمة، اشتری أحادیث الأعاجم وصنیعهم فی دهرهم، وکان یکتب الکتب من الحیرة والشام ویکذب بالقرآن، فأعرض عنه فلم یؤمن به. (الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور، سورة لقمان، الآیة: ٦، ج: ۱۱، ص: ۶۱۴)

کرتے ہیں یہ جائز ہے یانہیں کچھ خشک وتر کا فرق نہیں ہے اس میں کلاب اورخنازیر کی بھی ہڈیاں ہوتی ہیں؟

﴿جواب﴾ مراد جانور کی ہڈی جب خشک ہوجائے بیع اس کی درست ہے سوائے آدمی اورخنزیر کے اورتر ہڈی مردار کی بیع درست نہیں اور مذبوح کی تر بھی درست ہے (۸)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شربت خشخاص کا بیچنا

﴿سوال﴾ شربت خشخاص پینا جائز ہے یانہیں اوراس کا فروخت کرنا کیسا ہے؟ اس شربت میں دانہ خشخاص اور پوست خشخاص پڑتا ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾ شربت خشخاص کا پینا اورفروخت کرنا درست ہے (۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

زمین مزروعہ مشترکہ شرکاء میں اپنی ملک فروخت کرنا

﴿سوال﴾ زید کا مملوکہ مقبوضہ ایک قطعہ اراضی مزروعہ مشترکہ شرکاء دیگر ہے کہ جس کو اصطلاح

---

(۸): فی المحیط: وفی العیون: لابأس ببیع عظام الفیل وغیره من المیتة، لأن الموت لایحل العظام، ولادم فیه، فلاینجس، فیجوز بیعه الا عظم الآدمی والخنزیر، فان بیعهما لایجوز، وهذا اذا لم یکن علی عظم الفیل، وأشباهه دسومه، فأما اذا کان، فهو نجس، ولایجوز بیعه. (المحیط البرهانی، کتاب البیوع، الفصل السادس مایجوز بیعه و مالایجوز، نوع آخر فی بیع المحرمات، ج: ۹، ص: ۳۳۳، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة، کتاب البیوع، الفصل السابع، بیع المحرمات، ج: ۸، ص: ۳۴۰، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

(۹):فی الدر المختار: وصح بیع غیر الخمر مما مر، ومفاده صحة بیع الحشیشة والأفیون.(الدر المختار مع الشامی، کتاب الأشربة، ج: ۱۰، ص: ۳۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

اہل ہندو دیہات میں ملک کہتے ہیں۔ زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ ملک پانصد روپیہ کو مثلاً فروخت کی اور زرثمن اس کا اہتمام وکمال تجھ کو بخش دیا۔ زوجہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا اندریں صورت شرعاً کیا حکم ہے آیا یہ بیع صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ یہ بیع صحیح اور وہ زمین ملک زوجہ ہوگئی اور قیمت اس کی ذمہ زوجہ سے ساقط ہوگئی (۱۰)۔ فقط۔

حشرات الارض فروخت کرنا

﴿سوال﴾ حشرات الارض اگر بے قیمت نہ ملے دوائی کے لئے خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جائز للضرورۃ درمختار (۱۱) واللہ سبحانہ وتعالیٰ شانہ اعلم۔

---

(۱۰):فی البحر: یجوز بیع أحدهما نصیبه من شریکه فی جمیع الصور. (البحر الرائق، کتاب الشرکة، ج: ۵، ص: ۲۸۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی المختار: البیع ینعقد بالایجاب والقبول بلفظی الماضی کقوله: بعت و اشتریت وبکل لفظ یدل علی معناهما. (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب البیوع، ج: ۲، ص: ۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۱):فی الدر المختار: ویباع دود القز أی الابریسم وبیضه أی بزره، وهو بزر الفیلق الذی فیه الدود والنحل المحرز، وهو دود العسل، وهذا عند محمد، وبه قالت الثلاثة، وبه یفتی عینی وابن ملک وخلاصة وغیرها. وجوز أبو اللیث بیع العلق، وبه یفتی للحاجة. مجتبی بخلاف غیرهما من الهوام فلایجوز اتفاقاً کحیات وضبّ وما فی بحر کسرطان، الا السمک وما جاز الانتفاع بجلده أو عظمه. والحاصل أن جواز البیع یدور مع حل الانتفاع.

وفی الشامیة تحته: قوله: (کحیات) فی الحاوی الزاهدی: یجوز بیع الحیات=

بغیر قبضہ کے جائداد کوفروخت کرنا

﴿سوال﴾ اس وقت میں ایسا رواج ہورہا ہے کہ قانوناً یا شرعاً اگر کچھ حق اپنا کسی کی جائیداد سے ملنا اور ممکن الحصول سمجھتے ہیں تو اس کو بیع کردیتے ہیں اور مشتری مول لے کر مقدمہ لڑاتا ہے یہ بیع شرعاً صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر کسی کا حق کسی ملک میں ہو اور وہ اس کو بلا قبضہ کے بیچ ڈالے تو یہ بیع درست ہے(۱۲)۔فقط۔

تصویردار برتن کی فروخت

﴿سوال﴾ تصویردار بکس وڈبہ وغیرہ کے اندر جو اشیاء فروخت ہوتی ہے کہ خریدار اور فروخت کنندہ کو مقصود تصویر نہیں ہوتا بلکہ مجبوراً مار کہ تصویر دار لینا پڑتا ہے لہٰذا یہ خرید وفروخت درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر ڈبہ پر تصویر ہو اور اصل مقصود وہ شے ہے نہ ڈبیہ تو اس بیع میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر بالفرض ڈبیہ بھی مقصود ہو تو اس پر جو تصویر ہے وہ مقصود نہیں ہے اس لیے اس کی بیع میں مضائقہ نہیں

=اذا كان ينتفع بها للأدوية. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ج: ۷، ص: ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۲):في الفيض: ويجوز بيع العقار قبل القبض عند أبي حنيفة، وأبي يوسف. (فيض الباری، كتاب البيوع، باب بيع الطعام قبل أن يقبض، وبيع ما ليس عندک، ج: ۳، ص: ۴۴۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفي الهندية: بيع العقار قبل القبض جائز عندهما وعليه الفتوى كذا في المضمرات. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، فيما يجوز بيعه ومالايجوز، الفصل الثاني في بيع الثمار وانزال الكروم والاوراق الخ، ج: ۳، ص: ۱۰۹)

ہے(۱۳)۔فقط والسلام۔

امام باڑہ کی تعمیر کے لئے سامان بیچنا

﴿سوال﴾ ایک امام باڑہ بنتا ہے ایک شخص نے اپنا سامان یعنی کڑی وغیرہ واسطے تیاری امام باڑہ کے مالک امام باڑہ کے ہاتھ فروخت کردی تو زید کہتا ہے کہ یہ شخص جس نے اپنی کڑی امام باڑہ کے واسطے فروخت کردی بڑا گنہگار رہوا یہ کہتا زید کا صحیح ہے یا غلط؟

﴿جواب﴾ اگر کوئی امام باڑہ کے بنانے کو کڑی خرید کرے تو اس کے ہاتھ کڑی کا بیع کرنا امام صاحب کے نزدیک درست ہے کہ مکان بنانے سے گناہ نہیں ہوتا بلکہ گناہ دوسرا فعل ہے مگر بہتر ہے کہ اعانت نہ کرے(۱۴)۔فقط۔

---

(۱۳): سوال: جن رسالوں کے اندر تصویریں ہوں جیسے ڈائجسٹ وغیرہ اور وہ دینی رسائل جن میں تصاویر ہوں، ایسے رسالوں کا خریدنا کیسا ہے؟ جواب مدلل ومفصل بحوالہ عنایت فرمائیں۔فقط والسلام۔

جواب: جن رسالوں کو ذی روح کی تصویر کی وجہ سے خریدا جاتا ہے ان کا خریدنا جائز نہیں: **لأن الأمور بمقاصدها.** اگر مقصود مضامین صحیحہ کا پڑھنا ہے تو خریدنا درست ہے، تصاویر تابع ہیں ان کو محو کردیا جائے۔(فتاوی محمودیہ، باب الصورۃ والملاھی، ج:۱۹، ص:۴۸۲)

سوال: ذی روح کی تصویر والے کپڑے کا فروخت کرنا کیسا ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں مقصد کپڑا فروخت کرنا ہے، تصویر کا فروخت کرنا نہیں اس لئے کپڑا فروخت کرنا جائز ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاوی دینیہ، ج:۴، ص:۶۶)

(۱۴): **فی الهداية: قال: ومن آجر بيتا ليتخذ فيه بيت نار او كنيسة او بيعة او يباع فيه الخمر بالسواد فلا بأس به. وهذا عند أبی حنيفة وقالا لاينبغی ان يكريه لشئ من ذلک لانه اعانة على المعصية. الخ.**

وقال العلامة عبدالحكيم الشاوليكوتی فی حاشية الهداية: وقالا لاينبغی آه=

حرام مال والے کے ہاتھ کوئی چیز بیچنا

﴿سوال﴾ مال حرام مثلاً بذریعہ سود وزنا ولہو تماشا ڈھول تاشا وتجارت ممنوعات شراب وتصویر وغیرہ سے حاصل کیا ہوا ایسے مال کے عوض بیع کرنا اور مشتری کو اس مال کا لینا حرام ہے یا حلال؟

﴿جواب﴾ جس کا مال حرام ہے اس کے ہاتھ اگر اپنا حلال مال بیع کرے گا تو ثمن حرام ہی رہے گا حلال نہیں ہو جاوے گا (۱۵)۔ حرام شئے ہر جگہ حرام ہی رہتی رہے۔ البتہ مالک کے پاس اگر پہنچ جاوے تو حلال ہو جاوے گی کہ وہاں اول بھی حلال تھی۔ پھر وہاں جا کر بھی حلال ہو جاوے گی کہ وجہ حرمت کی رفع ہوگئی۔ ورنہ جہاں تک وہ پہنچے گی حرام ہی رہے گی۔ جب تک مزیل حرمت اس کا نہ ہو جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=وبقولهما قالت الأئمة الثلاثة وهو الراجح رجحه شيخ الاسلام فى المحيط وكذا رجحه فى الذخيرة واليه مال المحقق ابن الهمام فى الفتح وقال ان دليل الهداية من جهة قول الامامؒ ينتقض بكثير من المسائل المسلمة الاتفاقية آه وقال فى المحيط هذا الخلاف فيما اذا آجرها لسكنى ثم صنع الذى فيها بيت نار او كنيسة او باع فيها خمرا اما الاستيجار ابتداء لبيعة او كنيسة او بيع خمر فلايجوز بالاتفاق ١٢ فتح القدير. (الهداية مع الحاشية نصب الخباء فى تعين ما على الفتوى لعبد الحكيم الشاوليكوتى، ج: ۴، ص: ۴۷۰، ط، امير حمزة كتب خانه كانسى روڈ كوئٹه)

(۱۵):فى الدرالمختار: الحرام ينتقل، فلو دخل بأمان وأخذ مال حربى بلا رضاه وأخرجه الينا ملكه وصح بيعه، لكن لايطيب له ولا للمشترى منه..... وفى حظر الأشباه: الحرمة تتعدد مع العلم.

وفى الشامية تحته: قوله: الحرمة تتعدد الخ نقل الحموى عن سيدى عبدالوهاب الشعرانى أنه قال فى كتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام=

حرام کی کمائی والوں کوکوئی چیز بیچنا

﴿سوال﴾ مراثی یا طواف کہ پیشہ حرام سے کماتے ہیں۔ان سے معاملہ بیع وشریٰ حلال ہے یا حرام یا مکروہ وغیرہ اورمکان ان کوکرایہ پردے دینا کیا حکم رکھتا ہے؟

﴿جواب﴾ حرام والے کے مال سے بیع کرنے سے قیمت حرام ہی ہوتی ہے(۱۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نقد میں کم ادھار میں زیادہ قیمت لینا

﴿سوال﴾ قرض لینے والے کوکم دینا یعنی نقد ایک روپیہ کو دیتا ہے اورادھار میں سوا روپیہ کو دیتا ہے جائز ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ ادھار پرکم نقد سے دینا مروت کے خلاف ہے(۱۷)۔ قال اللّٰہ تعالیٰ ولا تنسوا الفضل بینکم (۱۸). مگر مال میں حرمت نہیں آتی (۱۹)۔فقط۔

=لایتعدی ذمتین. سألت عنه الشهاب ابن الشلبی فقال: هو محمول علی ما اذا لم یعلم بذلک، أما لو رأی المکاس مثلاً یأخذ من أحد شیئاً من المکس ثم یعطیه آخر ثم یأخذ من ذلک الآخر فهو حرام اهـ. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد، ج: ۷، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۶): دیکھئے حاشیہ نمبر۱۵۔

(۱۷):عن جریر بن عبداللّٰه رضی اللّٰه تعالی عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: لایرحم اللّٰه من لایرحم الناس.متفق علیه. (مشکوة المصابیح، کتاب الأدب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الأول، ص: ۴۲۱، ط، قدیمی کتب خانه کراتشی)

(۱۸):(سورة البقرة: ۲۳۷)

(۱۹):فی شرح المجلة: البیع مع تأجیل وتقسیطه صحیح یلزم أن تکون المدة=

ادھار چیز کو زیادہ قیمت پر دینا

﴿سوال﴾ کسی شئے کو اس طرح بیچنا کہ اگر اس وقت قیمت دے گا تو دس روپیہ کو دے دوں گا ورنہ بعد اس قدر مدت کے مثلاً پندرہ لوں گا۔ ایک جگہ کے علماء نے عدم جواز باسناد اس روایت فقہیہ کے لکھا ہے۔ **قال فی الخلاصة رجل باع علی انه بالنقد هكذا وبالنسية هكذا لم يجزوا لي شهر هكذا اولی شهرین هکذا.** اور دوسری جگہ کے علماء نے جواز اور آنجناب کس کو پسند فرماتے ہیں؟

﴿جواب﴾ اس طرح بیع کرنا بشرطیکہ اسی جلسہ میں مقرر ہو جاوے کہ نسیۃً لے لیوے یا نقداً درست ہے اور یہ بیع صحیح ہے مال حلال ہے مگر خلاف مروت اور احسان کے ہے کہ فقیر پر احسان چاہیے نہ تشدد پس فعل مکروہ ہے اور بیع صحیح ہے اور معنی روایت منقولہ کے یہی ہیں کہ مجلس میں دونوں شق کی تعین نہ ہو ورنہ در صورت تعین درست ہے۔ پس جس نے بدیں روایت ناجائز کہا وہ مطلب سمجھے نہیں (۲۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=معلومة فی البیع بالتأجیل والتقسیط اذا عقد البیع علی تأجیل الثمن الی كذا یوماً أو شهرا أو سنة أو الی وقت معلوم عند العاقدین کیوم قاسم أو النیروز صح البیع. (مجلة الأحكام مع دررالحكام،الفصل الثانی فی بیان المسائل المتعلقة بالبیع بالنسیئة والتأجیل، ج: ۱،ص :۲۲۷، ۲۲۸،رقم المادة: ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ط،دارعالم الكتب ریاض)

(۲۰):فی المبسوط: واذا عقد العقد علی انه الی أجل كذا بكذا وبالنقد بكذا أو قال الی شهر أو الی شهرین بكذا فهو فاسد....وهذا اذا افترقا علی هذا فان كان يتراضيان بينهما ولم يتفرقا حتى قاطعه علی ثمن معلوم وأتما العقد علیه فهو جائز لأنهما ما افترقا الا بعد تمام شرط صحة العقد. (المبسوط السرخسی، باب البیوع الفاسدة، ج: ۱۳، ص: ۷، ۸، ط، دار المعرفة بیروت لبنان)

غریب کو کم قیمت میں اور امیر کو زیادہ قیمت میں دینا

﴿سوال﴾ زید جو چیز غریب آدمی کو ایک پیسہ کو دیتا ہے وہ چیز امیر آدمی کو دو پیسہ کو دیتا ہے اس طرح فروخت کرنا زید کو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زید کو ایسی تجارت جائز ہے(۲۱)۔فقط۔

قیمت معلوم کیے بغیر دوا لے جانا اور بروقت حساب ادا کرنا

﴿سوال﴾ اکثر بلاد میں رواج ہے کہ عطار کی دوکان پر جا کر دوائیں لیتے ہیں، اور قیمت دوا کی دریافت نہیں کرتے اور عطار اس دوا کو کتاب حساب میں لکھ لیتا ہے اور بروقت حساب کے جو کچھ عطار نے طلب کیا وہ دیدیا جاتا ہے پس یہ تعامل ناس معتبر ہے یا نہیں؟ اور یہ بیع صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ تعامل صحیح ہے دوا کو قرض لاتے ہیں اور وقت ادا کے اس کی قیمت دے دیتے ہیں پس ذمہ پر دوا ہوتی ہے دیتے وقت اس کی قیمت ادا کردی جائز ہے(۲۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۱):قال العلامة محمد تقی العثمانی: أما الأئمة الأربعة وجمهور الفقهاء والمحدثين فقد أجازوا البيع المؤجل بأكثر من سعر النقد، بشرط أن يبت العاقدان بأنه بيع مؤجل بأجل معلوم بثمن متفق عليه عند العقد. (بحوث فى قضايا فقهية معاصرة، أحكام البيع بالتقسيط، ص: ۱۲، ط، دار القلم دمشق)

(۲۲):فى المحيط: جهالة المبيع أو الثمن مانعة جواز البيع اذا كان يتعذر معها التسليم وان كان لايتعذر لم يفسد العقد. (المحيط البرهانى، كتاب البيوع، الفصل السادس فيما يجوز بيعه ومالايجوز، نوع آخر فى جهالة المبيع أو الثمن، ج: ۹، ص: ۳۵۱، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب التاسع فيما يجوز بيعه=

اگر مشتری چیز پر قبضہ نہ کرے لیکن نہ قیمت دے نہ بیع فسخ کرے

﴿سوال﴾ مشتری نے مبیع پر قبضہ نہ کیا اور غائب ہوا یا زبردستی ثمن دیتا ہے نہ فسخ کرتا ہے۔ بایع نے نہ مجبوری بطور فضولی بیع کر دیا مشتری مدعی ہوا اب کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ اگر مشتری بدون ادائے ثمن غائب ہوا یا جبراً نہ ادائے ثمن کرے نہ فسخ تو بایع خود فسخ کرسکتا ہے۔ ولانہ بما تعذر استیفاء الثمن من المشتری فات رضاء البائع فیستبد بفسخہ انتھٰی. ھدایہ(۲۳).

پس بایع نے تنگ ہوکر مبیع کو دوسرے سے بیع کر دیا فسخ بیع ہوا اب مشتری کے ذمہ سے ساقط ہوگیا اور بایع پر کوئی وجہ ضمان کی نہیں اور بایع فضولی ہے بلکہ خود اپنی ملک بیع کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چیز دوسری جگہ سے لا کر نفع لے کر فروخت کر دینا

﴿سوال﴾ ایک شخص نے ایک دکان سے کوئی شے خریدی مگر دوکاندار کے پاس نہیں تھی۔ دوسرے دکاندار سے لاکر اور اپنا منافع لگا کر دی۔ لہٰذا یہ صورت درست ہے یا نہیں؟

=ومالایجوز، الفصل الثامن فی جھالة المبیع والثمن، ج: ۳، ص: ۱۲۲)

فی نور الانوار: وتعامل الناس ملحق بالاجماع. (نور الانوار، نظائر القیاس المستنبط من الأدلة الثلاثة، ج: ۱، ص: ۱۹، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

وفیہ ایضاً: ثم اجماع من بعدھم أی بعد الصحابة رضی اللّٰہ عنھم من أھل کل عصر. (نور الانوار، باب الاجماع، بیان مراتب أھل الاجماع، ج: ۱، ص: ۶۳۳، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

(۲۳):(الھدایة شرح بدایة المبتدی، کتاب أدب القاضی، مسائل شتی، المجلد الثالث، جزء ۵، ص: ۳۹۳، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

﴿جواب﴾ اگر اس شخص سے پیشگی قیمت لے لی ہے اور اس نے اس شخص کو خریدنے کا وکیل بنادیا ہے تو اب یہ اس سے نفع نہیں لے سکتا اور اگر خریدار نے یہ کہہ دیا ہے کہ اس وقت نہیں پھر دوسرے وقت تم آکر لے جانا اور اس کو کہنے کے بعد دوسرے شخص سے خرید کر اس پر نفع لے لیا تو البتہ درست ہے (۲۴)۔فقط۔

قبر کی زمین خریدنے کے بعد کس کی ملک ہوگی

﴿سوال﴾ اگر مملوکہ قبرستان میں مالک نے قیمت قدر زمین قبر ورثہ میت سے لے لی۔ پھر دوبارہ سہ بارہ بعد منہدم ہونے قبروں کے یا بحالت موجودگی یا عدم موجودگی وارثان میت و مالک زمین خود منہدم کر کے قیمت لے لیوے تو یہ بیع حلال ہوگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جب مالک زمین نے قدر قبر زمین کی قیمت لی تو اب وہ زمین ملک ورثہ میت کی ہوجائیگی پھر مالک کو بیع کرنا حلال نہ ہووے گا مگر باذن ورثہ میت کے (۲۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۴):فی القدوری: واذا وكله بشراء شیء بعينه فليس له أن يشتريه لنفسه.

وقال العلامة محمد سليمان الهندی فی حاشيته: (فليس له أن يشتريه الخ) سواء كان تعيينه بالاشارة أو باسمه العلم أو بالاضافة الى مالكه، فليس للوكيل أن يشتريه لنفسه. (مختصر القدوری مع المعتصر الضروری، كتاب الوكالة، ص: ۳۹۶، ط، مكتبة البشریٰ كراتشی)

فی ملتقى الأبحر: المرابحة بيع ما شراه بما شراه وزيادة.

وفی مجمع الانهر تحته: (وزيادة) على ما قام عليه وان لم يكن من جنسه، وسبب جواز البيع مرابحة تعامل الناس بلانكير. الخ. (مجمع الانهر فی شرح ملتقى الأبحر، كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، ج: ۳، ص: ۱۰۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲۵):فی شرح مجلة: لايجوز لأحد أن يتصرف فی ملك الغير بلا اذنه. =

بیعانہ کا مسئلہ

﴿سوال﴾ بیع نامہ اس لئے دینا کہ بائع یا مشتری معاملہ میں انکار نہ کریں اور ادائے ثمن یا تسلیم مبیع میں عذر و توقف نہ کر سکیں ورنہ عہد شکنی حربہ کا ذمہ دار ہے اور بیع فسخ ہو جائے گی جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بیع نامہ دینا اس طرح کہ اگر بیع ہوئی تو منجملہ ثمن میں ہووے گا ورنہ ضبط ہو جائے گا ناجائز ہے۔ بقوله عليه السلام نهى عن بيع العربان. مگر جو یہ ٹھہر جاوے کہ درصورت عدم بیع کے بیعانہ واپس ہو جاوے گا درست ہے (۲۶)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملفوظ

جو شخص اپنا حلال مال اس کو بیچے جس کے پاس حرام روپیہ ہے

﴿۱﴾ بائع جو مال حلال اپنا اس شخص کے ہاتھ بیع کرے کہ مال اس کا حرام ہے تو وہ روپیہ جو ثمن مال حلال میں آوے گا بائع کے قبضہ میں وہ حرام ہی رہے گا اس کے عوض جو شئے خرید کی جاوے گی اس میں بھی

= وفی درر الحكام تحته: هذه المادة مأخوذة من المسألة الفقهية ”لايجوز لأحد التصرف فی مال غيره بلا اذنه ولا ولايته“. (درر الحكام شرح مجلة الأحكام، ج: ۱، ص: ۹۶، رقم المادة: ۹۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲۶): عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، أنه قال نهى رسول الله ﷺ عن بيع العربان، قال مالک: وذلک فيما نرى۔ والله اعلم۔ أن يشترى الرجل العبد أو يتكارى الدابة ثم يقول: أعطيک ديناراً أنى ان تركت السلعة أو الكراء فما أعطيتک لک. وفی البذل تحت هذا الحديث: قلت: ويرد العربان اذا ترک العقد على كل حال بالاتفاق. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، كتاب الاجارة، باب فی العربان، ج: ۱۱، ص: ۲۲۰، ۲۲۱، رقم: ۳۵۰۲، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

حرمت ہووے گی سب علماء کے نزدیک اور کھانا پینا بھی اس کا حرام ہے(۲۷)۔البتہ ایک دوسری بات ہے جس میں سہارا روایات فقہاء سے نکل سکتا ہے وہ یہ ہے کہ روپیہ ثمن اگرچہ حرام ہے مگر اس روپیہ کے ذریعہ سے اس طرح کوئی چیز خرید کی جاوے کہ قیمت مقرر کر کے شئے قبض کر کے پھر یہ روپیہ قیمت میں دیدیوے تو امام کرخیؒ نے اس بیع کو حلال فرمایا ہے اور اس پر بعض علماء نے فتویٰ بھی دیدیا ہے(۲۸)۔فقط والسلام۔

(۲۷):فی الدر المختار: الحرام ينتقل، فلو دخل بأمان وأخذ مال حربی بلا رضاه وأخرجه الينا ملكه وصح بيعه، لكن لايطيب له ولا للمشتری منه..... وفی حظر الأشباه: الحرمة تتعدد مع العلم.

وفی الشامية تحته: قوله: الحرمة تتعدد الخ نقل الحموی عن سيدی عبدالوهاب الشعرانی أنه قال فی كتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدی ذمتين. سألت عنه الشهاب ابن الشلبی فقال: هو محمول علی ما اذا لم يعلم بذلک، أما لو رأی المكاس مثلاً يأخذ من أحد شيئاً من المكس ثم يعطيه آخر ثم يأخذ من ذلک الآخر فهو حرام اهـ. (رد المحتار علی الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد، ج: ۷، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲۸):فی الهندية: اكتسب مالا من حرام ثم اشتری شيأ منه فان دفع تلک الدراهم الی البائع أولا ثم اشتری منه بتلک الدراهم فانه لايطيب له ويتصدق به وان اشتری قبل الدفع بتلک الدراهم ودفعها فكذلک فی قول الكرخی وأبی بكر خلافا لابی نصر وان اشتری قبل الدفع بتلک الدراهم ودفع غيرها أو اشتری مطلقا ودفع تلک الدراهم أو اشتری بدراهم أخری ودفع تلک الدراهم قال أبو نصر يطيب ولايجب عليه أن يتصدق وهو قول الكرخی والمختار قول أبی بكر الا أن اليوم الفتوی علی قول الكرخی كذا فی الفتاوی الكبری. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب العشرون فی البياعات المكروهة والارباح الفاسدة، فصل فی الاحتكار، ج: ۳، ص:=

باب بیع فاسد کا بیان

ایکھ بونے کے وقت اس کی خریداری

﴿سوال﴾ اس دیار میں خریداری رس نیشکر کا عموماً طریقہ یہ ہے کہ موجودگی اس سے چند ماہ پیشتر بیع وشریٰ رس کی جاتی ہے۔ بعض تو ایسے وقت میں خرید کرتے ہیں کہ ہنوز رس قابل وصول نہیں ہوتا۔ اور بعض ایکھ بوتے وقت خرید لیتے ہیں۔ پس شرط بیع سلم کے کہ جونزدیک ائمہ اربعہ کے ہے **ان یکون المسلم فیه موجود امن حین العقد.** مفقود ہے اگرچہ **الی حین المحل** میں اختلاف ہے ائمہ میں پس اس صورت میں آپ سے دریافت ہے کہ بوجہ طریقہ عام اس دیار کے اس کو عموم بلویٰ کہہ کر جواز پر فتویٰ دیا جائے گا یا نہیں یا کہ جو حیلہ اس میں ہوسکتا ہو وہ معلوم ہوجائے یا یہ کہ وقت تقابض کے برضامندی باہمی بیع فسخ کرکے اس ہی قیمت پر بایع سے خرید لیں مگر اس میں بایع پر ایک جبر مشتری کی جانب سے ہوگا۔ اس واسطے کہ بعد فسخ کے عند الشرع بایع کو اختیار افزونی ہوگا مگر بسبب تمسک کے کہ جو اول مرتبہ لکھا گیا ہے۔ بایع کو مجبوراً پہلی قیمت پر دینا پڑھے گا یا یہ کہ اول روپیہ قرض دے دے اور جس وقت کہ رس قابل وصول کے ہو نرخ اس کا مقرر کرلے یا اور کوئی شکل ہو تو لکھ دیجئے تا کہ عام لوگوں کو مسئلہ سے اطلاع ہو۔ فقط۔

﴿جواب﴾ رس کی بیع جو اس دیار میں ہوتی ہے یہ ہرگز درست نہیں نہ بطور بیع کے کہ بیع معدوم ہے(۱)

=۳۱۵/وفی مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الغصب، ج: ۴، ص: ۸۲، ۸۳، ط، دار الکتب العلمية بیروت لبنان)

(۱):فی الفتح: ثم ان بیع الثمار قبل ظهورها اجماعاً ولا خلاف فیه لکونه بیع المعدوم. (تکمله فتح الملهم، ج:۷، ص: ۳۷۰، ط، دار التراث العربیّ بیروت لبنان)

وفی الشامية: قال فی الفتح : لاخلاف فی عدم جواز بیع الثمار قبل ان تظهر.

(ردالمحتار علی الدر المختار، ج: ۷، ص: ۸۵،ط،دارعالم الکتب ریاض)

اور نہ بطور سلم کے کہ وجود مسلم فیہ کا وقت عقد کے ضرور ہے پس یہ معاملہ فاسد ہے(۲)۔البتہ حیلہ یہ کرنا کہ ان کو روپیہ قرض دیا جائے اور بوقت مال تیار ہونے کے ایک مقدار مقرر کر کے لیا جاوے اور قرض میں محسوب کرلیا جاوے تو درست ہوسکتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

راب کے موسم کے پہلے کسی موضع کے نرخ سے کم مقرر کرنا

﴿سوال﴾ یہاں پر دستور ہے کہ نرخ مال راب کا ماہ اساڑھ میں مقرر کر لیتے ہیں اور ایک گاؤں شاہ نگر ہے وہاں کے نرخ سے ایک روپیہ یا بارہ آنہ فی من کمی پر مقرر کیا جاتا ہے اور شاہ نگر کے نرخ پر نرخ ٹھہرایا جاتا ہے اور کسی قدر روپیہ بائع راب کو دیا جاتا بعد کو بروقت تیاری راب کے روپیہ دیا جاتا ہے یہ نرخ شاہ نگر پر مقرر کرنا اور کمی فی من بارہ آنہ یا آٹھ آنہ مقرر کر لینا کیسا ہے آیا حرام ہے یا سود یا جائز ہے؟

﴿جواب﴾ اس طرح سے معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔بیع فاسد ہے۔فقط۔

پھول پھل کی تیاری سے پہلے نرخ مقرر کرنا

﴿سوال﴾ بہار باغ بروقت آنے مول یعنی پھول کے اس کی بیع کر دے۔دوسری شکل یہ ہے کہ بروقت پختہ ہونے عنقریب پختگی ثمر اس کی کے بیع کر دے تیسری شکل یہ ہے کہ بروقت آنے پھول درختاں انبہ معہ جملہ اراضی اس کی خواہ ایک سال خواہ دو سال کو بیع کر دے۔اندریں صورت جیسا حکم شریعت ہو محرر فرما دیں۔چونکہ یہ امر دینی ہے اس واسطے آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔چوتھی شکل یہ ہے کہ بہار باغ میں سب شے ہے اور وہ وقتاً فوقتاً آتی ہے اس کے بلا معین آنے بہار کے غیر موسم میں معہ درخت تین چار سال کو بطور ٹھیکہ کے دیا گیا۔اب وہ اس طور سے جیسا کہ مندرجہ عریضہ ہے شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

---

(۲):فی اللباب: ولایجوز السلم حتی یکون المسلم فیه موجوداً من حین العقد الیٰ المحل، حتی لو کان منقطعاً عند العقد، موجوداً عند المحل، أو علیٰ العکس، أو منقطعاً فیما بین ذلک: لایجوز. هدایة. (اللباب فی شرح الکتاب، کتاب البیوع، باب السلم، ج: ۳، ص: ۱۰۸، ۱۰۹، ط، دار السراج المدینة المنورة)

﴿جواب﴾ جواب آپ کے مسائل کا یہ ہے اول بیع کرنا مول کا درست نہیں اور یہ بیع باطل ہے اس واسطے کہ بیع یہاں ثمر ہے اور اس کا کہیں وجود نہیں اور معدوم کی بیع باطل ہے(۳)۔فقط۔

دوسرے اگر ثمر نکل آیا اور وہ قابل نفع کے ہوگیا تو اس کی بیع جائز ہے بشرطیکہ اسی وقت کاٹ لے اور اگر شرط رکھنے کی ہوگی جیسا کہ دستور ہے تو بیع فاسد ہوگی (۴) اور اگر ثمر ایسا ہوگیا کہ اب زیادہ نہ بڑھے گا تو اس کی بیع درست ہے کیونکہ اس کے سب اجزاء موجود ہو چکے ہیں۔فقط تغیر وصف باقی ہے۔اور یہ اخیر شکل امام محمد صاحب کے یہاں درست ہے اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔امام صاحب کے نزدیک یہ بھی درست نہیں مگر امام صاحبؒ کے قول پر فتویٰ نہیں دیا گیا(۵) اور زمین معہ درخت کے بیع کرنا ایک دو سال کے واسطے یہ بیع فاسد

---

(۳):فی البناية:وبيع الثمار قبل الظهور لايجوز بالاجماع.(البنايه شرح الهداية، ج:۷،ص:۳۷،ط،دارالكتب العلمية بيروت لبنان)

وفي الشامية: قال في الفتح : لاخلاف في عدم جواز بيع الثمار قبل ان تظهر. (ردالمحتارعلى الدر المختار، ج: ۷، ص: ۸۵،ط،دارعالم الكتب رياض)

(۴):قال شيخ الاسلام محمد تقی العثمانی : والصورة الثانية : ان يشترط المشتری ترک الثمارعلى الاشجار حتیٰ يحين الجذاذ، وهذه الصورة باطلة بالاجماع ولايصح البيع فيها عند احد الّا ما حكاه الحافظ في الفتح عن يزيد بن ابی حبيب ، انه يقول بجواز هذه الصورة ايضاً، وامّا سائراهل العلم، ومنهم الحنفية فيقولون بعدم جوازه. (تكمله فتح الملهم ،ج:۷، ص :۳۷۰، ط،داراحياء التراث لعربیّ بيروت لبنان)

(۵):قال شيخ الاسلام محمد تقی العثمانی : وامّا بيع الثمار بعد بدو صلاحها فله صور ثلاثة ايضاً، الاولیٰ:أن تباع بشرط القطع، والثانية :أن تباع بشرط تركها على الاشجار ، والثالثة : أن تباع مطلقاً، فالشافعی ومالک و احمد رحمهم اللّٰه يجوزون البيع فی الصور الثلاث كلها ....وامّا ابو حنيفة وابو يوسف رحمهما اللّٰه تعالیٰ فقالا : يجوز=

ہےاس واسطے کہ اس میں شرط بعد دو سال ہٹا لینے کی ہے اور یہ شرط مفسد عقد بیع ہے۔ لہٰذا درست نہیں اور اگر فقط درختوں کو اجارہ دیا گیا ایک سال یا دو سال یا کم زیادہ کے لئے تو یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ اجارہ درختوں کا جائز نہیں البتہ اگر زمین معہ درختوں کے اجارہ دی جاوے۔ میعاد معین تک تو درست ہے اس صورت میں جتنا کچھ پیداوار زمین کی یا درختوں کی ہوگی وہ مستاجر لیوے گا اور اجارہ معین الگ ملے گا اس طرح سے شرح مذاہب اس واسطے ذکر کیا ہے کہ مولوی محمد شفیع صاحب وہاں ہیں۔ شاید دیکھ کر ان کو اشتباہ پیدا ہوتا۔ فقط والسلام۔

کتب کا حق تصنیف ہبہ یا بیع کرنا

﴿سوال﴾ حق تصنیف کتب کا ہبہ یا بیع یا ممنوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

=بشـرط القطع وفی صورة الاطلاق ، ويفسد بشرط الترک ، ويجب على المشترى فى صـورة الاطلاق أن يقطعهااذا طالب به البائع ....وامّا محمد بن الحسن رحمه اللّٰه ففصل المسألة وقال : لو كـان البيـع بشرط الترک بعد ما تناهى عظم الثمار جازالبيع استحساناً للعرف، ولو لم يتناه عظمها فسد بشرط الترک ، واستدل له صاحب الهداية فيما لم يتناه عـظمها بأنه لما شرط تركها علىٰ الاشجار شرط فى البيع الجزء المعدوم من الثمار ، وهو الـذى لمعنى من الارض أو الشجر....أن تباع الثمار بعد ما تناهى عظمها وبدا صلاحها، فشرط الترک فى هذه الصورة جائزة عـند محمد رحمه اللّٰه، وبه أفتى كثير من المشايخ لـعـمـوم البـلوىٰ، واختاره الطحاوى و اليه مال ابن الهمام و ابن عابدين ، كما ورد فى رد الـمـحـتـار (۴ : ۴۳ و ۴۴)، ففى هذه الصورة سعةً أيضاً عند عموم البلوىٰ. (تكمله فتح الملهم ، ج :۷، ص: ۳۷۵، ۳۷۷.۳۷۸، ط ، دار احياء التراث العربى بيروت لبنان)

(وكـذا فـى رد الـمـحـتـار عـلى درالمختار ، ج: ۷، ص: ۸۶.۸۷، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾ حق تصنیف کوئی مال نہیں جس کا ہبہ یا بیع ہو سکے لہٰذا یہ باطل ہے۔ **لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة اشباہ(٦)۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.**

کسبی کے مال سے خرید کردہ چیز کی بیع کا حکم

﴿سوال﴾ مالِ کسبی سے خرید کردہ شئے کو خریدنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ مال حرام ہے اور اس کی خرید وفروخت نادرست ہے(۷)۔فقط۔

---

(٦):(الأشباہ والنظائر مع غمز عیون البصائر، کتاب البیوع، الفن الثانی، ج: ۲، ص: ۲۸۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے اکابر علمائے کرام کی آراء مختلف ہیں، بعض اکابر مثلاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ وغیرہ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: فتاوی محمودیہ جدید ج:۱۶،ص:۱۸۳تا۱۸۶، جواہر الفقہ ج:۴،ص: ۴۴۷تا۴۵۱، ط، مکتبہ دارالعلوم کراچی)۔جبکہ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ مصنف کو حقوق طبع محفوظ کرانے کا حق حاصل ہے، کسی کو بغیر اجازت کے طبع کرانا جائز نہیں۔ان حضرات میں سے شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ، دکتور وہبۃ الزحیلی صاحب، مفتی نظام الدین اعظمی صاحبؒ مفتی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمد جعفر ملی رحمانی صاحب، حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم وغیرہ سرِ فہرست ہیں۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: **بحوث فی قضایا فقهیة معاصرة** ج:۱،ص:۱۲۲، ط، دارالقلم دمشق، فقہی مقالات، ج:۱،ص:۲۲۶، ط، میمن اسلامک پبلشرز، نظام الفتاوی ج:۲،ص: ۴۵۸، فتاوی رحیمیہ، ج: ۹،ص: ۲۱۹، ط، دار الاشاعت کراچی، کتاب النوازل، ج:۱۱،ص:۵۲، المسائل المہمہ، ج:۵،ص:۲۱۴)

(۷):عن أبی مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال: نهی النبی ﷺ عن ثمن الکلب=

چوری کا مال خریدنا

﴿سوال﴾ چوری کا مال خریدنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جب چوری کا مال یقیناً معلوم ہے تو اس کا خریدنا ناجائز ہے(۸)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=وحلوان الكاهن ومهر البغی. وفی العمدة تحت هذا الحديث: وقال القاضی: لم يختلف العلماء فی تحريم أجر البغی لأنه ثمن عن محرم، وقد حرم اللّٰه الزنی فلذلک أبطلوا أجر المغنية والنائحة، وأجمعوا علی بطلانه. (عمدة القاری، كتاب العدة، باب مهر البغی والنكاح الفاسد، ج: ۲۱، ص: ۱۳، ۱۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فی الدرالمختار: الحرام ينتقل، فلو دخل بأمان وأخذ مال حربی بلا رضاه وأخرجه الينا ملكه وصح بيعه، لكن لايطيب له ولا للمشتری منه..... وفی حظر الأشباه: الحرمة تتعدد مع العلم.

وفی الشامية تحته: قوله: الحرمة تتعدد الخ نقل الحموی عن سيدی عبدالوهاب الشعرانی أنه قال فی كتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدی ذمتين. سألت عنه الشهاب ابن الشلبی فقال: هو محمول علی ما اذا لم يعلم بذلک، أما لو رأی المكاس مثلاً يأخذ من أحد شيئاً من المكس ثم يعطيه آخر ثم يأخذ من ذلک الآخر فهو حرام اهـ. (رد المحتار علی الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد، ج: ۷، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۸):عن أبی هريرة (رضی اللّٰه عنه) عن النبیﷺ قال: من اشتری سرقة وهو يعلم انها سرقة فقد اشترک فی عارها واثمها. وقال العلامة مختار احمد الندوی فی تخريج هذا الحديث: اسناده: لابأس به. (الجامع لشعب الايمان، باب قبض اليد عن=

بازار میں عموماً ملنے والی چیز کے نمونہ پر نرخ مقرر کرنا

﴿سوال﴾ جو چیز بازار میں ہر وقت فروخت ہوتی ہیں، ان کے نمونہ پر بیع کر کے معین وقت میں مشتری کو دینا جائز ہے یا نہیں بیع مطلق ہو یا مسلم؟

﴿جواب﴾ جو شئے بازار میں ہر وقت فروخت ہوتی ہے مگر بائع کی ملک بالفعل نہیں اس کی بذریعہ نمونہ بیع مطلق کرنی درست نہیں بقوله عليه السلام ولا بيع فيما ليس عندک (۹). اور سلم کرنا بشرائط سلم اگر سب شرائط موجود ہوں تو درست ہے (۱۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=الأموال المحرمة ويدخل فيه تحريم السرقة وقطع الطريق، ج: ۷، ص: ۳۵۲، رقم: ۵۱۱۲، ط، مكتبة الرشد رياض)

به مسلمان اجازه نمی دهد که چیزی را که می دادند غصبی یا دزدیده شده ویا به ناحق از صاحبش گرفته شده است، خریداری نماید وآن را حرام نموده است. (الحلال والحرام فی الاسلام مترجم، الفصل الرابع فی المعاملات، ص: ۲۱۶ المکتب الاسلامی)

(۹):(سنن أبی داؤد، كتاب الاجارة، باب فی الرجل يبيع ما ليس عنده، ص: ۵۰۵، رقم: ۳۵۰۴، ط، دار السلام رياض)

(۱۰):عن حكيم بن حزام قال: يا رسول اللّٰه ياتينى الرجل فيريد منى البيع ليس عندى، أفابتاعه له من السوق؟ فقال: لاتبع ماليس عندک. وفی البذل تحت هذا الحديث: قال فی شرح السنة: هذا فی بيوع الأعيان دون بيوع الصفات، فلذا قيل: السلم فی شئ موصوف عام الوجود عند المحل المشروط يجوز، وان لم يكن فی ملكه حال العقد. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داوٗد، كتاب الاجارة، باب فی الرجل يبيع ماليس عنده، ج: ۱۱، ص: ۲۲۲، رقم: ۳۵۰۳، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

باب بیع میں کون سی چیز داخل ہوتی ہے اور کون سی نہیں

عام سڑک میں سے کچھ حصہ میں مکان یا مسجد بنانا

﴿سوال﴾ سابق سے ایک شاہراہ عام تھا اس کے کچھ حصہ میں ایک شخص نے اپنے مکان کے آگے اس راستہ میں کچھ چبوترہ بنایا۔ اہل محلّہ نے سرکار میں عرضی دی حاکم وقت نے موقع دیکھا اس شخص نے جھوٹا اظہار کیا کہ یہ چبوترہ پندرہ یا بیس برس کا بنا ہوا ہے تو یہ اس شخص نے جھوٹ بیان کیا کیونکہ ایک سال تھا نہ بیس سال کا مگر تب بھی حاکم نے حکم دیا کہ اس چبوترہ کا نصف حصہ دور کردو پھر اس نے کاٹ کر بعد چند روز کے پھر سابق سے بھی زیادہ تیار کیا پھر وہاں پر کچھ تھوڑے حصہ میں یک جانب کو ایک مسجد تیار کی۔ اور غالباً قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد چونکہ لائق تعظیم کے ہے تو شاید مسلمان اس پر عرضی حاکم کے یہاں نہ دیں تو میرا چبوترہ بھی بہانہ مسجد سے رہ جائے گا۔ اب بعد کو اس موقع پر کلکٹر آیا اس نے جو شخص عرضی دہندہ تھے ان سے کہا کہ راستہ تو اب بھی وسیع ہے تمہارا کیا حرج ہے۔ جاؤ چلے جاؤ۔ اب بعد دو سال کے اس شخص نے چبوترہ کا مکان بنوایا تو جو شخص بروقت تعمیر اس چبوترہ کے مانع ہوئے تھے ان سے دریافت کیا کہ اب تم لوگ اجازت دیتے ہو کہ میں مکان بنالوں اب مانعین نے اجازت دے دی اور رضامندی ظاہر کی اول میں یہ راستہ اتنا وسیع تھا کہ تین گاڑی برابر ایک دفعہ ہی نکل جاتی تھیں۔ اب بھی راستہ بخوبی ہے ڈیڑھ گاڑی کا ہے اگر دو گاڑی ایک وقت آجاویں تو ایک دفعہ نکل سکیں گی بلکہ دس پانچ قدم پیچھے ہٹا کر جہاں راستہ وسیع ہے نکال لیں گے۔ اس راستہ کے مالک اول زمیندار تھے ایام بندوبست میں سرکار جبراً مالک ہوگئی تو حضور فتویٰ دیں کہ یہ مکان و مسجد جائز ہے یا نہیں اور وہ شخص غاصب ہے یا نہیں اگر اجازت زمینداران کافی ہے تو سب کی اجازت چاہئے یا بعض کی بھی کافی ہے کیونکہ زمینداران مشترک ہیں؟

﴿جواب﴾ جب سب لوگ رضامند ہوگئے ہیں تو وہاں مسجد بنانا درست ہے (۱۱) اور مکان بھی بنانا

---

(۱۱): فی المحیط: قوم بنوا مسجداً، واحتاجوا الی مکان لیتسع، وبجنبه طریق المسلمین، وأخذوا شیئاً من الطریق، وأدخلوه فی المسجد، ان کان لایضر بأصحاب=

درست ہے جھوٹ کا گناہ اس شخص پر ہے مگر مکان و مسجد میں کوئی خرابی نہیں ہے اور یہ شخص غاصب بھی نہیں ہے مگر سب کی رضامندی درکار ہے چند کی رضامندی کافی نہیں ہے۔

سڑک کا ایک کونہ مکان میں داخل کرنا

﴿سوال﴾ ایک کوچہ بند کے درمیان میں ایک شخص کا مکان ہے اور اس مکان کے سامنے ایک گوشہ پڑا ہوا ہے اگر وہ شخص اس گوشہ کو بلا اجازت سرکار اور بلا اجازت اہل محلّہ اپنے مکان میں ملا لیوے تو عنداللہ ماخوذ ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر کسی کا حرج نہ ہو تو اس قطعہ کے شامل کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر حرج ہوتا ہو یا باوجود عدم حرج کے اگر مزاحمت کریں تو پھر شامل نہیں کرسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سڑک میں سے کچھ حصہ مکان کے لئے لینا

﴿سوال﴾ شارع عام کس کی ملکیت ہے شرعاً اور کس کی اجازت سے کچھ حصہ اپنے مکان میں داخل کرنا یا اس میں مسجد بنوانا جائز ہے جو زمیندار یا اہل محلّہ اس چبوترہ کی تعمیر کے وقت خاموش رہے ان کی اجازت لینا ضرور ہے یا نہیں جو شخص کہ بروقت تعمیر مانع ہوا تھا اگر وہ قلب میں راضی ہوا اور ظاہراً اجازت نہ دی ہو تو اس کی اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں رضامند کرنا انہیں لوگوں کا ضرور ہے جو بروقت ابتداء تعمیر کے مزاحم

=الطريق رجوت أن لايكون به بأس. (المحيط البرهاني، كتاب الوقف، الحادى والعشرون، فى المساجد، ج: ٩، ص: ١٢٦، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

وفى الخانية: طريق للعامة هى واسع فبنى فيه أهل المحلة مسجداً للعامة ولايضر ذلك قالوا لابأس به. هكذا روى عن أبى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى لان الطريق للمسلمين والمسجد لهم أيضا. (الفتاوى الخانية هامش على الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا، ج: ٣، ص: ٢٩٢، ٢٩٣)

تھے یا جواب بعد تمام ہونے کے اور چند سال کے بعد غیر رضا مندی ظاہر کریں تو ایسوں کا رضا مند کرنا بھی ضرور یات سے ہے یا نہیں کیونکہ پہلے سے اس نے اپنی نارضا مندی کیوں ظاہر نہ کی اس قصبہ میں اکثر جگہ اتنا راستہ ہے کہ جتنا اس موقع متنازعہ میں ہے اب حضور قول فیصل تحریر فرماویں؟

﴿جواب﴾ شارع عام کسی کی ملک نہیں ہوتا جو لوگ خاموش رہے وہ بھی رضا مندی رہے ہوں گے صریح زبانی اجازت درکار نہیں ہے بلکہ اعتراض نہ کرنا اور سکوت کرنا کافی ہے مگر سب کی رضا مندی درکار ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملفوظات

شارع عام میں سے کچھ حصہ مکان کے لیے لینا

﴿۱﴾ شارع عام میں سے کچھ اپنے مکان میں شامل نہیں کر سکتے خاص کر جب کہ اور لوگ ناخوش ہوں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿۲﴾ بعد خرید نے مکان کے جو روپیہ نکلا وہ بائع ہی کا ہے کیونکہ اس نے روپیہ نہیں بیچا صرف مکان بیچا ہے (۱۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۲):فی الدرالمختار: کل ما کان فی الدار من البناء....أو متصلاً به تبعاً لها دخل فی بیعها یعنی أن کل ما کان متصلاً بالبیع اتصال قرار.الخ.

وفی الشامیة تحته: قوله: (اتصال قرار) فیدخل الحجارة المخلوقة والمشبتة فی الأرض والدار لا المدفونة. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب البیوع، فصل فیما یدخل فی البیع تبعا وما لایدخل فیه ما یصح استثناؤه من البیع، ج: ۷، ص: ۷۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

باب سود کے مسائل کا بیان

منی آرڈر سے روپیہ بھیجنا

﴿سوال﴾ مسئلہ ہمارے دیار میں علماء کے دوفرقہ ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ روپیہ منی آرڈر بلا ملانے پیسہ کے حرام اور سود ہے البتہ اگر پیسہ مل جاوے گا تو مباح اور جائز ہے دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ حلال مطلق اور جواز میں کچھ شبہ نہیں ہے کیونکہ یہ ہم سرکار کو مزدوری دیتے ہیں۔ پس آپ محاکمہ شرع شریف کی رو سے جو کچھ ہو بیان فرماویں؟

﴿جواب﴾ روپیہ منی آرڈر میں بھیجنا درست نہیں ہے خواہ اس میں کچھ پیسہ دیئے جائیں یا نہ دئے جائیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱): **فی امداد الفتاوی:** منی آرڈر مرکب ہے دو معاملوں سے، ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے دوسرا اجارہ جو فارم کے لکھنے اور روانہ کرنے پر بنام فیس کے دی جاتی ہے، اور دونوں معاملے جائز ہیں پس دونوں کا مجموعہ بھی جائز ہے اور چونکہ اس میں ابتلائے عام ہے، اس لئے یہ تاویل کر کے جواز کا فتوی مناسب ہے۔

وفی حاشیة امداد الفتاوی: حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ نے منی آرڈر سے متعلق تین فتاوی تحریر فرمائے ہیں، ان میں سے ایک فتوی ۱۳۲۰ھ میں دوسرا ۱۳۳۱ھ میں ان دونوں میں عدم جواز یا جواز میں تردد ظاہر فرمایا کہ کم از کم سفتجہ کے دائرہ میں داخل ہو کر مکروہ ہے۔ اور تیسرا فتوی ۱۳۳۲ھ میں لکھا ہے، یہی آخری فتوی ہے، اس میں صاف الفاظ میں جائز تحریر فرمایا ہے، لہٰذا اس آخری فتوی کے ذریعے سے پہلے دونوں سے رجوع ثابت ہو گیا اور جواز کا جزئیہ ملاحظہ فرمائیے:

یلجأ الناس عادة للتحویلات المحلیة بنفس العملة والخارجیة بعملة أخری عن طریق المصارفة والصرف، ویأخذ المصرف عادة من المحول مبلغا من النقود، وهذا کما تقدم عمل جائز علی أساس أنه توکیل للمصرف بدفع مبلغ معین لشخص معین وهو=

منی آرڈر میں روپیوں کیساتھ پیسے بھیج دیں تو جائز ہوگا یانہیں

﴿سوال﴾ منی آرڈر میں کچھ روپے ہوں اور کچھ پیسے تو جواز کے لئے یہ حیلہ کافی ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ منی آرڈر درست نہیں جیسا ہنڈی درست نہیں دونوں میں معاملہ سود کا ہے(۲)۔فقط۔

کفار سے سود لینا

﴿سوال﴾ ان بلاد حربیہ میں نصاریٰ کو اپنا روپیہ دے دینا اور اس پر سود لینا جائز ہے یانہیں؟

=توكيل بأجر، فان انضم اليه صرف كان القبض حكميا وهو جائز، فيحل القبض الحكمى محل القبض الحقيقى، والحوالة المصرفية تختلف فى اجراء اتها عن السفتجة، لأن التحويل المصرفى يتم بطريق القيد المصرفى بين المصرفين المتوسطين فى العملية وتتم المقاصة بين المصرفين فى الحوالات المقيدة لحساب كل مصرف آمر ومأمور الخ. (الموسوعة الفقه الاسلامى والقضايا المعاصرة ١١/٩٧٤)

الحالة الثانية: أن تقع الوكالة فى مقابلة عوض على وجه الاجارة، وذلك أن يوكله على عمل معين بأجرة معلومة أو على غير معين فى زمن معين الخ. (الفقه على المذاهب الأربعه ٣/٧٠٢). (امداد الفتاوى جديد مطول حاشية، ج: ٦، ص: ٥٩٠، ط، مكتبة زكريا ديوبند)

(٢): فى الدرالمختار: وكرهت السفتجة...وهى اقراض لسقوط خطر الطريق.

وفى الشامية: قوله: (وهى اقراض الخ) وصورتها: أن يدفع الى تاجر مالا قرضا ليدفعه الى صديقه، وانما يدفعه قرضا لا أمانة يستفيد به سقوط خطر الطريق........و فى الفتاوى الصغرى وغيرها: ان كان السفتج مشروطا فى القرض فهو حرام، والقرض بهذا الشرط فاسد والا جاز. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الحوالة، ج: ٨، ص: ١٧، ١٨، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾ کفار سے بھی سود لینا درست نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

منی آرڈر کا محصول ادا کرنا

﴿سوال﴾ منی آرڈر کرنا اور محصول منی آرڈر کا دینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل ربوا ہے اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے (۴)۔

منی آرڈر کے جواز کے لئے حیلہ شرعی

﴿سوال﴾ اس زمانہ میں جو منی آرڈر کے بھیجنے کا رواج ہو رہا ہے اس کے جواز کے لئے بھی کوئی حیلہ شرعی ہے یا نہیں کہ اس میں عام وخاص مبتلا ہو رہے ہیں؟

---

(۳): فی النهر: ولاربا بين المولى وعبده وبين الحربى والمسلم ثمة....هذا عندهما، وقال أبو يوسف: لايحل وبه قالت الثلاثة لاطلاق النصوص للربا. (النهر الفائق، كتاب البيوع، باب الربا، ج: ۳، ص: ۴۸۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى اعلاء السنن: مع ذلک شک فى كون التوقى عن الربا، ولو مع الحربى فى دار الحرب أحسن وأحوط وأزكى وأحرى خروجاً من الخلاف، وهو الذى اليه شيخنا حكيم الأمة وأفتى به، واختاره ترجيحاً لقول أبى يوسف والجمهور. (اعلاء السنن، ابواب البيوع، باب الربا فى دار الحرب بين المسلم والحربى، ج: ۱۴، ص: ۳۷۲، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(وكذا فى بحوث فى قضايا فقهية معاصرة، أحكام الودائع المصرفية، ص: ۳۵۶، ط، دار القلم دمشق)

(۴): تفصیل کے لئے حاشیہ نمبر (۱) دیکھئے۔

﴿جواب﴾ حیلہ بندہ کو معلوم نہیں فقط۔

منی آرڈر کے بجائے رقم بھیجنے کا دوسرا طریقہ

﴿سوال﴾ اگر منی آرڈر منع ہے تو پھر روپیہ کس طرح بھیجنا چاہئے؟

﴿جواب﴾ روپیہ بھیجنے کی آسان ترکیب نوٹ کو رجسٹری یا بیمہ کرا دینا ہے۔

منی آرڈر اور ہنڈوی کا فرق

﴿سوال﴾ منی آرڈر اور ہنڈوی میں کچھ فرق ہے یا دنوں کا ایک حکم ہے اور منی آرڈر اور ہنڈوی کرنا اگر ناجائز ہے تو روپیہ کس طرح بھیجیں اور کتابوں کا محصول وی پی ایبل جو دیا جاتا ہے یہ بھی ایسا ہے یا فرق ہے اس کی تفصیل منظور ہے؟

﴿جواب﴾ منی آرڈر اور ہنڈوی میں کچھ فرق نہیں دونوں کا ایک حکم ہے منی آرڈر کرنا سود میں داخل ہے اور جو شخص کسی کے پاس روپیہ بھیجنا چاہے بطور بیمہ کے یا نوٹ خرید کر بھیج سکتا ہے اور کتابیں جو منگائی جاتی ہیں اس میں حیلہ ہوسکتا ہے کہ اس شے کی اجرت محصول ویلیو پے اپیل کا خیال کیا جاوے اور منی آرڈر میں خیال حیلہ کا نہیں ہوسکتا کیونکہ ہو عین شے نہیں پہنچتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہنڈوی کے عدم جواز کی وجہ

﴿سوال﴾ ہنڈوی کی اجرت جائز ہے اور ضمان خواہ بوجہ خلط ہے یا شرط لغو؟

﴿جواب﴾ ہنڈوی جو کرتے ہیں تو سب جانتے ہیں کہ ہنڈوی والا وہ روپیہ جو دیتا ہے روانہ نہیں کرتا بلکہ یہ روپیہ بطور قرض اس کو دیا جاتا ہے اور بقال اس کا حوالہ دوسرے اپنے حوالہ دار پر کرتا ہے پس اس صورت میں اجرت ہنڈوی کی کچھ معنی نہیں بجز ربوا کے کیونکہ سو روپیہ کی ہنڈوی کرنے والے نے ہنڈوی کرا کر تو سو روپیہ لیا ایک روپیہ ہنڈاوان جو دیا اور لیا وہ زاید تھا تو ایک سو ایک کی جگہ آیا یہ ربوا ہوا اور بقال کا خلط کرنا کیا

مضر ہے جب وہ مستقرض ہوکر بعد قبض مالک ہوگیا اب جو چاہے کرے ضمان بقال سے قرض لینے سے ہوا نہ خلط سے اب شرط ضمان لغو ہوئی خواہ خلط کرے یا نہ کرے شرط ہو یا نہ ہو بہر حال ضمان ہوگیا اور عقد ربوا ہوا ہاں کوئی حیلہ کرے اور ربوا سے بری ہوجاوے تو دوسری بات ہے اس واسطے فقہاء ہنڈوی کو حوالہ میں لکھتے ہیں (۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بنک میں روپیہ رکھنے کا مسئلہ

﴿سوال﴾ میرا ارادہ ہے کہ مبلغ چہار صد روپیہ محکمہ ڈاک خانہ میں رکھکر سود حاصل کروں جس طرح قانون ڈاک خانہ ہے۔ مولوی عبدالعزیز صاحب دہلوی اور بہت سے علماء لاہور نے بھی فتویٰ اخذ ربوٰی نصاریٰ سے دیا ہے چونکہ از کتب فقہ مثل محیط وقنیہ وغیرہ ظاہر میشود کہ اخذ ربوٰی از نصاریٰ واہل حرب جائز شدہ و نیز تعریف دار سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان دارالحرب ہے اور نصاریٰ حربی پس بموجب فقہ شریف۔ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ بنک میں روپیہ داخل کرنا جیسا کہ بعض علماء ادا کہتے ہیں درست نہیں ہے اور یہ عدم جواز عام ہے خواہ سود لے یا نہ لے دونوں صورتوں میں نادرست ہے درصورت ثانیہ عبداللہ صاحب لاہوری وغیرہ علماء جم غفیر نے اگرچہ اس کو جائز رکھا ہے مگر واقع میں یہ بھی اعانۃ علی المعصیۃ ہونے کی وجہ سے نادرست ہے (٦)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۵):فی الدرالمختار: وکرهت السفتجة...وهی اقراض لسقوط خطر الطريق.

وفی الشامية: قوله: (وهی اقراض الخ) وصورتها: أن يدفع الی تاجر مالا قرضا ليدفعه الی صديقه، وانما يدفعه قرضا لا أمانة يستفيد به سقوط خطر الطريق.......و فی الفتاوی الصغری وغيرها: ان كان السفتج مشروطا فی القرض فهو حرام، والقرض بهذا الشرط فاسد والا جاز. (رد المحتار علی الدرالمختار، كتاب الحوالة، ج: ۸، ص: ۱۷، ۱۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

(٦):فی اعلاء السنن: مع ذلك شك فی كون التوقی عن الربا، ولو مع=

سود نہ لیتے ہوئے بنک میں روپیہ رکھنا

﴿سوال﴾ بنک میں روپیہ جمع کرنا جبکہ سود نہ لیوے جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بنک میں روپیہ داخل کرنا نادرست ہے۔خواہ سود لے یا نہ لے(۷)۔

=الحربی فی دار الحرب أحسن وأحوط وأزكى وأحرى خروجاً من الخلاف، وهو الذی اليه شيخنا حكيم الأمة وأفتى به، واختاره ترجيحاً لقول أبی يوسف والجمهور. (اعلاء السنن، ابواب البيوع، باب الربا فی دار الحرب بين المسلم والحربی، ج: ۱۴، ص: ۳۷۲، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

(وكذا فی بحوث فی قضايا فقهية معاصرة، أحكام الودائع المصرفية، ص: ۳۵۶، ط، دار القلم دمشق)

فی تفسير ابن كثير: وقوله: ﴿وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان﴾: يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات، وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم. (تفسير ابن كثير، سورة المائدة، ج: ۳، ص: ۱۲، ۱۳، ط، دار طيبه رياض)

(۷):فی كفاية المفتی: (سوال):بینک میں روپیہ جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب): بینک میں حفاظت کی غرض سے روپیہ جمع کرنا (جب کہ حفاظت کی کوئی اور صورت نہ ہو) مباح ہے۔(کفایۃ المفتی، کتاب الربوا، ج:۸،ص:۷۶،ط،دارالاشاعت کراچی)

(سوال): بینک میں رقم جمع کروانا کیسا ہے؟ اگر ٹھیک ہے تو سود کی اعانت تو نہیں؟

(جواب): بینک میں رقم جمع کرانا سود میں اعانت تو بلاشبہ ہے، مگر اس زمانے میں بڑی رقم کی حفاظت بینک کے بغیر دشوار ہے، اس لئے بامر مجبوری جمع کروانا جائز ہے، اور اگر لاکر میں رقم رکھوائی جائے تو بہت اچھا ہے۔(آپ کے مسائل اور انکا حل، ج:۷،ص:۳۳۱،ط،مکتبہ لدھیانوی کراچی) =

بنک کے سود کا صحیح مصرف

﴿سوال﴾ ایک شخص کو سرکار کے بنک گھر سے اس کے روپیوں کا سود آتا ہے آیا اگر یہ سرکار سے سود لے لیا کرے اور آپ نہ کھاوے محتاجوں کو دے دیا کرے یا کسی غریب تنگدست کے گھر میں کنواں لگوا دیوے تو یہ شخص سود خوروں میں گِنا جاوے گا یا نہیں اور محتاجوں کو روپیہ سود کا یا کنویں کا پانی استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾ سود لینا کسی حال میں جائز نہیں سود کا لینا ہر حال میں حرام ہے۔ چنانچہ قرآن شریف وحدیث میں اس کے قبائح مذکور ہیں (۸) سو بندہ کسی طرح اجازت نہیں دے سکتا مگر ایک حیلہ شرعی ہے وہ یہ

= قال اللّٰہ تعالیٰ: فمن اضطر فی مخمصة غیر متجانف لاثم فان اللّٰہ غفور رحیم. (سورة المائدة، آیت: ۳)

الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة أو خاصة، ولهذا جوزت الاجارة علی خلاف القیاس للحاجة. (الأشباه والنظائر مع غمز عیون البصائر، القاعدة الخامسة، الفن الأول، ج: ۱، ص: ۲۹۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۸): قال اللّٰہ تعالیٰ: یٰایها الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وذروا ما بقی من الربوٰا ان کنتم مؤمنین. فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللّٰہ ورسولهٖ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لاتظلمون ولاتظلمون. (سورة البقرة: ۲۷۸، ۲۷۹)

وأخرج عبدالرزاق، وابن أبی الدنیا، والبیهقی فی شعب الایمان عن عبداللّٰہ بن سلام قال: الربا اثنان وسبعون حوبا، أصغرها حوبا کمن أتی أمه فی الاسلام، ودرهم فی الربا أشد من بضع وثلاثین زنیة، قال: ویؤذن للناس یوم القیامة البر والفاجر فی القیام الا أکلة الربا، فانهم لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس.

وأخرج مسلم، والبیهقی عن جابر بن عبداللّٰہ قال: لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم آکل=

ہے کہ آدمی یہ خیال کرے کہ سرکار بہت سے محصول اپنی رعایا سے لیتی ہے کہ ہماری شریعت میں اس کا لینا جائز نہیں گو قانون انگریزی سے وہ خلاف نہیں ہیں مگر شرع محمدیہ ﷺ میں ظلم ہے اور ناجائز ہے اور مستحق رو ہے سو یہ شخص یوں خیال کرے کہ جو غریب رعایا سے سرکار نے محصول خلاف شرع لیا ہے اس کو میں سرکار سے مسترد کراتا ہوں اور پھر اس کو وصول کر کے انہیں لوگوں پر تقسیم کر دے جن سے سرکار نے کچھ بلا اذن شرع لیا تھا ایسی نیت میں شاید حق تعالیٰ مواخذہ نہ فرماویں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہندوستان دارالحرب ہے یا نہیں

﴿سوال﴾ ہند بقول امام یا صاحبین کیا دارالحرب ہے اگر نہیں تو مولانا محمد اسماعیل صاحب دہلوی نے صراط المستقیم میں کس وجہ سے عصر ماضیہ میں اکثر کی نسبت ایسا لکھا ہے۔ اور فتنہ سابقہ میں اکثر اکابر اعلاء کلمۃ اللہ کی طرف کیوں مائل تھے اگر مستامنین قرار دے کر ارتفاع امام کر علت کہا جاوے تو یہ بھی محل تامل ہے؟

﴿جواب﴾ ہند کے دارالحرب ہونے میں اختلاف علماء کا ہے بظاہر تحقیق حال بندہ کی خوب نہیں ہوئی حسب اپنی تحقیق کے سب فرمایا ہے اور اصل مسئلہ میں کسی کو خلاف نہیں اور بندہ کو بھی خوب تحقیق نہیں۔ کہ کیا کیفیت ہند کی ہے(۹)۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کل کی بنی ہوئی چیزیں کسی عدد میں ہیں

﴿سوال﴾ کل کی بنی ہوئی چیزیں جن میں باعتبار نمبر و کارخانہ وغیرہ کی صورت وصفت و قیمت میں کچھ فرق نہیں ہوتا عددی متقارب ہیں یا نہیں؟

=الربا وموكله وشاهديه وكاتبه وقال هم سواء. (الدر المنثور فی التفسير بالمأثور، ج: ۳، ص: ۳۶۳، ۳۷۷)

(۹): تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاوی محمودیه، ج: ۱۶، ص: ۳۵۴ تا ۳۵۹، ط، ادارة الفارق کراچی.

﴿جواب﴾ کل کی بنی شئے عددی ہے کیونکہ حد متقارب یہ ہے کہ اس کے اعداد میں تفاوت یسیر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کوڑیاں اور پیسے جزءروپیہ ہیں یا نہیں

﴿سوال﴾ گنڈے روپیہ کے جزءنہیں پس ان میں تفاضل جائز ہے یا نہیں مگر آنے روپیہ کے جزء ہیں اور تفاضل ان میں ممتنع۔

﴿جواب﴾ گنڈے خواہ فلوس کے ہوویں خواہ خرمہرہ کے جزءروپیہ کے نہیں ہاں نسبت روپیہ کے سے ہوتے ہیں البتہ دوآنہ کی چاندی اور چارآنہ کی چاندی جوشکوک چاندی ہے وہ جزءروپیہ اگر کہا جاوے تو بجا ہے پس بعد اس کے معلوم ہو کہ فلوس وخرمہرہ سب عددی ہیں۔ اگر اپنی مثل سے مبادلہ کیا جاوے مثلاً ایک فلوس عوض ایک فلس یا دو کے تو درست ہے کیونکہ اتحاد جنس ہے مگر کیل ووزن نہیں تو تفاضل سب درست ہوا مگر نسیہ حرام ہے اور فلوس نقد یہ اجزاءروپیہ کے ہونے سے فلوسیۃ سے نہیں نکلتے اور مس سے اس کی حقیقت نہیں بدل جاتی۔ پس بہرحال تفاضل روا ہے مگر دست بدست ہونا چاہیے اور یہ مذہب شیخین کا ہے اور یہ قوی ہے ثمنیۃ رائے امام محمد کی ہے اس فلوس میں بطور گنڈے اور بطور آنے کے ہر حال تفاضل سے بیع کرنا روا ہے بشرط یداًبیدٍ ہو اس میں کچھ فرق نہیں (۱۰)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کافر کو سود دینا

﴿سوال﴾ کافر سے قرض روپیہ لے کر اس کو سود دینا ایسی حالت ضرورت میں کہ جائداد اپنی اگر

---

(۱۰):فی البحر: صح بیع الفلس المعین بفلسین معیین عندهما. وقال محمد لایجوز. (کتاب البیع،باب الربا، ج: ٦، ص: ٢١٩، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب البیوع، باب الربا، ج: ٧، ص: ٤٠٧، ط، دار عالم الکتب ریاض)

فی الحال فروخت کرتا ہے تو ہزار کا مال پانچ سو روپیہ میں یا کم وبیش میں بکتا ہے الغرض غبن فاحش ہوتا ہے جائز ہے یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا حرام مثل سود لینے کے گناہ صغیرہ یا کبیرہ بعض لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ مسلمان سے روپیہ لے کر اس کو سود دیتا تو گناہ ہے لیکن ہندو یا کافر کو سود دینا گناہ نہیں اس سبب سے کہ سود کا لینا اصل میں گناہ ہے باقی اوروں پر جو حدیث شریف میں وعید وارد ہوا ہے تو سبب اس کا یہ ہے کہ وہ وبال و باعث ایک مسلم کے ارتکاب گناہ سودخوری کے ہوئے جس صورت میں لینے والا مکلّف باشرع نہیں ہے۔ پھر دلالت پر گناہ نہ ہوئے لہٰذا کافر کو سود دینا ممنوع نہیں مومن کو اس گناہ میں مبتلا کرنا البتہ گناہ ہے؟

﴿جواب﴾ غبن فاحش سے بیع کرنا چاہئے مگر ربوا دینا نہیں چاہئے کیونکہ نقصان مال سہل ہے نقصان دین سے کیونکہ ربوا اس حال میں بھی کراہت اور حرام ہی ہے۔ ربوا دینا مسلمان اور کافر کو دونوں کو حرام ہے بعموم النص (۱۱) اور یہ تقریر مسائل غلط ہے۔

اصلی علت سود

﴿سوال﴾ جو مقدار بطور نمونہ عطر میں صرف ہوتی ہے معتبر نہیں اور چاندی میں اس قدر زیادتی ربوا ہے اور چاندی امتحان میں سوخت ہوجاتی ہے اور اتنی زیادتی جواہرات میں ربوا ہے؟

﴿جواب﴾ ربوا کی علت جنس وقدر ہے اگر دونوں جمع ہوجاویں تو تفاضل ونساء دونوں حرام ہیں (۱۲)۔ پس دس روپیہ کا جو زیور خرید کیا جاوے اس میں مطلقاً زیادہ نہ ہووے اور جو امتحان میں مثلاً آگ میں کچھ کم ہوگیا ہو بیع سے خارج ہے اس کا اعتبار نہیں اور جو سونے کا زیور ہے اس سے زیادہ لینا درست ہے اگر

---

(۱۱):قال اللّٰہ تعالیٰ: واحل اللّٰہ البیع وحرم الربوا. (سورۃ البقرۃ: ۲۷۵)

(۱۲):فی القدوری: الربا محرم فی کل مکیل، أو موزون اذا بیع بجنسہ متفاضلا. فالعلۃ فیہ: الکیل مع الجنس، أو الوزن مع الجنس.

وفی اللباب تحتہ: قال فی الھدایۃ: ویقال القدر مع الجنس، وھو أشمل. اھ. یعنی یشمل الکیل والوزن معاً. (اللباب فی شرح الکتاب، کتاب البیوع، باب الربا، ج:=

دست بدست ہو۔علیٰ ہذا دیگر اشیاء کا حال ہے۔اور جواہرات کو اس ہی قسم کے جواہرات سے بدلنے میں یہ رعایت رہے گی اور عطر کو لیتے ہیں اور عطر کو اور جواہرات کو عوض روپیہ کے خرید کرتے ہیں اس میں کچھ ضرورت مساوات کی نہیں یہ یداًبیدٍ کی فقط چاندی میں ذرہ دو ذرہ کو اعتبار سے خارج کیا ہے تو ایسی مقدار باہم جنس بدلنے میں تو مفید ہے اور اس قدر سے زیادہ اگر ایک جانب ہووے اس کی رعایت ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آٹے میں ملاوٹ ہو تو کیا کیا جائے

﴿سوال﴾ بنیہ سے آٹا خرید کیا پکانے کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں میل تھا اس کو جب واپس کیا گیا تو اس نے اور آٹا زاید اسی میں کا دیدیا یہ لینا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر وہ ملاؤ اسی قدر تھا تو اس کا معاوضہ لینا درست ہے اور اگر یسیر فرق تھا تو اس کے عوض میں اس قدر تاوان لینا درست نہیں ہے(۱۳)۔فقط۔

=۳، ص: ۹۴، ط، دار السراج المدینة المنورة)

(وکذا فی مجمع الانهر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب البیوع، باب الربا، ج: ۳، ص: ۱۱۹، ۱۲۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۳):فی ملتقی الأبحر: فلمن وجد فی مشریه عیباً رده أو أخذه بکل ثمنه لا امساکه ونقص ثمنه الا برضی بایعه، وکل ما أوجب نقصان الثمن عند التجار فهو عیب. (ملتقی الابحر، مع مجمع الانهر، کتاب البیوع، فصل فی خیار العیب، ج: ۳، ص: ۵۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

باب بدھنی کا بیان

کوڑیاں اور پیسوں میں بدھنی جائز ہے یا نہیں

﴿سوال﴾ کوڑیاں و مروج پیسہ ثمن میں داخل ہیں یا نہیں اور سلم ان میں جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ خرمہرہ اور فلوس نقود میں داخل نہیں عند الشیخین رحمہما اللہ اس کی سلم بھی درست ہے مگر امام محمد رحمہ اللہ فلوس کو نقد فرماتے ہیں اور سلم کو اس میں ناجائز کہتے ہیں۔ اگرچہ سلم حسب مذہب شیخین درست ہے مگر موجب تہمت اور عوام کے نزدیک سبب طعن کا تو احتیاط چاہئے (۱)۔ فقط رشید احمد عفی عنہ۔

---

(۱):فی ملتقی الأبحر: وكذا الفلوس خلافاً لمحمد.

وفی مجمع الانهر تحته: (وكذا) فی (الفلوس) أی يصح السلم فيها عدداً لأن الثمنية فيها ليست خلقية.....(خلافاً لمحمد) لأنها أثمان وفی البحر وظاهر الرواية عن الكل الجواز واذا بطلت ثمنيتها لاتخرج عن العد الى الوزن للعرف الا أن يهدره أهل العرف كما هو فی ديارنا فی زماننا وقد كانت قبل هذه الأعصار عددية فی ديارنا أيضاً، انتهى فعلى هذا يكون اختيار المصنف غير الظاهر، فلهذا قال خلافاً لمحمد، لكن الأولى أن يقول: وعن محمد تدبر. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، كتاب البيوع، باب السلم، ج: ۳، ص: ۱۳۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

باب چیزوں سے الٹ پھیر کرنیکی بیع کا بیان

سونار کا نیارہ چاندی سونے کا کیسے خرید اجائے

﴿سوال﴾ سونار وغیرہ کا نیارہ چاندی سونے کا ہوتا ہے تو کس طور سے بیع وشرا کرنی درست ہے؟

﴿جواب﴾ یہ بیع سونے چاندی یعنی روپیہ اشرفی سے تولنا جائز ہے لیکن پیسے اگر قیمت میں دیئے جاویں تو جائز ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

روپیہ کو خوردہ سے بدلنا

﴿سوال﴾ آج کل صراف لوگ روپیہ کے تبادلہ میں پیسے کمی سے دیتے ہیں روپیہ کا مبادلہ پیسوں اور خوردہ سے درست ہے یا نہیں ہے بعض علماء مثل سود کے فتویٰ دیتے ہیں؟

﴿جواب﴾ روپیہ کا مبادلہ اگر خوردہ سے ہوتو اس میں کمی زیادتی نادرست ہے اور اگر پیسوں سے مبادلہ ہوتو کمی زیادتی درست ہے یعنی روپیہ کے ۱۴ ابھی درست ہیں اور ۱۷ ابھی۔فقط۔

کلابتوں کی خرید وفروخت

﴿سوال﴾ کلابتو سنہرا جو بنتا ہے سو تولہ میں قریب باسٹھ روپے کے تو چاندی اور قریب سینتیس روپیہ کے ریشم اور قریب ایک تولے کے سونا ہے اگر دس روپیہ کا ہم نے آٹھ روپیہ بھر کلابتو مذکور خریدا تو اس کمی وزن سے یہ کلابتو شرعاً خریدنا جائز ہے یا نہیں اس زیادتی قیمت کے ہونے اور ریشم سے تاویل ہوجائے گی یا نہیں اور بعض کلابتو میں بجائے ایک تولہ کے چھ ماشہ بھی ہوتا ہے۔ یہ بھی درست ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ سونا اس کے اندر مستہلک ہوجاتا ہے اور وہ ریشم اس قدر قیمت کا نہیں کہ روپیہ دیا جاتا ہے۔لہٰذا یہ معاملہ حرام تو نہیں مگر مکروہ تنزیہی ہے۔کذا فی الہدایہ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملفوظ

﴿۱﴾ جانماز ودری وغیرہ اگر سرکار قیدیوں سے بنوائے تو اس کا استعمال کرنا اور اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔اور اگر ملازمین قہراً بنوادیں اس کو خریدنا اور اس پر نماز پڑھنا جائز ہے بیع صرف زبان سے ایجاب وقبول کرنے سے ہوجاتی ہے اور بیع میں قبضہ شرط نہیں ہے صرف ایجاب وقبول کرنے سے ملک مشتری کی ہوجاتی ہے(۱)اور ہبہ بغیر قبضہ کے منعقد نہیں ہوتا ملک واہب اس شے پر باقی رہتی ہے(۲)۔والسلام۔

---

(۱):فی الملتقیٰ: البیع مبادلة مال بمال وینعقد بایجاب وقبول......واذا وجد الایجاب والقبول لزم البیع.

وفی الدرالمنتقیٰ تحته: (واذا وجد الایجاب والقبول لزم البیع) ولاخیار لواحد منهما الا من عیب أو عدم رؤیة، وفیه اشارة الی أن البیع تیم بهما، ولایحتاج الی القبض کما فی المحیط. (الدر المنتقیٰ فی شرح الملتقیٰ علی هامش مجمع الانهر، کتاب البیوع، ج: ۳، ص: ۴، ۱۰، ۱۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۲):فی ملتقی الابحر: هی تملیک عین بلاعوض وتصح بایجاب وقبول وتتم بالقبض الکامل.

وفی مجمع الانهر تحته: (وتتم) الهبة (بالقبض الکامل) ولو کان الموهوب شاغلاً لملک الواهب لا مشغولاً به، لقوله علیه السلام: لاتجوز الهبة الا مقبوضة، والمراد هنا نفی الملک لا الجواز. (مجمع الانهر فی شرح متلقی الابحر، کتاب الهبة، ج: ۳، ص: ۴۸۹، ۴۹۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

کتاب دعویٰ کے مسائل

مہر کا دعویٰ سسر پر

﴿سوال﴾ زید بعمر اکیس سال باپ کی حیات میں لاولد فوت ہوگیا اور وہ باپ سے علیحدہ رہتا تھا باپ نے کچھ جائداد وغیرہ میں سے اس کو حصہ نہیں دیا۔ اب زید جو اثاث البیت چھوڑ کر مرا اس کی زوجہ کے پاس رہا اب زوجہ مذکورہ اپنے خسر سے مہر طلب کرتی ہے آیا از روئے شرع شریف کے اس کو خبر پہنچتا ہے یا دعویٰ اس کا باطل ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾ چونکہ زید روبرو اپنے والد کے فوت ہوگیا ہے والد کے ترکہ میں سے زید کو کچھ نہیں مل سکتا(۱) بلکہ زید کے ترکہ میں سے بعد ادائے دین مہر زوجہ اور تجہیز وتکفین شرعی اور وصیت اگر کی ہو تو تین ربع اس کے والد کو ملتے ہیں اور ایک ربع اس کی زوجہ کو(۲) پس مہر زوجہ کا ترکہ زید پر ہے نہ اس کے باپ پر پس

---

(۱):فی الشامية: بيانه: ان شرط الارث وجود الوارث حياً عند موت المورث. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الفرائض، ج: ۱۰، ص: ۵۱۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲):فی السراجی: قال علماؤنا رحمهم الله: تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولاتقتير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقى بين ورثته بالكتاب والسنة واجماع الأمة. (السراجی فی الميراث، الحقوق المتعلقة بتركة الميت، ص: ۵، ۶، ۷، ط، مكتبة البشریٰ كراتشى)

وفيه ايضاً: أما الأب فله أحوال ثلاث: الفرض المطلق وهو السدس وذلك مع الابن أو ابن الابن وان سفل، والفرض والتعصيب معا وذلك مع الابنة أو ابنة الابن وان سفلت، والتعصيب المحض وذلك عند عدم الولد وولد الابن وان سفل. (السراجی=

باپ زید سے طلب کرنا زوجہ کا مہر اپنا بالکل غلط ہے اور دعویٰ باطل۔ البتہ اگر والد زید نے زید کے ترکہ میں سے کچھ لے لیا ہو اور ترکہ مقدار مہر سے کم ہو تو اس شئے کو والد زید سے زوجہ زید واپس لے سکتی ہے اور نہ والد زید پر کچھ حق زوجہ زید کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کسی کا سکوت اس کے قبول کرنے کی دلیل ہے یا نہیں

﴿سوال﴾ ملازم نے اپنی تحریر بھیجی کہ میری تنخواہ پر اگر اس قدر ترقی کرو تو تمہارے پاس رہوں گا ورنہ نہیں اور سکوت آپ کا تسلیم کی جگہ جانا جاوے گا نہیں تو مجھے ابھی علیحدہ کردو اس تحریر کے بعد وہ مالک ساکت ہو گیا اور یہ ملازم ترقی کے گمان میں رہا بلکہ اپنے احباب میں ترقی کی اطلاع دیدی اب علیحدگی کی نزاع ہوئی پس دعویٰ زید کا بموجب تحریر مسطور کے شرعاً صحیح ہے یا غیر صحیح؟

﴿جواب﴾ اس کا دعویٰ درست نہیں (۳)۔

=فی المیراث، باب معرفة الفروض ومستحقیها، أحوال الأب، ص: ۱۴، ۱۵، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

وفیه ایضاً: أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن وان سفل، والثمن مع الولد أو ولد الابن وان سفل. (السراجی فی المیراث، باب معرفة الفروض ومستحقیها، فصل فی النساء، أحوال الزوجات، ص: ۱۸، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

(۳): فی الاشباه: "لاینسب الی ساکت قول". فلو رأى أجنبیاً یبیع ماله فسکت الم ینهه لم یکن وکیلا بسکوته. (الأشباه والنظائر مع غمز عیون البصائر، القاعدة الثانیة عشرة، ج: ۱، ص: ۴۳۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی قاموس الفقه، ج: ۴، ص: ۱۶۹، ۱۷۰، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

کتاب اجرت کے مسائل

کلام اللہ کے ختم کا ہدیہ

﴿سوال﴾ اجرت پر ختم کلام اللہ شریف کرانا ایسے لوگوں سے جنہوں نے محض اپنی روزی اس کو ہی ٹھہرالیا ہے نا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قرآن کے پڑھانے کی اجرت کے جواز پر تو فتویٰ متاخرین کا ہے(۱) سو اس میں کیا تکرار ہے مگر ایصال ثواب کرنے کو پڑھ کر اجرت لینا حرام ہے(۲) کہ اجرت علی الطاعۃ ہے تعلیم کی اجرت تو ضرورۃً جائز کی گئی ہے ایصال ثواب میں نہ ضرورت ہے نہ کوئی حرج دنیا اور دین کا متصور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن شریف کے ختم پر نذرانہ لینا

﴿سوال﴾ زید کہتا ہے کہ قرآن پر اجرت لینا خوب ہے اور ثواب اس کے پڑھنے کا جو کہ اجرت

---

(۱):وقال شیخ مشایخنا الأنور رحمه اللّٰه تعالٰی فی العرف الشذیّ (ص: ۱۱۴ فی أبواب الأذان): ”نهی المتقدمون عن أخذ الأجرة علی الأذان والامامة والتعلیم، وأجازالمتأخرون. (تکملة فتح الملهم بشرح صحیح مسلم ، کتاب الطب، باب جواز أخذ الأجرة علی الرقیة بالقرآن والاذکار، ج:۴، ص: ۲۸۹ ، ط،داراحیاء التراث العربی بیروت، لبنان)

(۲): فی رد المحتار: قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة: ان القرآن بالأجرة لایستحق الثواب لا للمیت ولا للقارئ، وقال العینی فی شرح الهدایة: ویمنع القارئ للدنیا، والآخذ والمعطی آثمان. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج: ۹ ، ص: ۷۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

لے کر پڑھا جاتا ہے مردہ کو پہنچتا ہے اور دلیل اس کی حدیث سے ثابت کرتا ہے اور مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک جگہ پر اصحاب رسول مقبول ﷺ گئے تھے وہاں ایک شخص کو سانپ نے کاٹا تھا ان صاحبوں نے تیس بکری ٹھہرائیں اور اس پر الحمد شریف پڑھی اور حضرت ﷺ نے اپنا حصہ اس میں ٹھہرایا یہ بھی قرآن پر اجرت ہوئی اور کیا ہوا اور حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ یہ مزدوری خوب ہے بکر یہ کہتا ہے کہ اجرت پر قرآن پڑھنے کا ثواب مردہ کو نہیں پہنچتا ہے اصل کسطرح پر ہے اور یہ حدیث کس طور پر ہے اور قرآن اجرت پر پڑھنے والا گنہگار ہے یا نہیں اور پڑھوانے والا اور اجرت دینے والا گنہگار ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قرآن کی تعلیم پر اجرت لینے کا فتویٰ متاخرین نے دیا ہے(۳) مگر قرآن پڑھ کر ثواب پہنچانے کی اجرت کسی کے نزدیک حلال نہیں ہے اور سانپ کاٹے پر پڑھ کر پھونکنا علاج ہے نہ عبادت علاج کرنا مباح ہے نہ مستحب نہ واجب پس علاج کے واسطے پڑھنے میں ثواب نہیں بلکہ توکل کر کے علاج کا ترک اولیٰ ہے پس اس پڑھنے پر جواز مباح ہے اور ترک اس کا اولیٰ ہے قیاس کرنا عبادت کے پڑھنے کو بڑے تعجب کی بات ہے۔ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے پس زید کا قول غلط ہے وہ حدیث کا مضمون نہیں سمجھا کہ علاج کو عبادت کا مقیس علیہ بناتا ہے(۴)۔ فقط۔

---

(۳): فی ملتقی الأبحر: لا أخذ أجرة عسب التيس على الطاعات كالأذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقه أو المعاصى كالغناء والنوح والملاهى ويفتى اليوم بالجواز على الامامة وتعليم القرآن والفقه.

وفى مجمع الأنهر تحته: (ويفتى اليوم بالجواز) أى بجواز أخذ الأجرة (على الامامة وتعليم القرآن والفقه) والآذان كما فى عامة المعتبرات. وهذا على مذهب المتأخرين من مشائخ بلخ، استحسنوا ذلک. (مجمع الانهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الاجارة ۲ ۵۳۲، ۵۳۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۴): فى العمدة: قوله: ''ان أحق ما أخذتم عليه أجراً كتاب اللّٰه'' قال صاحب التوضيح فيه: حجة على أبى حنيفة ـ رضى اللّٰه تعالى عنه ـ فى منعه أخذ الأجرة على تعليم=

قرآن شریف کے ختم کا ہدیہ لینا

﴿سوال﴾ زید کہتا ہے کہ وہ جو اجرت پر قرآن پڑھ کر ثواب مردہ کو بخشتا ہے دو یا چار روپیہ لیتا ہے کون سی خطا کرتا ہے حدیث وقرآن کے پڑھانے والے تو چالیس چالیس پچاس پچاس روپیہ لیتے ہیں ان پر کوئی اعتراض نہیں کرتا یہ بھی تو اجرت قرآن پر ہوئی بکر خاموش ہے اس کا جواب جناب سے چاہتا ہے؟

﴿جواب﴾ کتب فقہ میں پڑھانے وتعلیم کی اجرت کو جائز لکھا ہے(۵) اور مردہ پر پڑھنے کی

=القرآن. قلت: من له ذوق من معانی الأحادیث لایتلفظ بهذا الكلام الذی لیس له معنی، ولیس معنی هذا ما فهمه هو حتی یورده علی الامام، وانما معناه فی أخذ الأجرة علی الرقیة بالفاتحة أو غیرها من القرآن، فالامام لایمنع هذا، وانما الذی یمنعه عن أخذ تعلیم القرآن وتعلیم القرآن غیر الرقیة به. (عمدة القاری، کتاب الطب، باب الشرط فی الرقیة بقطیع من الغنم، ج: ۲۱، ص: ۳۹۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الفیض: والثانیة: مسألة الأجرة علی التعوذ، والرقیة، وهی حلال لعدم کونها عبادة.

قلت: ویتفرغ علی الأولی أن لایصح أخذ الأجرة علی قراء ة القرآن للمیت، لأن الأجیر اذا لم یحرز ثواب القراء ة، فکیف یعطیه للمیت. (فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب الاجارة، باب ما یعطی فی الرقیة علی أحیاء العرب بفاتحة الکتاب، ج: ۳، ص: ۵۱۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۵): فی الفیض: واعلم أن ههنا مسألتین: الأولی: أخذ الأجرة علی تعلیم القرآن، والأذان، والاقامة. ولایجوز فیها أخذ الأجرة علی المذهب، وان أفتی المتأخرون بجوازها. (فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب الاجارة، باب ما یعطی فی الرقیة علی أحیاء العرب بفاتحة الکتاب، ج:۳،ص:۵۱۵،ط،دارالکتب العلمیة بیروت لبنان)

اجرت کوحرام لکھا ہے(٦)اوروجہ اس کی علماءفقہاءومحدثین جانتے ہیں جہال کا کام مسئلہ کتب میں دیکھنے کا ہے نہ حجت پوچھنے کاحکم خدا تعالیٰ کا ماننا چاہئے نہ دلیل مانگنی اب وہی بتادے کہ ظہرعصر کی چار رکعت اورمغرب کی تین کیوں فجر کی دو کیوں ہوئی سب نماز فرض ہی تو ہے۔مغرب کا چار کرنا کیوں حرام ہے پس یہ یہی کہے گا کہ یوں ہی حکم ہے سو یہاں بھی یہی سمجھے کہ یونہی حکم ہے۔فقط۔

تعلیم دین کی اجرت

﴿سوال﴾قرآن اور حدیث پڑھا کر اجرت لینا درست ہے یانہیں اوراگر درست ہےتو کس وجہ سے یا یہ متاخرین کا فتویٰ ہے اگر ہےتو کس قدر لینے پراوراس کے لینے پراس قسم کی تاویلات کرنا کہ ہم معقول کی پڑھائی لیتے ہیں نہ کہ حدیث اورقرآن کی اور ہم مدرسہ میں جانے کی نوکری پاتے ہیں نہ پڑھانے کی اور امام شافعیؒ کے مذہب میں درست ہے آپ کے نزدیک قرآن وحدیث پراورامامت پراجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟اورایسے معاملات میں ایسی تاویل کرنا درست ہے یانہیں اورسورہ بقرۃ میں جواللہ تعالیٰ رکوع ۲۰ میں اور ۱۸میں ارشادفرماتاہےاس کی مصداق کون لوگ ہیں؟

﴿جواب﴾اجرت لیناتعلیم علوم دین پراصل حدیث سے نکلتا ہےاسی واسطےشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کےنزدیک درست ہےحنفیہ قدماءمنع کرتے تھےمتاخرین نے امام شافعیؒ صاحب کا مذہب اختیارکیا اورفتویٰ

---

(٦):فی الکوکب: فیجوز أخذ الأجرة علی تعلیم القرآن والوعظ والتأذین،ولا یجوز فی قراءة القرآن فی التراویح وعلی القبور لعدم الضرورة فیهما. (الکوکب الدری علی جامع الترمذی، ج: ۱،ص: ۲۳۵،ط،ندوة العلماء لکھنؤ، هند)

وفی رد المحتار: قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة: ان القرآن بالأجرة لایستحق الثواب لا للمیت ولا للقارئ، وقال العینی فی شرح الهدایة: ویمنع القارئ للدنیا، والآخذ والمعطی آثمان. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج: ۹، ص: ۷۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

جواز کا دیا(۷) بسبب اندیشہ تلف علم کے تاویلات کی حاجت نہیں ضرورت میں دوسرے مجتہد کا مذہب لینا جائز ہے(۸) آخر وہ بھی حدیث سے کہتا ہے سوقدیم مذہب حنفی تقویٰ ہے اور مذہب شافعیؒ عمل فتویٰ ہے اشتراء بآیات اللہ جو حرام ہے یہ ہے کہ روپیہ کے واسطے آیت کے معنی بدل دیویں جیسا یہود کرتے تھے(۹) یہ اب بھی حرام ہے باتفاق تمام امت کے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۷):وقال أبو حنيفة وأحمد: لا يجوز أخذ الأجرة على تعليم القرآن.....هذا أصل المذهب عند الحنفية والحنابلة، ولكن أفتى المتأخرون من الحنفية فى هذا الباب بقول الشافعية للضرورة، لما يخشى على هذه الوظائف الدينية من الضياع كما فى الهداية وغيرها. (تكملة فتح الملهم بشرح صحيح مسلم ، كتاب الطب، باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن والاذكار، ج:۴، ص: ۲۸۷، ۲۸۹ ، ط،داراحياء التراث العربى)

(۸):قال العلامة المحدث الكبير محمد فريد رحمه اللّٰه تعالٰى :قلت بتوفيقه نعم جاز الافتاء والقضاء بمذهب الغير عند الضرورة. قال العلامة الشامى فى ردالمحتار ص: ۲۳۹ ، جلد: ۴،وفى جامع الفصولين قد اضطرب آرء هم وبيانهم فى مسائل الحكم للغائب و عليه ولم يصف ولم ينقل عنهم اصل قوى ظاهر يبنى عليه الفروع بلا اضطراب ولا اشكال فالظاهر عندى ان يتأمل فى الوقائع ويحتاط ويلاحظ الحرج والضرورات فيفتى بحسبها جوازاً وفسادا (الى ان قال) دفعا للحرج والضرورات وصيانة للحقوق عن الضياع مع انه مجتهدفيه ذهب اليه الائمة الثلثة الخ. وفى المجلد الثالث ص: ۴۵۶، عن القهستانى لو افتى به (مذهب احمد) وفى موضع الضرورة لابأس به على ما اظن. فقط. (فتاوى فريديه، ج: ۱ ،ص: ۲۲۷)

(۹):فى فتح الرحمٰن: ﴿ولاتشتروا﴾ أى: ولاتستبدلوا. ﴿بايٰتى﴾ بالقرآن والايمان بمحمد ﷺ. ﴿ثمنا قليلاً﴾ أى: عرضاً يسيراً من الدنيا، وذلک أن رؤسا اليهود وعلماء هم كانت لهم مآكل يصيبونها من سفلتهم وجهالهم، يأخذون منهم كل عام شيئا معلوما من زرعهم وضروعهم ونقودهم، فخافوا ان هم بينوا صفة محمد ﷺ، وتابعوه، أن تفوتهم تلک المآكل، فغيروا نعته، وكتموا اسمه، واختاروا الدنيا على الآخرة. (فتح الرحمٰن فى تفيسرالقرآن، سورة البقرة تحت آية: ۴۱، ج: ۱ ، ص: ۹۲، ط، نور الدين طالب بيروت لبنان)

وعظ کرنے کے لئے نذرانہ لینا

﴿سوال﴾ واعظ کو وعظ کہنے پر لینا کیسا ہے یعنی بغیر لیے وعظ نہیں کہتا؟

﴿جواب﴾ وعظ کی اجرت کو بھی بسبب ضرورت کے متاخرین نے جائز لکھا ہے(۱۰)۔فقط۔

دلالی کی اجرت لینا

﴿سوال﴾ کسی سے کہا کہ اگر تیرا معاملہ کرادوں تو اپنی دلالی لوں گا یہ درست ہے یا نہیں اور بائع مشتری کو اس کی اطلاع دینی ضروری ہے یا ایک سے ٹھہرالینا کافی ہے پھر اگر دونوں سے خفیۃً یا صراحۃً ٹھہرالے کرلے لیوے تو کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ اجرت دلالی کی درست ہے مگر فریب دھوکہ نہ ہو(۱۱)۔فقط۔

---

(۱۰):فی الکوکب: فیجوز أخذ الأجرة علی تعلیم القرآن والوعظ والتأذین.
(الکوکب الدری علی جامع الترمذی، ج: ۱، ص: ۲۳۵،ط، ندوة العلماء لکھنؤ، هند)

وفی الشامیة: قوله: (ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن الخ) قال فی الهدایة: وبعض مشایخنا رحمهم اللّٰه تعالی استحسنوا الاستئجار علی تعلیم القرآن الیوم لظهور التوانی فی الأمور الدینیة، ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن، وعلیه الفتوی اهـ. وقد اقتصر علی استثناء تعلیم القرآن أیضاً فی متن الکنز ومتن مواهب الرحمن وکثیر من الکتب، وزاد فی مختصر الوقایة ومتن الاصلاح تعلیم الفقه، وزاد فی متن المجمع الامامة، ومثله فی متن الملتقی ودرر البحار، وزاد بعضهم: الأذان والاقامة والوعظ. (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة والتهلیل ونحوه مما لاضرورة الیه، ج: ۹، ص: ۷۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۱):فی الشامیة:قال فی التاتر خانیة:وفی الدلال والسمسار یجب أجر المثل،=

باغ کو سیراب کرنے کی اجرت

﴿سوال﴾ باغ سے پانی سینچنا مکان اپنے پاس سے خس پوش کرنا کسی کو پانی بقدر ضرورت معلوم دیا کرنا ایک جماعت کو شکم سیر کھانا معین قسم کا کھلایا کرنا کسی مکان کی روشنی یا صفائی کا اجارہ لینا جائز ہے یا نہیں اس وجہ سے کہ یہ سب اموال اگرچہ غیر معین ہیں مگر وسائل و ذرائع و آلات میں نہ معقود علیہ ہے بلکہ معقود علیہ اثر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿جواب﴾ پہلے مسئلہ میں اگر یہ صورت ہے کہ زید کو اجیر خاص بنایا کہ تالاب چاہ سے پانی باغ میں دیا کرے تو درست ہے کہ زید کے سب منافع ملک مستاجرہ کی ہوئی اب جو کام کرتا ہے وہ ملک مستاجر ہووے گا استاجر لیصید له او لیحتطب فان وقت لذالک وقتا جائز ذٰلک الخ درمختار (۱۲). اور یہ جو صورت ہے کہ زید کا شرب یا نہر مملوک کو اجارہ لیا کہ باغ کو پانی دیا جائے تو یہ اجارہ فاسد ہے لم یصح اجارة الشرب بوقوع الاجارة علی استهلاک العین الکخ رد المحتار (۱۳). مگر جو نہر

=وما تواضعوا علیه أن فی کل عشرة دنانیر کذا فذاک حرام علیهم. وفی الحاوی: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجو أنه لابأس به. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الاجارة، باب ضمان الأجیر، مطلب فی أجرة الدلال، ج: ۹، ص: ۸۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الاجارة، الفصل الخامس العشر فی بیان مایجوز من الاجارات ومالایجوز، نوع فی الاستیجار علی الأفعال المباحة الخ، ج: ۱۵، ۱۳۷، ط، مکتبة زکریا دیوبند)

(۱۲):(الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی استئجار الماء مع القناة واستئجار الاجام والحیاض للسمک، ج: ۹، ص: ۸۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۳):(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج: ۹، ص: ۸۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

کی ارض کو بھی اجارہ لیوے تو فتویٰ جواز پر ہے **جاز اجارة القناة والنهر مع الماء به يفتى لعموم البلوىٰ در مختار** (۱۴). دوسرے مسئلہ میں مکان خس پوش ہوتا ہے معقود ہے پس اگر شرط خس کی اجیر پر ہووے جائز ہے کہ آلات وغیرہ عمل میں داخل ہیں بشرطیکہ تحدید ہو جاوے جیسا مسئلہ صاع میں ہے پانچویں چھٹے مسئلہ کا بھی یہی حال ہے بشرط تعین کی تیسرے مسئلہ میں اگر تعین آب واجرت ہوگئی تو درست ہے مگر چوتھے مسئلہ شکم سیر کھلانے میں درست نہیں کیونکہ معقود علیہ سیری نہیں سیری قول اجیر سے نہیں ہوتی بلکہ کھانے سے ہوتی ہے یہاں معقود علیہ طعام ہے وہ اجارہ ہلاک کا ہے اور نرخ منع کا حیلہ کیا جاوے تو منع مجہول ہے کہ اشتہار ہر ایک کی مختلف ہوتی ہے بہر حال یہ صورت فاسد غیر مشروع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سواری کو کرایہ پر دینا

﴿سوال﴾ زید نے بکر سے ایک جہاز جس پر مال بھرا تھا خرید ا پھر اس جہاز کے مالک سے بایع ہو یا اور کوئی جہاز کرایہ یا باعارہ لے لیا اب ضروری نہیں ہے کہ مال اتار کر پھر اس پر لادا جاوے بلکہ وہی عقد اجارہ جہاز قبضہ متصور ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اجارہ مرکب کا درست ہے کہ مشہور بحق غیر نہیں خود مستاجر ہی کا مال اس میں ہے اور جب جہاز کا کرایہ ہو کر قبضہ میں مستاجر کے آ گیا تو وہی قبضہ قبضہ مبیع کا بھی ہوگیا کیونکہ تخلیہ مبیع کا مشتری کی طرف ہوگیا **کذا فی الدرالمختار ثم التسليم يكون بالتخلية علىٰ وجه من القبض بلا مانع ولا حائل** (۱۵) **انتهٰی**. واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۴):(الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج: ۹، ص: ۸۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۵):(الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب البيوع، فصل فيما يدخل في البيع تبعا ومالايدخل، ج: ۷، ص: ۹۴، ۹۶، ۹۷، ط، دار عالم الكتب رياض)

درخت کو کرایہ پر دینا

﴿سوال﴾ درخت کا اجارہ جائز ہے یا نہ اس لئے کہ نصوص شبہ اجارہ عموم واطلاق پر شاہد ہیں پر باوجود عرف عام وحاجت ورسد بلوی واعراض اجارہ تخصیص واتباع کی کیا حاجت؟

﴿جواب﴾ درخت کا اجارہ درست نہیں (۱۶) کیونکہ اجارہ منافع کا ہوتا ہے اعیان وزوائد کی بیع ہوتی ہے پس درخت کو اگر کوئی اجارہ لے دے گا تو غرض اس کے ثمر کی تحصیل ہے سو وہ زوائد میں ہیں نہ منافع میں تو وہ فی الحقیقت بیع ہوئی اور بیع معدوم ناجائز ہے (۱۷) اور ارض زراعت کا قیاس نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ارض

---

(۱۶):فی الشامية: وانما لايصح استئجار الأشجار أيضاً لما مر أنها تمليك منفعة، فلو وقعت على استهلاک العين قصداً فهی باطلة. قال الرملی وسيأتی فی اجارة الظئر أن عقد الاجارة على استهلاک الأعيان مقصوداً، كمن استأجر بقرة ليشرب لبنها لايصح، وكذا لو استأجر بستاناً ليأكل ثمره. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الاجارة، ج: ۹، ص: ۱۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

سئلت فيمن استأجر بستاناً ليأكل ثمرة أشجارة من نخل وزيتون: هل يجوز ذلک؟ فأجبت: بأنه لايجوز، وسند ذلک ما فی شرح الطحطاوی رحمه اللّٰه تعالیٰ: الاجارة على استهلاک الأعيان باطلة، كما لو استأجر كرما معلومة ليأكل ثماره، أو استاجر غنما ليأكل لبنها وسمنها، أو استأجر المرعیٰ ليرعی البهائم، وما أشبه ذلک، لم تصح الاجارة فهذا صريح فی أن الاجارة باطلة. (الفتاوی الكاملية، ص: ۱۹۱، كتاب الاجارة، مكتبه حقانيه پشاور بحواله حاشية فتاوی محموديه، ج: ۱۶، ص: ۵۵۹)

(۱۷):فی الشامية: قال فی الفتح : لاخلاف فی عدم جواز بيع الثمار قبل ان تظهر..الخ.(ردالمحتارعلى الدر المختار، ج: ۷، ص: ۸۵،ط،دارعالم الكتب رياض)

وقال العينی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وبيع الثمارقبل الظهورلايجوزبالاجماع. (البنايه شرح الهداية، ج:۷،ص:۳۷،ط،دارالكتب العلميةبيروت لبنان)

منافع مقصود ہیں زراعت تخم سے نکلتی ہے۔ پس زراعت زوائد نہ ہوئی۔ بلکہ تخم ملک مستاجر کا نما ہے زمین کے منافع اجارہ لئے گئے ہیں۔ اور بس پس صاف ظاہر ہوا کہ اجارہ اشجار اجارہ نہیں بلکہ بیع بلفظ اجارہ ہے اور بیع باطل ہوتی ہے بسبب معدوم ہونے بیع کے پس دلائل ونصوص شبہ اجارہ اپنے عموم پر ہیں تخصیص کی ضرورت نہیں اور بلویٰ خلاف نصوص قابل اعتبار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

غیر مسلم کے پاس ملازمت

﴿سوال﴾ عام کفار کے یہاں کی عام نوکری جائز ہے یا نہیں؟ نصاریٰ کے یہاں کی وہ نوکری کرنا کہ جس کی تنخواہ چنگی سے ملتی ہو۔ جیسے طبیب وغیرہ تو یہ نوکری جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ کفار کی نوکری جس میں خلاف شرع نہ ہو درست ہے اور باقی ناجائز، (۱۸) اور چنگی سے تنخواہ لینی طبیب کو درست ہے۔ فقط۔

---

(۱۸): سوال: مسلمان کے لئے کافر کی ملازمت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قال فی الخانیة آجر نفسه من نصرانی ان استاجره بعمل غیر الخدمة جاز وان اٰجر نفسه الخدمة قال الشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل لایجوز وذکر القدوری انه یجوز وفی الذخیرة فی الفصل السابع فی الاجارة فی خدمة المسلم اذا اٰجر نفسه من کافر للخدمة یجوز باتفاق الروایات وان کان یستخدمه قهراً بعقد الاجارة الا انه یستوجب علیه عوضاً من کل وجه علی سبیل العهد فینتفی الذل وینبغی اعتماد هذا کما لایخفی وقد انهم کلام صاحب الذخیرة انه لاخلاف فی المسألة وظاهر کلام المصنف ایضاً انه لاخلاف فیما ذکره ای من عدم الجواز لجزمه به وفی البزازیة اٰجر نفسه لکافر للخدمة یجوز ویکره وقال الفضلی یجوز فیما هو کزراعة لافیما هو ذل کالخدمة اه من حواشی الاشباه للعلامة الحموی اقول وما احسن ما قاله الفضلی من التفصیل وما القیه بمقام سلم من الشرف والعز والرفعة. (فتاوی کاملیة ص: ۱۹۷) =

سود کھانے والے کے پاس ملازمت

﴿سوال﴾ بیاج ورشوت خور کی نوکری درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جس کے گھر کا مال حرام ہو اس کے یہاں نوکری ودعوت وغیرہ سب حرام ہیں (۱۹)۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

= عبارات مرقومہ سے معلوم ہوا کہ کافر کی ملازمت کسی ایسے کام کے لئے جس میں مسلمان کی ذلت نہ ہو باتفاق جائز ہے اور جس میں ذلت ہو کافر کی خدمت یا اس کے جانوروں وغیرہ کی خدمت یہ مکروہ ہے اور ضرورت شدیدہ بہرحال مستثنیٰ ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (امداد المفتین، کتاب الاجارات، ص:۷۲۱، ط، دار الاشاعت کراچی)

(۱۹): عن عمران بن حصين قال: نهى رسول الله ﷺ عن اجابة طعام الفاسقين. (المعجم الكبير للطبرانی، ج: ۱۸، ص: ۱۶۸، رقم: ۳۷۶، ط، مكتبة ابن تيمية القاهرة)

فی الهندية: اكل الربا وكاسب الحرام أهدى اليه أو أضافه وغالب ماله حرام لايقبل ولايأكل مالم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه، أو استقرضه. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضافات، ج: ۵، ص: ۳۴۳)

فی الدرالمختار: الحرام ينتقل..... وفی حظر الأشباه: الحرمة تتعدد مع العلم.

وفی الشامية تحته: قوله: الحرمة تتعدد الخ نقل الحموی عن سيدی عبدالوهاب الشعرانی أنه قال فی كتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدی ذمتين. سألت عنه الشهاب ابن الشلبی فقال: هو محمول علی ما اذا لم يعلم بذلك، أما لو رأى المكاس مثلاً يأخذ من أحد شيئاً من المكس ثم يعطيه آخر ثم يأخذ من ذلك الآخر فهو حرام اهـ. (رد المحتار علی الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد، ج: ۷، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

رہن شدہ چیز کا کرایہ لینا

﴿سوال﴾ اس مکان کو کرایہ پر لینا جو کسی کے پاس گروی ہو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مرتہن سے مکان کرایہ پر لینا بشرط رضا مندی راہن کے درست ہے اور مستاجر کو اس میں رہنا جائز ہے مگر اجرت اس کی ملک راہن کی ہے نہ مرتہن کی اگر مرتہن اس کو اپنے تصرف میں لاوے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔ مستاجر پر کچھ گناہ نہیں البتہ دین میں محسوب کرلیوے تو درست ہے (۲۰)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مکان کو رہن رکھ کر مالک کی اجازت سے کرایہ پر لینا

﴿سوال﴾ مکان کو گروی رکھنا اور اس کا کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مکان کا گروی رکھنا اور اس کو بشرط رضا مندی مالک کے کرایہ پر لینا جائز ہے اور کرایہ اس کا ملک مالک کی ہے نہ مرتہن کی (۲۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مکان کو ناجائز کاموں کے لئے کرایہ پر دینا

﴿سوال﴾ مکان وغیرہ ایسے لوگوں کو کرایہ پر دینا کہ جو شراب و دیگر محرمات اس میں فروخت

(۲۰/۲۱):فی الهندية: وان آجر المرتهن من أجنبی بأمر الراهن يخرج من الرهن وتكون الاجرة للراهن. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الرهن، الباب الثامن فی تصرف الراهن أو المرتهن فی المرهون، ج: ۵، ص: ۴۶۴)

وفی التاتارخانية: واذا آجر المرتهن الرهن من اجنبی بغير امر الراهن فالغلة للمرتهن، ويتصدق بها عند ابی حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ: وفی الخانية: و للمرتهن ان يعيدها فی الرهن. وان كان الراهن أذن له فی ذلک كان الاجر للراهن.الخ. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الرهن، الفصل الثامن فی بيان تصرف الراهن والمرتهن، ج: ۱۸، ص: ۵۶۲، ۵۶۳، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

کرتے ہوں یا خود افعال خلاف شرع ممنوعات اس میں کریں یا کفار کہ وہ اس میں بُت پرستی کریں منع اور داخل اعانت علی المعصیت ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ایسے کو کرایہ پر دینا مکان کا درست نہیں حسب قول صاحبین کے اور امام صاحب کے قول سے جواز معلوم ہوتا ہے کہ مکان کرایہ پر دینا گناہ نہیں گناہ بفعل اختیاری مستاجر کے ہے مگر فتویٰ اسی پر ہے کہ نہ دیوے کہ اعانت گناہ کہ ہے(۲۲)۔ لاتعاونوا علی الاثم والعدوان (۲۳). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۲):فی الهداية: قال: ومن آجر بيتا ليتخذ فيه بيت نار او كنيسة او بيعة او يباع فيه الخمر بالسواد فلا بأس به. وهذا عند أبی حنيفة وقالا لاينبغی ان يكريه لشئ من ذلک لانه اعانة علی المعصية.الخ.

وقال العلامة عبدالحكيم الشاوليكوتی فی حاشية الهداية: وقالا لاينبغی آه وبقولهما قالت الأئمة الثلاثة وهو الراجح رجحه شيخ الاسلام فی المحيط وكذا رجحه فی الذخيرة واليه مال المحقق ابن الهمام فی الفتح وقال ان دليل الهداية من جهة قول الامامؒ ينتقض بكثير من المسائل المسلمة الاتفاقية آه وقال فی المحيط هذا الخلاف فيما اذا آجرها لسكنی ثم صنع الذی فيها بيت نار او كنيسة او باع فيها خمرا اما الاستيجار ابتداء لبيعة او كنيسة او بيع خمر فلايجوز بالاتفاق ۱۲ فتح القدير. (الهداية مع الحاشية نصب الخباء فی تعين ما علی الفتوی لعبد الحكيم الشاوليكوتی، كتاب الكراهية، فصل فی البيع، ج: ۴، ص: ۴۷۰، ط، امير حمزة كتب خانه كانسی روڈ كوئٹه)

(۲۳):(سورة المائدة: ۲)

ناجائز اشیاء بیچنے والوں کو مکان دکان کرایہ پر دینا

﴿سوال﴾ نشہ فروش کو واسطے فروخت مسکرات کے مکان یا دوکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں اور اس میں حنفیہ کا مذہب اصح کیا ہے؟

﴿جواب﴾ اصح اور فتویٰ اس پر ہے کہ نہ دیوے (۲۴)۔ فقط۔

زمین کو کرایہ پر دینا

﴿سوال﴾ زمین کرایہ پر دینا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زمین کو کرایہ پر دینا درست ہے خواہ نقد سے دیا جاوے خواہ غلہ سے مگر غلہ اس زمین کا نہ ٹھہرانا چاہئے بلکہ مطلق ہونا چاہئے جس جگہ کا چاہے ہو (۲۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کھیت کی عملداری کرنا

﴿سوال﴾ اگر عملداری زمیندار نے کھیت کی کردی بعد جبکہ اناج تیار ہوا تو اتنا ہو کہ جتنی زمیندار نے عملداری کی تھی اور اس نے وہ اناج اپنے حصہ کا لے لیا اور جو حصہ کاشتکار کا تھا اس کو کچھ بھی نہ بچا کیونکہ کاشتکار کی رضامندی سے عملداری ہوئی تھی تو یہ اناج زمیندار کو لینا جائز ہے یا نہیں یا کاشتکار کو کس قدر دینے سے جواز ہوگا اور اگر اتنا اناج پیدا ہو کہ نہ حصہ زمیندار کے موافق ہے یعنی بعد ہونے عملداری کے ورضامندی

---

(۲۴): دیکھئے حاشیہ نمبر ۲۲۔

(۲۵): في البحر: يجوز استئجار الأرض للزراعة ان بين ما يزرع فيها أو قال على أن يزرع فيها ما يشاء لأن منفعة الأرض مختلفة. (البحر الرائق، باب ما يجوز من الاجارة ومايكون خلافاً فيها، ج: ۸، ص: ۱۷، ۱۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى التاتارخانية: ولو استأجر حانوتا بنصف ما ربح منه، فالاجارة فاسدة. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الاجارة، الفصل الخامس عشر، فى بيان قفيز الطحان، ج: ۱۵، ط، ۱۱۵، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

فریقین کے اناج جووزن کیا تو دونوں فریق کے حصہ سے کم ہے جب کہ ایک کا حصہ بھی پورا نہ ہوا تو اس اناج کا کیا کیا جاوے کہ جو عندالشرع جائز ہو؟

﴿جواب﴾ عملداری کے معنی کیا ہیں اگر اجارہ کے ہیں تو یہ اجارہ درست ہے اور جس قدر پر ہوگیا ہے اس قدر زمیندار لے سکتا ہے کاشتکار کو کچھ بچے یا نہ بچے اور اجارہ کی زمین میں کچھ بھی پیدا نہ ہوا تب بھی کاشتکار کے ذمہ اس کا پورا کرنا ضروری ہے جہاں سے چاہے پورا کرے اگر مطلقاً کچھ پیدا نہ ہو تب بھی کاشتکار اپنے پاس سے وہ اجارہ پورا کرے گا ہاں اگر زمین بٹائی پر دی گئی ہے تب حسب حصہ اس کی پیداوار سے لے سکتا ہے نہ زیادہ (۲۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

فرائض پورے ادا نہ کر کے تنخواہ لینا

﴿سوال﴾ عالم اگر نماز میں سستی کرتا ہو اور ترک جماعت بھی کرتا ہو اور کام متعلقہ خواندگی مدرسہ کا تین بجے شام سے کرلے اور چار بجے بند کردے اور سات آٹھ بجے صبح سے کام شروع کرے اور دس بجے مدرسہ بند کردے اور مہتمم مدرسہ و نیز طلبہ بھی شاکی ہوں کہ خواندگی نہیں ہوتی تو ایسے عالم کو باعمل کہا جاوے یا بے عمل؟

---

(۲۶):فی ملتقی الابحر: وصح استئجار الدار والحانوت وان لم یذکر ما یعمل فیه وله أن یعمل کل شیء سوی ما یوهن البناء کالحدادة والقصارة والطحن واستئجار الأرض للزرع ان بین ما یزرع أو قال علی أن یزرع ما شاء. (ملتقی الأبحر مع مجمع الانهر، کتاب الاجارة، باب مایجوز من الاجارة ومالایجوز، ج: ۳، ص: ۵۲۱، ۵۲۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفیه ایضاً:هی عقد علی الزرع ببعض الخارج وهی فاسدة وعندهما جائزة وبه یفتی.

وفی مجمع الانهر تحته: (وهی) أی المزارعة (فاسدة) عند الامام...... (وعندهما جائز وبه) أی بقولهما (یفتی) لتعامل الناس. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب المزارعة، ج: ۴، ص: ۱۴۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

﴿جواب﴾خلاف قاعدہ مقررہ ایسا کرنا خیانت ہے اور اجرت میں کراہت ہووے گی بلکہ دفعات مقررہ مدرسہ کے موافق کرنا واجب ہے(۲۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اجرت میں فاسد شرط نہ کرنی چاہیے

﴿سوال﴾ یہ شرط اگر چند روز پہلے نوکری کے اطلاع نہ دو گے تو اس قدر جرمانہ دینا ہوگا۔متمات عقد سے ہے اور لازم؟

﴿جواب﴾ اجارہ شرط فاسد سے فاسد ہوجاتا ہے اور یہ شرط خلاف مقتضائے عقد کی ہے لہٰذا عقد کو فاسد کردیوے گی اس کا ذکر نہ کرنا چاہیے تفسد اجارة بالشروط المخالفة لمقتضٰی العقد درمختار (۲۸). اور یہ شرط ظاہر ہے کہ اجیر کو مضر اور مستاجر کو نافع ہے اور عقد کے خلاف ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کسی کو مال دیکر مقررہ قیمت سے کم وزیادہ لینے کی اجازت دینا

﴿سوال﴾ زید نے بکر کو کچھ مال دیا کہ بیچے اور قیمت قرارداده سے جو کم بیش ہو وہ بکر کا ہے اور بکر

---

(۲۷):فی التاتارخانية: وفی فتاوی الفضلی: اذا استأجر رجلا یوما لیعمل کذا فعلیه أن یعمل ذلک العمل الی تمام المدة، ولایشغل بشئ آخر سوی المکتوبة. (الفتاوی التاتارخانية، کتاب الاجارة، الفصل الثالث فی بیان اوقات التی یقع علیها عقدالخ، ج: ۱۵، ص: ۳۰، ط، مکتبة زکریا دیوبند)

والاجارة لاتخلوا من وجهین: اما تقع علی وقت معلوم أو علٰی عمل معلوم، فان وقعت علٰی عمل معلوم فلاتجب الأجرة الا باتمام العمل. (النتف فی الفتاوی، کتاب الأجارة، ص: ۳۳۸، ط، المکتبة الحقانية محله جنگی بشاور باکستان)

(۲۸):(الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج: ۹، ص: ۶۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

ہلاک واستہلاک میں ضامن ہے اور نہ زید وبکر دونوں کو اختیار ہے کہ جب چاہیں مال واپس کر دیں؟

﴿جواب﴾ یہ صورت اجارہ فاسد کی ہے بکر اجیر ہے اور قیمت مقررہ سے جو زیادہ فروخت کر کے اس کی اجرت ہووے گی۔ وہ زیادہ مجہول ہے اور سب کتب میں مذکور ہے کہ اجارہ اجرت مجہولہ کا فاسد ہے(۲۹) اجیر امین ہے امانت میں شرط ضمان باطل کذا قالو اپس اگر بکر نے وہ شئ فروخت کر دی سب ثمن زید لیوے اور اجرت مثل بکر کو دیوے اور ہلاک کی صورت میں ضمان باطل ہے(۳۰) استہلاک میں البتہ بسبب تعدی کے ضمان ہووے گا(۳۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۹):فی الدرالمختار: وتفسد بجهالة المسمى كله أو بعضه كتسمية ثوب أو دابة أو مائة درهم على أن يرمها المستأجر لصيرورة المرمة من الأجرة فيصير الأجر مجهولاً، وتفسد بعدم التسمية أصلاً. (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج: ۹، ص: ۶۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳۰):الأجير الخاص أمين. فلايضمن المال الهالک بيده بغير صنعه وكذلک لايضمن المال الهالک بعمله بلاتعد.

الأجير الخاص أمين بالاتفاق أما الأجير المشترک فيعد أميناً عند الامام فقط وبالاتفاق لايضمن الأجير الخاص والأجير المشترک المال الهالک بيده بغير صنعه يعني بدون سبق عمل منه وان شرط الضمان ولاتنقص أجرة الأجير الخاص بهلاک بعض المال لأن الأجير الخاص يستحق الأجرة بكونه حاضراً ومهيأً للعمل. (دررالحكام شرح مجلة الأحكام، كتاب الأجارة، الفصل الثالث فی حق ضمان الأجير، ج: ۱، ص: ۱۱۷، المادة ۶۱۰، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا فی ملتقى الأبحر مع مجمع الانهر، كتاب الأجارة، ج: ۳، ص: ۵۴۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳۱):لو تلف المستأجر فيه بتعدى الأجير أو تقصيره يضمن. =

ملازمین کا ایام رخصت کی تنخواہ بلا مالک کی اجازت کے لینا

﴿سوال﴾ ایک نوکر اپنے گھر بضرورت دس بارہ روز کی رخصت پر آیا تھا نہ اس کا ارادہ نوکری چھوڑنے کا تھا نہ آقا نے حساب کر کے بیباق کیا جس سے علیحدگی سمجھی جاتی اور وہ شخص گھر آتے ہی بیمار اور قریب ایک ماہ کے بیمار رہا اور ایسی صورت میں اتنی رعایتی رخصت مل جانے کا قاعدہ بھی نہ تھا۔ پس صورت مرقومہ بالا میں بلا کئے کام ایام مرض کے نوکری لے سکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جس دن وہاں سے آیا ہے اس دن سے تنخواہ بلا رضا مندی آقا نہیں لے سکتا (۳۲)۔

= القاعدة الأولى: اذا تلف المستأجر فيه أو فقد بتعدى الأجير أى الأجير الخاص أو المشترک أو تقصيره فى أمر المحافظة ضمن سواء أكانت الاجارة صحيحة أو فاسدة. لأن المستأجر فيه أمانة فى يد الأجير ويكون مضموناً بالتعدى والتقصير. (دررالحكام شرح مجلة الأحكام، كتاب الأجارة، الفصل الثالث فى حق ضمان الأجير، ج: ١، ص: ٧٠٣، المادة :٦٠٧، دار عالم الكتب رياض)

(۳۲):فى الهندية: رجل استأجر عبدا من رجل كل شهر بدرهم مثلاً فمرض العبد ولم يقدر على مثل ما كان يعمل الا أنه قد يعمل عملاً دون العمل الذى كان يعمل فى الصحة فله أن ينقض الاجارة وان لم ينقضها حتى مضى الشهر لزمه الاجر وان مرض مرضا لايقدر على شئ من العمل فلا أجر عليه كذا فى الذخيرة. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الاجارة، الباب التاسع فى فسخ الاجارة بالعذرالخ، ج: ۴، ص: ۴٦٢)

ملفوظ

قرآن شریف پڑھانے کی اجرت ختم قرآن میں شیرینی مسجد کے مال سے دینا

﴿۱﴾ قرآن شریف پڑھانے کی اجرت لینی درست ہے (۳۳) مگر رمضان شریف میں جو قرآن شریف تراویح ونوافل میں سنایا جاتا ہے اس کی اجرت لینی دینی دونوں حرام ہیں (۳۴) اور آمدنی مسجد سے یہ

---

(۳۳): وقال شیخ مشایخنا الأنور رحمه اللّٰه تعالیٰ فی العرف الشذیّ (ص: ۱۱۴ فی أبواب الأذان): "نهی المتقدمون عن أخذ الأجرة علی الأذان والامامة والتعلیم، وأجازالمتأخرون. (تکملة فتح الملهم بشرح صحیح مسلم، کتاب الطب، باب جواز أخذ الأجرة علی الرقیة بالقرآن والاذکار، ج:۴، ص: ۲۸۹، ط،داراحیاء التراث العربی بیروت، لبنان)

فی ملتقی الأبحر: لا أخذ أجرة عسب التیس علی الطاعات کالأذان والحج والامامة وتعلیم القرآن والفقه أو المعاصی کالغناء والنوح والملاهی ویفتی الیوم بالجواز علی الامامة وتعلیم القرآن والفقه.

وفی مجمع الأنهر تحته: (ویفتی الیوم بالجواز) أی بجواز أخذ الأجرة (علی الامامة وتعلیم القرآن والفقه) والآذان کما فی عامة المعتبرات. وهذا علی مذهب المتأخرین من مشائخ بلخ، استحسنوا ذلک. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الاجارة ۵۳۲، ۵۳۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۳۴): فی الکوکب: فیجوز أخذ الأجرة علی تعلیم القرآن والوعظ والتأذین، ولا یجوز فی قراءة القرآن فی التراویح وعلی القبور لعدم الضرورة فیهما. (الکوکب الدری علی جامع الترمذی، ج: ۱، ص: ۲۳۵، ط،ندوة العلماء لکهنؤ، هند)

خرچ اور بھی زیادہ بُرا ہے بلکہ متولی پر اس کا ضمان آوے گا یعنی جس قدر اس کام میں مال مسجد سے صرف کر دیا ہے اس کے ذمہ ہے کہ پھر اپنے پاس سے وہ روپیہ مسجد میں دے۔ ایسے ہی ختم قرآن میں شیرینی وغیرہ اپنے پاس سے دے تو درست ہے اگر اس کو ضروری نہ خیال کریں مگر مال مسجد سے یہ اخراجات ہرگز روا نہیں ہیں (۳۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۳۵): سوال: ماہ رمضان میں ختم قرآن پر مسجد کو سجایا، روشنی کرنا اور قراءت کا مقابلہ وغیرہ کرنے کے بعد مٹھائی تقسیم کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: مسجد میں چراغاں کرنا اِسراف ہے، اور کسی حال جائز نہیں، قراءت کا مقابلہ اگر بچوں میں قرآن کریم کی ترغیب کی غرض سے ہو تو اس کی گنجائش ہے، لیکن آج کل اس طرح نام ونمود اور تفاخر کی غرض سے جو مقابلے منعقد کئے جاتے ہیں، ان سے احتراز لازم ہے۔ جہاں تک مٹھائی تقسیم کرنے کا تعلق ہے، اس کا مسئلہ یہ ہے کہ مسجد کی رقم سے مٹھائی تقسیم کرنا جائز نہیں، ہاں! اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے مٹھائی تقسیم کرے اور اسے مسنون اور لازم بھی نہ سمجھے تو اس کی گنجائش ہے۔ (فتاوی عثمانی، کتاب السنۃ والبدعۃ، ج:۱، ص:۱۰۲، ط، مکتبہ معارف القرآن کراچی)

باب فیصلہ اور حکم کرنے کے مسائل

حَکَم سے حُکم سے کب پھر سکتے ہیں

﴿سوال﴾ جب کسی شخص کو کسی معاملہ میں پنچ اور حکم کر دیا ہو بعد اس کی تجویز کے اور پنجایت کے پھر جانیکا اختیار کسی کو شرعاً ثابت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حُکم حَکَم سے پہلے پھر جانا ایک جانب کا یا دونوں کا درست ہے مگر بعد حکم کرنے کے نہیں پھر سکتا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱): فی ملتقی الأبحر: ولو حکم الخصمان من یصلح قاضیا لیحکم بینهما صح ونفذ حکمه علیهما.....ولکل منهما أن یرجع قبل حکمه لا بعده.

وفی مجمع الانهر: (لا بعده) أی لایصح الرجوع بعد حکمه لأنه صدر عن ولایته علیهما کالقاضی اذا قضی ثم عزل لایبطل قضاؤه. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب القضاء، فصل فی التحکیم، ج: ۳، ص: ۲۴۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار، کتاب ادب القاضی، فصل فی التحکیم، ج: ۲، ص: ۹۳، ۹۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

کتاب الرہن

رہن کے مسائل

رہن شدہ چیز سے نفع اٹھانا

﴿سوال﴾ جولوگ زمین رہن رکھتے ہیں اوراس کا نفع کھاتے ہیں شرعاً جائز ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ جوشخص اس شرط پر رہن رکھتے ہیں کہ اس کا نفع خود حاصل کریں اور قرض میں وضع نہ کریں وہ ربواخور کے حکم میں ہیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رہن شدہ چیز سے نفع اٹھانا

﴿سوال﴾ مکان گردی رکھنا اور خود اس گھر میں رہنا جائز ہے یانہیں؟

---

(۱):فی الدرالمختار: لاانتفاع به مطلقاً لاباستخدام ولاسکنی ولالبس ولااجارة ولا اعارة سواء کان من مرتهن أو راهن الا باذن کل للآخر، وقیل: لایحل للمرتهن لأنه ربواً، وقیل ان شرطه کان ربواً، والا لا. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الرهن، ج: ۱۰، ص: ۸۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

فی ملتقی الأبحر: ولیس للمرتهن الانتفاع بالرهن، ولااجارته، ولااعارته، ویصیر بذلک متعدیاً ولایبطل به الرهن.

وفی مجمع الأنهر تحته: لیس للمرتهن الانتفاع باجارة أو باعارة اذا لم یکن له الانتفاع بنفسه، فلایکون مالکاً لتسلیط الغیر علیه الا باذن الراهن، وفی المنح وعن عبداللّٰه بن محمد بن مسلم السمرقندی، وکان من کبار علماء سمرقند أن من ارتهن شیئاً لایحل له أن ینتفع بشیء منه بوجه من الوجوه. الخ. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الرهن، ج: ۴، ص: ۲۷۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

﴿جواب﴾ مرہون مکان کو اپنے تصرف میں لانا اور اس میں رہنا درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مکان رہن رکھ کر اس میں رہنا

﴿سوال﴾ ایک صاحب یہ کہتے ہیں کہ مکان گروی رکھ کر خود رہنا جائز ہے کیونکہ مشارق الانوار میں ایک حدیث شریف آئی ہے کہ گھوڑا یا گائے و بکری و بیل وغیرہ کا گروی رکھنا اور ان جانوروں کو دانہ گھاس کھلا کر گھوڑے بیل کی سواری کرنا اور گائے بکری کا دودھ پینا جائز ہے پس اس طرح پر اگر مکان گروی رکھا اور خود اس کی مرمت ٹوٹی پھوٹی کی کرتا رہا یا صرف لسائی پوتائی کرتا رہا تو اس کو رہنا جائز ہے اگرچہ اس کی مرمت میں تھوڑا ہی صرف ہو بندہ کی عرض ہے کہ یہ حدیث شریف آئی ہے یا نہیں اور کہنا ان صاحب کا صحیح ہے یا غلط؟

﴿جواب﴾ ان صاحب کا قول غلط ہے اور مطلب حدیث کا یہ ہے اگر راہن خود اپنے تصرف میں لاوے تو بشرط رضامندی مرتہن درست ہے یا یہ معنی ہیں کہ جس وقت راہن نے رہن رکھا اس وقت ان کے خیال میں بجز رہن کرنے کے اور کچھ نہ تھا بالکل کسی قسم کے تصرف کے شرط وغیرہ سے رہن معرا تھی پھر بعد تمام ہونے رہن کے اگر مرتہن باجازت راہن اس کو کام میں لاوے تو جائز ہے اور یہاں جو رہن ہوتی ہیں ان کا قیاس اس رہن پر جو حدیث شریف میں مذکور ہے درست نہیں کیونکہ یہاں انتفاع مرتہن معروف ہے اور معروف کالمشروط ہوتا ہے اور انتفاع مرتہن کے شئے مرہون سے حرام اور داخل ربوا ہے کیونکہ یہ منفعت خالی عن العوض اور قرض جر نفع سے ہے (۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲): فی البحر: ولاینتفع المرتهن بالرهن استخداماً وسکنی ولبساً واجارة واعارة لأن الرهن یقتضی الحبس الی أن یستوفی دینه دون الانتفاع فلایجوز الانتفاع الا بتسلیط منه، وان فعل کان متعدیاً ولایبطل الرهن بالتعدی. (البحر الرائق، کتاب الرهن، ج: ۸، ص: ۴۳۸، ۴۳۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۳): عن أبی هریرة، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لبن الدر یحلب بنفقته اذا کان مرهونا،=

مسکونہ مکان کو رہن دخلی لینے کا مطلب

﴿سوال﴾ مکان مسکونہ رہن دخلی لینا اور اس میں سکونت اختیار کرنا بلا کرایہ جائز ہے یا حکم سود میں

=والظهر يركب بنفقته اذا كان مرهونا، وعلى الذى يحلب ويركب النفقة. وفى البذل تحت هذا الحديث: وقد اختلف أهل العلم فى تأويله، فقال أحمد بن حنبل: للمرتهن أن ينتفع بالرهن بالحلب والركوب بقدر النفقة، وكذلك قال اسحاق، وقال أحمد: ليس له أن ينتفع بشىء منه غيرهما......وقال الشافعى وأبو حنيفة ومالك وجمهور العلماء: لاينتفع المرتهن من الرهن بشىء، بل الفوائد للراهن والمؤن عليه والحديث ورد على خلاف القياس من وجهين.....قال ابن عبدالبر: هذا الحديث عند جمهور الفقهاء ترده أصول مجمع عليها، وآثار ثابتة لايختلف فى صحتها، ويدل على نسخة حديث ابن عمر عند البخارى وغيره بلفظ: لاتحلب ماشية امرىء بغير اذنه، انتهٰى.

قال الحافظ فى الفتح: وأجاب الطحاوى عن الحديث: بأنه محمول على أنه كان قبل تحريم الربا، ولما حرم الربا حرم أشكاله من بيع اللبن فى الضرع، وقرض كل منفعة تجر ربا، قال: فارتفع بتحريم الربا ما أبيح فى هذا للمرتهن. انتهٰى. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الاجارة، باب فى الرهن، ج: ۱۱، ص: ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، رقم: ۳۵۲۶، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

وفى الكوكب: استدل بحديث الباب مجوز الانتفاع للمرتهن بالرهن، وليس بشىء، فان قول النبى ﷺ: "الظهر يركب، ولبن الدر يشرب" بلفظ المجهول يحتمل أن يكون اشارة الى الراهن أو الى المرتهن......ويمكن فى توجيهه أن يقال أيضا: ان النبى ﷺ حث الراهن والمرتهن كليهما على أمر هو أنفع لهما، وليس الخطاب خاصاً بأحدهما، والمعنى أنه لايحرم الانتفاع بالرهن للمرتهن مطلقاً، بل الحرمة مقيدة بما اذا=

ہے یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی ہے اور گناہ اس کا کبیرہ ہے یا صغیرہ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ مکان کو دخلی رہن لینا جائز ہے سود نہیں اس سبب سے کہ رہن کے بعد مرہونہ پر قبضہ کرنا جائز ہے اور سکونت وقیام کے معاوضہ میں مرمت مرتہن کرتا ہے اگرچہ مکان لیاقت پانچ روپیہ ماہوار کرایہ کی رکھتا ہے اور مرمت میں چار آنہ ماہوار خرچ ہوتا ہے تاہم جائز ہے بدیں وجہ کہ راہن نے فقط مرمت پر قناعت کی اسی کو کرایہ تصور کیا۔ فقط۔

﴿جواب﴾ انتقاع رہن سے حرام مثل ربوا کے ہے کسی فقیہ نے یہ نہیں لکھا کہ سکونت حلال ہے بلکہ قبض کہا ہے قبض کو سکونت لازم نہیں اور یہ سب صورت ناجائز اور حرام ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

چیز رہن رکھتے وقت رہن رکھانے والے کو ادائے خراج کا ذمہ دار بنانا

﴿سوال﴾ راہن جب زمین رہن کرتا ہے تو حاکم وقت خراج مرتہن سے لیتا ہے اگر مرتہن خراج

=لم يأذنه الراهن، فاذا أذنه فلايحرم اذا، ثم لما علم الراهن: جواز الاذن والمرتهن جواز الاستئذان حث المرتهن على أمر هو أنفع لصاحبه، فقال له: ان الأولى اذا انتفع المرتهن به أن يكون المرتهن هو المنفق عليها ليتعادل الطرفان فى حسن السلوك، وهذا اذا لم يكن الانتفاع مشروطاً فى الرهن ولايكون العرف جاريا بانتفاع المرتهن به فان المعروف كالمشروط ويلزم فيه الصفقتان فى صفقة وهو منهى عنه مع أن كل قرض جر نفعاً حرام أيضا. (الكوكب الدرى على جامع الترمذى، كتاب البيوع، باب الانتفاع بالرهن، ج: ۲، ص: ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ط، ندوة العلماء لكهنؤ الهند)

(۴):فى التبيين: ولاينتفع المرتهن بالرهن استخداما وسكنى ولبسا واجارة اعارة لان الرهن يقتضى الحبس الى أن يستوفى دينه دون الانتفاع فلايجوز الانتفاع الا بتسليط منه وان فعل كان متعديا ولايبطل الرهن بالتعدى. (تبيين الحقائق، كتاب الرهن، ج: ٦، ص: ٦٧، ط، مكتبة الكبرى الاميرية مصر/وفى غمز عيون البصائر شرح كتاب الأشباه والنظائر، كتاب الرهن، ج: ۳، ص: ۲۴۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

دینے میں کچھ عذر کرے تو مرتہن کا مال نیلام کر کے خراج وصول کیا جاتا ہے اگر مال نہ ہوتو زمین چھین لی جاتی ہے راہن سے کچھ مواخذہ نہیں ہوتا اور اگر زمین لیتے وقت راہن سے یہ کہا جاوے کہ اس کا خراج تمہارے ذمہ رہے گا تو وہ ہرگز ذمہ دار نہیں ہوتا بلکہ یہ شرط قرار پاتی ہے کہ نفع نقصان بذمہ مرتہن ہیں اور درمختار اور طحطاوی میں لکھا ہے کہ راہن کی اجازت سے مرتہن کو نفع جائز ہے اس قول پر فتویٰ ہے اور نفع نہ لینا اجازت سے بھی تقویٰ ہے۔ اور یہ قول تقویٰ بعض کا قول لکھا ہے اور زمین جب رہن لی جاوے ویران ہوتی ہے جب اس میں مشقت کی جاتی ہے جب اس میں پیدا ہوتا ہے اور بعض دفعہ نقصان بھی رہتا ہے۔ اس لئے نفع جائز ہے یا نہیں اور قول کتاب کیسا ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿جواب﴾ رہن کا انتفاع مرتہن کو جائز نہیں اگرچہ اس کا خراج بھی دیتا ہے اور طحطاوی میں جو لکھا ہے مسئلہ وہ نہیں ہے جو مسئول عنہا ہے بلکہ وہ ہے کہ جس وقت رہن رکھا ہے اس وقت راہن اور مرتہن کی نیت انتفاع کی نہ تھی پھر بعد کو اجازت دی گئی اور اگر وقت رہن رکھنے کے ارادہ انتفاع کا ہو یا شرط کر لی ہو یا عرف اس طرح ہو تو حرام ہے **المعروف کالمشروط** رہن بشرط انتفاع بالاتفاق حرام ہے اس میں کسی کو خلاف نہیں ہے (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۵): في الشامية: قوله: (كل قرض جر نفعاً حرام) أى اذا كان مشروطاً كما علم مما نقله عن البحر: وعن الخلاصة وفي الذخيرة: وان لم يكن النفع مشروطاً في القرض، فعلى قول الكرخي: لابأس به..... وعن عبدالله بن محمد بن أسلم السمرقندى، وكان من كبار علماء سمرقند: أنه لايحل له أن ينتفع بشئ منه بوجه من الوجوه وان أذن له الراهن، لأنه أذن له في الربا لأنه يستوفي دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً، فتكون ربا، وهذا أمر عظيم. (كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، مطلب: كل قرض جر نفعا حرام، ج: ۷، ص: ۳۹۵، ط، دار عالم الكتب رياض/وفي الكوكب الدرى على جامع الترمذى، كتاب البيوع، باب الانتفاع بالرهن، ج: ۲، ص: ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ط، ندوة العلماء لكهنؤ الهند)

مکان رہن لے کر رہنا یا کرایہ سے دینا

﴿سوال﴾ مکان رہن لے کر اس میں رہنا یا کرایہ کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مکان رہن میں رہنا حرام ہے(٦)۔فقط۔

---

(٦):فی الدرالمختار: لاانتفاع به مطلقاً لاباستخدام ولاسکنی ولالبس ولااجارة ولا اعارة سواء کان من مرتهن أو راهن الا باذن کل للآخر، وقیل: لایحل للمرتهن لأنه رباً، وقیل ان شرطه کان رباً، والا لا. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الرهن، ج: ١٠، ص: ٨٣، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی تحفة الفقهاء: لایجوز له أن ینتفع بالمرهون، نوع انتفاع، من الاستخدام والرکوب، ونحو ذلک. (تحفة الفقهاء، کتاب الرهن، حکم الرهن، ج: ٣، ص: ٤٢، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

کتاب بخشش کے مسائل

ملفوظ

﴿۱﴾ تملیک اور ہبہ میں بہت بڑا فرق ہے اور جو ہبہ کہ لفظ تملیک سے کیا جاوے اس کا حکم مثل ہبہ کے ہے(۱)۔

﴿۲﴾ راہ کے معنی ہیں کہ جس وقت اس پر عمل کرے اس کو حق اور صحیح جانے غلط جان کر اور ناحق اعتقاد کر کے اس پر عمل نہیں کرسکتا پھر یہ کہ مقلد کے مذہب غیر پر عمل کرنے میں روایتیں مختلف ہیں اور ہر دو کی تصحیح کی گئی ہے(۲)۔

---

(۱):فی ملتقی الأبحر: هی تملیک عین بلاعوض وتصح بایجاب وقبول وتتم بالقبض الکامل.....وتنعقد بوهبت ونحلت وأعطیت وأطعمتک هذا الطعام و کسوتک هذا الثوب وأعمرتک هذا الشئ وجعلته لک عمری.

وفی مجمع الانهر تحته: (جعلته لک عمری) لأن اللام فیه للتملیک، فصار کأنه قال: ملکتک هذا الشئ الی آخر عمری. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الهبة، ۴۸۹، ۴۹۲، ۴۹۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الاصل: جعلت هذه الدار لک فاقبضها، فهی هبة، لأن معنی کلامه: ملکتک هذه الدار، ألایری أن فی التملیک بدل لفظ الجعل ولفظ التملیک سواء. (المحیط البرهانی، کتاب الهبة والصدقة، الفصل الاول فی ألفاظ الهبة، ومایقوم مقامها، ج: ۹، ص: ۱۶۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

(۲):قال العلامة المحدث الکبیر محمد فرید رحمه اللّٰه تعالٰی :قلت بتوفیقه نعم جاز الافتاء والقضاء بمذهب الغیر عند الضرورة. قال العلامة الشامی فی ردالمحتار ص: ۲۳۹، جلد: ۴،وفی جامع الفصولین قد اضطرب آرء هم وبیانهم فی مسائل=

﴿۳﴾جس سے غلبہ ظن حاصل ہے وہ معتبر ہے پس اگر چہ اخبار اور خطوط کا اعتبار نہیں ہے مگر بوجہ کثرت وتواتر خطوط ورجسٹری ہا کے اگر غلبہ ظن حاصل ہو جائے تو اس پر عمل جائز ہونا چاہئے ۔ چنانچہ خبر فاسق پر بعد تحری کے عمل درست ہے ۔ کیونکہ بعد تحری کے عمل مضاف بجانب تحری ہوگا ۔ نہ خبر فاسق کی طرف البتہ اگر کثرت سے خطوط ورجسٹری ہا میں بھی یہ احتمال ہو کہ کسی شخص دیگر غیر مکتوب منہ کی ہے اس کی کاروائی ہوسکتی ہے تو اس پر عمل درست نہیں اور یہی وجہ ہے کہ خط پر عمل نہیں کیا گیا ۔ کیونکہ اس کا نوشتہ مکتوب الیہ کو ہونا یقین نہیں ہے ۔ بلکہ احتمال تزویر اور گمان غلط بھی ہے (۳) ۔

=الحكم للغائب و عليه ولم يصف ولم ينقل عنهم اصل قوى ظاهر يبنى عليه الفروع بلا اضطراب ولا اشكال فالظاهر عندى ان يتأمل فى الوقائع ويحتاط ويلاحظ الحرج والضرورات فيفتى بحسبها جوازاً وفسادا (الى ان قال) دفعا للحرج والضرورات وصيانة للحقوق عن الضياع مع انه مجتهدفيه ذهب اليه الائمة الثلثة الخ. وفى المجلد الثالث ص: ۴۵۶، عن القهستانى لو افتى به (مذهب احمد) وفى موضع الضرورة لابأس به على ما اظن. فقط. (فتاوى فريديه، ج: ۱،ص: ۲۲۷)

(۳):فى الاشباه: لايعتمد على الخط ولايعمل به.

وفى غمز عيون البصائر تحته: قوله: ”لايعتمد على الخط ولايعمل به“ فى خزانة الاكمل أجاز أبو يوسف ومحمد العمل بالخط فى الشاهد والقاضى والراوى اذا رأى خطه ولايتذكر الحادثة. قال فى العيون: والفتوى على قولهما كذا فى رسالة ابن الشحنة فى العمل بالخط اذا تيقن انه خطه، سواء كان فى القضاء او الرواية أو الشهادة فى الصك فى يد الشاهد لان الغلط فيه نادر، واثر التغيير يمكن الاطلاع عليه، وقلما يشتبه الخط من كل وجه فاذا تيقن ذلك جاز الاعتماد عليه توسعة على الناس. (غمز عيون البصائر شرح كتاب الأشباه والنظائر، كتاب القضاء والشهادات والدعاوى، ج: ۲، ص: ۳۰۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان) =

باب قرض کے مسائل

اس شرط پر روپیہ قرض لینا کہ منافع فی روپیہ دے گا

﴿سوال﴾ کسی کا روپیہ اس شرط پر لینا کہ اس روپیہ کا خرید کردہ مال فروخت ہوگیا تو فی روپیہ ایک آنہ یا دو آنہ نفع دیں گے درست ہے یا نہیں اگر نہیں درست ہے تو جواز کی صورت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس طرح قرض لینا اور یہ نفع دینا حرام ہے(۱)۔ فقط۔

کوشش کے باوجود قرضہ ادا نہ کرسکتا

﴿سوال﴾ اگر قرض باوجود قصد وفکر وکوشش کے بوجہ افلاس ادا نہ ہوسکے اور انتقال کر جاوے تو

= فی التاتارخانية: يجب أن يعلم بأن العمل بغالب الرأى جائز فی باب الديانات، وفی باب المعاملات. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الثانی فی العمل بغالب الرأى، ج: ۱۸، ص: ۳۴، ط، مكتبه زكريا ديوبند/وفی الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثانی فی العمل بغالب الرأى، ج: ۵، ص: ۳۱۳)

(۱): فی اعلاء السنن: قال: ومما يدل على عدم حل القرض الذی يجر الى المقرض نفعاً، ما أخرجه البيهقی فی "المعرفة" عن فضالة بن عبيد موقوفاً بلفظ: كل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا، ورواه فی "السنن الكبرى" عن ابن مسعود، و أبی بن كعب وعبدالله بن سلام وابن عباس موقوفا عليهم اهـ. (اعلاء السنن، رسالة كشف الدجى عن وجه الربا، ج: ۱۴، ص: ۵۶۶، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

وفی الشامية: قوله: (كل قرض جر نفعاً حرام) أی اذا كان مشروطاً كما علم مما نقله عن البحر. (كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، مطلب: كل قرض جر نفعا حرام، ج: ۷، ص: ۳۹۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

اس پر حق العباد رہے گا یا بوجہ مجبوری ماخوذ نہ ہوگا؟

﴿جواب﴾ ایسی حالت میں اس کے ورثہ کو چاہئے کہ دین اس کا دیویں کہ وہ وارث مالک ہوگئے (۲) اور جو دینے کی طاقت نہ ہوئی اور عزم دینے کا رکھتا ہے تو خدا تعالیٰ چاہے معاف کرادیوے یا اعمال اس کے دلا دیوے گا۔ اس کی مشیت میں ہے خالص نیت والے کے واسطے معافی کا حکم حدیث سے معلوم ہوتا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲): فی السراجی: قال علماؤنا رحمهم اللّٰه: تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولاتقتير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقى بين ورثته بالكتاب والسنة واجماع الأمة. (السراجى فى الميراث، الحقوق المتعلقة بتركة الميت، ص: ۵، ۶، ۷، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

(۳): عن أبى هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اخذ أموال الناس يريد أداء ها أدى اللّٰه عنه ومن أخذ يريد اتلافها أتلفه اللّٰه عليه. وفى التعليق الصبيح تحت هذا الحديث: قوله: يريد اداء ها قال المظهر رحمه اللّٰه تعالى يعنى من استقرض احتياجاً وهو يريد و يقصد اداء ه ويجتهد فيه اعانه اللّٰه تعالى على ادائه فى الدنيا وان مات ولم يتيسر له اداء ه فالمرجو من اللّٰه الكريم ان يرضى خصمه. (التعليق الصبيح على مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الافلاس والانظار، الفصل الاول، ج: ۳، ص: ۳۴۳)

فى الهندية: رجل مات وعليه قرض ذكر الناطقى: نرجو أن لايكون مواخذاً فى دار الآخرة اذا كان فى نيته قضاء الدين. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع والعشرون فى القرض والدين، ج: ۵، ص: ۳۶۶)

وفى السراجية: رجل مات وعليه دين، لامن جهة الغصب قد نسيه، أرجو أن لايؤاخذ به، كذا اذا مات قبل أن يؤدى ما استقرض ان كان من نيته القضاء. (الفتاوى=

ادھار کی ایک قسم کی جنس لے کر دوسری دینا

﴿سوال﴾ جوار یا جو یا دیگر کم قیمت والا اس اقرار پر ادھار دینا کہ جب فصل ربیع چل پڑے گی جس قدر جوار یا جو تم نے مجھ سے ادھار لئے ہیں اس قدر وزن میں گندم تم سے لے لوں گا۔ چنانچہ ادھار لینے والا اس شرط کو منظور کر لیتا ہے یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ کوئی غلہ ادھار پر دینا کہ اس کے عوض اور جنس کا غلہ فصل پر لیا جاوے درست نہیں (۴)۔فقط۔

=التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل التاسع والعشرون فى القرض، ج: ١٨، ص: ٢٤٨، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۴):فى ملتقى الابحر: فان وجد الوصفان حرم الفضل والنساء وان عدما حلا و ان وجد أحدهما فقط حل التفاضل لا النساء. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب البيوع، باب الربا، ج: ٣، ص: ١٢١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى الاختيار: (فاذا وجدا حرم التفاضل والنساء) عملا بالعلة (واذا عدما حلا) لعدم العلة المحرمة، ولاطلاق قوله تعالى: "وأحل الله البيع" (واذا وجد أحدهما خاصة حل التفاضل وحرم النساء) أما اذا وجدا المعيار وعدم الجنس كالحنطة بالشعير والذهب بالفضة، فلقوله عليه الصلاة والسلام اذا اختلف الجنسان ويروى النوعان، فبيعوا كيف شئتم بعد أن يكون يدا بيد. وأما اذا وجدت الجنسية وعدم المعيار كالهروى بالهروى، فان المعجل خير من المؤجل وله فضل عليه، فيكون الفضل من حيث التعجيل الربا، لأنه فضل يمكن الاحتراز عنه وهو مشروط فى العقد فيحرم. (الاختيار لتعليل المختار، كتاب البيوع، باب الربا، ج: ٢، ص: ٣١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ایک جنس قرض لے کر دوسری جنس فصل پر ادا کرنے کا وعدہ

﴿سوال﴾ پیاز اور آلوخورد نی بطور قرض دے دینا کہ بروقت آنے فصل کے ایک من پیاز کے ایک من دھان دے دونگا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ درست نہیں (۵)۔

ایک قسم کی جنس کے بدلے دوسری قسم کی جنس کے وعدہ پر ادھار لینا

﴿سوال﴾ ایک شخص ایک من گندم یا باجرا بطور قرض لے گیا اور یہ وعدہ کر گیا کہ بعد دو مہینے کے ایک من گیہوں یا باجرا دونگا ایسا معاملہ درست ہے یا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو شخص کوئی جنس قرض میں دیوے اور اسی جنس کا ادا کرنا بعد ایک ماہ کے مقرر کر دے تو درست ہے اگر چہ مدت مقرر نہیں ہوئی اس سے پہلے بھی لے سکتا ہے (٦)۔فقط۔

---

(۵):فی البحر: وحرم الفضل والنساء بهما أی بالقدر والجنس لوجود العلة بتمامها والفضل والزيادة والنساء بالمد التأخير......والنساء فقط بأحدهما، أی وحرم التأخير لا الفضل بوجود القدر فقط والجنس فقط وله صورتان: احداهما باع حنطة بشعير متفاضلاً صح لانسيئة. الثانية: باع ثوباً مروياً بمرويين جاز حاضراً. ولوباع عبداً بعبد الى أجل لايجوز لوجود الجنس. (البحر الرائق، كتاب البيع، باب الربا، ج: ٦، ص: ٢١٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى النهر الفائق، كتاب البيوع، باب الربا، ج: ٣، ص: ٤٧١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(٦):فی الهندية: ويجوز القرض فيما هو من ذوات الامثال كالمكيل والموزون والعددی المتقارب كالبيض ولايجوز فيما ليس من ذوات الامثال كالحيوان والثياب.=

باب جوئے کا بیان

اپنی حقیقت کومقدمہ لڑنے پر فروخت کرنا

﴿سوال﴾ زید نے عمرو سے کہا اپنی حقیقت جوفلاں شخص کے قبضہ اور تصرف میں ہے اور غیر منقسمہ ہے اس شرط پر میرے ہاتھ بیع کر دے کہ اگر میں اس حقیقت کو شخص قابض سے مقدمہ لڑا کر اپنے قبضہ میں لے آؤں تو اس میں ہم تم دونوں آدھوں آدھ کے شریک ہیں اور جو مقدمہ نہ پاؤں تو روپیہ میرا گیا تجھ سے تعلق نہیں بایں وجہ اس شخص نے اپنا حق اس کے ہاتھ فروخت کر دیا اور بیع نامہ لکھ دیا سو ایسا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ معاملہ شرعاً درست نہیں کہ قمار کی قسم ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی۔ رشید احمد ۱۳۰۱۔ الجواب صحیح محمد عبداللطیف عفی عنہ۔

=(الفتاوی العالمکیریة، کتاب البیوع، الباب التاسع عشر فی القرض والاستقراض والاستصناع، ج: ۳، ص: ۲۰۱)

وفی الموسوعة: اختلف الفقهاء فی صحة اشتراط الأجل ولزومه فی القرض علی قولین: احدهما: لجمهور الفقهاء من الحنفية والشافعية والحنابلة والأوزاعی وابن المنذر وغيرهم، وهو أنه لايلزم تأجيل القرض، وان اشترط فی العقد، للمقرض أن يسترده قبل حلول الأجل، لأن الآجال فی القروض باطلة. قال الامام أحمد بن حنبل: لكن ينبغی للمقرض أن يفی بوعده. (الموسوعة الفقهية، بيان القرض، اشتراط الأجل، ج: ۳۳، ص: ۱۲۸)

(وكذا فی رد المحتار علی الدر المختار، کتاب البیوع، باب المرابحة والتولية، قبيل فی القرض، ج: ۷، ص: ۳۸۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱):قال اللّٰه تعالٰی: يٰأيها الذين اٰمنوا انما الخمر والميسر والانصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون. (سورة المائدة: ۹۰) =

لاٹری ڈالنا

﴿سوال﴾ چھٹی ڈالنا کسی چیز کی بیع وشراء کے واسطے جائز ہے یا ناجائز چھٹی ڈالنا اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں مثلاً ایک شخص کو تلوار یا اسپ وغیرہ کوئی چیز بیع کرنا منظور ہے تو اس نے چند آدمیوں سے دس یا بیس سے مثلاً ایک روپیہ وصول کرلیا بطور قیمت بیع کے اور پھر ان خریداروں کی جنہوں نے ایک ایک روپیہ دیا ہے نام تحریرا ایک ایک پرچہ پر علیحدہ کریں پھر بطور قرعہ جس کے نام کی چھٹی برآمد ہوئی اسی کو وہ شئے مبیعہ ملے گی باقی سب کا ایک ایک روپیہ ضائع ہوگیا ایک شخص ہی ایک روپیہ میں مالک شے مبیعہ کا ہوگیا؟

﴿جواب﴾ صورت چھٹی پھینکنے کی جو سوال میں درج ہے بالکل قمار ناجائز ہے(۲)۔

= فی الشامیة: لأن القمار من القمر الذی یزداد تارة وینقص أخری، وسمی القمار قماراً لأن کل واحد من المقامرین ممن یجوز أن یذهب ماله الی صاحبه، ویجوز أن یستفید مال صاحبه وهو حرام بالنص. (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ج: ۹، ص: ۵۷۷، ۵۷۸، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۲):القمار کله من المیسر.....وهو السهام التی یجیلونها، فمن خرج سهمه استحق منه توجبه علامة السهم..... وحقیقته تملیک المال المخاطرة، وهو أصل فی بطلان عقود التملیکات الواقعة علی الأخطار. (أحکام القرآن للجصاص، (سورة المائدة: ۹۰)، ج: ۲، ص: ۴۶۵، ط، دار الکتاب العربی بیروت لبنان)

باب رشوت کا بیان

حوالدار کا گاؤں سے دودھ یا گنے لانا

﴿سوال﴾ حوالدار جو اپنے گاؤں سے گنے وغیرہ یا عید کو دودھ وغیرہ لاتے ہیں اور وہ اس ترکیب سے وصول کرتے ہیں کہ ہر کاشتکار کے گھر سے بخوشی اس کے دودھ تھوڑا تھوڑا یا ہر ایک کھیت میں سے پانچ پانچ گنے وصول کرتے ہیں کاشتکار کو ناگوار ہوتا ہے بوجہ اس کی ملازمت کے اور اگر زمیندار جو اس کا آتا ہے وہ بھی آکر اشیاء مذکورہ حوالدار کو لاتے ہوئے دیکھ لے تو وہ زمیندار بھی منع نہیں کرتا ہے نہ صراحت اجازت ہے تو ایسے مال کا کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ مال حرام ہے اس کا کھانا بھی حرام رشوت ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مقررہ تنخواہ کے علاوہ ملازمین سرکار کا زاید لینا

﴿سوال﴾ حوالدار کی نسبت تحریر ہے کہ دودھ گنے رس وغیرہ رشوت ہیں ایک مالک زمین کہ جس کا یہ نوکر ہے وہ بھی منع نہیں کرتا تو کیوں ناجائز ہے اور بعض حقوق متعین شدہ ہیں وہ بھی ناجائز ہیں یا نہیں یا

---

(۱):فی الشامية: وفی الفتح: ثم الرشوة أربعة أقسام: منها ما هو حرام على الآخذ والمعطی وهو الرشوة على تقليد القضاء والامارة.....الرابع: مايدفع لدفع الخوف من المدفوع اليه على نفسه أو ماله حلال للدافع حرام على الآخذ. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب القضاء، ج: ۸، ص: ۳۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفی البحر: وفی الخانية: الرشوة على وجوه أربعة: منها ما هو حرام من الجانبين......ومنها اذا دفع الرشوة خوفا على نفسه أو ماله فهو حرام على الآخذ غير حرام على الدافع. (البحر الرائق، كتاب القضاء، ج: ٦، ص: ۴۴۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

زمینداری کا مسئلہ یہ ہے کہ سوائے آمدنی اناج یا ٹھیکہ زمین کے مالک زمین یعنی زمیندار کو بھی اور کچھ وصول کرنا برضا مندی بھی جائز نہیں اور اگر اس کو جائز ہے تو حوالدار کو جو ملازم اس کا ہے اور اس کے سامنے ہی وہ کاشتکاروں سے برضا مندی لیتا ہے یا شاید وہ دل میں ناراض ہوتے ہوں تو کیوں ناجائز ہوتا ہے بلکہ بعض زمیندار کاشتکار کے ساتھ یہ احسان کرتے ہیں کہ اس کے مویشی چرانے کو جنگل بلا محصول دیتے ہیں اس کے عوض میں بھی جائز ہے یا نہیں مگر زمیندار سب نہیں دیتے ہیں اور آمدنی حسب مذکورہ بالا سے کرتے ہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾ جس حق کی مالک زمین کی طرف سے اجازت ہے اور داخل تنخواہ سمجھی جاتی ہے وہ درست ہے اور آپ نے مسئلہ تھانہ دار حوالدار ملازمان سرکاری کا پوچھا تھا تو سرکار کی طرف سے اگر کسی شئے کی اجازت ہے وہ درست ہے اگر دینے والا جو شئے دے یا پہلے سے اس شئے کا دینا اس کے ذمہ لازم ہو۔ فقط۔

ملازمین پولیس کا عام لوگوں سے مانگنا

﴿سوال﴾ ملازمین پولیس جو چیز کہ عام لوگوں سے مانگ کر لے آتے ہوں اگر وہ بھی مانگ لیں تو یہ رشوت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو شئے ہر ایک شخص حسب العادت مانگ لاتا ہے اور دباؤ وغیرہ اس میں کچھ نہیں ہے یا اس شئے کا لینا دینا اس ملازمت سے پہلے ہے یا غیر لوگ جو اس سے واقف نہ ہوں اس کے قصبہ کے نہ ہوں ان سے لینا درست ہے اور جو تعلقات صرف ملازمت سے پیدا ہوئے ہیں ان کی وجہ سے لینا درست نہیں ہے (۲)۔

---

(۲): عن أبی حمید الساعدی أن النبی ﷺ استعمل رجلا من الأزد یقال له ابن اللتبیة قال ابن السرح: ابن الاتبیة - علی الصدقة، فجاء فقال: هذا لکم وهذا أهدی لی، فقام النبی ﷺ علی المنبر فحمد الله وأثنی علیه، وقال: ما بال العامل نبعثه فیجئ فیقول: هذا لکم وهذا أهدی لی، ألا جلس فی بیت أمه أو ابیه، فینظر أ یهدی له أم لا ....الخ.
وفی البذل تحت هذا الحدیث: وظاهر أنه اذا جلس فی بیت أمه و أبیه لایهدی له قطعاً=

بادشاہ،نواب، پیر، ولی کونذر دینا

﴿سوال﴾ بادشاہ یانواب کونذر دینا کیسا ہےاور جو پیر یاولی کونذر کی جاتی ہے وہ کیسی ہے؟

﴿جواب﴾ بادشاہ یانواب کو جو ہدیہ دیا کرتے ہیں اگر رشوت یا بوجہ معصیت کے نہیں بلکہ محض اخلاص مندی ہےتو درست ہےاور بزرگوں کوبھی دیتے ہیں وہ ہدیہ ہے درست ہے(۳) اور جواموات اولیاء کی نذر ہےتو اس کےاگر یہ معنی ہیں کہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچےتو صدقہ ہے درست ہےاور جونذر بمعنی

=ویقیناً، فهذا الذى أهدى له هو للحكومة، وهو الرشوة. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الخراج، باب فى هدايا العمال، ج: ١٠، ص: ١٢٤، ١٢٥، رقم: ٢٩٤٦، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

وفى الفتح: قوله: (أفلا قعد فى بيت أبيه، أو فى بيت أمه) قال ابن المنير: يؤخذ من قوله:هلا جلس فى بيت أبيه و أمه. جواز قبول الهدية ممن كان يهاديه قبل ذلک. (تكملة فتح الملهم، كتاب الامارة، باب تحريم هدايا العمال، ج: ٣، ص: ٢٥٧، ط، دار أحياء التراث العربى بيروت لبنان)

وفى البحر: قوله: (ويرد هدية الا من قريب أو ممن جرت عادته به) أى لايقبل القاضى هدية.....فتعليله دليل على تحريم الهدية التى سببها الولاية....وفى فتح القدير: وكل من عمل للمسلمين عملاً حكمه فى الهدية حكم القاضى اهـ. (البحر الرائق، كتاب القضاء، ج: ٦، ص: ٤٧٠، ٤٧١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(٣):عن عائشة رضى الله عنها: أن الناس كانوا يتحرون بهداياهم يوم عائشة يبتغون بها، أو يبتغون بذلک مرضاة رسول الله ﷺ. وفى عمدة القارى تحت هذا الحديث: وفى هذا الحديث جواز تحرى الهدية ابتغاء مرضاة المهدى اليه. (عمدة القارى، كتاب الهبة وفضلها والتحريص عليها، باب قبول الهدية، ج: ١٣، ص: ١٨٩، ١٩٠، رقم: ٢٥٧٤، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

تقرب ان کے نام پر ہے تو حرام ہے(۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اہل عملہ ملازمین محکمہ کو خوشی سے دینا

﴿سوال﴾ رشوت وغیرہ حاکم کو لینا حسب التحریر مفصلاً معلوم ہوا کہ حرام ہے علاوہ حاکم کے دیگر اہل عملہ کہ کچری میں نوکر ہیں۔ مثلاً سرشتہ دار ناظر سپاہی وغیرہ کو اگر اہل مقدمہ یا علاوہ ان کے کوئی شخص بلاطلب محض اپنی خوشی سے اگر دیوے تو جائز ہے یا حرام یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی یہ مسئلہ مفصلاً معلوم ہونا ضروری ہے؟

﴿جواب﴾ سب اہل خدمت سپاہی تک کو رشوت حرام ہے بطلب ہو یا بلاطلب مقدمہ ہو یا نہ ہو(۵)۔فقط۔

---

(۴):فی الدر المختار: واعلم أن النذر الذی یقع للأموات من أکثر العوام وما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الأولیاء الکرام تقرباً الیهم فهو بالاجماع باطل وحرام.

وفی الشامیة تحته: قوله: (باطل وحرام) لوجوه: منها أنه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لأنه عبادة لاتکون لمخلوق، ومنها: أن المنذور له میت والمیت لایملک. ومنها: أنه ان ظن أن المیت یتصرف فی الأمور دون اللّٰه تعالی واعتقاده ذلک کفر. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسد، قبیل باب الاعتکاف، مطلب: فی النذر الذی یقع للأموات من أکثر العوام من شمع أو زیت أو نحوه، ج: ۳، ص: ۴۲۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر، ج: ۲، ص: ۵۲۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۵):فی البحر: قوله: (ویرد هدیة الا من قریب أو ممن جرت عادته به) أی=

ظلم سے بچنے کے لئے رشوت دینا

﴿سوال﴾ دفع ظلم کی غرض سے رشوت دینا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا درست ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=لایقبل القاضی هدیة.....فتعلیله دلیل علی تحریم الهدیة التی سببها الولایة....وفی فتح القدیر: وکل من عمل للمسلمین عملاً حکمه فی الهدیة حکم القاضی اهـ. (البحر الرائق، کتاب القضاء، ج: ٦، ص: ٤٧٠، ٤٧١، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الشامیة: قال فی النهر: والظاهر أن المراد بالعمل ولایة ناشئة عن الامام أو نائبه کالساعی والعاشر. اهـ.

قلت: ومثلهم مشایخ القری والحرف وغیرهم ممن لهم قهر وتسلط علی من دونهم، فانه یهدی الیهم خوفاً من شرهم أو لیروج عندهم. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب القضاء، مطلب فی حکم الهدیة للمفتی، ج: ٨، ص: ٤٩، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب القضاء، ج: ٣، ص: ٢٠٨، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(٢):فی المرقات: أما اذا أعطی لیتوصل به الی حق، أو لیدفع به عن نفسه ظلماً فلا بأس به. (مرقات المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الامارة والقضاء، باب رزق الولاة وهدایاهم، الفصل الثانی، ج: ٧، ص: ٢٩٥، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الشامیة: دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولاستخراج حق له لیس برشوة، یعنی فی حق الدافع. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ج: ٩، ص: ٦٠٧، ط، دار عالم الکتب ریاض)=

کسی کام کی کوشش کا عوض

﴿سوال﴾ ایسے کام میں سعی کرنے کا عوض لینا جو اس پر لازم ہے نہ اس میں کسی مستحق کے حق تلفی ہے اور نہ دروغ وفریب ہے رشوت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر مباح میں سعی کی اور کچھ لیا بشرطیکہ کسی وجہ سے ساعی کے ذمہ پر واجب نہ ہوے تو درست ہے اور رشوت نہیں **سعی لہ عند السلطان واتم امرہ لاباس بقبول ہدیتہ بعدہ وقبلہ بطلبہ سحت وبدونہ مختلف فیہ ومشائخنا علی انہ لا باس بہ انتہٰی رد محتار** (۷) مگر دفع ظلم اور اعانت ملہوف ہر مسلمان پر واجب ہے حاکم عاقل ہو یا عامی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

زمینداروں کا قصاب سے گوشت سستا لینا

﴿سوال﴾ قصاب جو گوشت مثلاً چھ پیسہ سیر فروخت کرتے ہیں زمیندار لوگ چار پیسے کے نرخ سے ان سے بباعث رعایا ہونے کے لیتے ہیں مگر وہ خوشی سے نہیں دیتے یہ لینا زمینداروں کو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ناجائز ہے (۸)۔ فقط۔

= وفی البحر: وفی الخانیة: الرشوة علی وجوہ أربعة: منها ما ہو حرام من الجانبین......ومنها اذا دفع الرشوة خوفا علی نفسه أو ماله فهو حرام علی الآخذ غیر حرام علی الدافع. (البحر الرائق، کتاب القضاء، ج: ٦، ص: ۴۴۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۷):(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ج: ۹، ص: ٦۰۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۸):عن أبی حمید الساعدی، أن رسول اللہ ﷺ قال: لایحل لامرئ أن یأخذ=

ملفوظات

جس چیز کا لینا پہلے سے معروف نہ ہو اس کا بعد ملازمت لینا دینا، اسسٹنٹ صاحب کو جو شیرینی دی جائے، گیارہوں کی شیرینی قبضہ پنج شنبہ ومحرم کا طعام، رعایا سے مکان کرایہ پر لینا وغیرہ، حکام کو جو دیا جاتا ہے اس کا حکم۔

﴿۱﴾ جس چیز کا لینا دینا پہلے سے معروف نہ تھا اس کا لینا دینا بعد ملازمت نادرست ہے اور جو کچھ لینا دینا پہلے سے معروف تھا وہ بعد ملازمت بھی درست ہے(۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿۲﴾ وہ شیرینی جو اسسٹنٹ صاحب کو ملتی ہے اگرچہ اہل عملہ دیویں یا رعایا بلا مقدمہ وہ سب رشوت ہے تم اس کو مت کھانا(۱۰)۔گیارہوں کی شیرینی صدقہ ہوتی ہے مساکین کو اس کا کھانا درست ہے اور

=مال أخيه بغير حقه، وذلک لما حرم الله مال المسلم على المسلم. (مسند الامام احمد بن حنبل،مسند الأنصار،ص: ۱۷۵۴،رقم:۲۴۰۰۳،ط،بيت الافكارالدولية رياض)

فی الشامية: لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعی. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحدود، باب التعريز، ج: ٦، ص: ١٠٦، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا فی البحرالرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، ج: ۵، ص: ٦٨، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۹):فی ملتقى الأبحر: لايقبل هدية الا من قريبه أو من جرت عادته بمهاداته. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب القضاء، ج: ۳، ص: ۲۲۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۰):عن أبی حميد الساعدی أن النبی ﷺ استعمل رجلا من الأزد يقال له=

جو شیرینی قبضہ کہ اس کو خود رکھتے ہیں اس میں یہ صدقہ بھی نہیں ہوتا وہ سب کو درست ہے اگر چہ غنی ہو کیونکہ وہ ملک اسسٹنٹ کی ہے اسی طرح جواب طعام پنجشنبہ ومحرم کا ہے غرض یہ طعام نہ صدقہ نہ امانت قلب اس میں ہووے گا۔ مکان جو کرایۂ رعایا سے لیا تو مکان کا قیام درست ہوگیا کرایہ جو نہ دیا وہ رشوت رہا تم رہو خیر حیلہ ہے۔

﴿۳﴾ حکام کو جو دیا جاتا ہے وہ رشوت سے خالی نہیں ہے ایسے ہی حکام بالا کو جو کچھ بھی دیا جاوے وہ اصل رشوت ہے(۱۱)۔

=ابـن اللتبية قال ابن السرح: ابن الاتبية۔ على الصدقة، فجاء فقال: هذا لكم وهذا أهدى لـى، فـقـام الـنبـىﷺ على المنبر فحمد الله وأثنى عليه، وقال: ما بال العامل نبعثه فيجئ فيـقـول: هـذا لـكـم وهـذا أهـدى لـى، ألا جـلـس فى بيت أمه أو ابيه، فينظر أ يهدى له أم لا ....الـخ. وفـى البـذل تـحـت هـذا الـحـديـث: وظـاهر أنه اذا جلس فى بيت أمه و أبيه لايهـدى لـه قـطعاً ويقيناً، فهذا الذى أهدى له هو للحكومة، وهو الرشوة. (بذل المجهود فـى حـل سـنـن أبـى داؤد، كتـاب الـخـراج، باب فى هدايا العمال، ج: ١٠، ص: ١٢٤، ١٢٥، رقم: ٢٩٤٦، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

فـى البـحـر: قـولـه: (ويرد هدية الا من قريب أو ممن جرت عادته به) أى لايقبل القاضى هدية.....فتعليله دليل على تحريم الهدية التى سببها الولاية....وفى فتح القدير: و كل من عمل للمسلمين عملاً حكمه فى الهدية حكم القاضى اهـ. (البحر الرائق، كتاب القضاء، ج: ٦، ص: ٤٧٠، ٤٧١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۱): دیکھئے حاشیہ نمبر:۱۰۔

کتاب امانت کے مسائل

رقم امانت کی تبدیلی

﴿سوال﴾ اگر امانت خواہ مسجد یا مدرسہ یا دیگر کسی کی ہو مبادلہ یعنی روپیہ کے پیسے اور پیسوں کے روپیہ کر لیوے ضرورتاً درست ہے یا خیانت میں داخل ہے؟

﴿جواب﴾ امین کو تصرف کرنا درست نہیں خواہ مال مسجد و مدرسہ ہو خواہ کسی شخص کا اگر ایسا کرے گا تو ضامن ہو جاوے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امانت کو اپنے ذاتی خرچ میں لا کر دوسری رقم دینا

﴿سوال﴾ اگر کسی کا روپیہ امانت ہو یا چندہ مسجد کا کسی کے پاس جمع ہو اور وہ خاص روپیہ امین اپنے صرف میں کر کے اس کے عوض دوسرا روپیہ مالک کو دیدے یا مسجد کے صرف میں کر دے تو یہ شخص کچھ گنہگار ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ تصرف نا درست ہے مگر اگر اس نے اجازت لے لی تو درست ہے (۲) اور مال

---

(۱):فی المحیط: فی الأصل: اذا کانت الودیعة دراهم، أو دنانیر، أو شئ من المکیلات والموزونات، فأنفق المودع طائفة منها فی حاجة، کان ضامناً لما أنفق فیها. (المحیط البرهانی، کتاب الودیعة، الفصل السابع فی رد الودیعة، ج: ۸، ص: ۳۰۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

وفی الخانیة: الودیعة اذا کانت دراهم أو دنانیر أو شیأ مما یکال أو یوزن فأنفق المودع طائفة منها ضمن ما أنفق. (الفتاوی الخانیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الودیعة، فصل فیما یضمن المودع، ج: ۳، ص: ۳۷۲)

(۲):فی الهندیة: والودیعة لاتودع ولاتعار ولاتؤاجر ولاترهن وان فعل شیأ=

وقف میں کسی طرح بھی ایسا تصرف نادرست ہے(۳)۔

کسی پاس رقم امانت جمع کراکر کسی کو دلانے کا صحیح طریقہ

﴿سوال﴾ زید شہر آگرہ میں مقیم ہے اور ہزار روپیہ مثلاً یا کم وبیش شہر دہلی میں ایک شخص کے پاس امانۃً جمع کر دیا ہے زید یہ چاہتا ہے کہ اپنے اس روپیہ کا مالک اپنی زوجہ کو بنا دیوے اندریں صورت شرعاً کوئی طریقہ ایسا ہوسکتا ہے کہ بغیر اس روپیہ کی موجودگی کے فقط زبان کے اقرار سے یا کاغذ تحریر کرنے سے وہ روپیہ مذکور زید کے ملک سے خارج ہوکر اس کی زوجہ کی ملکیت میں داخل ہو جائے یا اس روپیہ کو زید حاضر کر کے زوجہ کو دست بدست دیوے تب ہی زوجہ اس روپیہ کی مالک بنے اس روپیہ کے حاضر کرنے کی ضرورت ہے یا فقط زبانی اقرار بطور ایجاب وقبل کافی ہے؟

﴿جواب﴾ ملک زوجہ کی خاص اس روپیہ میں بغیر قبضہ کے نہیں ہوسکتی (۴)۔فقط۔

=منها ضمن كذا فى البحر الرائق. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوديعة، الباب الأول فى تفسير الايداع والوديعة ركنها وشرائطها وحكمها، ج: ۴، ص: ۳۳۸)

المراد بالتصرف فى الوديعة هنا كل ارتباط عقدى ينشئه الوديع، ويكون محله الوديعة، مثل بيعها واجارتها واعارتها وايداعها ورهنها واقراضها ونحو ذلک.

وهذا الارتباط اما أن يجريه المستودع باذن المودع، وبذلک يقع تصرفه صحيحاً مشروعاً بطريق النيابة عن المالک، ولاضمان عليه.الخ. (الموسوعة الفقهية، ج: ۴۳، ص: ۶۰)

(۳):فى الهندية: متولى الوقف باع شيأ أو رهن فهو خيانة فيعزل أو يضم اليه ثقة. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الخامس فى ولاية الوقف وتصرف القيم فى الاوقاف الخ، ج: ۲، ص: ۴۱۳/ وكذا فى المسائل المهمة، ج: ۷، ص: ۱۴۱)

(۴):فى ملتقى الأبحر: هى تمليک عين بلاعوض وتصح بايجاب وقبول و=

کتاب اللقطۃ

کتاب گری پڑی چیز کے مسائل

مسجد میں گری ہوئی رقم خادم کھالے تو کس طرح ادا کرے

﴿سوال﴾ ایک شخص کچھ روپیہ مسجد میں بھول گیا پانے والے نے خادم مسجد کو دیدیئے کہ جو شخص تلاش کرنے کو آوے دیدینا جب وہ روپیہ والا آیا خادم مسجد نے اس سے کہا یہاں روپیہ نہیں ہے وہ مایوس ہوکر چلا گیا یہ روپیہ خادم مذکور نے اپنے صرف میں خرچ کئے بعد مدت کے اس کو خوف آیا کہ صاحب روپیہ سے معاف کرانے چاہئیں اب نہ تو وہ موجود ہے کہ معاف کرائے جاویں اور نہ روپیہ ہے کہ اس کو دیا جاوے اور یہ غریب آدمی ہے کہ کس طرح ادانہیں کرسکتا ہے اب وہ کیا کرے؟

﴿جواب﴾ یا تو اس شخص سے معاف کرایا جاوے اور اگر وہ مرگیا تو اس کے وارثوں سے معاف کرایا جاوے دونوں امر نہ ہوسکیں تو اس کو ثواب پہنچانے کی نیت سے اس قدر مال صدقہ کرایا جاوے(۱) اگر

=تتم بالقبض الكامل.

وفى مجمع الأنهر تحته: (وتتم) الهبة (بالقبض الكامل) ولو كان الموهوب شاغلاً لملك الواهب لا مشغولاً به، لقوله عليه السلام: ’’لاتجوز الهبة الا مقبوضة‘‘، والمراد هنا نفى الملك لا الجواز. (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الهبة، ج: ۳، ص: ۴۸۹، ۴۹۱، ط، دار الكتب رياض)

وفى الكافى: لايثبت الملك فى الهبة بالعقد قبل القبض عندنا. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الهبة، الفصل الثانى فيمايجوز من الهبة وفيما لايجوز، ج: ۱۴، ص: ۴۲۱، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۱):فى الشامية: والحاصل أنه علم أرباب الأموال وجب رده عليهم، والا فان=

ان صورتوں میں سے کوئی بھی نہ ہوتو پھر آخرت کا مواخذہ بظاہر یقینی ہے مگر اللہ تعالیٰ جل شانہ سے اس شخص کا معاملہ صاف ہوتو وہ اپنے فضل وکرم سے صاحب حق کو کوئی نعمت دیکر معاف کرادیوے۔فقط۔

کوئی شخص دوکان پر کوئی چیز بھول جائے تو کیا کرے

﴿سوال﴾ اگر کوئی شخص دوکان پر کوئی چیز اپنی بھول جاوے تو دوکاندار کو اس چیز کا رکھنا جائز ہے یا نہیں اور کب تک اور اس کا انتظار کرے اور وہ چیز اگر کھانے کی ہو اس کو کیا کرنا چاہئے اور درصورت نہ آنے مالک کے اس کو کب خیرات کرے؟

﴿جواب﴾ جب تک امید اس کے ملنے کی ہو احتیاط سے رکھے اور تحقیق کرتا رہے جب ناامید ہوجاوے صدقہ کردیوے مگر بعد صدقہ کے اگر آگیا تو دینا پڑے گا اور بگڑنے کی شئے ہے تو جب اندیشہ فساد ہو اس وقت صدقہ کرے(۲)۔فقط۔

=علم عين الحرام لايحل له ويتصدق به بنية صاحبه. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: فيمن ورث مالا حراماً، ج: ۷، ص: ۳۰۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفيه ايضاً: لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق اذا تعذر الرد على صاحبه. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، ج: ۹، ص: ۵۵۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲):فى ملتقى الأبحر: (اللقطة) هى أمانة ان شهد انه أخذها ليردها على صاحبها.... ويعرفها فى مكان أخذها وفى المجامع مدة يغلب على ظنه عدم طلب صاحبها بعدها وهو الصحيح....وما لايبقى يعرف الى أن يخاف فساده ثم يتصدق بها ان شاء فان جاء ربها بعده أجازه وأجره له أو ضمن الملتقط.

وفى مجمع الانهر تحته: (وهو الصحيح)، وعليه الفتوى، وهو مختار شمس=

کتاب کسی کو مجبور کرانے کے مسائل

حرام کھانے اور کفر کے کام کرنے پر کسی کو مجبور کرنا

﴿سوال﴾ اگر حاکم ظالم کسی کو کفر وشرک یا حرام شئے کھانے کو مجبور کرے ایسے موقع پر جان دے دے یا اس کے جبر کو مان لے؟

﴿جواب﴾ ایسی حالت میں جبکہ اپنی جان کا واقعی اندیشہ ہو جاوے اور وہ حاکم اس کے مار ڈالنے پر قادر ہو تو حرام کے کام فعل پر اور حرام شئے کے کھانے پر مواخذہ نہیں ہے مگر کفر وشرک ایسے حال میں بھی نہ کرے اور مر جاوے تو زیادہ ثواب ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=الأئمة السرخسی لأن ذلک یختلف بقلة المال و کثرته فیفوض الی رأی المبتلی...
(وما لایبقی) کالأطعمة المعدة للأکل، وبعض الثمار (یعرف الی أن یخاف فساده) أی الی مدة یظن أنها تفسد فیها. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب اللقطة، ج: ۲، ص: ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار، کتاب اللقطة، ج: ۳، ص: ۳۲، ۳۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب اللقطة، ج: ۶، ص: ۴۳۵، ۴۳۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱):فی الهندیة: السلطان اذا أخذ رجلا وقال لاقتلنک أو لتشربن هذا الخمر أو لتأکلن هذه المیتة أو لتاکلن لحم هذا الخنزیر کان فی سعة من تناوله بل یفترض علیه التناول اذا کان فی غالب رأیه انه لو لم یتناول فان لم یتناول حتی قتل کان آثما فی ظاهر الروایة عن أصحابنا.....وان أکره علی الکفر باللّٰه تعالیٰ أو سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقتل أو قطع رخص له اظهار کلمة الکفر والسب فان أظهر ذلک وقلبه مطمئن بالایمان فلا یأثم و=

باب زبردستی چھیننے کے مسائل

دریا سے مچھلی پکڑنے والوں سے دریا کے مالک کا مچھلیاں لینا

﴿سوال﴾ ماہی گیر جو ماہی دریا سے پکڑتے ہیں مالک دریا ان سے کسی قدر مچھلی لے لیتا ہے کہ ہمارے دریا سے پکڑی ہیں یہ لینا درست ہے یا نہیں اور مالک دریا مالک مچھلیوں کا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مالک دریا کا مالک مچھلیوں کا نہیں ہے اور اس کو لینا درست نہیں (۱)۔ فقط۔

=ان صبر حتى قتل كان مثابا. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الاكراه، الباب الثانى فيما يحل للمكره أن يفعل ومالايحل، ج: ۵، ص: ۳۸)

وفى الاختيار: (وان صبر حتى قتل كان مأجورا) وهو العزيمة فان خبيب بن عدى الأنصارى رضى اللّٰه عنه صبر حتى قتل، وسماه رسول اللّٰه ﷺ سيد الشهداء، وقال: هو رفيقى فى الجنة، ولأنه بذل مهجته وجاد بروحه تعظيماً للّٰه تعالىٰ واعلاء لكلمته لئلا يأتى بكلمة الكفر. (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الاكراه، ج: ۲، ص: ۱۰۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱): فى البحر: (والسمك قبل الصيد) أى لم يجز بيعه لكونه باع ما لايملكه فيكون باطلاً. أطلقه فشمل ما اذا كان فى حظيرة اذا كان لايؤخذ الا بصيد لكونه غير مقدور التسليم فيكون فاسداً، ومعناه اذا أخذه ثم ألقاه فيها ولو كان يأخذ بغير حيلة جاز الا اذا اجتمعت فيها بأنفسها ولم يسد عليها المدخل لعدم الملك، وروى الامام أحمد مرفوعاً "لاتشتروا السمك فى الماء فانه غرور" والحاصل أن عدم جوازه قبل أخذه لعدم ملكه له فان أخذه ثم ألقاه فى حظيرة كبيرة فعدم جوازه لكونه غير مقدور التسليم. (البحر الرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد، ج: ۶، ص: ۱۱۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

حاکم کاکسی چیزکوکسی سے زبردستی لے کرکسی کوبخش دینا

﴿سوال﴾ اگراس زمانہ میں حاکم وقت کسی کوکوئی شئے کسی کوخود غصب کر کے دیدے تو یہ شئے مغصو بہ بلا رضامندی مالک کے درست ہوجاوے گی یانہیں؟

﴿جواب﴾ اگرظلماً دلادیوے تو حرام ہے(۲) اور جواول خود غصب کرلیا حاکم کافر نے اور پھر بعداپنی ملک سے دوسرے کودیا تو مباح ہے(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲):عن أبی حمید الساعدی، أن رسول اللهﷺ قال: لایحل لامرئ أن یأخذ مال أخیه بغیر حقه، وذلک لما حرم الله مال المسلم علی المسلم. (مسند الامام احمد بن حنبل، مسند الأنصار، ص: ۱۷۵۴، رقم: ۲۴۰۰۳، ط، بیت الافکار الدولیة ریاض)

فی الشامیة: لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعزیز، ج: ۶، ص: ۱۰۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وکذا فی البحرالرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج: ۵، ص: ۶۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۳):فی مجمع الأنهر: (وان غلبوا) أی الکفار (علی أموالنا وأحرزوها) أی اموالنا (بدارهم) أبی بدار الحرب (ملکوها). (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب السیر والجهاد، باب استیلاء الکفار، ج: ۲، ص: ۴۴۲، ۴۴۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الشامیة: واذا دخل المسلم دار الحرب بأمان، فلا بأس بأن یأخذ أموالهم بطیب أنفسهم بأی وجه کان، لأنه انما أخذ المباح علی وجه عری عن الغدر فیکون ذلک طیبا له. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب البیوع، باب الربا، ج: ۷، ص: ۴۲۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

کتاب وقف کے مسائل

واقف کی اجازت کے بغیر موقوف شئے میں تصرف

﴿سوال﴾ چندہ دہندگان مسجد بہت شخص تھے اور سب کا روپیہ ایک ہی جگہ صرف اور جمع ہوا اور باقی شدہ روپیہ کسی کا علیٰحدہ نہیں دو شخصوں سے کہا کہ روپیہ باقی میں آپ اجازت دیتے ہیں کہ مسجد میں گھنٹہ خرید لیں کیونکہ اوقات جماعت پر جھگڑا رہتا ہے ایک شخص نے کہا خرید لو اور ایک شخص نے منع کیا اور کہا کہ میرا روپیہ تو مسجد میں صرف کرنا حضور نے نوازش نامہ سابق میں اجازت خرید نے گھنٹہ کی دیدی ہے لہٰذا ایسی حالت میں حضور کا ارشاد ہے اور اجازت لینا غیر ممکن ہے بعضوں سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ روپیہ باقی ہیں اگر آپ اجازت دیں تو کسی کار خیر میں صرف کر دیں گھڑی کا ذکر نہ کریں تو ایسی اجازت کا کیا مطلب ہے؟

﴿جواب﴾ جن لوگوں کی اجازت خرید گھنٹہ کی ہو اس کے حصہ میں خرید سکتے ہیں بعد کار خیر سے اگر اجازت ہوگئی تو اس سے گھنٹہ خریدنا درست ہے بشرطیکہ تصریحاً وہ گھنٹہ کو منع نہ کر چکے ہوں (۱)۔فقط۔

وقف کے بعد بیع

﴿سوال﴾ مدعی مذکور کہتے ہیں کہ یہ جگہ ہمارے آباء واجداد نے اپنے آرام کے لئے چھوڑ دی ہے کیونکہ ہمارے مکان اس سے ملحق ہیں اور ہم کو اپنے مکانوں میں تنگی ہے اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ کل جگہ

---

(۱):فی البحر: شرط الواقف کنص الشارع، فیجب اتباعه کما صرح به فی شرح المجمع للمصنف. (البحر الرائق، کتاب الحوالة، باب کتاب القاضی الی القاضی وغیره، ج: ۷، ص: ۲۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الاشباه: شرط الواقف یجب اتباعه لقولهم: شرط الواقف کنص الشارع. أی فی وجوب العمل به. (الأشباه والنظائر مع غمز عیون البصائر، کتاب الوقف، ج: ۲، ص: ۲۲۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

مسجد کرلو مگر غسل خانوں کی جگہ ہم کو قیمتاً دے دو چونکہ ہم متولی مسجد ہیں ہم فلاں فلاں شخص کو متولی کرتے ہیں وہ ہم کو یہ زمین غسل خانوں کی بیع کر دے تو ہم کو بھی فراخی مکان کی ہو جاوے گی ورنہ ہم عدالت انگریزی میں اپنے بیع نامہ کے ذریعہ سے نالش کر کے کل جگہ لے لیں گے لہٰذا اب نمازیان مسجد کی یہ رائے ہے کہ نالش میں چند قسم کا نقصان ہے پھر نہ معلوم کہ حاکم کیا فیصلہ کرے گا اس سے یہی بہتر ہے کہ غسل خانوں کو فروخت کر کے اسی مسجد کے لئے چاہ بنوالیا جاوے کیونکہ پانی کی بھی نمازیوں کو تکلیف ہے اور اس رضا مندی سے بھی کل جائے باقی ماندہ وہ مسجد کو دیتے ہیں پھر نہ معلوم عدالت سے کیا حکم ہو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو روپیہ ہم عدالت میں خرچ کرینگے اس روپیہ سے غسل خانوں کی جگہ خرید لیں گے اور اس جگہ کی بیع سے مسجد میں کچھ تکلیف نہیں لہٰذا حضور تحریر فرماویں کہ اس جگہ کا فروخت کرنا اور غسل خانوں کی بیع جائز ہے یا نہیں اور کس طرح سے شرعاً فروخت کئے جاویں کیونکہ اس سے رفع شر بھی ہے اور روپیہ مسجد کو ملتا ہے؟

﴿جواب﴾ جو جگہ وقف ہو چکی ہے وہ اب بیع نہیں ہو سکتی پس غسل خانوں کی جگہ بھی بیع نہیں ہو سکتی (۲)۔ فقط۔

مسجد کی موقوفہ زمین پر مکان بنانا

﴿سوال﴾ زمین نام نہاد عیدگاہ و مسجد جس پر مدت تک نماز عیدین وغیرہ ہوئی ہو کھیتی و تعمیر مکان وغیرہ کے کام میں لائی جاوے یا نہیں درصورتیکہ عیدگاہ کے واسطے اس زمین سے عمدہ جگہ دیجائے؟

﴿جواب﴾ جو زمین مسجد کے لئے وقف ہو چکی ہے اس میں مکان بنانا یا کھیتی کرنا درست

---

(۲): فی الهداية: واذا صح الوقف لم يجز بيعه، ولا تمليكه. (الهداية شرح بداية المبتدی، كتاب الوقف، المجلد الثانی، جزء۴، ص: ۴۳۷، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

(وكذا فی الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، ج: ۳، ص: ۲۸۵)

نہیں (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

واقف کی اجازت کے بغیر ایک مسجد کا مال دوسری مسجد میں صرف کرنا

﴿سوال﴾ مسجد کا فرش لوٹے وغیرہ دیگر مسجد میں ضرورتاً لے جانا اور بعد رفع ضرورت واپس کر دینا جائز ہے یا نہیں؟ ارقام فرماویں۔

﴿جواب﴾ ایک مسجد کا مال دوسری مسجد میں لے جانا درست نہیں مگر جو دینے والا دیتے وقت اجازت دیوے تو مضائقہ نہیں کہ وہاں حاجت روائی کر کے واپس کر دیوے مگر جو زائد اشیاء ہوویں اور خراب ہونے کا احتمال ہو تو یہ قیمت دوسری مسجد میں دیدیویں تو درست ہے (۴)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۳):فی الخانية: ولو أن قيم المسجد أراد أن يبنى حوانيت فى حريم المسجد وفنائه قال الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالىٰ لايجوز له أن يجعل شيأ من المسجد مسكنا أو مستغلا. (الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا الخ، ج: ۳، ص: ۲۹۳)

وفى المحيط: قيم المسجد اذا أراد أن يبنى حوانيت فى حد المسجد وفى فنائه: لايجوز، أما المسجد فلأنه اذا جعل المسجد مسكناً، يسقط حرمة المسجد، وأما الفناء، فلأنه تبع المسجد. (كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، نوع آخر منه فى المسائل التى تعود الى قيم المسجدالخ، ج: ۹، ص: ۱۳۷)

(۴):فى الهندية: سئل شمس الائمة الحلوانى عن مسجد أو حوض خرب ولايحتاج اليه لتفرق الناس هل للقاضى أن يصرف أوقافه الى مسجد آخر أو حوض آخر قال نعم. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر فى الأوقاف التى يستغنى عنها، الخ، ج: ۲، ص: ۴۷۸)

وفى الدرالمختار: وعن الثانى ينقل الى مسجد آخر باذن القاضى.... حشيش=

متولی کی اجازت کے بغیر مسجد کی آمدنی صرف کرنا

﴿سوال﴾ زید مرحوم نے ایک مسجد بنائی اور عمرو اس کا متولی ہے اور بکر اس کا امام ہے اور خالد اس کا خادم ہے اور اس کی آمدنی اخراجات مسجد سے بہت زیادہ ہے۔ اور بعض ایسے خرچ ہوتے ہیں کہ ان کو متولی مسجد مذکور سے امام مذکور وہر چند کہتا ہے۔ لیکن متولی بباعث کفایت شعاری بالکل خیال نہیں کرتا مثلاً پنکھا یا گھڑی یا خادم مسجد کی تنخواہ کی قلت یا مثل اس کے تو ایسی حالت میں امام مذکور بعض آمدنی مسجد سے بطور خود بلا اطلاع متولی کچھ وصول کر کے صرف ہائے مذکور میں خرچ کرے جائز ہے یا نہیں درانحالیکہ متولی مذکور کو اگر خبر ہوگئی تو اندیشہ ہے کہ وہ خفا ہوگا کہ تم نے ہماری بلا اجازت کیوں تحصیل کی اور کیوں خرچ کیا؟

﴿جواب﴾ امام کو بدون رضا متولی کے کہیں صرف کرنا آمدنی مسجد کا درست نہیں (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما، وكذا الرباط والبئر اذا لم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض الى أقرب مسجد أو رباط أو بئر أو حوض. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف، ج: ٦، ص: ٥٤٩، ط دار عالم الكتب رياض)

(۵): في المحيط: سئل القاضي الامام شمس الاسلام محمود الأوزجندى رحمه الله تعالى عن أهل مسجد تصرفوا في أوقاف المسجد، يعنى أجروا المستغل، وله متولى، قال لايصح تصرفهم. (المحيط البرهاني، كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون في المساجد، نوع آخر منه في المسائل التي تعود الى قيم المسجدالخ، ج: ٩، ص: ١٣٩، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر في المسجد وما يتعلق به، الفصل الثاني في الوقف على المسجد وتصرف القيم وغيره في مال الوقف عليه، ج: ٢، ص: ٤٦٣)

مسجد کا مال اپنے مال میں ملالینا

﴿سوال﴾ اگر متولی و مہتمم مسجد آمدنیِ مسجد کو دیگر مال میں خلط کر لیوے یا خرچ کر لیوے کہ ضرورت مسجد میں وقت پر صرف کر دونگا تو یہ تصرف جائز ہے یا نہیں یا خیانت میں داخل ہوگا؟ ارقام فرماویں۔

﴿جواب﴾ یہ تصرف ناجائز ہے اور خیانت میں داخل ہے ضمان اس کا متولی کے ذمہ واجب رہے گا اور گنہگار بھی ہووے گا (۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد کے بوریہ اور تیل کا بیچنا

﴿سوال﴾ اشیاء مسجد فرش وغیرہ بعد خراب ہوجانے کے یا بوجہ زائد ہونے کے دوسری مسجد میں صرف قیمتاً یا بلا قیمت جائز ہے یا نہیں اور تیل مسجد حجرہ مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں کیونکہ دینے والا کچھ تصریح حجرہ کی نہیں کرتا ہے؟

﴿جواب﴾ فرش بوریہ وغیرہ مسجد کا جب مسجد میں اس کی حاجت نہ رہے یا ٹوٹ کر خراب بیکار ہوجاوے تو مالک کا ہوجاتا ہے مالک جس نے اول ڈالا تھا تو وہ چاہے تو فروخت کر کے اس مسجد میں صرف کر دیوے یا دوسری مسجد میں دیدیوے خواہ خود کام میں لاوے اس پر فتویٰ بعض علماء نے دیا ہے (۷) اور تیل مسجد

---

(۶): في البحر: وفي القنية: ولايجوز للقيم شراء شيء من مال المسجد لنفسه ولا البيع له وان كان فيه منفعة ظاهرة للمسجد اهـ. (البحر الرائق، كتاب الوقف، ج: ۵، ص: ۴۰۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفي الهندية: والوديعة لاتودع ولاتعار ولاتؤاجر ولاترهن وان فعل شيأ منها ضمن كذا في البحر الرائق. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوديعة، الباب الأول في تفسير الايداع والوديعة ركنها وشرائطها وحكمها، ج: ۴، ص: ۳۳۸)

(۷): في مجمع الانهر: ولو خرب ما حول واستغنى عنه يبقى مسجداً عند=

کا حجرہ میں جلانا درست نہیں عام لوگوں کی نیت مسجد میں جلانے کی خاصۃً ہوتی ہے اگر دینے والا تصریح حجرہ میں جلانے کی کردیوے تو درست ہے ورنہ دراصل عرفاً خاص مسجد میں دینا غرض ہوتا ہے (۸)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=الشیخین.....وعند محمد عاد الی الملک ومثله حشیش المسجد، وحصیره، مع الاستغناء عنهما کما فی المنح، وفی البحر الفتوی علی قول محمد فی الآت المسجد. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الوقف، ج: ۲، ص: ۵۹۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الشامیة: قال الزیلعی: وعلی هذا حصیر المسجد وحشیشه اذا استغنی عنهما یرجع الی مالکه عند محمد، وعند ابی یوسف: ینقل الی مسجد آخر، وعلی هذا الخلاف الرباط أو البئر اذا لم ینتفع بهما اهـ. وصرح فی الخانیة بأن الفتوی علی قول محمد. قال فی البحر: وبه علم أن الفتوی علی قول محمد فی آلات المسجد. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیره، ج: ۶، ص: ۵۴۹، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الوقف، ج: ۵، ص: ۴۲۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۸):فی الهندیة: متولی المسجد لیس له أن یحمل سراج المسجد الی بیته وله أن یحمله من البیت الی المسجد کذا فی فتاوی قاضیخان.....واذا أراد أن یصرف شیأ من ذلک الی امام المسجد أو الی مؤذن المسجد فلیس له ذلک الا ان کان الواقف شرط ذلک فی الوقف کذا فی الذخیرة. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد و تصرف القیم وغیره فی مال الوقف علیه، ج: ۲، ص: ۴۶۲، ۴۶۳) =

مسجد کا مال اپنے ذاتی استعمال میں لانا

《سوال》مسجد کی کوئی چیز اپنے صرف کے لئے لانا بعد کو رکھ آنا جائز ہے یا نہیں؟

《جواب》مسجد کا مال اپنی حاجت میں لا کر صرف کرنا درست نہیں۔ اس میں گنہگار رہوتا ہے(۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مدرسہ کے چندہ کا خرچ

《سوال》جب کہ چندہ لوگوں نے ایک مدرس کے واسطے دیا ہو بعد معزولی اس کے پچھلے مدرس کو دینا دلانا کیسا ہے یعنی وہ روپیہ کہ لوگوں نے پہلے کے واسطے دیا تھا؟

《جواب》اس خاص مدرس کی کچھ تعیین نہیں ہے بلکہ جو وہاں مدرس ہو وہ تنخواہ پاوے گا(۱۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= وفی الاشباہ: شرط الواقف یجب اتباعه لقولهم: شرط الواقف کنص الشارع. أی فی وجوب العمل به. (الأشباه والنظائر مع غمزعیون البصائر، کتاب الوقف، ج: ۲، ص: ۲۲۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۹):فی الخانیة: متولی المسجد لیس له أن یحمل سراج المسجد الی بیته وله أن یحمل من البیت الی المسجد. (الفتاوی الخانیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجدا الخ، ج: ۳، ص: ۲۹۴)

(۱۰):فی البحر: شرط الواقف کنص الشارع، فیجب اتباعه کما صرح به فی شرح المجمع للمصنف. (البحر الرائق، کتاب الحوالة، باب کتاب القاضی الی القاضی وغیره، ج: ۷، ص: ۲۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

قبرستان میں مسجد بنانا

﴿سوال﴾ مسجد بنانا قبرستان میں یا دیگر کوئی مکان حجرہ وغیرہ برائے راحت رسانی درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو قبرستان وقف قبور کے واسطے ہوا ہے اس میں مکان یا مسجد بنانا درست نہیں کہ وہ سب زمین قبور کے واسطے وقف ہوئی ہے(۱۱)۔خلاف شرط واقف کے کوئی تصرف درست نہیں (۱۲)۔کذا فی العالمگیریہ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۱):فی التاتارخانية: سئل القاضی الامام محمود الأوزجندی عن مسجد لم یبق لـه جـمـاعة وخرب ما حوله واستغنی الناس عنه هل یجوز جعله مقبرة؟ قال: لا، وسئل هو أیـضـا عـن الـمقبرة فی القری اذا اندرست، ولم یبق فیها أثر الموتی لا العظم ولاغیره هل زراعتهـا واستـغـلالهـا؟ قال: لا، ولها حکم المقبرة. (الفتاوی التاتارخانية، کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطلات والمقابر الخ، ج: ۸، ص: ۱۸۹، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

وفی الهندية: وسئل هو أیضا عن المقبرة فی القری اذا اندرست ولم یبق فیها أثر الـمـوتـی لا العظم ولا غیره هل یجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حکم المقبرة کذا فی الـمـحـیـط. (الـفـتـاوی الـعـالـمـکـیـرية، کتـاب الـوقف، البـاب الثانی عشر فی الرباطات والمقابرالخ، ج: ۲، ص: ۴۷۰، ۴۷۱)

(۱۲):فـی الشـامية: شـرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعه کما صرح به فی شـرح الـمـجـمع للمصنف اهـ. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب: ما خـالف شـرط الـواقف فهـو مخالف للنص والحکم به حکم بلا دلیل، ج: ٦، ص: ۶۳۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

=

قبرستان کی زمین کا حکم

﴿سوال﴾ قبرستان کی جو زمین خریدی جاتی ہے اگر بیع ہے تو تصرف وقبضہ نہیں اور اگر اجارہ ہے تو تعین مدت نہیں پھر یہ کیا ہے؟

﴿جواب﴾ قبرستان وقف ہوتا ہے اور اس کی خرید وفروخت اور اجارہ دفن میت کا دونوں ناروا ہے۔ ہمارے ملک میں دستور نہیں۔ اگر وہاں یہ امر ہوتا ہے تو ظلم ہے گورستان جب وقف ہوا ہر عام اس میں مردہ کو دفن کرسکتا ہے (۱۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رقم چندہ محصل چندہ مہتمم کے ذاتی اخراجات میں صرف کرنا

﴿سوال﴾ مہتمم مدرسہ یا محصل چندہ کو اپنے صرف میں لانا رقم چندہ میں سے درست ہے یا نہیں؟

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الرابع الخامس في ولاية الوقف الخ، ج: ۲، ص: ۴۱۹)

(۱۳): في الهندية: وحكى عن الحاكم المعروف بمهرويه أنه قال وجدت في النوادر عن أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ أنه أجاز وقف المقبرة والطريق كما أجاز المسجد. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات والخانات والحياض الخ، ج: ۲، ص: ۴۶۸، ۴۶۹)

وفي الدر المختار: الوقف على ثلاثة أوجه اما للفقراء أو للأغنياء ثم الفقراء أو يستوى فيه الفريقان كرباط وخان ومقابر وسقايات وقناطر ونحو ذلك. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الوقف، ج: ۲۰۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفيه أيضاً: فاذا تم ولزم لايملك ولايعار ولايرهن. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف، ج: ۶، ص: ۵۳۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾ مہتمم کو خرچ ضروری کرایہ وغیرہ اس میں سے لینا جائز ہے(۱۴)۔فقط۔

مسجد کا تیل

﴿سوال﴾ روغن مسجد کا فروخت کر کے بلا اجازت واقف کے مؤذن اس مسجد کے صرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر مسجد کا تیل مسجد کی حاجت سے زائد ہو تو اس کو فروخت کر کے مسجد کے خرچ میں لانا درست ہے(۱۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۴):في الهندية: سئل الفقيه أبو القاسم عن قيم مسجد جعله القاضى فيما على غلاتها وجعل له شيأ معلوما يأخذه كل سنة حل له الأخذ ان كان مقدار أجر مثله كذا فى المحيط.(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد وما يتعلق به، الفصل الثانى فى الوقف على المسجد و تصرف القيم وغيره فى مال الوقف عليه، ج: ۲، ص: ۴۶۱)

وفى الدرالمختار: أن للمتولى أجر مثل عمله. (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الوقف، ج: ٦، ص: ٦٧٣، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۵):في الفتح: أما فيما اشتراه المتولى من مستغلات الوقف فانه يجوز بيعه بلا هذا الشرط، وهذا لأن فى صيرورته وقفاً خلافاً. والمختار أنه لايكون وقفا فللقيم أن يبيعه متى شاء لمصلحته عرضت. (فتح القدير، كتاب الوقف، ج: ٦، ص: ٢٠٨، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب فى الوقف اذا خرب ولم يمكن عمارته، ج: ٦، ص: ٥٧٤، ط، دار عالم الكتب رياض)

مسجد کی خراب اشیاء کا مسئلہ

﴿سوال﴾ مسجد کی اشیاء جو بالکل خراب قابل پھینکنے کے ہوں ان کو اپنے کام میں لے آوے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مسجد کی کسی شئے کو اپنے ذاتی کام میں نہ لاوے نہ اپنے گھر لے جاوے البتہ اگر وہ بیکار ہوگئی ہوں تو اس کی قیمت کرالے اور متولی مسجد سے خرید کر پھر اپنے کام میں لے آوے(١٦)۔فقط۔

---

(١٦):فی الخانية: متولی المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد الى بيته وله أن يحمل من البيت الى المسجد. (الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداالخ، ج: ٣، ص: ٢٩٤)

وفى الشامية: أما اذا اشتراه المتولى من مستغلات الوقف فانه يجوز بيعه بلا هذا الشرط، لأن فى صيرورته وقفاً خلافاً، والمختار أنه لايكون وقفاً فللقيم أن يبيعه متى شاء لمصلحة عرضت اهـ. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب فى الوقف اذا خرب ولم يمكن عمارته، ج: ٦، ص: ٥٧٤، ط، دار عالم الكتب رياض)

ملفوظات

کسی مسجد کا چندہ دوسری مسجد میں صرف کرنا

﴿۱﴾ جس مسجد کے لئے چندہ فراہم کیا گیا ہے اسی میں صرف کرنا چاہئے دوسری مسجد میں بلا اجازت چندہ دہندگان صرف کرنا درست نہیں ہے البتہ اس مسجد کے جس مصارف ضروریہ میں کریں درست ہے(۱۷)۔

﴿۲﴾ جب کسی شخص نے چندہ مسجد اور روپیہ میں ملالیا تو گنہگار اور غاصب ہوا پھر جب وہ روپیہ مسجد میں لگا دیا وہ گنہگار نہ رہا گناہ معاف ہوگیا اب کسی سے اجازت کی حاجت نہیں ہے(۱۸)۔

---

(۱۷):فی الهندية: سئل شمس الائمة الحلوانی عن مسجد أو حوض خرب ولايحتاج اليه لتفرق الناس هل للقاضی أن يصرف أوقافه الی مسجد آخر أو حوض آخر قال نعم. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر فی الأوقاف التی يستغنی عنها، الخ، ج: ۲، ص: ۴۷۸)

وفی الاشباه: شرط الواقف يجب اتباعه لقولهم: شرط الواقف كنص الشارع. أی فی وجوب العمل به. (الأشباه والنظائر مع غمزعيون البصائر، كتاب الوقف، ج: ۲، ص: ۲۲۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۸):فی المحيط: فی الأصل: اذا كانت الوديعة دراهم، أو دنانير، أو شئ من المكيلات والموزونات، فأنفق المودع طائفة منها فی حاجة، كان ضامناً لما أنفق فيها. (المحيط البرهانی، كتاب الوديعة، الفصل السابع فی رد الوديعة، ج: ۸، ص: ۳۰۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

وفی الهندية: والوديعة لاتودع ولاتعار ولاتؤاجر ولاترهن وان فعل شيأ منها ضمن كذا فی البحرالرائق. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الوديعة، الباب الأول فی=

﴿۳﴾ چندہ مسجد سے زمین واسطے مسجد کے خریدنا اسی وقت درست ہے کہ چندہ دہندگان کی اجازت ہو(۱۹)۔

=تفسیر الایداع والودیعة رکنها وشرائطها وحکمها، ج: ۴، ص: ۳۳۸)

(۱۹):فی الشامیة: شرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعه کما صرح به فی شرح المجمع للمصنف اهـ. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب: ما خالف شرط الواقف فهو مخالف للنص والحکم به حکم بلا دلیل، ج: ۶، ص: ۳۵۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الحوالة، باب کتاب القاضی الی القاضی وغیره، ج: ۷، ص: ۲۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

باب مساجد کے احکام کا بیان

مسلمان بھنگی کا مال مساجد میں لگانا

﴿سوال﴾ بھنگی مسلمان کہ جس کا پیشہ پاخانہ اٹھانے کا ہے اور اس کی بیع ہی ہوتی ہے اس کے یہاں کا کھانا اور اس کا مال تعمیر مساجد میں صرف کرنا منع ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ پاخانہ اٹھانے کی اجرت مباح ہے وہ مال بھی مباح ہے اگر کوئی فساد عقد میں نہ ہو لہٰذا تعمیر مساجد میں صرف کرنا بھی درست ہے اس کی اجرت صفائی مکان کی ہے پاخانہ کی قیمت نہیں جو شبہ کراہت کا ہو(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شیعہ کی بنوائی ہوئی مسجد

﴿سوال﴾ اگر کوئی شیعہ مسجد اپنے مال سے بناوے تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اس

---

(۱):فی الدرالمختار :وجاز تعمیر كنيسة وحمل خمر ذمی بنفسه أودابته بأجر.

وفي الشامية: قوله: (جاز تعمير كنيسة) قال في الخانية: ولو آجر نفسه ليعمل فی الكنيسة ويعمرها لابأس به لأنه لامعصية فی عين العمل. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، ج: ۹، ص: ۵۶۲، ط، دار عالم الكتب رياض)

فی الدرالمختار: وكل أنواع الكسب فی الاباحة سواء على المذهب الصحيح كما فی البزازية وغيرها.

وفی الشامية تحته: قوله: (وكل أنواع الكسب الخ) أی انواعه المباحة، بخلاف الكسب بالربا والعقود الفاسدة ونحو ذلك. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصيد، ج: ۱۰، ص: ۴۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

میں نماز پڑھنے سے مسجد کے برابر ثواب ہوگا یا نہیں اوراس مسجد کو حکم مسجد کا ہے یا مثل دیگر مکانات کے ہے؟

﴿جواب﴾ شیعہ مسجد لوجہ اللہ تعالیٰ بنادے تو وہ مسجد ہے ثواب مسجد کا اس میں ہوگا (۲)۔فقط

تعمیر مسجد کے لیے کافر سے چندہ وصول کرنا

﴿سوال﴾ ایک مسجد کسی مسلمان نے تعمیر کی تھی وہ ناتمام ہے اس کی تعمیر کے واسطے چندہ شیعہ یا ہندو سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ تعمیر ومرمت مسجد میں شیعہ وکافر کا روپیہ لگانا درست ہے (۳)۔فقط۔

کافر کی بنوائی ہوئی مسجد

﴿سوال﴾ کوئی کافر نصرانی یا ہندو وغیرہ مسجد بنادے تو اس میں نماز کا کیا حکم ہے آیا ثواب مسجد کا حاصل ہوگا یا نہیں اوراس مسجد کو حکم مسجد کا ہے یا نہیں؟

---

(۲):في الشامية: أن شرط وقف الذمي أن يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء أو على مسجد القدس. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، ج: ۶، ص: ۵۲۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفي تفسير المراغي: وللمسلمين أن يقبلوا من الكافر مسجدا بناه كافر أو أوصى ببنائه.... اذا لم يكن في ذلك ضرر ديني ولاسياسي. (تفسير المراغي، سورة التوبة، آية: ۱۸، ج: ۱۰، ص: ۷۴)

(۳):في البحر: وأما الاسلام فليس من شرطه فصح وقف الذمي بشرط كونه قربة عندنا وعندهم. (البحر الرائق، كتاب الوقف، ج: ۵، ص: ۳۱۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، ج: ۶، ص: ۵۲۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾ جس کافر کے نزدیک مسجد بنانا عمدہ عبادت کا کام ہے اس کے مسجد بنانے کو حکم مسجد کا ہوگا (۴)۔فقط۔

طوائف کی بنوائی ہوئی مسجد

﴿سوال﴾ مسجد طوائف نے بنائی اب کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ قرض سے بنائی ہے یا خود مال حرام سے بعینہ پرانی مسجد ہے نماز اس میں کیا حکم رکھتی ہے؟

﴿جواب﴾ ہرگز نہ پڑھے (۵)۔فقط۔

مسجد کے لئے کافر کا چندہ

﴿سوال﴾ شیعہ ہندو یا نصاریٰ یا یہود مسجد بناوے یا اس کی مرمت کرے یا چندہ مسجد وغیرہ میں

---

(۴):فی مجمع الانهر: وأما الاسلام فليس بشرط فلو وقف الذمی..... على مسجد بيت المقدس فانه صحيح لأنه قربة عندنا وعندهم. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر، كتاب الوقف، ج: ۲، ص: ۵٦۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/ و فی الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، ج: ۲، ص: ۳۵۲)

(۵):فی الشامية: قال تاج الشريعة: أما لو أنفق فی ذلک مالاً خبيثاً ومالاً سببه الخبيث والطيب فيكره، لأن الله تعالى لايقبل الا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لايقبله. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، قبيل مطلب: فی أفضل المساجد، ج: ۲، ص: ۴۳۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفی الكشاف: كل مسجد بنی مباهاة، أو رياء، وسمعة، أو لغرض سوى ابتغاء وجه الله، أو بمال غير طيب، فهو لاحق بمسجد الضرار. (الكشاف، سورة التوبة: ۱۰۷، ج: ۳، ص: ۹۳)

شریک ہوتو جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے مسجد ان لوگوں کی بنائی ہوئی بحکم مسجد ہے اگر یہ لوگ مسجد میں روپیہ لگانا ثواب جانتے ہیں تو ان کا وقف درست ہے ایسے ہی اوپر کی عمارت میں شریک ہوں تب بھی درست ہے(٦)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مراثی وطوائف کی بنوائی ہوئی مسجد

﴿سوال﴾ مراثی یا طوائف اگر مسجد بنادیں مال بعینہ سے بغیر حیلہ قرض کے نماز اس میں مکروہ ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس مسجد میں نماز مکروہ تحریمہ ہوگی وہ مسجد نہیں(٧)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(٦):فی الموسوعة: ذهب الفقهاء الى أنه لايشترط أن يكون الواقف مسلماً، فان الوقف يصح من الذمی. (الموسوعة الفقهية، ج: ۴۴، ص: ۱۲۹)

وفی الشامية: أن شرط وقف الذمی أن يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء أو على مسجد القدس. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، ج: ٦، ص: ۵۲۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(٧):عن أبی مسعود رضی اللّٰه عنه قال: نهی النبی ﷺ عن ثمن الكلب وحلوان الكاهن ومهر البغی. وفی العمدة تحت هذا الحديث: وقال القاضی: لم يختلف العلماء فی تحريم أجر البغی لأنه ثمن عن محرم، وقد حرم اللّٰه الزنی فلذلک أبطلوا أجر المغنية والنائحة، وأجمعوا على بطلانه. (عمدة القاری، كتاب العدة، باب مهر البغی والنكاح الفاسد، ج: ۲۱، ص: ۱۳، ۱۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفی روح المعانی: ويستفاد من الآية أيضاً على ما قيل النهی عن الصلاة فی مساجد بنيت مباهاة أو رياء وسمعة أو لغرض سوى ابتغاء وجه اللّٰه، وألحق بذلک كل=

مسجد و مدرسہ میں کافر کا روپیہ لگانا

﴿سوال﴾ تعمیر مسجد و اجراء مدرسہ میں ہنود کا روپیہ لگانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مدرسہ و مسجد میں ہنود کا روپیہ لگانا درست ہے(۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد میں کافر کا روپیہ لگانا

﴿سوال﴾ ہندو کا مسجد میں روپیہ لگانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ہندو کا دیا ہوا چندہ مسجد میں صرف کرنا درست ہے جبکہ وہ بہ نیت ثواب دیتا ہو(۹)۔

=مسجد بنى بمال غير طيب. (روح المعانى، سورة التوبة، الآية:۱۰۷، ج: ۱۱، ص: ۲۱، ط، دار احياء التراث العربى بيروت لبنان)

(۸):فى البحر: وأما الاسلام فليس من شرطه فصح وقف الذمى بشرط كونه قربة عندنا وعندهم. (البحر الرائق، كتاب الوقف، ج: ۵، ص: ۲۱۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى تفسير المراغى: وللمسلمين أن يقبلوا من الكافر مسجدا بناه كافر أو أوصى ببنائه.... اذا لم يكن فى ذلك ضرر دينى ولاسياسى. (تفسير المراغى، سورة التوبة، آية: ۱۸، ج: ۱۰، ص: ۷۴)

(۹):فى مجمع الانهر: وأما الاسلام فليس بشرط فلو وقف الذمى..... على مسجد بيت المقدس فانه صحيح لأنه قربة عندنا وعندهم. (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الوقف، ج: ۲، ص: ۵۶۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/ و فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، ج: ۲، ص: ۳۵۲)

رمضان شریف میں مساجد میں زیادہ روشنی کرنا

﴿سوال﴾ رمضان شریف میں مسجدوں کو آراستہ کرنا اور تراویح کے وقت اور دنوں کی بہ نسبت زیادہ روشنی کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ مساجد کا صاف کرنا تو بہتر ہے مگر روشنی اندازہ سے زیادہ کرنا اسراف ہے(۱۰) اور اگر زیادہ روشنی بسبب کثرت آدمیوں کے ہے کہ حاجت ہے تو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد میں رمضان میں ضرورت سے زیادہ روشنی

﴿سوال﴾ روشنی کرنا رمضان کی شب ختم قرآن میں حاجت سے زائد جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حاجت سے زیادہ روشنی ہر روز ہر وقت حرام اسراف ہے اور ایسی برکت کے وقت میں زیادہ موجب خسران کا ہے(۱۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۰):فی نفع المفتی والسائل: الاستفسار: اسراج السراج الكثير الزائد عن الحاجة ليلة البراء ة، أو ليلة القدر فی الأسواق والمسجد، كما تعارف فی أمصارنا، هل يجوز؟

الاستبشار: هو بدعة، كذافی خزانة الروايات عن القنية.(مجموعة رسائل اللكنوی، نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل، ج:۴،ص:۱۹۸،ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشی)

(۱۱)فی المدخل: ولايزاد فی ليلة الختم شئ زائد على مافعل فی أول الشهر، لأنه لم يكن من فعل من مضى بخلاف ما أحدثه بعض الناس اليوم من زيادة وقود القناديل الكثيرة الخارجة عن الحد المشروع، لما فيها من اضاعة المال والسرف والخيلاء، سيماً اذا انضاف الى ذلک مايفعله بعضهم من وقود الشمع ومايركزفيه.....وانضاف الى=

کافر کی بنوائی ہوئی مسجد

﴿سوال﴾ کافر کی تعمیر کردہ مسجد میں ثواب مسجد کا ملے گا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر کافر لوجہ اللہ مسجد بنادے تو اس میں نماز کا ثواب مثل اور مساجد کے ہوگا (۱۲)۔ فقط۔

مسجد میں ضرورت سے زیادہ روشنی

﴿سوال﴾ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے اور

=ذلک بسبب كثرة الوقود اجتماع اللصوص وتشويشهم على بعض الحاضرين .....و كثير من الناس يتحدثون ويخوضون فى الأشياء التى ينزه المسجد عن بعضها فى غير رمضان، فكيف بها فى شهر رمضان العظيم؟ فكيف بها فى ليلة الختم منه، فليتحفظ من هذا كله وما شاكله جهده.الخ. (المدخل لابن الحاج، فصل فى وقود القناديل ليلة الختم، ج: ۲، ص: ۳۰۲، ۳۰۳، ط، دارالكفر)

فى البحر: وفى القنية: واسراج السرج الكثير فى السكك والأسواق ليلة البراءة بدعة، وكذا فى المساجد ويضمن القيم، وكذا يضمن اذا أسرف فى السرج فى رمضان وليلة القدر. (البحر الرائق، كتاب الوقف، ج: ۵، ص: ۳۵۹، ۳۶۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۲): فى الموسوعة: ذهب الفقهاء الى أنه لايشترط أن يكون الواقف مسلماً، فان الوقف يصح من الذمى. (الموسوعة الفقهية، ج: ۴۴، ص: ۱۲۹)

فى الشامية: أن شرط وقف الذمى أن يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء أو على مسجد القدس. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، ج: ۶، ص: ۵۲۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

وہ مسجد قندیل سے روشن تھی آپ نے حضرت عمرؓ کو دعا دی تو تراویح کی شب میں ہر روز یا ختم قرآن شریف میں اگر کوئی بنظر اس روایت کے چند قنادیل روشن کرے جائز ہے یا نہیں یا مسجد کے تیل کو صرف اپنے پاس سے کرے یا وعظ وغیرہ اگر کسی عالم سے کہلاوے اس میں بنظر ادب وعظ کے چند قندیل روشن کرے جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو روشنی کرنا چراغوں کا مسجد میں منقول ہے کسی جگہ سے کسی روایت سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ وہ حاجت سے زائد تھی بلکہ قدر حاجت تھی کہ اگر اس سے کم ہو جاتی تو بعض مسجد میں روشنی نہ رہتی اور اگر حاجت سے زیادہ ہوتی تو اسراف میں داخل ہوتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کیونکر گمان ہوسکتا ہے کہ وہ خلاف قول اللہ تعالیٰ۔ لاتسرفوا ان اللّٰہ لایحب المسرفین (۱۳). کے کرتے اور فقہاء کی کتب میں روشنی زیادہ از حد ضرورت کو اسراف میں داخل کیا ہے کیونکہ مظنون ہوسکتا ہے کہ یہ فعل حضرت عمرؓ کا فقہاء کو معلوم نہ ہو الحاصل نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس قدر روشنی ثابت ہوئی جو حاجت سے زیادہ اور داخل اسراف ہو اور اصل یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ و حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وقت میں مسجد میں چراغ نہ جلتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں وسعت ہوئی بعض صحابی بیت المقدس کا حال دیکھ کر آئے حضرت عمرؓ نے بھی بسبب وسعت کے مسجد میں روشنی قدر حاجت کرائی کیونکہ مسجد بہت طول طویل تھی دو چار چراغوں سے وہاں تمام مسجد میں روشنی نہ ہوسکتی تھی لہٰذا متعدد چراغ روشن کرائے مگر وہ کثرت قدر حاجت سے زیادہ نہ تھی پس اس سے اگر کوئی جاہل یہ سمجھ جاوے کہ بکثرت چراغ جلانے جائز ہیں تو سراسر جہل اس کا ہے بدون فہم کلام علماء اپنے قیاس فاسد کو دخل دے کر اسراف کا مرتکب ہونا ہے لہٰذا ہرگز جائز نہیں کہ تراویح میں یا ختم قرآن میں یا وعظ میں قدر حاجت سے زیادہ روشنی کی جاوے (۱۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۳):(سورۃ الانعام: ۱۴۱)

(۱۴):ومن البدع المنکرۃ ما یفعل فی کثیر من البلدان من ایقاد القنادیل الکثیرۃ فی لیالی معروفۃ فی السنۃ کلیلۃ النصف من شعبان خصوصاً بیت المقدس فیحصل=

مساجد میں مٹی کا تیل یا دیا سلائی جلانا

﴿سوال﴾ مٹی کا تیل مسجدوں میں جلانا یا دیا سلائی مسجد میں سلگانا جائز ہے یا نہیں کہ ان دونوں میں بدبو ہے اور اگر لیمپ میں مٹی کا تیل ہو کہ اس میں بدبو روشنی کیوقت نہ آتی ہو مسجد میں یا حدیث شریف پڑھاتے ہوئے یا قرآن شریف پڑھتے ہوئے اپنے مکان میں درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مٹی کا تیل جلانا اور دیا سلائی مسجد میں حرام ہے اور جگہ جہاں ذکر ہو اولیٰ نہیں ہے اور اگر لیمپ میں کہ اس کی بو باہر نہ نکلے تو غیر مسجد میں جلانا مباح ہے مگر مسجد میں حرام ہے فرشتوں کو اذیت ہوتی ہے(۱۵)۔فقط۔

=بسبب ذلک مفاسد کثیرة منها مضاهاة المجوس فی الاعتبار بالنار والاکثار منها ومنها ما یترتب علی ذلک فی کثیر من المساجد من اجتماع الصبیان واهل البطالة ولعبهم ورفع أصواتهم وامتهانهم بالمساجد وانتهاک حرمتها وحصول أوساخ فیها وغیر ذلک من المفاسد التی یجب صیانة المساجد عنها ومن المفاسد ما یجعل فی الجوامع من ایقاد القنادیل وترکها الی ان تطلع الشمس وترتفع وهو من فعل الیهود فی کنائسهم واکثر ما یفعل ذلک فی العید وهو حرام.....ومما یشبه ذلک وقود الشموع الکثیرة لیلة عرفة. (غمز عیون البصائر شرح کتاب الأشباه والنظائر، القول فی احکام المساجد، ج: ۴، ص: ۶۲، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۵):عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما: أن النبیﷺ قال فی غزوة خیبر: من أکل من هذه الشجرة ۔ یعنی الثوم ۔ فلایقربن مسجدنا. وفی الفیض تحت هذا الحدیث: واعلم أن کل شیء له رائحة کریهة یکره أن یذهب به الی المسجد. وکما یکره له أن یدخل فی المسجد، وریحه فی فمه. (فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب ماجاء فی الثوم النيء والبصل والکراث، ج:۲، ص:۴۰۷، ۴۰۸، ط، دارالکتب العلمیة بیروت)=

مسجد میں دیا سلائی جلانا

﴿سوال﴾ مسجد میں دیا سلائی جلانا یا طاق مسجد میں بیٹھ کر جلانا کہ جو خارج سے ہو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مسجد میں بدبودار شئے لانا حرام ہے ایسے ہی دیا سلائی بھی جلانا حرام ہے۔ طاق مسجد کا بھی داخل مسجد ہے(١٦)۔

= فی الدرالمختار: وأکل نحو ثوم، ویمنع منه، وکذا کل مؤذ ولو بلسانه.

وفی الشامیة: قوله: (وأکل نحو ثوم) أی کبصل ونحوه ومما له رائحة کریهة، للحدیث الصحیح البخاری: قلت: علة النهی أذی الملائکة وأذی المسلمین. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب فی الغرس فی المسجد، ج: ٢، ص: ٤٣٥، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(١٦):عن بکر بن سوادة حدثه، أن أبا النجیب مولی عبدالله بن سعد حدثه، أن أبا سعید الخدری، حدثه، أنه ذکر عند رسول الله ﷺ الثوم والبصل، وقیل: یا رسول الله، وأشد ذلک کله الثوم، أفتحرمه؟ فقال النبی ﷺ: کلوه، ومن أکله منکم فلایقرب هذا المسجد حتی یذهب منه ریحه. وفی البذل تحت هذا الحدیث: وهذا الحدیث والأحادیث التی فی الباب تدل علی أن أکل البصل والکراث والثوم مطبوخاً کان أو غیر مطبوخ جائز، وعلیه أن یعقد فی بیته، ولایحضر المسجد والجماعة حتی یذهب ریحه، وکذا من به جرح متعفن یخرج منه رائحة، وصاحب البخر والدفر، دواء کریه الرائحة یؤذی الناس بریحه، لایجوز لهم الخروج الی المسجد، والشهود الی الجماعة، والله تعالی اعلم. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی الثوم، ج: ١١، ص: ٥٥٠، ٥٥١، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان) =

مساجد میں مٹی کا تیل جلانا

﴿سوال﴾ مٹی کا تیل مسجد میں روشن کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

﴿جواب﴾ مٹی کا تیل مسجد میں جلانا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں بدبو ہوتی ہے اور ہر بدبودار شئے کا مسجد میں داخل کرنا ممنوع ہے حدیث میں ہے کہ جو کوئی پیاز، لہسن خام کھاوے مسجد میں داخل نہ ہووے اور علیٰ ہذا کپڑے اور بدن کی بدبو کیساتھ مسجد میں آنے کو منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ ملائکہ اذیت پاتے ہیں اس چیز سے جس سے اذیت پاتے ہیں انسان لہٰذا تیل کے جلانے میں بھی چونکہ جن وانس وملائکہ کو اذیت ہے اس کا جلانا حرام ہوتا ہے (۱۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

الجواب صحیح عنایت اللہ۔ الجواب صحیح ابوالحسن عفی عنہ۔ اس تیل کا جلانا البتہ مساجد میں مکروہ ہے ابو الحسنات حبیب الرحمٰن عفی عنہ۔ الجواب صحیح والمجیب نجیح ابوالقاسم محمد عبدالرشید انصاری سہارنپوری۔ فقط۔

= الأول فيما تصان عنه المساجد يجب ان تصان عن ادخال الرايحة الكريهة لقوله عليه السلام من اكل الثوم والبصل والنكراث فلايقربن مسجدنا فان الملائكة تتأذى منه بنو آدم. (غنية المستملى فى شرح منية المصلى، فصل فى احكام المسجد، ص: ٦١٠)

(۱۷):عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: من أكل من هذه الشجرة المنتنة، فلايقربن مسجدنا، فان الملائكة تأذى مما يتأذى منه الانس. وفى المرقات تحت هذا الحديث: قال النووى فى شرح مسلم عقيب حديث: لقد رأيت النبى ﷺ اذا وجد ريحا من الرجل فى المسجد أمر به فاخرج الى البقيع. هذا فيه اخراج من وجد منه ريح نحو البصل فى المسجد، ازالة للمنكر باليد لمن أمكنه. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الاول، ج: ٢، ص: ٣٨٥، ٣٨٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فى اعلاء السنن: ويلحق بما نص عليه فى الحديث: كل ما له رائحة كريهة=

مساجد میں زیب وزینت کرنا

﴿سوال﴾ مساجد کے بلند کرنے اور زیب وزینت ونقش نگار طلائی ونقرئی وغیرہ جو کچھ عوام کرتے ہیں احادیث صحیحہ کثیرہ میں اس کی ممانعت وارد ہے اور فعل یہود سے مشابہت دی گئی ہے چنانچہ ابوداؤد میں ہے امرت بتشييد المساجد قال ابن عباس لتزخرفنها كما زخرفت اليهود والنصارىٰ. لہٰذا حسب احادیث امور مذکور ممنوع وحرام ہوں گے پھر اگر جواز یا استحباب جیسا کہ معمول زمانہ ہے اگر ہو تو ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾ فخر وریا سے مساجد کا اونچا کرانا حرام ہے(۱۸) اور جو شوکت وزنیت اسلام کے

=مأكولا أو غيره، وانما خص الثوم هنا بالذكر وفى غيره أيضا بالبصل والكراث لكثرة أكلهم لها، وكذلك ألحق بعضهم بذلك من بفيه بخر أو به جرح له رائحة. (اعلاء السنن، ابواب المساجد، باب كراهة دخول من أكل الثوم والبصل وكل ماله رائحة كريهة فى المسجدالخ، ج: ۵، ص: ۱۶۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(۱۸):عن أنس أن النبى ﷺ قال: لاتقوم الساعة حتى يتباهى الناس فى المساجد. وفى البذل تحت هذا الحديث: أى يتفاخرون فى بناء المساجد، يعنى يتفاخر كل واحد بمسجده يقول: مسجده أرفع أو أزين أو أوسع أو أحسن رياءً وسمعة واجتلاباً للمدحة، ويؤيده ما نقله الحافظ من مسند أبى يعلى وصحيح ابن خزيمة من طريق أبى قلابة أن أنسا قال: سمعته يقول: يأتى على أمتى زمان يتباهون بالمساجد ثم لايعمرونها الا قليلا، وعند أبى نعيم فى كتاب المساجد: يتباهون بكثرة المساجد. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب فى بناء المساجد، ج: ۳، ص: ۱۶۰، رقم: ۴۴۷، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

واسطے کرے مباح ہے۔جیسا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا کہ کسی صحابی نے ان پر انکار وردنہ فرمایا اگرچہ آثار سابق کی بقا کو مستحسن جانتے تھے یہی دلیل جواز کی ہے(۱۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۹):عن صالح بن كيسان قال: حدثنا نافع: أن عبدالله أخبره: أن المسجد كان على عهد رسول الله ﷺ مبنيا باللبن، وسقفه الجريد، وعمده خشب النخل، فلم يزد فيه أبو بكر شيئا، وزاد فيه عمر، وبناه على بنيانه فى عهد رسول الله ﷺ، باللبن والجريد، وأعاد عمده خشباً، ثم غيره عثمان، فزاد فيه زيادة كثيرة، وبنى جداره بالحجارة المنقوشة والقصة، وجعل عمده من حجارة منقوشة، سقفه بالساج. وفى الفيض تحت هذا الحديث: اذا علمت هذا فاعلم أن الأحاديث قد كثرت فى كون تجصيص المساجد من أمارات الساعة، ومع هذا جصصه عثمان رضى الله تعالى عنه من ماله، فالصحابة رضى الله عنهم نظروا الى ظواهر الأحاديث، وكان عثمان رضى الله عنه أفقههم، فنظر الى المصالح، وانما لم يعلنه النبى ﷺ بنفسه المباركة الطيبة خشبة غلو العوام فيه فوق ما أراده الشارع، وفى الروايات أن الصحابة رضى الله عنهم لما اعترضوا عليه قام على المنبر وحدثهم أن النبى ﷺ قال: من بنى لله مسجدا بنى الله له بيتا فى الجنة مثله، فحمل المثلية فى الكيفية أيضا، وكتب السيوطى رحمه الله تعالى فى حاشية أبى داؤد: أن أبا هريرة رضى الله عنه لما ورد المدينة وعلم القصة وروى الحديث مرفوعاً وقال ان النبى ﷺ: أخبر بتجصيص هذا المسجد فسر به عثمان رضى الله عنه واعطاه خمسمائة ديناراً، قال الحافظ رحمه الله تعالى ان نقش المساجد اذا كان على سبيل التعظيم ولم ينفق له من بيت المال فهو رخصة عند أبى حنيفة رحمه الله تعالى، وقال ابن المنير: لما شيد الناس بيوتهم وزخرفها: أنه لابأس بأن يصنع كذلك بالمساجد صونا لها عن الاستهانة، فالأصل هو عدم التجصيص، لكن الآن يناسب التجصيص لاختلاف العصر والزمان ولايعد ذلك خلافا للأحاديث. (فيض البارى على صحيح البخارى، كتاب=

مسجد کے اس گوشہ کی تعمیر جو خارج از مسجد ہو

﴿سوال﴾ جو جگہ مسجد کے ایک کونہ کی کسی وجہ سے چھوڑ دی گئی ہو اور نالی اور دیوار اور فرش اس کو محیط ہو یعنی یہ جگہ فرش کے ایک جانب کو ہو ایسی جگہ پر وضو کر لینا درست ہے یا نادرست؟

﴿جواب﴾ جو کونہ مسجد کا خارج رہا وہ مسجد ہی ہے تا قیامت اس پر وضو وغیرہ کرنا درست نہیں بلکہ اس کی عظمت ویسے ہی رکھنا چاہیئے (۲۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=الصلاة، باب بنيان المسجد، ج: ۲، ص: ۷۰، ۷۱، رقم: ۴۴۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

في غنية المستملي: ولابأس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب و نحوه.....اذا فعل من مال نفسه اما المتولى فلايجوز ان يفعل من مال الوقف الا مايرجع الى احكام البناء، حتى لو جعل البياض فوق السواد للنقاء ضمن كذا في الغاية. (غنية المستملي في شرح منية المصلي، فصل في احكام المسجد، ص: ۶۱۵، ۶۱۶)

(۲۰):في الهندية: واذا خرب المسجد واستغنى أهله وصار بحيث لايصلي فيه عاد ملكا لواقفه أو لورثته حتى جاز لهم أن يبيعوه أو يبنوه دارا و قيل هو مسجد أبداً وهو الاصح كذا في خزانة المفتين. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد ومايتعلق به، ج: ۲، ص: ۴۵۸)

في الدرالمختار: ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام، والثاني أبداً الى قيام الساعة وبه يفتي حاوي القدسي.

وفي الشامية تحته: قوله: (عند الامام والثاني) فلايعود ميراثاً، ولايجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر، سواء كانوا يصلون فيه أو لا، وهو الفتوى. حاوي القدس. وأكثر المشايخ عليه. مجتبى. وهو الأوجه. فتح. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب=

صحن مسجد میں قبور قدیمہ پر مسجد کے لیے حوض بنوانا

﴿سوال﴾ قبور قدیمہ کہ مرور دہور سے ہموار ہوگئی ہوں اور صحن مسجد میں واقع ہوں ان پر حوض یا دوسری شئے مصالح مسجد کیواسطے بنانا جائز ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ اگر قبرستان وقف ہے تو یہ امر درست نہیں (۲۱) اور جو ایسا ہی دفن واقع ہوا تھا اور

=الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره، ج: ٦، ص: ۵۴۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفی البحر: وفی الخلاصة وغيرها: ويكره الوضوء والمضمضة فی المسجد الا أن يكون موضع فيه اتخذ للوضوء ولايصلی فيه. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد ومايكره فيها، ج: ۲، ص: ۶۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فی الدرالمختار: والوضوء فيما أعد لذلک.

وفی الشامية: قوله: (والوضوء) لأن ماء ہ مستقذر طبعاً فيجب تنزيه المسجد عنه، كما يجب تنزيهه عن المخاط والبلغم. بدائع. (ردالمحتار على الدرالمختار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب: فی رفع الصوت بالذكر، ج: ۲، ص: ۴۳۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲۱):فی التاتارخانية: سئل القاضی الامام محمود الأوزجندی عن مسجد لم يبق له جماعة وخرب ما حوله واستغنی الناس عنه هل يجوز جعله مقبرة؟ قال: لا، وسئل هو أيضا عن المقبرة فی القری اذا اندرست، ولم يبق فيها أثر الموتی لا العظم ولاغيره هل زراعتها واستغلالها؟ قال: لا، ولها حكم المقبرة. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات والمقابر الخ، ج: ۸، ص: ۱۸۹، ط، مكتبه زكريا ديوبند) =

استخوان مردگان معدوم ہوگئی تو درست ہے اور فرش مسجد میں ادخال ایسی زمین کا بعد ہمواری زمین کے بھی درست ہے(۲۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سود کے مال سے مسجد کا بنانا

﴿سوال﴾ بیاج کے روپیہ سے مسجد یا چاہ کے بنانا درست ہے یا نہیں یا دو شریک ہوکر بنا دیں جس میں ایک کا روپیہ بیاج کا ہے دوسرے کا مال طیب ہے؟

﴿جواب﴾ جو مسجد کہ اس میں حرام روپیہ لگا اس میں نماز مکروہ تحریمہ ہوتی ہے اور ثواب مسجد کا نہیں ملتا(۲۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= وفی الهندية: وسئل هو أيضا عن المقبرة فی القری اذا اندرست ولم يبق فيها أثر الموتی لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حكم المقبرة كذا فی المحيط. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر الخ، ج: ۲، ص: ۴۷۰، ۴۷۱)

(۲۲):فی التبيين: ولو بلی الميت وصار ترابا جاز دفن غيره فی قبره وزرعه والبناء عليه (تبيين الحقائق، كتاب الجنائز، قبيل فصل تعزية اهل الميت، ج: ۱، ص: ۲۴۶، ط، مكتبه امداديه ملتان)

وفی الهندية: ولو بلی الميت وصار تراباً جاز دفن غيره فی قبره وزرعه والبناء عليه كذا فی التبيين. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مكان الی آخر، ج: ۱، ص: ۱۶۷)

(۲۳):فی الشامية: قال تاج الشريعة: أما لو أنفق فی ذلک مالاً خبيثاً ومالاً سببه الخبيث والطيب فيكره، لأن الله تعالی لايقبل الا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لايقبله. (ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، قبيل=

مسجد میں خرید وفروخت کرنا

﴿سوال﴾ مسجد میں خرید وفروخت کرلینا اور قیمت باہر جا کر لے دے لینا تو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مسجد میں کوئی سودا خرید لے تو درست ہے مگر اسباب وہاں نہ ہو اور اس کام میں کثرت اور اس میں زیادہ مشغولی وہاں نہ چاہئے کہ مسجد کے بے حرمتی ہے احیاناً کسی سے ایسی بات چیت کر لی جاوے تو درست ہے (۲۴)۔ فقط۔

=مطلب: فی أفضل المساجد، ج: ۲، ص: ۴۳۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی روح المعانی: ویستفاد من الآیة أیضاً علی ما قیل النهی عن الصلاة فی مساجد بنیت مباهاة أو ریاء وسمعة أو لغرض سوی ابتغاء وجه اللّٰه، وألحق بذلک کل مسجد بنی بمال غیر طیب. (روح المعانی، سورة التوبة، الآیة:۱۰۷، ج: ۱۱، ص: ۲۱، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

(۲۴):فی الکوکب: قوله: [باب ماجاء فی کراهة البیع والشراء وانشاد الضالة والشعر فی المسجد] أما النهی عن البیع والشراء فقد رخصوا فیهما للمعتکف اذا لم یحضر المتاع لما فیه من الضرورة له، وأما لغیره فلا ضرورة وکذلک لاحاجة الی احضار السلعة أیضاً مع أن فی احضارها اضراراً للمصلین واشتغالاً لهم ان کان شیئاً من هذا القبیل مع أن المسجد غیر موضوع لمثل هذا واستعمال الشئ فیما لم یوضع له لایکون الا عند ضرورة.

وقال الشیخ العلامة محمد زکریا الکاندهلوی نور اللّٰه مرقدهٗ فی حاشیته: الجهمور علی صحة البیع مع کراهة کما بسطه فی الأوجز وحکی عن مالک الجواز لو لم تکثر المراجعة کمساومة ثوب وسلعة تقدمت رؤیتهما وکذلک حکی الطحاوی عن الحنفیة الجواز اذا لم یعم المسجد ویغلب علیه السوق وفی عامة فروع الحنفیة الکراهة=

مسجد کو فروخت کرنا

﴿سوال﴾ ایک مسجد تعداد دو گز کی طویل ہے اور ایک گز کی عریض ہے اور ویران ہے نماز اور اذان کبھی اس میں کچھ نہیں ہوتی ہے تو اگر اس کو متولی مسجد فروخت کر کے دوسری مسجد کہنہ کلاں میں قیمت اس کی لگادیں یا اینٹیں اس کی لگا دیں اور زمین میں اس کی دوکان واسطے صرف مسجد کہنہ کے بنوادیں تو یہ جائز ہے یا نہیں یا تحریر فرمایئے کہ اس کی زمین کو کیا کیا جاوے جب کہ اینٹیں وغیرہ کی اجازت حضور کی دوسری مسجد کو ہو جاوے؟

﴿جواب﴾ مسجد کی بیع حرام اور باطل ہے کسی حال میں بیع نہیں کر سکتے خواہ وہاں اذان و نماز ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو اور آباد ہو یا ویران ہو (۲۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرام مال سے بنائے ہوئے مکان میں نماز

﴿سوال﴾ اگر مال حرام سے ایک مکان بنایا گیا لیکن زمین اس کی پاک ہے وہ مال حرام سے نہیں خریدی گئی بلکہ وہ مکان سرکاری زمین کے اندر باجازت سرکار بنایا گیا ہے اندریں صورت مکان مذکور میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور قیام وسکونت کرنا اس میں کیا حکم رکھتا ہے اس مکان کے صحن وکوٹھہ ہر دو میں نماز مکروہ

=وهو المذهب. (الكوكب الدرى، ج: ۱، ص: ۳۱۸، ۳۱۹، ط، ندوة العلماء لكهنؤ)

(۲۵):فى الهندية: واذا خرب المسجد واستغنى أهله وصار بحيث لايصلى فيه عاد ملكا لواقفه أو لورثته حتى جاز لهم أن يبيعوه أو يبنوه دارا و قيل هو مسجد أبداً وهو الاصح كذا فى خزانة المفتين. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد ومايتعلق به، ج: ۲، ص: ۴۵۸)

وفى الهداية: قال: ومن اتخذ أرضه مسجداً لم يكن له أن يرجع فيه، ولايبيعه، ولايورث عنه لأنه يحرز عن حق العباد، وصار خالصاً لله تعالىٰ وهذا لأن الأشياء كلها لله تعالىٰ. (الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الوقف، فصل فى وقف المسجد، المجلد الثانى، جزء ۴، ص: ۴۴۷، ۴۴۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

ہے یا فقط جہاں تک تعمیر ہو مکروہ ہے باقی صحن میں نماز بلا کراہت جائز ہے؟

﴿جواب﴾ جس مکان کی زمین حلال ہو اور بناء حرام ہو اس میں نماز مکروہ ہوتی ہے (۲۶) مگر ایسی جگہ کہ اثر بناء کا نہ ہو اس میں کراہت نہ ہوگی۔ فقط کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱ علیٰ ہذا القیاس سکونت وقیام اس مکان میں مکروہ تحریمی ہے۔ فقط محمد روشن عفی عنہ حضرت مولانا سلمہ سے تحقیق کرلیا ہے فقط۔

حرام مال سے مسجد کا غسل خانہ بنانا

﴿سوال﴾ جن لوگوں کے پاس روپیہ حرام سے اکٹھا ہوتا ہے اگر ان کے روپیہ سے غسل خانہ یا پاخانہ مسجد کے متعلق بنایا جائے جائز ہے یا ناجائز نیز مسجد میں روشنی وغیرہ ان کے روپیہ سے کرنا۔ فقط۔

﴿جواب﴾ سب ناجائز ہے اور استعمال اس کا نادرست ہے (۲۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

طوائف کی بنوائی ہوئی مسجد کی تعظیم

﴿سوال﴾ مال طوائف کی مسجد تعمیر شدہ میں نماز تو جائز نہیں لیکن تعظیم اس کی مسجد کی سی چاہئے یا

---

(۲۶): فی روح المعانی: ویستفاد من الآیة أیضاً علی ما قیل النهی عن الصلاة فی مساجد بنیت مباهاة أو ریاء وسمعة أو لغرض سوی ابتغاء وجه الله، وألحق بذلک کل مسجد بنی بمال غیر طیب. (روح المعانی، سورة التوبة، الآیة: ۱۰۷، ج: ۱۱، ص: ۲۱، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

(۲۷): فی الشامیة: قال تاج الشریعة: أما لو أنفق فی ذلک مالاً خبیثاً ومالاً سببه الخبیث والطیب فیکره، لأن الله تعالی لایقبل الا الطیب، فیکره تلویث بیته بما لایقبله. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، قبیل مطلب: فی أفضل المساجد، ج: ۲، ص: ۴۳۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

مثل دیگر مکانات کے ہے حتی کے بول وغائط بھی اس میں درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نماز اس میں مکروہ ہے مگر چونکہ اس نے اس کو مسجد بنایا ہے لہٰذا تعظیم اس مکان کی رعایت رکھے (۲۸)۔فقط۔

مسجد کا روپیہ کنویں کی مرمت میں لگانا

﴿سوال﴾ جس مسجد کیواسطے چندہ جمع کیا تھا اس کے قریب جو کنواں ہے اور اس سے اہل محلّہ بھی پانی بھرتے ہیں اور اس میں سے مسجد میں پانی آتا ہے اور یہ وہی کنواں ہے کہ جس کو لکھا تھا کہ کتے کا جھوٹا پانی اس کے اندر گیا تو اس روپیہ کو اس کنویں کی مرمت میں لگانا بغیر اجازت چندہ دہندگان کہ جو مسجد کے نام سے وصول کیا تھا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مسجد کا روپیہ اس کنویں میں لگانا درست نہیں (۲۹)۔

---

(۲۸):فی فتوح الغیب: کل مسجد بنی مباهاة أو ریاء وسمعة أو لغرض سوىٰ ابتغاء وجه اللّٰه، أو بمال غیر طیب: فهو لاحق بمسجد الضرار. (فتوح الغیب فی الکشف عن قناع الریب، ج: ۷، ص: ۳۵۸)

وفی الکشاف: کل مسجد بنی مباهاة، أو ریاء، وسمعة، أو لغرض سوی ابتغاء وجه اللّٰه، أو بمال غیر طیب، فهو لاحق بمسجد الضرار. (الکشاف، سورة التوبة: ۱۰۷، ج: ۳، ص: ۹۳)

(۲۹):فی الهندیة: مسجد له مستغلات وأوقاف أراد المتولی أن یشتری من غلة الوقف للمسجد دهنا أو حصیراً أو حشیشاً أو آجر أو جصا لفرش المسجد أو حصی قالوا ان وسع الواقف ذلک للقیم وقال تفعل ما تری من مصلحة المسجد کان له أن یشتری للمسجد ماشاء وان لم یوسع ولکنه وقف لبناء المسجد وعمارة المسجد لیس للقیم أن یشتری ما ذکرنا. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر=

مسجد کے پھلدار درختوں کا مسئلہ

﴿سوال﴾ اگر مسجد میں امرود کا درخت ہو اس کو نمازی استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو درخت کسی نے نمازیوں کے کھانے کو لگایا ہو اس میں سے کھانا درست ہے(۳۰)۔

مسجد کا بچا ہوا تیل

﴿سوال﴾ خادم مسجد بچی ہوئے چیز تیل لکڑی وغیرہ اپنے صرف میں کرسکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مسجد کا بچا ہوا تیل لکڑی وغیرہ اپنے کام میں نہیں لاسکتا البتہ اجرت خدمت لینا چاہے تو اپنی اجرت ٹھہرالے اور متولی سے وصول کرلیا کرے(۳۱)۔فقط۔

=فی المسجد و ما یتعلق به، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد و تصرف القیم وغیره فی مال الوقف علیه، ج: ۲، ص: ۴۶۱)

وفی الشامیة: شرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعه کما صرح به فی شرح المجمع للمصنف اهـ. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب: ما خالف شرط الواقف فهو مخالف للنص والحکم به حکم بلا دلیل، ج: ۶، ص: ۵۳۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۳۰):فی البحر: وفی الحاوی: وما غرس فی المساجد من الأشجار المثمرة ان غرس للسبیل وهو الوقف علی العامة کان لکل من دخل المسجد من المسلمین أن یأکل منها، وان غرس للمسجد لایجوز صرفها الا الی مصالح المسجد الأهم فالأهم کسائر الوقوف. (البحر الرائق، کتاب الوقف، ج: ۵، ص: ۳۴۱،۳۴۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۳۱):فی الخانیة: متولی المسجد لیس له أن یحمل سراج المسجد الی بیته و=

مسجد کا حجرہ بنوانے کی جہت

﴿سوال﴾ ایک مسجد میں نمازیوں کو وضو کی سخت تکلیف گرما میں رہتی تھی کہ کوئی جگہ سایہ وغیرہ کی نہیں تھی ایک شخص نے ایک سہ دری بنوانی شروع کی اور مسجد میں کسی طرف کو حجرہ مسجد کے اسباب کیواسطے بنوانا چاہتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ مسجد کے متعلق غسل خانہ وحجرہ وسہ دری وغیرہ اگر بنوایا جاوے تو مسجد کے فرش سے بالکل علیحدہ اور ایک طرف کو ہو حتی کہ اگر کوئی کڑی یا ستون مسجد پر رکھا جاوے گا تو جائز نہ ہوگا اور جو ستون بنایا گیا ہو تو اس کو تڑوا دینا چاہئے علی ہذا یہ تعمیر جس میں مسجد کا فرش کام آوے گا اس کا لینا جائز ہرگز نہ ہوگا اور اگر کچھ بنایا گیا ہو اور اس میں مسجد کا فرش کچھ آ گیا ہو تو اس کو تڑوا دینا چاہئے (۳۲)۔

=له أن يحمل من البيت الى المسجد. (الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداالخ، ج: ۳، ص: ۲۹۴)

وفي الهندية: واذا أراد أن يصرف شيأ من ذلك الى امام المسجد أو الى مؤذن المسجد فليس له ذلك الا ان كان الواقف شرط ذلك في الوقف كذا في الذخيرة. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر في المسجد وما يتعلق به، الفصل الثاني في الوقف على المسجد و تصرف القيم وغيره في مال الوقف عليه، ج: ۲، ص: ۴۶۳)

وفي الفتح: أما فيما اشتراه المتولي من مستغلات الوقف فانه يجوز بيعه بلا هذا الشرط، وهذا لأن في صيرورته وقفاً خلافاً. والمختار أنه لايكون وقفا فللقيم أن يبيعه متى شاء لمصلحته عرضت. (فتح القدير، كتاب الوقف، ج: ۶، ص: ۲۰۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳۲): في الدرالمختار: لو بنى فوقه بيتاً للامام لايضر لأنه من المصالح، أما لو=

مسجد کی زمین میں حجرہ بنایا

﴿سوال﴾ مسجد بوجہ چھوٹی ہونے کے بڑھائی گئی کسی قدر زمین کہنہ مسجد کی بچ رہی اس میں حجرہ وغیرہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ جگہ مسجد کی بچی ہوئی کسی دوسرے کام میں نہیں آسکتی نہ یہاں حجرہ بنانا درست ہے نہ غسل خانہ وغیرہ جس طرح ہو مسجد میں شامل کر دیں نہ ہو سکے تو احاطہ بنا کر ویسے ہی پڑا رہنے دیں (۳۳)۔ فقط۔

=تمت المسجدية ثم أراد البناء منع ولو قال عنيت ذلک لم يصدق. تاترخانية. فاذا كان هذا فى الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولو على جدار المسجد.

وفى الشامية تحته: قوله: (ولو على جدار المسجد) مع أنه لم يأخذ من هواء المسجد شيئاً اهـ ط. ونقل فى البحر قبله: ولا يوضع الجذع على جدار المسجد وان كان من أوقافه اهـ.

قلت: وبه علم حكم ما يصنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوع على جداره فانه لايحل ولو دفع الأجرة..... وبهذا علم أيضاً حرمة احداث الخلوات فى المساجد كالتى فى رواق المسجد الأموى، ولاسيما ما يترتب على ذلک من تقذير المسجد بسبب الطبخ والغسل ونحوه. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الوقف، قبيل مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره، ج: ٦، ص: ٥۴٨، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳۳):فى الهندية: واذا خرب المسجد واستغنى أهله وصار بحيث لايصلى فيه عاد ملكا لواقفه أو لورثته حتى جاز لهم أن يبيعوه أو يبنوه دارا و قيل هو مسجد أبداً وهو الاصح كذا فى خزانة المفتين. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى=

مسجد کی افتادہ زمین کا مسئلہ

﴿سوال﴾ ایک مسجد کے صحن کے آگے کچھ جگہ عرصہ دراز سے پڑی ہوئی ہے اور اس میں ایک جانب غسل خانے بنے ہوئے ہیں اور ایک جانب کو اس جگہ میں آمدورفت کو دروازہ مسجد کا ہے اور ایک دروازہ آمدورفت کا دوسری طرف کو بھی ہے بعض اہل محلّہ کہتے ہیں کہ جگہ ہماری ملک ہے اور دیگر اشخاص بلکہ اکثر اشخاص شہر کہتے ہیں کہ یہ جائے افتادہ متعلق مسجد کے ہے اور ظاہر یہ ہی معلوم ہوتا ہے مگر قبضہ اہل محلّہ کا بھی رہا جیسے کہ جائے افتادہ میں گاڑی کھڑی کردی کباڑ رکھ دیا اور ایسا تصرف جائے افتادہ میں اکثر کرلیا کرتے ہیں مدعی مذکور کہتے ہیں کہ یہ جگہ ہمارے بیع نامہ میں ہے اور غسل خانے ہم نے رعایتاً بنوا دیئے تھے مگر بیع نامہ دکھلاتے نہیں ہیں تو حضور جائے مذکور عنداللہ مسجد کی قرار دیجاوے یا کس کی اور مسجد ہوسکتی ہے یا نہیں مولوی

=عشر فی المسجد ومایتعلق به، ج: ۲، ص: ۴۵۸)

وفی الدرالمختار: ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الامام، والثانی أبداً الی قیام الساعة وبه یفتی حاوی القدسی.

وفی الشامیة تحته: قوله: (عند الامام والثانی) فلایعود میراثاً، ولایجوز نقله ونقل ماله الی مسجد آخر، سواء کانوا یصلون فیه أو لا، وهو الفتوی. حاوی القدس. وأکثر المشایخ علیه. مجتبی. وهو الأوجه. فتح. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیره، ج: ۶، ص: ۵۴۸، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی التاتارخانیة: سئل القاضی الامام محمود الأوزجندی عن مسجد لم یبق له جماعة وخرب ما حوله واستغنی الناس عنه هل یجوز جعله مقبرة؟ قال: لا. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطلات والمقابر الخ، ج: ۸، ص: ۱۸۹، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

اشرف علی صاحب نے یہ جواب لکھا ہے کہ وقف میں تسامع وشہرت حجت ہے اگر بیع نامہ دکھلا دیں تب بھی یہ جگہ متعلق مسجد کے ہے۔

﴿جواب﴾ جب تک وہ لوگ اپنی ملک کا کوئی ثبوت معتبر اور کافی نہ دیں گے اس وقت تک وہ جگہ مسجد ہی کی سمجھی جاوے گی (۳۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد میں چارپائی بچھانا

﴿سوال﴾ مسجد میں چارپائی بچھانی درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ چارپائی مسجد میں بچھانی درست ہے(۳۵)۔فقط۔

مساجد میں ذکر جہری

﴿سوال﴾ صوفیاء کرام جو بعد نماز مغرب مساجد میں حلقہ کرتے ہیں اور کودتے چلاتے اور ہوحق

---

(۳۴):عن عمرو بن شعیب، عن أبیه، عن جده، أن النبیﷺ قال فی خطبته: البینة علی المدعی، والیمین علی المدعی علیه. وفی العرف الشذی تحت هذا الحدیث: قال أبو حنیفة: ان فصل الأمور بطریقین: البینة علی المدعی أو الیمین من المنکر، ولاثالث. (العرف الشذی شرح سنن الترمذی، کتاب الأحکام، باب ماجاء فی أن البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه، ج: ۳، ص: ۷۵، رقم: ۱۳۴۰، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

(۳۵):عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما أن النبیﷺ کان اذا اعتکف طرح له فراشه أو یوضع له سریره وراء أسطوانة التوبة. رواه ابن ماجة ورجاله ثقات. [نیل ۴/ ۱۴۷]. (اعلاء السنن، ابواب الصیام، باب جواز طرح الفراش فی المسجد للمعتکف، ج: ۶، ص: ۱۸۴، رقم: ۲۵۴۷، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة بیروت لبنان)

کرتے ہیں کہ جس سے لوگ جمع ہوجاتے ہیں اور مسجد میں شور وغل پڑ جاتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں اور اشعار وغیرہ توحید اور ذوق شوق کے پڑھے جاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بعض علماء نے مسجد میں رفع صوت کو اگر چہ بذکر ہو مکروہ لکھا ہے لہٰذا مسجد میں اس کا نہ ہونا مستحسن ہے خصوصاً ایسی صوت میں کہ تماشا گاہ عوام ہو جاوے یا مسجد کا نقصان ہوا گر چہ ذکر بجہر ہو بکاء اور نالہ مسجد میں جائز بھی ہو(۳۶)۔فقط۔

مسجد میں راستہ داخل کرنا

﴿سوال﴾ راستہ میں سے بوجہ ضرورت کے کچھ مسجد میں ڈال دینا کیا حکم رکھتا ہے اور اس کا عکس بھی ہوسکتا ہے اور اس سے مراد ہے کہ جائے مسجد کا تا قیام قیامت یکساں حال ہے؟

﴿جواب﴾ راہ کو مسجد میں لانا بشرطیکہ چلنے والوں کو تنگی نہ ہو درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم اس

---

(۳۶):فی الأشباہ: ورفع الصوت بالذکر الا للمتفقھة.

وفی غمز العیون تحته: قوله: (ورفع الصوت بالذکر الخ) أقول الظاھر ان یقرأ بالجر عطف علی الضمیر فی قوله ویمنع منه والتقدیر ویمنع من رفع الصوت بالذکر فی المسجد. (غمز العیون البصائر شرح کتاب الأشباہ والنظائر، القول فی احکام المسجد، ج: ۴، ص: ۱۶۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الشامیة: وقد حرر المسألة فی الخیریة وحمل مافی فتاوی القاضی علی الجھر المضر وقال : ان ھناک أحادیث اقتضت طلب الجھر وأحادیث طلب الاسرار، والجمع بینھما بأن ذلک یختلف باختلاف الأشخاص والاحوال، فالاسرار أفضل حیث خیف الریاء او تأذی المصلین أو النیام، والجھر أفضل حیث خلا مما ذکر.الخ.(رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیرہ، ج: ۹، ص: ۵۷۰، ط،دارعالم الکتب، ریاض)

کے عکس کو بھی علماء نے درست کہا ہے مگر بے تعظیمی مسجد کی درست نہیں لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے (۳۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد کے لئے جبراً جگہ لینا

﴿سوال﴾ ایک مسجد کا صحن کم ہے اور نمازی کثرت سے آتے ہیں اور باہر مسجد کے جگہ ہے ایک مسلمان کی وہ شخص بہ قیمت بھی جگہ نہیں دیتا ہے اس صورت میں زبردستی جگہ لے کر بہ قیمت اگر مسجد میں شامل کریں تو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ درحالت تنگی وضرورت جبراً جگہ لے کر مسجد میں بڑھانا درست ہے (۳۹)۔ فقط۔

---

(۳۸):فی الخانية: طريق للعامة هى واسع فبنى فيه أهل المحلة مسجداً للعامة ولايضر ذلک قالوا لابأس به. هكذا روى عن أبى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى لان الطريق للمسلمين والمسجد لهم أيضا. (الفتاوى الخانية هامش على الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا، ج: ۳، ص: ۲۹۲، ۲۹۳)

وفى الفتح: وفى كتاب الكراهية من الخلاصة عن الفقيه أبى جعفر عن هشام عن محمد أنه يجوز أن يجعل شئ من الطريق مسجداً، أو يجعل شيء من المسجد طريقاً للعامة اهـ. يعنى اذا احتاجوا الى ذلک. (فتح القدير، كتاب الوقف، ج: ۶، ص: ۲۱۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳۹):فى البحر: اذا ضاق المسجد على الناس وبجنبه أرض لرجل تؤخذ أرضه بالقيمة كرهاً لما روى عن الصحابة رضى الله عنهم لما ضاق المسجد الحرام أخذوا أرضين بكره من أصحابها بالقيمة وزادوا المسجد الحرام. (البحر الرائق، كتاب الوقف، قبيل كتاب البيع، ج: ۵، ص: ۴۲۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى الدرالمختار: تؤخذ أرض ودار وحانوت بجنب مسجد ضاق على الناس=

مسجد کی حفاظت کے لئے جہاد

﴿سوال﴾ یہاں چارکوس پر ایک موضع میں ایک مسجد خام کہنہ ہے اس کو ایک کافر شہید کرا کر بتخانہ بنوانا چاہتا ہے تو حضور مسلمانوں پر اس کا روکنا فرض ہے یا مستحب ہے اور اس کافر کا مقابلہ کرنا اور یا اس میں لڑکر شہید ہو جانا فرض ہے یا مستحب غرض یہ ہے کہ کس درجہ مسلمان اس کافر خبیث ظالم کا مقابلہ کریں یا خاموش رہیں اگر مارنا اور مرنا ضروری ہے تو خاص اس موضع مسجد کے مسلمانوں پر ضرور ہے یا جو مسلمان کہ اس قصہ کو سنے؟

﴿جواب﴾ اس مسجد کی صیانت سب مسلمانوں پر فرض ہے مگر لڑنا ہرگز درست نہیں ہے حسب قاعدہ سرکاری طور سے سرکار کی طرف رجوع کرنا چاہئے (۴۰)۔ فقط۔

=بالقمية كرهاً.

وفي الشامية تحته: قوله: (بالقيمة كرهاً) لما روى عن الصحابة رضى الله عنهم تعالى لما ضاق المسجد الحرام أخذوا ارضين بكره من أصحابها بالقيمة و زادوا فى المسجد الحرام. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الوقف، قبيل مطلب فى اشتراط الواقف الولاية لنفسه، ج: ٦، ص: ٥٧٧، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا فى التبيين الحقائق، كتاب الوقف، ج: ٣، ص: ٣٣١، ٣٣٢، ط، مكتبه امداديه ملتان)

(۴۰):في اكمال المعلم: فان غلب على ظنه أن تغييره بيده يسبب منكراً أشد منه من قتله أو قتل غيره بسببه، كف يده، واقتصر على القول باللسان، والوعظ والتخويف، فان خاف أيضاً ان يسبب قوله مثل ذلك غير بقلبه، وكان فى سعة، وهذا هو المراد بالحديث ان شاء الله، وان وجد من يستعين به على ذلك استعان، مالم يؤد ذلك الى اظهار سلاح وحرب، وليرفع ذلك الى من له الأمر ان كان المنكر من غيره، أو يقتصر على تغييره بقلبه هذا هو فقه المسألة، وصواب العمل فيها عند العلماء=

مسجد میں زیادتی کے لئے تغیر

﴿سوال﴾ مسجد کو بعد انہدام قبلہ کی جانب اور زیادہ کر لینا اور اندرون مسجد کو فرش میں داخل کر دینا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ زیادۃ فی المسجد اور اس طرح تغیر جائز ہے (۴۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد کا ثواب اندرو باہر

﴿سوال﴾ مسجد کے اندر باہر نماز کا ثواب برابر ہے یا کم وبیش؟

﴿جواب﴾ اندر باہر مسجد کا ثواب برابر ہے (۴۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=المحققين.(اكمال المعلم بفوائد مسلم، كتاب الايمان، باب بيان كون النهى عن المنكر من الايمان الخ، ج: ١، ص: ٢٩٠، ط، دار الوفاء)

(۴۱):فى الشامية: سئل أبو القاسم عن أهل مسجد أراد بعضهم أن يجعلوا المسجد رحبة والرحبة مسجداً أو يتخذوا له باباً أو يحولوا بابه عن موضعه، وأبى البعض ذلك، قال: اذا اجتمع أكثرهم وأفضلهم ليس للأقل منعهم. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب فى جعل شئ من المسجد طريقا، ج: ٦، ص: ٥٧٦، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، الفصل الاول فيما يصير به مسجدا وفى أحكامه وأحكام ما فيه، ج: ٢، ص: ٤٥٦)

(۴۲):فى الهندية: وفناء المسجد له حكم المسجد. (الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها، الفصل الثانى فيما يكره فى=

مسجد کے اندر وضو کرنا

﴿سوال﴾ مسجد کے اندر بباعث دھوپ یا بارش بیٹھ کر وضو کرنا درآنحالیکہ پانی بھی وضو کا صحن مسجد میں پھیلے جائز ہے یا نہیں اور مسجد کے اندر بیٹھ کر مسجد کی دیوار سے تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مسجد کے اندر وضو کرنا کہ غسالہ مسجد میں گرے حنفیہ کے نزدیک منع اور گناہ ہے(۴۳) اور تیمّم دیوار مسجد سے کرنے کو بھی بعض کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے(۴۴)۔فقط۔

=الصلاة ومالايكره، ج: ١، ص: ١٠٩)

(وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، باب الامامة، ص: ٢٩٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۴۳):فی البحر: وفی الخلاصة وغيرها: ويكره الوضوء والمضمضة فی المسجد الا أن يكون موضع فيه اتخذ للوضوء ولايصلی فيه. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد ومايكره فيها، ج: ٢، ص: ٦١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فی الدرالمختار: والوضوء فيما أعد لذلک.

وفی الشامية: قوله: (والوضوء) لأن ماء ه مستقذر طبعاً فيجب تنزيه المسجد عنه، كما يجب تنزيهه عن المخاط والبلغم. بدائع. (ردالمحتار علی الدرالمختار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب: فی رفع الصوت بالذكر، ج: ٢، ص: ۴۳۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۴۴):فی الخانية: ويكره مسح الرجل من طين والردغة باسطوانة المسجد أو بحائطه. (الفتاوی الخانية علی هامش الفتاوی العالمكيرية، باب التيمم، فصل المسجد، ج: ١، ص: ٦٥)

مسجد کی رقم سے گھنٹہ وغیرہ خریدنا

﴿سوال﴾ مسجد کا روپیہ سے باقی رہ گیا ہے اگر اس روپیہ کو بہ اجازت چندہ دہندگان اس مسجد میں واسطے جھگڑے جماعت اور پابندی جماعت کے اس روپیہ جمع شدہ چندہ سے جو بنام مرمت مسجد کے سابق میں جمع کیا تھا اور اس مرمت سے روپیہ باقی رہ گیا اگر اس روپیہ کی گھڑی یا گھنٹہ خرید کیا جاوے تو حضور کیا حکم دیتے ہیں؟

﴿جواب﴾ جو روپیہ مرمت مسجد کے لئے آیا ہے اس میں امام یا مؤذن مقرر کر لینا درست ہے اور گھنٹہ خریدنا بھی درست ہے (۴۵)۔فقط۔

جنگل میں عیدگاہ بنانا

﴿سوال﴾ اگر غیر موقوفہ اراضی صحرائی میں باجازت زمیندار نماز عید پڑھیں تو ثواب عیدگاہ کا ملے گا یا نہیں جبکہ عیدگاہ کہنہ کا امام بدعتی ہو؟

﴿جواب﴾ عیدگاہ کا ثواب جنگل میں نہیں ہے (۴۶)۔فقط۔

---

(۴۵):في البحر: قال: والذي يبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف أولا، ثم ما هو أقرب الى العمارة وأعم للمصلحة كالامام للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف اليهم الى قدر كفايتهم، ثم السراج والبساط كذلك الى آخر المصالح..... و قوله: ”الى آخر المصالح“ أي مصالح المسجد فيدخل المؤذن والناظر لأنا قدمنا أنهم من المصالح، وقدمنا أن الخطيب داخل تحت الامام. (البحر الرائق، كتاب الوقف، ج: ۵، ص: ۳۵۶، ۳۵۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب: يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب اليها، ج: ۶، ص: ۵۶۰، ۵۶۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۴۶):عن عليؓ قال: الخروج الى الجبان في العيدين من السنة. (المعجم=

مسجد میں ختم قرآن کی رات ضرورت سے زیادہ روشنی

﴿سوال﴾ ختم قرآن کی رات کو روشنی حد سے زیادہ کرنا یعنی صدہا چراغ جلانا اسراف میں داخل ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ روشنی زائد از حد ضرورت داخل اسراف اور حرام ہے خواہ ختم قرآن شریف میں ہو یا اور کسی مجلس میں اور ایسی جگہ جانا درست ہے (۴۷)۔ فقط۔

=الأوسط للطبرانی، ج: ۴، ص: ۲۲۴، رقم: ۴۰۴۰، ط، دار الحرمین)

فی الشامیة: وفی الخلاصة والخانیة: السنة أن یخرج الامام الی الجبانة. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب علی السنة وبالعکس، ج: ۳، ص: ۴۹، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی الهندیة: الخروج الی الجبانة فی صلاة العید سنة. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین، ج: ۱، ص: ۱۵۰)

(۴۷): فی البحر: وفی القنیة: واسراج السرج الکثیرة فی السکک والأسواق لیلة البراء ة بدعة، وکذا فی المساجد ویضمن القیم، وکذا یضمن اذا أسرف فی السرج فی رمضان ولیلة القدر. (البحر الرائق، کتاب الوقف، ج: ۵، ص: ۳۵۹، ۳۶۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی نفع المفتی والسائل: الاستفسار: اسراج السراج الکثیر الزائد عن الحاجة لیلة البراء ة، أو لیلة القدر فی الأسواق والمسجد، کما تعارف فی أمصارنا، هل یجوز؟

الاستبشار: هو بدعة، کذافی خزانة الروایات عن القنیة. (مجموعة رسائل اللکنوی، نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل، ج: ۴، ص: ۱۹۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة، کراتشی)

مسجد میں دیا سلائی جلانا

﴿سوال﴾ دیا سلائی گندھک کی جس سے چراغ روشن کرتے ہیں اور بوقت روشن کرنے کے اس سے بدبو نکلتی ہے مسجد میں جلانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جس شئے میں بدبو ہو اس کو مسجد میں لے جانا اور بدبو کا مسجد میں پیدا کرنا منع ہے یہاں تک کہ پیاز کھا کر بدبودار دہن کے ساتھ دخول مسجد کو حرام لکھا ہے پھر گندھک بدبو مسجد میں پھیلانا کس طرح درست ہوگا (۴۸)۔ چراغ خارج مسجد روشن کر کے لے جاوے یا موم کی دیا سلائی سے روشن کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۴۸):عن بكر بن سوادة حدثه، أن أبا النجيب مولى عبدالله بن سعد حدثه، أن أبا سعيد الخدرى، حدثه، أنه ذكر عند رسول الله ﷺ الثوم والبصل، وقيل: يا رسول الله، وأشد ذلک كله الثوم، أفتحرمه؟ فقال النبى ﷺ: كلوه، ومن أكله منكم فلايقرب هذا المسجد حتى يذهب منه ريحه. وفى البذل تحت هذا الحديث: وهذا الحديث والأحاديث التى فى الباب تدل على أن أكل البصل والكراث والثوم مطبوخاً كان أو غير مطبوخ جائز، وعليه أن يعقد فى بيته، ولايحضر المسجد والجماعة حتى يذهب ريحه، وكذا من به جرح متعفن يخرج منه رائحة، وصاحب البخر والدفر، دواء كريه الرائحة يؤذى الناس بريحه، لايجوز لهم الخروج الى المسجد، والشهود الى الجماعة، والله تعالى اعلم. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الأطعمة، باب فى الثوم، ج: ۱۱، ص: ۵۵۰، ۵۵۱، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

الأول فيما تصان عنه المساجد يجب ان تصان عن ادخال الرايحة الكريهة لقوله عليه السلام من اكل الثوم والبصل والنكراث فلايقربن مسجدنا فان الملائكة تتأذى منه بنو آدم. (غنية المستملى فى شرح منية المصلى، فصل فى احكام المسجد، ص: ۶۱۰)

مسجد میں چار پائی بچھانا

﴿سوال﴾ مسجد میں واسطے سونے کے مسافر یا مقیم کو چار پائی بچھانا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ مسجد میں چار پائی بچھانا مسافر اور مقیم کو دونوں کو درست ہے (۴۹)۔فقط۔

(۴۹): عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما أن النبی ﷺ کان اذا اعتکف طرح له فراشه أو یوضع له سریره وراء أسطوانة التوبة. رواه ابن ماجة ورجاله ثقات. [نیل ۴/ ۱۴۷]. (اعلاء السنن، ابواب الصیام، باب جواز طرح الفراش فی المسجد للمعتکف، ج: ۶، ص: ۱۸۴، رقم: ۲۵۴۷، ط، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیة بیروت لبنان)

باب نذر اور قسم کا بیان

نذر کا پورا کرنا کب واجب ہے

﴿سوال﴾ اگر کسی شخص نے نذر کی تو قبل حصول منذور کے ایفاء نذر کا واجب ہوجاتا ہے یا بعد میں؟

﴿جواب﴾ قبل حصول مراد ایفاء نذر درست ہے مگر واجب نہیں ہوتا وجوب بعد حصول کے ہوتا ہے(۱)۔فقط۔

نذر اللہ کا کھانا کون کھا سکتے ہیں

﴿سوال﴾ ایک غریب حاجت مند و بے روزگار نہایت مایوس ہے اور ایک متمول نے کہا کہ چند روپیہ واسطے نذر کے مقرر کر کے ہم کو دو ہم نذر اللہ کریں گے شخص حاجت مند نے حسب فرمائش عمل کیا اور حاجت پوری ہوگئی روپیہ مذکورہ حق مساکین ہے یا آشنایان و دوستان۔صاحب متمول مذکور اور صاحب متمول

---

(۱):في البدائع: وان كان (النذر) معلقاً بشرط نحو أن يقول ان شفى الله مريضى أو ان قدم فلان الغائب فلله على أن أصوم شهراً أو أصلى ركعتين أو أتصدق بدرهم ونحو ذلك فوقته وقت الشرط فما لم يوجد الشرط لايجب بالاجماع ولو فعل ذلك قبل وجود الشرط يكون نفلا. (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، كتاب النذر، فصل وأما حكم النذر، ج: ۵، ص: ۹۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى التاتارخانية: أجمع أصحابنا رحمهم الله أن النذر بالعبادات اذا كان معلقا بالشرط وأداها قبل وجود الشرط لايجوز سواء كانت العبادة بدنية أو مالية. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الايمان، الفصل السادس والعشرون فى النذور، ج: ٦، ص: ۲۹۲، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

درصورت خورد ونوش مواخذہ دار ہوئے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نذر کا مال فقراء کو دینا واجب ہے اگر دوست آشنا مالداروں شہدوں کو دے گا تو ان کو ان کا کھانا حرام ہے اور نذر کرنے والے کے ذمہ سے ادا نہیں ہوتا (۲)۔

نذر کا کھانا نذر کرنے والا کھا سکتا ہے یا نہیں

﴿سوال﴾ یہ کہا کہ اگر میرا فلان عزیز اچھا ہو جاوے تو کھانا یا جانور ذبح کر کے للہ دوں گا اب یہ نذر ماننے والا خود بھی کھا سکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ایسے نذر ومنت کی اور جو شے ہو اس سے کھانا حرام ہے اور کسی غنی کو نہ دینا چاہئے نہ

---

(۲):فی الدر المختار: مصرف الزكاة والعشر...هو فقير، وهو من له أدنى شيء.

وفى الشامية تحته: وهو أيضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلک من الصدقات الواجبة كما فى القهستاني. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج: ۳، ص: ۲۸۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفيه ايضاً: قوله:(ويأكل من لحم الأضحية الخ) هذا فى الأضحية الواجبة والسنة سواء اذا لم تكن واجبة بالنذر، وان وجبت به فلايأكل منها شيئاً ولايطعم غنياً سواء كان الناذر غنياً أو فقيراً، لأن سبيلها التصدق. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الأضحية، ج: ۹، ص: ۴۷۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى التاتارخانية: وفى نوادر هشام عن محمد: اذا نذر بذبح شاة لايأكل الناذر منها، ولو أكل فعليه قيمة ما أكل أو مثله. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكوة، الفصل السادس عشر فى ايجاب الصدقة وما يتصل به من الهدى، ج: ۳، ص: ۲۶۶، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

نذر کنندہ کے ماں باپ اور بیٹا بیٹی کو اس میں سے کھانا درست ہے(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نذر کا روپیہ اغنیاء یا اعزہ کو کھلانے کا حکم

﴿سوال﴾ ایک شخص نے نذر آٹھ آنہ کی شیرینی مسجد میں دینے کی مانی اب اس نے نصف مسجد میں دی، نصف اہل خانہ اپنے تقسیم کی یہ درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ نذر اس کے ذمہ واجب ہوگی اب آٹھ آنہ نقد یا اس کی کوئی شئے للہ فقراء کو دینی چاہئے مسجد میں اغنیا کو دینا یا اپنے گھر اپنے ماں باپ اولاد کو یا میاں بیوی کو یا ایسے لوگوں کو دینا جو غنی ہوں ہرگز کافی نہیں ہوسکتا(۴)۔فقط۔

---

(۳):فی البحر: لایجوز الدفع الی أبیه وجده وان علا ولا الی ولده وولد ولده وان سفل لأن المنفعة لم تنقطع عن المملک من کل وجه کما قدمه فی تعریف الزکاة... هذا الحکم لایخص الزکاة بل کل صدقة واجبة لایجوز دفعها لهم کأحد الزوجین کالکفارات وصدقة الفطر والنذور. (البحر الرائق، کتاب الزکاة، باب المصرف، ج: ۲، ص: ۴۲۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی التبیین: ویأکل من لحم الأضحیة ویؤکل غنیا او یدخر.....وهذا فی الاضحیة الواجبة والسنة سواء اذا لم تکن واجبة بالنذر وان وجبت بالنذر فلیس لصاحبها أن یأکل منها شیأ ولا أن یطعم غیره من الأغنیاء سوا کان الناذر غنیا أو فقیراً لان سبیلها التصدق. (تبیین الحقائق، کتاب الأضحیة، ج: ۶، ص: ۸، ط، مطبعة الکبری الامیریة مصر)

(۴):فی مراقی الفلاح: ولایصح دفعها لکافر وغنی یملک نصاباً، أو ما یساوی قیمته من أی مال کان فاضل عن حوائجه الأصلیة وطفل غنی وبنی هاشم وموالیهم.... و أصل المزکی وفرعه. =

مسجد میں کھانا بھیجنا

﴿سوال﴾ کوئی شخص کھانا پکا کرواسطے نمازیوں کے مسجد میں بھیجے اس کھانے کو مؤذن مسجد اپنا حق جان کر اوروں کو نہ دے یہ کیسا ہے کہ بعض نمازی مؤذن کو دینا چاہیں بعض خود لینا بخیال نذر و نا ذر کے پس ثواب کس صورت میں زیادہ ہے ایک کھانے میں یا تقسیم میں؟

﴿جواب﴾ اس کا مدار دینے والے کی نیت پر ہے جس کو دینے کی نیت ہو اور اگر وہ کھانا نذر کا ہے تو فقراء کو جائز اغنیاء کو حرام (۵)۔ فقط۔

کسی کے نام پر مرغا یا بکرا ذبح کرنا

﴿سوال﴾ کسی کے نام کا بکرا یا مرغا ذبح کرنا کیسا ہے زید کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کے نام پر ہو

= وفی حاشیة الطحطاوی تحته: وهذا الحكم لايخص الزكاة، بل كل صدقة واجبة كالكفارات، وصدقة الفطر، والنذور لايجوز دفعها اليهم. (حاشية الطحاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الايضاح، كتاب الزكاة، باب المصرف، ص: ۷۲۰، ۷۲۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۵):فی المختار: (مصارف الزكوة)وهم الفقير وهو الذی له ادنى شئ..... ولا يدفعها.... الى غنى.

وفی الاختيار تحته: قال: (ولا الى غنى) لقوله عليه الصلاة والسلام ''لاتحل الصدقة لغنى''.... وكذلک الحكم فيما سوى الزكاة من الصدقات الواجبات كصدقة الفطر والكفارات والعشور والنذور وغير ذلک، لأنها فی معنى الزكاة، فانه يطهر نفسه بأداء الواجب واسقاط الفرض. (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الزكوة، باب مصار الزكوة،ج: ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

حرام ہے عمرو کہتا ہے کہ جو ذبح کے وقت اللہ کے نام کے سوا کسی اور کا نام لیا جاوے تو حرام ہو جاتا ہے اور وقت میں نام لینے سے حرام نہیں ہوتا اگر غیر وقت میں نام لینے سے حرام ہو جایا کرے تو سب بیل بکری حرام ذبح ہوتے ہیں اس لئے کہ جو کوئی بکرا پالتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کا بکرا اس پر بھی بکرا اللہ کے سوا غیر کا نام آ گیا اس کا جواب صحیح کس طور پر ہے؟

﴿جواب﴾ جو جانور غیر کے نام ہو اس کو اس ہی نیت سے ذبح کرنا بسم اللہ کہہ کر بھی حرام ہے اور جانور حرام ہی رہتا ہے(٦) ایسے جانور کو ذبح نہ کرے اور کسی بکرا کا کہنا بوجہ مالک ہونے کے درست ہے مگر کسی کی تعظیم وقربت کا کہنا حرام ہے اگر یہ نیت ہو کہ اس کا ثواب لوجہ اللہ کسی کو پہنچے اس میں کچھ حرج نہیں (٧)

---

(٦):قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغیر اللّٰه فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه ان اللّٰه غفور رحیم.

وفی تفسیر حدائق الروح تحت هذه الآیة: وقد نص الفقهاء علی أن کل ما ذکر علیه اسم غیر اللّٰه، ولو مع اسم اللّٰه، فهو محرم.....وقال العلماء: لو أن مسلماً ذبح ذبیحة، وقصد بذحها التقرب الی غیر اللّٰه صار مرتداً، وذبیحته ذبیحة مرتد لایحل أکلها.(تفسیر حدائق الروح والریحان، ج:٣،ص: ١٠٢،١٠٣ ،ط،دار طوق النجاة بیروت)

فکل ما نودی علیه لغیر اللّٰه فهو حرام وان ذبح باسم اللّٰه حیث اجمع العلماء لو ان مسلماً ذبح ذبیحة وقصد بذبحها التقرب ای غیر اللّٰه صار مرتدا وذبیحته ذبیحة مرتد. (الحواشی المفیدة علی التفسیر البیضاوی، ص: ١٢٩، رقم الحاشیة: ٨)

فی الدرالمختار: ذبح لقدوم الأمیر ونحوه کواحد من العظماء یحرم لأنه أهل به لغیر اللّٰه ولو....ذکر اسم اللّٰه تعالی. (الدرالمختار معه ردالمحتار، کتاب الذبائح، قبیل کتاب الأضحیة، ج: ٩، ص: ٤٤٩، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(٧):فی الدر المختار: الأصل أن کل من أتی بعبادة ما له جعل ثوابها لغیره. الخ.

وفی الشامیة تحته: قوله: (بعبادة ما) أی سواء کانت صلاة أو صوماً أو صدقة=

تعظیم غیر پر ذبح سے حرام ہوتا ہے نہ مالک ہونے سے کسی بشر کے دونوں میں فرق ہے۔ فقط۔

ناجائز اشیاء بیچ کر نذر اللہ کرنا

﴿سوال﴾ ایک شخص زمانہ سابق میں تعزیہ بناتا تھا پھر اس نے تعزیہ بنانے سے توبہ کی اور اس کے متعلق جو ڈھول تاشے اور طبل وغیرہ تھے اس کو تعزیہ داروں کے ہاتھ فروخت کر کے اس کی قیمت سے اللہ کے نام کی نذر کی تو اس نذر و نیاز کا کھانا درست ہے یا نہیں اور ایسے مال کی نیاز شرعاً جائز ہے یا نہیں اور ایسی نذر و نیاز سے امید ثواب رکھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ جس شئے سے گناہ کرتے ہوں اس کی بیع حرام ہے اور ڈھول تاشا معصیت کا آلہ ہے اس کی بیع حرام ہے (۸) اور قیمت اس کی بھی حرام اس سے نذر و نیاز بھی کرنا حرام ہے اور اس کھانے کا کھانا بھی مکروہ تحریمہ ہے (۹) اور توقع ثواب بھی ایسے کھلانے کا گناہ اور اندیشہ کفر

=أو قراء ة أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة، أو غير ذلک من زيارة قبور الأنبياء عليهم الصلاة والسلام والشهداء والأولياء والصالحين، وتكفين الموتى، وجميع أنواع البر كما في الهنديه. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب، في اهداء ثواب الأعمال للغير، ج: ۴، ص: ۱۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۸):في الدر المختار: ويكره تحريما بيع السلاح من أهل الفتنة ان علم لأنه اعانة على المعصية وبيع ما يتخذ منه كالحديد.

وفي الشامية: قوله: (لأنه اعانة على المعصية) لأنه يقاتل بعينه، بخلاف مالا يقاتل به الا بصنعة تحدث فيه كالحديد ونظيره كراهة بيع المعازف لأن المعصية تقام بها عينها. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب: في كراهة بيع ما تقوم المعصية بعينه، ج: ۶، ص: ۴۲۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۹):عن عمران بن حصين قال: نهى رسول الله ﷺ عن اجابة طعام الفاسقين.=

ہے(۱۰) مگر کفر نہیں کہہ سکتے واجب تھا کہ آلات کو توڑ کر جلا دیتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ کے سوا کسی کی نذر کرنا

﴿سوال﴾ کسی بزرگ اور ولی کی زیارت کو جانا اور مدد وحاجت روائی میں چاہنا اور نذر کرنی کہ اگر یہ کاروحاجت میری برآ ویگی تو دس روپیہ خیرات وصدقہ کروں گا روا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زیارت بزرگوں کی درست ہے مگر بطریق سنت جاوے(۱۱) اور مدد مانگنا اولیاء سے

=(المعجم الكبير للطبراني، ج:۱۸،ص: ۱۶۸، رقم: ۳۷۶، ط، مكتبة ابن تيمية القاهرة)

في الهندية: أهدى الى رجل أو أضافه ان كان غالب ماله من الحلال فلابأس الا أن يعلم بأنه حرام فان كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لايقبل الهدية ولايأكل الطعام. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات، ج: ۳۴۲)

(۱۰):في الدرالمختار: وفي شرح الوهبانية عن البزازية: انما يكفر اذا تصدق بالحرام القطعي.

وفي الشامية تحته:رجل دفع الى فقير من المال الحرام يرجو به الثواب يكفر...قلت: الدفع الى الفقير غير قيد، بل مثله فيما يظهر لو بنى من الحرام بعينه مسجداً ونحوه مما يرجو به التقرب لأن العلة رجاء الثواب فيما فيه العقاب، ولايكون الا باعتقاد حله. قوله: (اذا تصدق بالحرام القطعي) أى مع رجاء الثواب الناشئ عن استحلاله كما مر، فافهم. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، ج: ۳، ص: ۲۱۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۱):في البحر: قال في البدائع: ولابأس بزيارة القبور والدعاء للأموات ان كانوا مؤمنين من غير وطء القبور لقوله صلى الله عليه وسلم الى يومنا هذا اهـ. وصرح في المجتبى بأنها=

حرام ہے مدد حق تعالیٰ سے مانگنی چاہئے سوائے حق تعالیٰ کے کوئی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا سو غیر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اگرچہ ولی ہو یا نبی شرک ہے(۱۲) اور یہ نذر کرنا کہ اگر حق تعالیٰ میرا کام کردیوے تو ولی کے نام دس روپیہ حق تعالیٰ کے نام پر صدقہ کروں گا درست ہے اور جو یوں کہے کہ اگر میرا کام ہوگیا تو ولی کے نام دس روپیہ دوں گا تو یہ نذر حرام اور ناجائز ہے کیونکہ نذر عبادت ہوتی ہے اور عبادت سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کی

=مندوبة..... وكان ﷺ يعلم السلام على الموتى السلام عليكم أيها الدار من المؤمنين والمسلمين وانا ان شاء الله لاحقون، أنتم لنا فرط ونحن لكم تبع فنسأل الله العافية. (البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، قبيل باب صلاة الشهيد، ج: ۲ ۳۴۲، ۲۴۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فى الشامية: وفى الحديث المتفق عليه: "لاتشد الرحال الا لثلاثة مساجد: المسجد الحرام ومسجدى هذا، والمسجد الأقصى"، والمعنى كما أفاده فى الاحياء أنه لاتشد الرحال لمسجد من المساجد الا لهذه الثلاثة لما فيها من المضاعفة، بخلاف بقية المساجد فانها متساوية فى ذلك، فلا يرد أنه قد تشد الرحال لغير ذلك كصلة رحم وتعلم علم وزيادة المشاهد كقبر النبى ﷺ وقبر الخليل وسائر الأئمة. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحج، باب الهدى، قبيل مطلب فى المجاورة بالمدينة المشرفة ومكة المكرمة، ج: ۴، ص: ۵۴، ۵۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۲):قال العلامة ابو الفضل محمود الالوسى البغدادى رحمه الله تعالىٰ: ان الناس قد أكثروا من دعاء غير الله تعالىٰ من الأولياء الأحياء منهم والأموات وغيرهم، مثل: ياسيدى فلان أغثنى، وليس ذلك من التوسل المباح فى شيء، واللائق بحال المؤمن عدم التفوه بذلك، وأن لايحوم حول حماه، وقد عده أناس من العلماء شركاً، وان لايكنه، فهو قريب منه. (روح المعانى،[المائدة: ۳۵]،ج:٦،ص: ۲۸،ط، دار أحياء التراث العربى)

درست نہیں۔ ہاں اگر یوں کہے کہ اگر حق میرا کام کر دیوے تو دس روپیہ کا ثواب حق تعالیٰ کے واسطے فلاں بزرگ کو پہنچاؤں گا تو مضائقہ نہیں ہے کہ اس میں نذر غیر اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے ثواب پہنچانا ہے نذر حق تعالیٰ ہی کی ہے(۱۳)۔

ملفوظ

اگر کسی نے نذر کی تو اس کے پورا کرنے کے لئے اس پر جبر

جس شخص نے التزام فی جوڑہ ایک فلوس کا کیا ہے وہ اس کا محض احسان وصدقہ ہے اس پر جبر نہیں اگر فی الحال اس نے انکار کر دیا خیرات وصدقہ ترک کیا اس میں جبر نہیں ہوسکتا اور اگر اس نے نذر کر لی ہے تاہم اداء نذر پر کسی جبر نہیں پہنچتا۔

---

(۱۳):فی البحر: وقدمنا أن النذر لایصح بالمعصیة للحدیث "لانذر فی معصیة اللّٰہ تعالی" فقال الشیخ قاسم فی شرح الدرر: وأما النذر الذی ینذرہ أکثر العوام علی ما ھو مشاھد کأن یکون لانسان غائب أو مریض أو لہ حاجة ضروریة فیأتی بعض الصلحاء فیجعل سترہ علی رأسہ فیقول یا سیدی فلان ان رد غائبی أو عوفی مریضی أو قضیت حاجتی فلک من الذھب کذا أو من الفضة کذا أو من الطعام کذا أو من الماء کذا أو من الشمع کذا أو من الزیت کذا، فھذا النذر باطل بالاجماع لوجوہ منھا: أنہ نذر مخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لأنہ عبادة والعبادة لاتکون للمخلوق. ومنھا أن المنذور لہ میت والمیت لایملک. ومنھا ان ظن أن المیت یتصرف فی الأمور دون اللّٰہ واعتقادہ ذلک کفر اللّٰھم الا أن قال یا اللّٰہ انی نذرت لک ان شفیت مریضی أو رددت غائبی أو قضیت حاجتی أن أطعم الفقراء الذین بباب السدة نفیسة أو الفقراء الذین بباب الامام الشافعی أو الامام اللیث أو أشتری حصراً لمساجدھم أو زیتا لوقودھا أو دراھم لم یقوم بشعائرھا الی غیر ذلک مما یکون فیہ نفع للفقراء والنذر للّٰہ عزوجل. وذکر الشیخ انما ھو محل=

کتاب شکار اور ذبح کے مسائل

دریائی جانور ادوبلاؤ کے انڈے

﴿سوال﴾ ایک جانور دریائی ادوبلاؤ ہوتا ہے اس کے انڈے خوشبودار ہوتے ہیں اور مشک کے مشابہ ان کا استعمال درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر وہ جانور دریائی ہے تو اس کے اجزاء پاک ہیں۔ فقط۔

جھینگوں کا کھانا

﴿سوال﴾ جگری اور جھینگوں کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جھینگا خشکی کا حشرات میں ہے حرام ہے(۱) اور دریائی غیر ماہی ہے سوائے ماہی کے

=لصرف النذر لمستحقيه القاطنين برباطه أو مسجده أو جامعه فيجوز بهذا الاعتبار. (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل فى النذر، قبيل باب الاعتكاف، ج: ۲، ص: ۵۲۰، ۵۲۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱):قال العلامة محمود حسن الكنكوهي نور الله مرقدهٗ: حنفیہ کے نزدیک دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی جائز ہے، اور کوئی جانور جائز نہیں، جھینگا مچھلی اگر مچھلی ہی کی قسم ہے تو وہ جائز ہے جیسا کہ علامہ دمیری شافعیؒ نے حیٰوۃ الحیوان، ص:۳۷۱، میں لکھا ہے، اور اسی سے تتمہ ثالثہ امداد الفتاوی، ص: ۵۰، میں نقل کیا ہے۔ اگر یہ مچھلی کی قسم نہیں، بلکہ کوئی اور جانور ہے محض نام ''جھینگا مچھلی'' مشہور ہوگیا ہے تو یہ جائز نہیں، جیسا کہ فتاوی رشیدیہ: ۲/۱۲۲، میں ہے۔ مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحیؒ رحمہ اللہ تعالیٰ: ۲/۱۱۰، میں دونوں قول نقل کئے ہیں حمادیہ کی عبارت نقل کی ہے:

''الدود الذى يقال ''جهينگا'' حرام عند بعض العلماء، لأنه لايشبه السمك، فانما يباح عندنا ميں صيد البحر أنواع السمك، وهذا لايكون كذلك، وقال=

سب دریائی جانور حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک ناجائز ہیں (۲) اور جگری کو بندہ نہیں جانتا کہ کیا شئے ہے۔فقط۔

خرگوش کا حکم

﴿سوال﴾ خرگوش دو قسم ہیں دونوں قسم کے گوشت کھانا درست ہیں یا نہیں بعض کے کان بلی کی طرح کے ہیں اور بعض کے بکری کی طرح فقط؟

﴿جواب﴾ خرگوش دونوں قسم مباح ہے (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=بعضهم: حلال، لأنه يسمى باسم السمک، اهـ".

۳/۱۰۴، ۱۰۷، میں بھی دونوں قول نقل کئے ہیں۔

تذکرۃ الخلیل، ص: ۲۰۰، میں عدم جواز کا فتوی ہے، یہی راجح ہے، نیز جب کہ اس میں حرمت کا قول بھی ہے تو اس سے اجتناب ہی بہتر ہے، لقولہ علیہ صلی اللہ وسلم: دع مایریبک الی مالایریبک. الحديث. فقط والله سبحانه تعالىٰ اعلم. (فتاوى محموديه، كتاب الحظر والاباحة، باب الانتفاع بالحيوانات، الفصل الأول فى السمک، ج: ۱۸، ص: ۲۱۲، ۲۱۳)

(۲):فى البدائع: أما الذى يعيش فى البحر فجميع ما فى البحر من الحيوان محرم الأكل الا السمک خاصة فانه يحل أكله الا ما طفا منه وهذا قول أصحابنا رضى الله تعالىٰ عنهم. (البدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، كتاب الذبائح والصيود، ج: ۵، ص: ۳۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳):فى الكنز: وحل الأرنب.

وفى البحر تحته: قال رحمه الله: (وحل الأرنب) لأنه عليه الصلاة والسلام أمر أصحابه أن يأكلوه حين أهدى اليه مشويا. رواه أحمد والنسائى. ولأنه ليس من السباع. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الذبائح، ج: ۸، ص: ۳۱۳، ۳۱۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان) =

بگلے کا حکم

﴿سوال﴾ بگلا حلال ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بگلا حلال ہے(۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اوجھڑی کا کھانا

﴿سوال﴾ اوجھڑی کھانا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ اوجھڑی کا کھانا حلال ہے(۵)۔

= (وكذا في مجمع الانهر في شرح ملتقى الابحر، كتاب الذبائح، ج: ۴، ص: ۱۶۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۴):في الهندية: ومالا مخلب له من الطير والمستأنس منه كالدجاج والبط والمتوحش كالحمام والفاختة والعصافير والقبج والكركي والغراب الذي يأكل الحب والزرع ونحوها حلال بالاجماع كذا في البدائع. (الفتاوى الهندية، كتاب الذبائح، الباب الثاني في بيان ما يؤكل من الحيوان وما لايؤكل، ج: ۵، ص: ۲۸۹)

وقال العلامة محمد يوسف اللدهيانوي نور الله مرقدهٔ: بگلا حلال ہے۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ۵،ص: ۵۰۶، ط، مکتبہ لدھیانوی کراچی/ وکذا فی احسن الفتاوی، کتاب الصید والذبائح،ج:۷،ص:۴۱۰،ط،ایچ ایم سعید کراچی)

(۵):قال العلامة الشاه اشرف علي التهانوي نور الله مرقدهٔ: اوجھڑی کی حلت اس لئے ہے کہ اس میں کوئی وجہ حرمت کی نہیں،فقہاء نے اشیائے حرام کو شمار کردیا ہے، یہ ان کے علاوہ ہے، یہ شمار درمختار کے مسائل شتیٰ میں مذکور ہے۔ والغدة، والخصية، والمثانة، والمرارة، والدم المسفوح، والذكر. اهـ. (امداد الفتاوى، ج: ۸، ص: ۵۹۰، ط، زكريا بكڈپو ديوبند) =

اوجھڑی یعنی آنت یا جگری کھانا

﴿سوال﴾ اوجھڑی یعنی آنت اوراس کوجگری بھی کہتے ہیں کہ پیٹ میں ہوتی ہے اوراس میں پیشاب وگوبر رہتا ہے اس کا کھانا جائز ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ اوجھڑی کھانی درست ہے(٦) فقط۔

اوجھڑی اورکھیری کا کھانا

﴿سوال﴾ گائے کی اوجھڑی اور بکری کی کھیری کھانی درست ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ درست ہے(٧)۔فقط۔

حلال جانور کی حرام اشیاء

﴿سوال﴾ حلال جانور کے گوشت بکری وگاؤوطیوروغیرہ میں کون کون چیز حلال ہے کون کون چیز حرام؟

= (وکذا فی کتاب النوازل، ج: ۱۴، ص: ۴۰۱، ط، المرکز العلمی للنشر والتحقیق لال باغ مراد آباد الهند)

(٦):قال العلامة الفقیه محمد کفایت الله الدهلوی نور الله مرقدهٗ: اوجھڑی کھانا بلاکراہت جائز ہے۔(کفایت المفتی، کتاب الحظر والاباحۃ، ج:۹،ص:۱۴۴،ط،دارالاشاعت کراچی)

وقال العلامة شبیر احمد القاسمی دامت برکاتهم: مأکول اللحم جانوروں کی اوجھڑی کھانا حلال اورجائز ہے۔(فتاوی قاسمیہ،ج:۲۴،ص:۱۶۳،ط،مکتبہ زکریا دیوبند)

(٧):قال العلامة محمود حسن الکنکوهی نور الله مرقدهٗ: پچونی اورلاد(انتڑی اور اوجھڑی) کھانا شرعاًدرست ہے،خوب پاک صاف کرکے کھائیں۔(فتاوی محمودیہ،باب الذبائح،ج:۱۷،ص:۲۹۴)

﴿جواب﴾ سات چیز حلال جانور کی کھانی منع ہیں (۸) ذکر، فرج مادہ، مثانہ، غدود، حرام مغز پشت کے مہرہ میں ہوتا ہے، خصیہ، پتہ، مراد جو کلیجی میں تلخ پانی کا ظرف ہے۔ اور خون سائل قطعی حرام ہے باقی سب اشیاء کو حلال لکھا ہے۔ مگر بعض روایات میں گردے کی کراہت لکھتے ہیں۔ اور کراہت تنزیہہ پر حمل کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملفوظات

بوم کی حلت

﴿۱﴾ بوم حلال نہیں ہے (۹) اور جن فقہاء نے اس کو حلال لکھا ہے ان کو اس کے حال کی خبر نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ مورخہ ۲۹۔ ربیع الثانی ۱۳۲۱ ہجری۔

ہندو اور کافر کے گھر کی شئ کی حلت و حرمت اور ذبیحہ کے متعلق اس کا قول

﴿۲﴾ ہندو کی اور کافر کے گھر کی شئے اگر بظن غالب حلال ہے تو کھانا اس کا درست ہے (۱۰) مگر

---

(۸): فی الهندية: كره من الشاة الحياء والخصية والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذكر والنخاع الصلب. (الفتاوى العالمكيرية، مسائل شتى، ج: ٦، ص: ۴۴۵)

(۹): فی حياة الحيوان: البوم والبومة: بضم الباء: طائر.....يحرم اكل جميع انواعها قال الرافعی: ذكر ابو عاصم العبادی، أن البوم حرام كالرخم. (حياة الحيوان الكبرى، ج: ۱، ص: ۵۲۴، ۵۲۷، ط، دار البشائر دمشق)

(۱۰): حدثنا جرير عن مغيرة عن أبی وائل وابراهيم قالا: لما قدم المسلمون أصابوا من أطعمة المجوس، من جنبهم، وخبزهم. فأكلوا ولم يسألوا عن شئ من ذلك. (المصنف لابن أبی شيبة، كتاب السير، باب ماقالوا فی طعام المجوس وفواكههم، ج:=

قول حل وحرمت میں کافر کا معتبر نہیں (۱۱) تو ذبیحہ میں قول کافر کہ ذبح کردہ مسلم ہے لغو ہوا اور اس کے گھر کے طعام میں جو بظن غالب ویقین حلال ہے حلت ہوئی نہ بقول کافر بلکہ بعلم خود اگر ذبیحہ میں بھی یہی کیفیت پیش آوے کہ وہ کافر کچھ نہیں کہتا بلکہ مسلمان اپنے علم وتحقیق پر ذبیحہ مسلم جانتا ہے تو حلال ہوتا ہے پس فرق واضح ہے کہ مسئلہ کی بناء قول کافر کے غیر معتبر ہونے میں ہے اور بس فقط ورنہ کفار کے گھر کا گوشت خود فخر عالم علیہ السلام نے بھی کھایا تھا (۱۲)۔فقط والسلام۔

= ۱۱، ص: ۲۷۳، رقم: ۳۳۲۱۷، ط، مکتبة الرشد رياض)

فـي التـاتـارخانية: ولابأس بطعام اليهودی والنصاری من أهل الحرب أو من غير أهل حرب، وكذا يستوی الجواب بين أن يكون اليهود والنصاری من بنی اسرائيل أو غير النـصـاری مـن الـعـرب. ولابـأس بطعام المجوسی كلها الا الذبيحة فان ذبيحتهم حرام. (الـفتـاوی التـاتـارخانية، كتاب الكراهية، الفصل السادس عشر فی أهل الذمة والأحكام التی تعود اليهم، ج: ۱۸، ص: ۱۶۶، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۱۱):فی الكنز: ويقبل قول الكافر فی الحل والحرمة.

وفـی التبيين تحته: (ويقبل قول الكافر فی الحل والحرمة) وهذا سهو لان الحل والـحـرمة مـن الـديـانات ولايقبل قول الكافر فی الديانات وانما يقبل قوله فی المعاملات خاصة للضرورة.(تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، ج:٦، ص: ۱۱،۱۲، ط،مطبعة الكبری الاميرية مصر)

وفـی الهـنـدية: ولايـقبل قول الكافر فی الديانات. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الـكـراهية، الـبـاب الاول فـی الـعمل بخبر الواحد، الفصل الاول فی الاخبار عن أمر دينی الخ، ج: ۵، ص: ۳۰۸)

(۱۲):عـن أنس، أن امراة يهودية أتت رسول اللهﷺ بشاة مسمومة فأكل منها. الـخ. وفـی الـفتح تحت هذا الحديث: قوله: (أن امرأة يهودية) ذكر أصحاب السير أن=

کتاب قربانی اور عقیقہ کے مسائل

قربانی کب واجب ہوتی ہے

﴿سوال﴾ مسئلہ جس شخص کے پاس بغیر زمین زیور وغیرہا نصاب زکوٰۃ نہ ہو قربانی اس کے حق میں واجب ہے یا مستحب؟

﴿جواب﴾ اگر کسی کے پاس زمین اس قدر ہے کہ سال بھر روٹی اس کی اور اس کے عیال کی اس سے چلتی ہو اور بقدر پچاس روپیہ کے پھر بھی ہوں تو ان دونوں پر قربانی واجب ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=اسمها زينب بنت الحارث، وزوجها سلام بن مشكم، وذكر أبو داؤد فى سننه أنها أخت مرحب، وتفصيل القصة ما ذكره ابن هشام فى سيرته (۴: ۴۴) رواية عن ابن اسحاق، قال: فلما اطمأن رسول اللهﷺ أهدت له زينب بن الحارث، امرأة سلام بن مشكم، شاة مصلية، وقد سألت: أى عضو من الشاة أحب الى رسول اللهﷺ؟ فقيل لها: الذراع فأكثرت فيها من السم، ثم سمت الشاة، ثم جاء ت بها، فلما وضعتها بين يدى رسول اللهﷺ تناول الذراع، الخ. (تكملة فتح المهلم، كتاب الطب، باب السم، ج: ۴، ص: ۲۷۰، ۲۷۱، رقم: ۵۶۶۹، ط، دار احياء التراث العربى بيروت لبنان)

(۱):فى المحيط: قال القدورى فى شرحه: الأضحية واجبة عند أصحابنا رحمهم الله تعالىٰ....وشرط وجوبها اليسار عند أصحابنا، والموسر فى ظاهر الرواية من له مائتا درهم، أو عشرون ديناراً، أو شئ يبلغ ذلك سوى مسكنه، ومتاعه، ومركوبه، وخادمه، فى حاجته التى لايستغنى عنها. ولو جاء يوم الأضحى ولامال له، ثم استفاد مائتى درهم، فعليه الأضحية، وان كان له عقار و مستغلات ملك فيه.(المحيط البرهانى، كتاب الأضحية، الفصل الأول فى بيان وجوب الأضحية ومن تجب عليه، ومن لاتجب عليه، ج: ۸، ص: ۴۵۵، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

قربانی کا جانور کس عمر کا ہو

﴿سوال﴾ قربانی اور عقیقہ کے بکری یا بھیڑ کا بچہ فربہ چھ ماہ یا سات ماہ کا قربانی کرنی درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بکری سال سے کم کی درست نہیں مگر بھیڑ، دنبہ چھ مہینہ کا اگر خوب فربہ ہو تو درست ہے(۲)۔

---

(۲):عن جابر قال: قال رسول اللهﷺ: لاتذبحوا الا مسنة، الا أن يعسر عليكم جذعة من الضأن. وفی البذل تحت هذا الحديث: (الا أن يعسر عليكم) أی: المسنة ولم تجدوها (فتذبحوا جذعة من الضأن) وهو من الضأن ما تمت له ستة أشهر، كذا فی الهداية، وفسره فی شرح الملتقى: "شرعاً" بما أتى عليه أكثر الحول عند الأكثر، وقيد بقوله: "شرعاً" لأنه فی اللغة ما تمت له سنة، قيد فی الحديث بالضأن، لأنه لايجوز الجذع من المعز وغيره بلاخلاف، وقيده الفقهاء بشرط أن يكون لو خلط بالثنايا لايمكن التميز من بعد، فلو صغير الجثة لايجوز الا أن يتم له سنة.(بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، كتاب الضحايا، باب مايجوز فی الضحايا من السن، ج: ۹، ص: ۵۴۲، ۵۴۳، رقم: ۲۷۹۷، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

فی التبيين: وجاز الثنی من الكل والجذع من الضأن..... وقال عليه الصلاة والسلام يجوز الجذع من الضأن أضحية رواه أحمد وابن ماجة وقالوا اذا كان الجذع عظيما بحيث لو خلط بالثنيات يشبه على الناظر من بعد، والجذع من الضأن ما تمت له ستة أشهر عند الفقهاء. (تبيين الحقائق، كتاب الاضحية، ج: ٦، ص: ۷، ط، مطبعة الاميرية مصر)

میت کی طرف سے قربانی کرنے پر گوشت کی تقسیم کیسے ہو

﴿سوال﴾ قربانی اگر میت کی طرف کی جاوے بموجب اس کی وصیت کے یا بغیر وصیت کے اس گوشت کو اپنے صرف میں لانا اور اقرباء کو تقسیم کرنا چاہئے یا صرف فقراء ومساکین کو ہی تقسیم کر دینا چاہئے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرے تو اس میں سے اپنے صرف میں لانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قربانی کسی میت کی طرف سے یا فخر عالم علیہ السلام کی طرف سے یا کسی شیخ ومقرب کی طرف سے کرنا درست ہے مگر جو بوصیت ہو اس کا گوشت سب کا سب فقراء کو تقسیم کرنا لازم ہے اور جو خود اپنی طرف سے کرتا ہے اس کا حال مثل اپنی قربانی کے ہے خود کھاوے چاہے ہدیہ دیوے چاہے مساکین کو دیوے (۳)۔ فقط کذا فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کی طرف سے قربانی کرنا اس کا گوشت کھانا

﴿سوال﴾ میت کی طرف سے قربانی کرنے میں خود کھا سکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ میت کی طرف سے بغیر اس کی وصیت کے اپنے پاس سے بطور تنفل جو قربانی کی جاوے اس میں سے جس قدر کھاوے یا کسی کو دے درست ہے (۴) اور قربانی نذر مان کر کی جاوے اس سے

---

(۳): في البزازية: وأجاز نصير بن يحيى ومحمد ابن سلمة ومحمد بن مقاتل فيمن يضحي عن الميت أنه يصنع به مثل ما يصنع بأضحية نفسه من التصدق والاكل والاجر للميت والملك للذابح.....وقال الصدر المختار أنه ان ضحى بأمر الميت لايأكل منها. (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الفصل السابع في التضحية عن الغير، ج: ٦، ص: ٢٩٥)

(وكذا في ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الأضحية، ج: ٩، ص: ٤٧٢، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۴): في اعلاء السنن: من ضحى عن الميت يصنع، كما يصنع في أضحية=

کھانا نادرست ہے(۵)۔فقط۔

قربانی کی کھال کے دام مسجد میں صرف کرنا یا مؤذن کو دینا

﴿سوال﴾قربانی کی کھال کے دام مسجد کے صرف میں جیسا کہ پانی بھروانا پانی گرم کرانا یا ڈول

=نفسه من التصدق والأكل، والأجر للميت والملك للذابح. قال الصدر: والمختار أنه ان بأمر الميت لايأكل منها، والا يأكل (بزازية ۵: ۳۱۸)، وفيه أيضا عن منظومة ابن وهبان وشرحها:

وعن ميت بالأمر الزم تصدقا
والا فكل منها وهذا المخير

(۵: ۳۲۸). وينبغي تقييد الأمر بما اذا أمره بالتضحية عنه من تركته في الثلث، ولو أمره بها من عند نفسه كأمره ﷺ عليا رضی اللہ عنہ، فحكمه حكم مالو ضحى عنه بلا أمره لكونه تطوعا عنه في الوجهين لم أره صريحاً ولكنه مقتضى القواعد. (اعلاء السنن، كتاب الأضحية، باب التضحية عن الميت، ج: ۱۷، ص: ۲۶۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشي)

(۵):في تكملة البحر: ويؤكل من لحم الأضحية ويؤكل ويدخر، لما روى أنه عليه الصلاة والسلام نهى عن أكل لحم الضحايا بعد ثلاثة ثم قال: كلوا وتزودوا وادخروا: رواه مسلم وأحمد. والنصوص فيه كثيرة وعليه اجماع الأمة..... وانما وجبت بالنذر فليس لصاحبها أن يأكل منها شيئا ولا أن يطعم غيره من الأغنياء سواء كان الناذر غنياً أو فقيراً لأن سبيلها التصدق. (تكملة البحر الرائق، كتاب الأضحية، ج: ۸، ص: ۳۲۶، ۳۲۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/وفي ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الأضحية، ج: ۹، ص: ۴۷۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

رسی لینا جائز ہے یا نہیں یا اس کی قیمت مؤذن کو دینا اس لئے کہ مؤذن کہتا ہے کہ میرا حق ہے اگر مؤذن کو نہ دے تو خفا ہوتا ہے مؤذن کو ہی حق جان کر دیا جاوے یا اور مساکین کو دیا جاوے؟

﴿جواب﴾ قربانی کی کھال اجرت میں مؤذن کو دینی جائز نہیں اور نہ اس کی قیمت قربانی کی کھال کی قیمت فقیر پر صدقہ کرنا واجب ہے(۶)۔اور کسی جگہ صرف جائز نہیں۔فقط۔

قربانی کی کھال مہتمم مدرسہ کو دینا

﴿سوال﴾ اگر قربانی والے مہتمم مدرسہ کو کھالوں کا مالک بنادیویں پھر وہ تنخواہ مدرسین میں یہ روپیہ دیدے یا نہیں اور مدرس کو لینا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ درست ہے(۷)۔فقط۔

---

(۶):فی الهداية:قال:ويتصدق بجلدها، لأنه جزء منها، أو يعمل منه آلة تستعمل فی البيت، كالنطع والجراب والغربال ونحوها، لأن الانتفاع به غير محرم.... و لايعطی أجرة الجزار من الأضحية، لقوله عليه السلام لعلی رضی الله عنه: "تصدق بجلالها و خطامها ولاتعط أجر الجزار منها شيئا"، والنهی عنه نهی عن البيع أيضاً، لأنه فی معنی البيع. (كتاب الأضحية، المجلد الرابع، جزء ۷، ص: ۱۶۴، ۱۶۵، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية بيروت لبنان)

(۷):فی الخانية: وانما يصرف الی الفقراء لاغير، لو صرف الی المحتاجين ثم انهم أتفقوا فی عمارة الرباط جاز ويكون ذلک حسنا. (الفتاوی الخانية علی هامش الفتاوی العالمكيرية، كتاب الوقف، فصل فی المقابر والرباطات، ج: ۳، ص: ۳۱۵)

(وكذا فی الفتاوی العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد وما يتعلق به، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابرالخ، ج: ۲، ص: ۴۷۲)

عقیقہ مباح ہونے کا مطلب

﴿سوال﴾ عقیقہ کو مباح لکھا ہے تو اس اباحت سے ثواب نکلتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حضرت امام صاحب سے یہ روایت ہے کہ عقیقہ مباح ہے پس مباح میں ثواب جب ہوتا ہے کہ وہ عبادت کی نیت سے کیا جاوے پس امام صاحب کے قول سے مراد یہ ہے کہ جیسا واجب میں ثواب ہوتا ہے وہ اس میں نہیں رہا اور سب ائمہ کے نزدیک عقیقہ مستحب ہے (۸)۔

---

(۸):فی اعلاء السنن: وانما أخذ أصحابنا الحنفية فی ذلک بقول الجمهور و قالوا باستحباب العقيقة لما قال ابن المنذر وغيره: ان الدليل عليه الأخبار الثابتة عن رسول الله ﷺ وعن الصحابة والتابعين بعده. (اعلاء السنن، باب العقيقة، ج: ۱۷، ص: ۱۱۴، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

کتاب جواز وحرمت کے مسائل

اولیاءاللہ کے مزارات پر جانا

﴿سوال﴾ کتاب حارق الاشرار صفحہ ۱۰۵ حاشیہ تذکیر الاخوان مجتبائی دہلی میں لکھا ہے کہ سفر کرنا واسطے زیارت بزرگان دین کے یعنی بجائے مکہ ومدینہ شریف کے جائز نہیں ہے زید کہتا ہے کہ جب کہ زیارت کرنا سنت مقرر ہوا تو سفر دور دراز کرنے میں کیا نقصان ہے قول حارق الاشرار والے کا ضعیف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہنا زید کا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ قبور بزرگان کی زیارت کو سفر کر کے جانا مختلف فیہ ہے بعض علماء درست لکھتے ہیں اور بعض منع کرتے ہیں یہ مسئلہ مختلفہ ہے(۱) اس میں نزاع وتکرار نہیں چاہئے مگر ہاں عرس کے دن زیارت کو جانا

---

(۱):(باب ماجاء لاتشدوا الرحال الا الی ثلاثة مساجد الحرام ومسجدی هذا و المسجد الاقصی): اعلم ان فی مسالة شد الرحال الی الأمكنة الشاسعة والديار النازحة خلافاً بين الأئمة فمنهم النووی والقاری من حمل الحديث على أن النهی منه عليه السلام انما صدر لشفقته على أمته فانه لو سافر أحد من مسجد محلته الی مسجد مصر بعيد يلاقی فی سفرة مشاق وتكاليف وليس له فی ذلک المسجد الذی ذهب اليه كثير أجر حتی ينجبر نيله ماناله ولذلک لم يذكر فيها مسجد قباء لأن الصلاة فيها ليست الا كعمرة وثواب العمر حاصل بجلوسه فی مسجده يذكر الله الی الطلوع و كذلک مزيد الأجر فی مسجد الجامع ليس الا بكثرة الجماعة لابوصف فی نفس المسجد...الخ.

و قال الآخرون ومنهم المولی ولی الله انما معنى الحديث هو النهی على التحريم فعلى هذا يستثنى منه ما استثناه الشارع بقوله مثل الحج والجهاد و طلب العلم ولقی أخيه المسلم و نحوذلک و الباقی يبقى على عموم النهی...الخ.(الكوكب الدری على جامع الترمذی، ج: ۱، ص: ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲،ط، ندوة العلماء لكهنؤ،الهند)

حرام ہے(۲)۔

بزرگوں کے مزارات پر جانا

﴿سوال﴾ اپنے گھر سے مدینہ منورہ کو یا بغداد یا گنگوہ کو یا اجمیر کو یا پیران کلیر کو خاص زیارت کے واسطے جانا جائز ہے یا نہیں اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس وقت مدینہ منورہ کو جاوے تو مسجد نبوی کا قصد کرے زیارت شریف کا قصد کر کے نہ جاوے آیا یہ بات اس کی سچ ہے یا خلاف اور یہ لوگ کس مذاہب اور کس دین کے ہیں اور علماء سنت والجماعت کا اس میں کیا حکم ہے؟ (از احمد سعید خاں صاحب مرادآبادی)

﴿جواب﴾ زیارت بزرگان کے واسطے سفر کر کے جانا علماء اہل سنت میں مختلف ہے بعض درست کہتے ہیں اور بعض ناجائز دونوں اہل سنت کے علماء ہیں مسئلہ مختلفہ ہے(۳) اس میں تکرار درست نہیں فقط اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال ہے۔فقط۔

---

(۲): لا يجوز مما يفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها و اتخاذ السراج والمساجد عليها ومن الاجتماع بعد الحول كألاعياد وسمونه عرساً. (تفسير مظهرى تحت سورة آل عمران آيت:۶۴، ج: ۲، ص: ۶۵، ط، ندوة المصنفين)

وهذا الحول يسمونه أهل الهند عرساً وما عرفت به أصلاً، فان العرس انما يكون فى الزواج، و مع ذلك فهذه الأحوال والأعراس لاتكاد تخلو عن ارتكاب المحرمات فضلاً عن المكروهات، فان أهل الهند لهم اليد الطولىٰ.قاتلهم اللّٰه .فانهم يطوفون بقبر الولى الذى يعتقدون ويظنون أنه هو المتصرف فى الكون.(تبليغ الحق مطبع خيريه ميرٹھ۸، بحواله: كتاب النوازل، ج: ۱، ص:۲۱۲، ط، المركز العلمى للنشر و التحقيق لال باغ مراد آباد، الهند)

(۳): دیکھئے حاشیہ نمبر:۱۔

میلوں اور بازاروں میں وعظ کہنا

﴿سوال﴾ میلوں اور بازاروں میں وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں یہ طریقہ سنت ہے یا بدعت؟

﴿جواب﴾ وعظ کہنا میلے اور بازار میں درست ہے آپکا مجامع میں جا کر اشاعت و تبلیغ کرنا ثابت ہے(۴) مگر میلے میں ایسے شخص کو جانا درست نہیں ہے کہ جس سے اور بھی میلے کو رونق اور میلے والوں کی کثرت ہو جائے(۵)۔

اولیاء اللہ کے قبروں کی زیارت کو جانا

﴿سوال﴾ زیارت قبور اولیاء پر سفر کر کے جانا بشرطیکہ کوئی خلاف شرع کام نہ کرے درست ہے یا نہیں؟

---

(۴): قال الامام احمد حدثنا ابراهيم بن أبى العباس حدثنا عبدالرحمٰن بن أبى الزناد عن أبيه، قال أخبر رجل يقال له ربيعة بن عباد من بنى الديل ـ وكان جاهليا فاسلم ـ قال: رأيت رسول اللّٰه(ﷺ) فى الجاهلية فى سوق ذى المجاز وهو يقول: ’’ياأيها الناس قولوا لا اله الا اللّٰه تفلحوا‘‘ والناس مجتمعون عليه، و وراءه رجل وضئ الوجه أحول ذو غديرتين يقول: انه صابئ كاذب يتبعه حيث ذهب، فسألت عنه فقالوا هذا عمه أبو لهب ثم رواه هو والبيهقى من حديث عبدالرحمن بن أبى الزناد بنحوه. (البداية والنهاية، باب الامر بابلاغ الرسالة، ج: ٣، ص: ٤١، ط، مكتبة المعارف بيروت لبنان)

(۵): فى نصب الراية: قال عليه السلام: من كثر سواد قوم فهو منهم، قلت: رواه أبو يعلى الموصلى فى ’’مسنده‘‘ حدثنا أبو همام ثنا ابن وهب أخبرنى بكر بن مضر عن عمرو بن الحارث أن رجلا دعا عبداللّٰه بن مسعود الى وليمة، فلما جاء ليدخل سمع لهواً، فلم يدخل، فقال له: لم رجعت؟ قال: انى سمعت رسول اللّٰهﷺ يقول: من كثر سواد قوم، فهو منهم، ومن رضى عمل قوم كان شريك من عمل به، انتهى. (نصب الراية، كتاب الجنايات، باب مايوجب القصاص، ج: ۴، ص: ٣٤٦، رقم: ٧٧٧٨)

﴿جواب﴾ محض زیارت کے لئے سفر کر کے جانا جائز ہے اگر چہ اس میں اختلاف ہے مگر عرس وغیرہ کے دنوں میں ہرگز نہ جاوے (٦)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسلمانوں کے میلوں میں سوداگری کیلئے جانا

﴿سوال﴾ مسلمانوں کے میلوں میں جیسے پیران کلیر وغیرہ میں اس واسطے سوداگری یا خریداری کے جانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ درست نہیں (٧)۔

---

(٦): فی الشامیة: وفی الحدیث المتفق علیه: "لاتشد الرحال الا لثلاثة مساجد: المسجد الحرام ومسجدی هذا، والمسجد الأقصی"، والمعنی کما أفاده فی الاحیاء أنه لاتشد الرحال لمسجد من المساجد الا لهذه الثلاثة لما فیها من المضاعفة، بخلاف بقیة المساجد فانها متساویة فی ذلک، فلا یرد أنه قد تشد الرحال لغیر ذلک کصلة رحم وتعلم علم وزیارة المشاهد کقبر النبی ﷺ وقبر الخلیل وسائر الأئمة. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحج، باب الهدی، قبیل مطلب فی المجاورة بالمدینة المشرفة ومکة المکرمة، ج: ۴، ص: ۵۴، ۵۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی تفسیر المظهری: لا یجوز مما یفعله الجهال بقبور الأولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها و اتخاذ السراج والمساجد علیها ومن الاجتماع بعد الحول کألاعیاد وسمونه عرساً. (تفسیر مظهری تحت سورة آل عمران آیت: ٦۴، ج: ۲، ص: ٦۵، ط، ندوة المصنفین)

(٧): من کثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضی عمل قوم کان شریکا فی عمله. (کنز العمال، کتاب الصحة، ص: ۱۱۴۱، رقم: ۲۴۷۳۵، ط، بیت الافکار الدولیة)

ملازمین سرکار کا بغرض انتظام کفار کے میلوں میں جانا

﴿سوال﴾ مجمع اہل ہنود میں شریک ہونا اہل پیشہ خواہ نوکران سرکار کو جیسے آج کل بباعث انتظام سب انسپکٹران وغیرہ تماشائی محرم یا ہولی ودیوالی میں مقرر کردیئے جاتے ہیں جائز ہے یا نہیں مکروہ تحریمی یا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام؟ فقط۔

﴿جواب﴾ مجمع میلہ کفار وفساق وروافض میں جانا خواہ تجارت کی وجہ سے ہو خواہ انتظام کے واسطے ہو خواہ تماشے کیواسطے سب حرام کہ تکثیر ورونق اس میلہ کی ہوتی ہے (۸)۔

کفار کے میلوں میں بغرض تجارت جانا

﴿سوال﴾ کفار کے میلوں میں مثل گنگا وہردوار وغیرہ میں جاکر مال فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر قرضدار ہو اور امید فروختگی مال کی ہو کہ قرض ادا ہو جاوے گا تو کیا کرے؟

﴿جواب﴾ ہرگز جانا درست نہیں گناہ کبیرہ ہے اگرچہ قرضدار ہو اور امید فروخت مال اور نفع کی کثیر ہو مطلقاً شرکت ایسے مواقع کی گناہ اور حرام ہے (۹)۔

میلوں اور عرسوں میں تجارت کے لئے جانا

﴿سوال﴾ میلہ ہنود وعرس مسلمانوں میں جیسا ہردوار و پیران کلیر واجمیر ہے واسطے سوداگری یا

(۸/۹): فی نصب الراية: قال عليه السلام: من كثر سواد قوم فهو منهم، قلت: رواه أبو يعلى الموصلي في "مسنده" حدثنا أبو همام ثنا ابن وهب أخبرني بكر بن مضر عن عمرو بن الحارث أن رجلا دعا عبدالله بن مسعود الى وليمة، فلما جاء ليدخل سمع لهواً، فلم يدخل، فقال له: لم رجعت؟ قال: انی سمعت رسول الله ﷺ يقول: من كثر سواد قوم، فهو منهم، ومن رضي عمل قوم كان شريك من عمل به، انتهى. (نصب الراية، كتاب الجنايات، باب مايوجب القصاص، ج: ۴، ص: ۳۴۶، رقم: ۷۷۲۸)

خرید نے کسی شئے ضرورت کے خاص وعام کو جانا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ میلوں میں ہنود ومسلمانوں کے جانا تجارت کیواسطے بھی حرام ہے اگرچہ جو مال فروخت ہو اس میں حرمت نہیں ہوتی (۱۰)۔

نفع لینے کی شرعی حد

﴿سوال﴾ نفع لینا شرع میں کہاں تک جائز ہے؟

﴿جواب﴾ نفع جہاں تک چاہے لے لیکن کسی کو دھوکہ نہ دے (۱۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نفع لینے کی شریعت میں مقررہ حد

﴿سوال﴾ نفع لینے کی تحدید شرعاً تو نہیں ہے مثلاً ایک فلوس کی شئے دو فلوس کے دینے لگے اور حالانکہ اس کی دوکان کے قریب دوسری دوکان پر وہی شئے ایک فلوس کو ملتی ہو تو اس صورت میں بائع کا مشتری کو خبردار کردینا کہ میں اتنے کو دیتا ہوں اور فلاں آدمی اتنے کو دیتا ہے ضروری ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نفع کی کچھ حد نہیں مگر اس کو اطلاع دینا چاہئے۔ ورنہ دھوکا ہوگا (۱۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۰): دیکھئے حاشیہ نمبر ۹۔

(۱۱/۱۲): عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: ..من غشنا فليس منا. (الصحيح المسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من غشنا فليس منا، ص: ۵۷، رقم: ۲۸۳، ط، دار السلام رياض)

فی شرح المجلة: الثمن المسمى هو الثمن الذى يسميه ويعينه العاقدان وقت البيع بالتراضى سواء كان مطابقاً للقيمة الحقيقية أو ناقصاً عنها أو زائداً عليها. (شرح مجلة الاحكام مع درر الحكام، كتاب البيوع، ج: ۱، ص: ۱۲۴، رقم المادة: ۱۵۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

=

دلالی کا مسئلہ

﴿سوال﴾ ایک شخص کو بازار سے سودا خرید نے بھیجا سودا خرید نے کے بعد اس نے دوکاندار سے دلالی دستوری روکن لی یہ درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نہ دستوری دلالی روکن لے سکتا ہے۔

کمیشن کا مسئلہ

﴿سوال﴾ ایک شخص نے مال منگایا ہم نے اس کو مال اپنے یہاں سے اور دوسرے دوکاندار سے خرید کر روانہ کر دیا اور اپنا نفع کمیشن لگا لیا مگر منگانے والے نے کمیشن یا نفع کی اجازت نہیں دی تھی لہٰذا یہ درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر منگانے والے نے اس کو وکیل نہیں بنایا ہے اور اس سے خریدنا منظور ہے تب تو یہ شخص اپنا نفع لگا سکتا ہے (۱۳) اور اگر اس کو وکیل بنایا ہے کہ خرید کر بھیج دو تو نفع نہیں لے سکتا۔

= فی الهندية: المرابحة بيع بمثل الثمن الاول وزيادة ربح.....والكل جائز كذا في المحيط. (كتاب البيوع، الباب الرابع عشر في المرابحة والتولية والوضيعة، ج: ۳، ص: ۱٦٠)

(۱۳):في ملتقى الأبحر: المرابحة بيع ما شراه بما شراه وزيادة.

وفي مجمع الانهر تحته: (وزيادة) على ما قام عليه وان لم يكن من جنسه، وسبب جواز البيع مرابحة تعامل الناس بلانكير. الخ. (مجمع الانهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، ج: ۳، ص: ۱۰٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

دلالی کب طے کرنا چاہئے

﴿سوال﴾ اگر پہلے خرید نے سے دلالی طے کر لی جاوے تو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر یہ اشیاء لے گا تو اسی کے پاس بھیجی جاوے گی جس نے شئے منگوائی ہے۔فقط۔

مشتبہ چیز کا خریدنا

﴿سوال﴾ بازار میں کوئی چیز کوئی شخص فروخت کرتا ہو اور وہ چیز روپیہ کی آٹھ آنہ پر بیچتا ہو اور گمان اس امر کا ہو کہ چوری کی نہ ہو اس کا خریدنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر اس چیز کی ملک اس شخص کی نسبت محتمل ہو اور ظن غالب اس کی صلاح کا ہو خریدنا درست ہے اور جو قابل اس کے نہیں کہ ایک چمار مفلس ہزار روپیہ کی گھڑی فروخت کرے تو نہ لیوے کہ بظاہر چوری کی ہے (۱۴)۔فقط۔

حکیم کا عطار سے حصہ لینا

﴿سوال﴾ جو حکیم عطاروں سے حصہ معینہ لیتے ہیں تو عطار کافر کہتے ہیں کہ مریض سے بھی ہم

---

(۱۴):عن أبی هريرة (رضی الله عنه) عن النبیﷺ قال: من اشتری سرقة وهو يعلم انها سرقة فقد اشترک فی عارها واثمها. وقال العلامة مختار احمد الندوی فی تخريج هذا الحديث: اسناده: لابأس به. (الجامع لشعب الايمان، باب قبض اليد عن الأموال المحرمة ويدخل فيه تحريم السرقة وقطع الطريق، ج: ۷، ص: ۳۵۲، رقم: ۵۱۱۲، ط، مكتبة الرشد رياض)

به مسلمان اجازه نمی دهد كه چيزی راكه می دادند غصبی يا دزديده شده ويا به ناحق از صاحبش گرفته شده است، خريداری نمايد وآن را حرام نموده است. (الحلال و الحرام فی الاسلام مترجم، الفصل الرابع فی المعاملات، ص: ۲۱۶ المكتب الاسلامی)

قیمت نسخہ کی زیادہ لیتے ہیں ورنہ کم لیتے ہیں اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرطرح قیمت زیادہ لیتے ہیں تو ایسے اقرار زبانی عطار کا فر سے طبیب کو حصہ چہارم عطار سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حکیم کو عطار سے لینے کی نسبت پہلے بھی لکھا گیا ہے کہ یہ نادرست ہے ہرگز لینا درست نہیں اب عطار سچ کہے تب بھی نادرست ہے اور جھوٹ بولے تب بھی نادرست ہے (۱۵)۔فقط۔

---

(۱۵): **فی امداد الفتاوی**: سوال: حکیم وعطار میں جو چہارم کا معاملہ طے ہوجاتا ہے یعنی حکیم، عطار سے یوں کہتا ہے کہ جس قدر ہم تمہارے یہاں نسخہ جات بذریعہ مریض روانہ کریں اس میں جو قیمت وصول ہو، اس میں سے چہارم ہم کو دینا، چنانچہ اس کو عطار تسلیم کر لیتا ہے، تو اب فرمائیے کہ یہ چہارم عطار کو دینا اور حکیم کو لینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست نہیں۔

وفی حاشیة امداد الفتاوی: اصولی اعتبار سے کمیشن اور فیس اجرت دلال کی طرح جائز ہے۔ ''فتاوی قاسمیہ'' میں بعض جواب اسی طرح دیا گیا تھا، لیکن ڈاکٹروں کی کمیشن کی وجہ سے مریضوں کا علاج بہت زیادہ گراں ہونے لگا ہے اور صحیح مشورہ کے بجائے بے ضرورت بھی چیکپ کروانے کے لئے لیب والوں کے یہاں بھیج دیتے ہیں، مریض کی شفاء مقصد نہیں بلکہ اپنی فیس مقصد ہے، جس سے مریض کو کئی پریشانیاں سامنا کرنی پڑتی ہیں، اس لئے ڈاکٹروں اور حکیموں کی فیس مشروع نہ ہوگی، لہٰذا ''فتاوی قاسمیہ'' کے ان مسائل سے رجوع کرتا ہوں جن میں ڈاکٹروں کے لئے کمیشن فیس کو اجرت دلال کی طرح جائز لکھا گیا ہے۔ فتاوی قاسمیہ ۲۱/۶۶۳ سے ۲۱/ ۶۶۹ تک پانچ مسائل ہیں، ان سب سے رجوع کرتا ہوں، آئندہ طباعت میں ان شاء اللہ ترمیم کردی جائے گی۔

عدم جواز کے سلسلہ میں درج ذیل جزئیات مؤید ہیں:

من دلنی علی کذا فله کذا ـ الی قوله ـ فالاجارة باطلة، لأن الدلالة والارشاد ليست بعمل يستحق به الأجر، وان قال على سبيل الخصوص بأن قال لرجل بعينه دللتنی على كذا، فلک كذا ان مشى له فدله فله أجر المثل للمشی لأجله، لأن ذلک عمل=

طبیب کا نذرانہ

﴿سوال﴾ جو شخص کہ طبیب کو نذرانہ اس نیت سے دے کہ طبیب مریض کو مکرر سہ کرر دیکھنے آوے اور طبیب بھی قیاس سے یہ ہی سمجھ لے کہ پھر بھی بلانا اس اجرت میں چاہتا ہے اور باعلان ظاہر نہ کیا اور طبیب نے اسی وقت یہ سمجھ لیا کہ اس اجرت میں پھر نہیں آوٴں گا یہ نذرانہ طبیب کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو کچھ طبیب کو دے چکا ہے وہ بظاہر حال ایک دفعہ کی اجرت ہے۔

بے بیاہی عورت کا حمل گرانا

﴿سوال﴾ ایک بے بیاہی عورت کو حمل رہ گیا اب بوجہ بے عزتی کے خفیہ کرنا اور ساقط کرنا چاہتی ہے ایسی صورت میں علاج اسقاط کرنا اور کرانا گناہ ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر اس میں جان پڑگئی ہے تو پھر اسقاط میں سعی کرنا بیشک سخت گناہ اور بحکم قتل ہے ہرگز ایسی دوا دینا درست نہیں ہے (۱۶)۔

=یستحق بعقد الاجارة، الا أنه غیر مقدر یقدر، فیجب أجر المثل، وان دله بغیر مشیء فهو والأول سواء الخ. [شامی، کتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة، مکتبه زکریا دیوبند ۹/ ۱۳۰، ۱۳۱، کراچی ۶/ ۹۵]. (امداد الفتاوی مع جدید مطول حاشیه، ج: ۷، ص: ۴۷۸، ۴۷۹، ط، زکریا بک ڈپو الهند)

(۱۶): فی الشامیة: قال فی النهر: بقی هل یباح الاسقاط بعد الحمل؟ نعم یباح ما لم یتخلق منه شئ، ولن یکن ذلک الا بعد مائة وعشرین یوماً. (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب نکاح، باب نکاح الرفیق، مطلب: فی حکم اسقاط الحمل، ج: ۴، ص: ۳۳۵، ۳۳۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی البحر: أمراة عالجت فی اسقاط ولدها لاتأثم ما لم یستبن شئ من خلقه. (البحر الرائق، کتاب الکراهیة، ج: ۸، ص: ۳۷۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

کسی شخص کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا اور پاؤں چومنا

﴿سوال﴾ کسی شخص کی تعظیم کو کھڑا ہوجانا اور پاؤں پکڑنا اور چومنا تعظیماً درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا درست ہے حدیث سے ثابت ہے(۱۷)۔فقط۔

---

(۱۷):فی الدرالمختار: طلب من عالم أو زاهد يدفع اليه قدمه ويمكنه من قدمه ليقبله أجابه، وقيل لايرخص فيه.....وفی الوهبانية: يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقادم كما يجوز القيام.

وفی الشامية: تحته: قوله: (أجابه) لما أخرجه الحاكم: أن رجلا أتى النبیﷺ فقال: يا رسول اللّٰه أرنی شيئا ازداد به يقينا، فقال: اذهب الی تلک الشجرة فادعها، فذهب اليها فقال: ان رسول اللّٰهﷺ يدعوک، فجاء ت حتی سلمت علی النبیﷺ، فقال لها: ارجعی فرجعت، قال: ثم أذن له فقبل رأسه ورجليه وقال: لو كنت آمرا أحداً أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها. وقال: صحيح الاسناد اهـ...... قوله: (يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقادم الخ) أی كان ممن يستحق التعظيم. (ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ۹، ص: ۵۵۰، ۵۵۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفی عمدة القاری: أن قيام المرؤوس للرئيس الفاضل والامام العادل والمتعلم للعالم مستحب،وانما يكره لمن كان بغير هذه الصفات.(عمدة القاری،كتاب الاستئذان، باب قول النبیﷺ قوموا الی سيدكم، ج: ۲۲، ص: ۳۹۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

پیشہ وکالت

﴿سوال﴾ وکیل اور آج کل کہ جو اپنے موکل کی ایمانداری ور سچ ہونے پر کچھ لحاظ نہیں کرتے بلکہ محض اپنا محنتانہ مقدم سمجھتے ہیں چاہے فریقین کی بے ایمانی ہو چاہے فریق ثانی کی حق تلفی ہو جھوٹی گواہی دیں اور دلوائیں صرف اپنے محنتانہ کی غرض سے جیسے کہ آج کل کے وکیل ہیں تو فرمایئے کہ ان کے یہاں کا کھانا اور ان سے محبت رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس زمانہ کی وکالت اور محنتانہ حلال نہیں (۱۸)۔ ان کا کھانا بھی اچھا نہیں (۱۹) مگر بتاویل۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۸):فی مجمع الانهر: لايجوز أخذ الأجرة على المعاصى كالغناء والنوح والملاهى، لأن المعصية لا يتصور اسحقاقها بالعقد، فلايجب عليه الأجر، وان أعطاه وقبضه لايحل له ويجب عليه رده على صاحبه. (مجمع الانهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الأجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج:٣،ص:٥٣٣،ط،دارالكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى الهداية: ولايجوز الاستئجار على الغناء والنوح، وكذا سائر الملاهى، لأنه استئجار على المعصية والمعصية لاتسحق بالعقد. (الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الاجارات، باب الاجارة الفاسدة، المجلد الثالث جزء:٦، ص: ٢٩٧، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(١٩):عن عمران بن حصين قال: نهى رسول اللهﷺ عن اجابة طعام الفاسقين. (المعجم الكبير للطبرانى، ج: ١٨، ص: ١٦٨، رقم: ٣٧٦، ط، مكتبة ابن تيمية القاهرة)

فى الهندية: اكل الربا وكاسب الحرام أهدى اليه أو أضافه وغالب ماله حرام لايقبل ولايأكل مالم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه، أو استقرضه. (الفتاوى العالمكيرية،كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضافات، ج: ۵، ص: ٣٤٣)

کسی مسلمان کی عزت بچانے کے لئے جھوٹ بولنا

﴿سوال﴾ اگر کوئی شخص گرفتار ہوتا ہو اور وہ گرفتاری ناحق ہو یا اس کی بے عزتی ہوتی ہو تو اس کو جھوٹ بول کر چھڑا لینا جائز ہے یا نہیں عنداللہ مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس کا بھی یہی جواب ہے اور احیاء العلوم میں ایسے موقع پر کہ قتل مسلم ناحق ہوتا ہو اور بدون کذب کے نجات نہ ہو تو کذب کو فرض لکھ دیا ہے (۲۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کچہری میں جھوٹ بولنا

﴿سوال﴾ ایک مقدمہ امر واقعی اور سچا ہے اور قاعدہ قانون انگریزی کے خلاف ہے اس میں اپنے استیفائے حق کے واسطے اگر تھوڑا سا کذب ملا یا جاوے تو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ احیاء حق کے واسطے کذب درست ہے مگر تا امکان تعریض سے کام لیوے اگر ناچار

---

(۲۰): قال الامام ابو حامد محمد الغزالی رحمه الله تعالیٰ: فنقول: الكلام وسيلة الى المقاصد، فكل مقصود محمود يمكن التوصل اليه بالصدق والكذب جميعاً، فالكذب فيه حرام، وان أمكن التوصل اليه بالكذب دون الصدق فالكذب فيه مباح ان كان تحصيل ذلک القصد مباحاً، وواجب ان كان المقصود واجباً، كما أن عصمة دم المسلم واجبة، فمهما كان فی الصدق سفک دم امرىء مسلم قد اختفى من ظالم فالكذب فيه واجب. (احياء علوم الدين، كتاب آفات اللسان، الآفة الرابعة عشرة: الكذب فی القول والمين، بيان مارخص فيه من الكذب، ص: ۱۰۲۸، ط، دار ابن حزم بيروت لبنان)

(وكذا فی ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ۹، ص: ۶۱۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ہوتو کذب صریح بولے ورنہ احتراز رکھے(۲۱)۔فقط۔

اپنا حق ثابت کرنے کے لیے جھوٹ کہنا یا کسی سے کہلوانا

﴿سوال﴾ اپنا حق ثابت کرنے کے واسطے خود جھوٹ بولنا دوسروں سے جھوٹ بلوانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر راستی سے حق تلف ہوتا ہوتو تعریض سے جھوٹ بول کر احیاءِ حق کرنا مباح ہے مگر صریح کذب سے بچے(۲۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

برادری کے قوانین کا مسئلہ

﴿سوال﴾ ایک قوم میں چند چودھری مقرر ہوئے برادری میں یہ بندوبست کیا گیا کہ جو کوئی غیر قوم کی عورت لاوے یا ایک عورت کے اوپر دوسرا نکاح کرے تو اس کے اوپر پچیس روپیہ جرمانہ ہو دیگر جو بھاجی

---

(۲۱):قال شيخ الاسلام محمد تقى العثمانى: فى الدرالمختار: الكذب مباح لاحياء حقه، ودفع الظلم عن نفسه، والمراد التعريض، لأن عين الكذب حرام.....حكى الشيخ ظفر أحمد العثمانى عن الامام الشيخ أشرف على التهانوى رحمه الله أنه قال: والحق جواز الكذب الصريح اذا لم يقدر على التعريض فى المواضع الثلاثة المذكورة فى حديث أسماء، وعدم جوازه اذا قدر عليه. (تكملة فتح الملهم، كتاب الجهاد والسير، باب جواز الخداع فى الحرب، ج: ۳، ص: ۳۰، ط، دار أحياء التراث العربى بيروت لبنان

(۲۲):فى الدرالمختار: الكذب مباح لاحياء حقه ودفع الظلم عن نفسه، والمراد التعريض لأن عين الكذب حرام. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ۹، ص: ۶۱۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

تقسیم ہو برادرانہ اس کو جو واپس کرے سوا روپیہ جرمانہ دے جرمانہ کرنیکی وجہ یہ ہے کہ کھانا سب کے پاس تقسیم نہ ہونے پاوے تھا جو پہلے سے بعض آدمی کھانا شروع کردیتے تھے تو ایک طرح کی بدانتظامی تھی کھڑے ہو کر مانگنے لگا کرتے تھے اور بعض آدمی پہلی بیویوں کو کسی رنج کے باعث نہیں لے جاتے ہیں اس باعث سے یہ قید جرمانہ کی لگائی گئی ہے جب سے یہ قید لگی ہے برادری کا اچھا انتظام ہوگیا ہے اور جرمانہ کر کے بعد دس پانچ روز کے جرمانہ واپس بھی کردیا ہے تو اس صورت میں جرمانہ کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں۔ دیگر ایک جگہ بھاجی تقسیم ہوئی چند جگہ سے واپس آئی عورتوں نے واپس کردی مردان کے موجود نہ تھے بعد ازاں ایک چودھری نے مکرر بھاجی بھیجی یہ بات قائم ہوچکی تھی جو بھاجی دوبارہ بھیجے گا سوا روپیہ جرمانہ دے گا بعد ازاں ان چند آدمیوں کو چودھریوں نے پنچایت کے روبرو بلا کر دریافت کیا کہ تمہارے یہاں بھاجی کیوں واپس آئی انہوں نے حلف سے بیان کیا کہ بروقت پنچایت کے ہم موجود نہیں تھے صبح کو ہم کو خبر ہوئی باہر باہر بازار چلے گئے بعد میں بھاجی تقسیم ہوئی گھر میں انہوں نے لاعلمی سے واپس کردی ہمارا کچھ قصور نہیں ہے اور بھائی اگر قصور مند تصور فرماتے ہیں تو اللہ کے واسطے ہمارا قصور معاف فرماؤ۔ آیندہ انشاءاللہ ایسا نہ ہوگا اس کے اوپر چودھریوں نے کچھ غور نہ فرمایا۔ عمرو نے ان کے طرف سے عرض کیا کہ بھائیو جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ خطا معاف فرمادیتے ہیں تو بھائی بھی ان کی خطاء اللہ کیواسطے معاف کردیں تو اس کے اوپر تمام برادری کے سامنے ایک چودھری صاحب نے یہ فرمایا کہ بیشک اللہ ورسول معاف کردیتے ہیں مگر پنچ معاف نہیں کرتے ہیں عمرو یہ کلمہ سن کر خاموش ہورہا اور اس وقت ان آدمیوں پر فی کس سوا روپیہ جرمانہ کردیا اور جس چودھری نے دوبارہ بھاجی بھیجی تھی اس سے چشم پوشی اختیار کی تو اس صورت میں ان کو ظالم یا ناانصاف کوئی کہہ دے تو آیا جائز ہے یا نہیں اور اگر کسی نے کہہ دیا ہو تو اس پر جرمانہ کرنا یا اس کو جرمانہ دینا جائز ہے یا نہیں از روئے شرع شریف؟

﴿جواب﴾ یہ چودھریوں کی قواعد ہی خلاف شرع ہیں چودھری اور سب لوگ اس کے قبول کرنے والے بے انصاف اور ظالم ہیں (۲۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱۔

---

(۲۳): قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ومن لم یحکم بما أنزل اللہ فأولٰئک هم الفٰسقون. (سورۃ المائدۃ: ۴۷)

=

الجواب صحیح حکیم ابوالقاسم محمد عبدالرشید انصاری سہانپوری عفی عنہ، الجواب صحیح ابوالحسن عفی عنہ جواب جو حضرت مولانا مخدوم زمان حضرت مولانا رشید احمد نے تحریر فرمایا ہے درست ہے اور یہ واضح ہو کہ ایک جماعت اہل اسلام کی متفق ہوکر قواعد خلاف شرع شریف کے تجویز کرے اور برادری کا دستور العمل اس کو قرار دے نہایت مذموم ہے اور اس گناہ سے زائد ہے کہ ایک شخص اس حرکت کا مرتکب ہو اہل اسلام کا خطا وار ہونا کسی امر میں اور بات ہے اور قواعد خلاف شرع شریف ایجاد کرنا اور امر ہے سرکار نے قانون خلاف اسلام ایجاد کیا وہ جائے تعجب نہیں کیونکہ وہ اسلام کی پابند نہیں مگر اہل اسلام کی شان سے خلاف شرع قانون ایجاد کرنا بہت بعید ہے۔ احمد علی عفی عنہ۔

فاسق کی تعریف

﴿سوال﴾ فاسق کی تعریف کرنا جائز ہے یا نہیں اور وہ کون سا فسق ہے کہ جس کے فاعل کی اقتداء درست نہیں اور فاسق معلن کی تعریف کرنے والا گنہگار رہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ فاسق کی تعریف درست نہیں (۲۴) مگر جو اس کے کسی خاص امر کی مدح کرے جو فسق سے تعلق نہیں رکھتی اور اس کے فسق کی مؤید بھی نہیں مضائقہ نہیں اور مطلقاً فاسق کی امامت مکروہ

= وفی التفسیر المأمون تحت هذه الآية: قلت: والفسق يشمل أكثر من ذلک، فهو يتضمن جميع أشكال الخروج عن الطاعة وارتكاب المخالفات الشرعية.

قال ابن كثير: (ومن لم يحكم بما أنزل الله فآولٰئک هم الفٰسقون)، أی: الخارجون عن طاعة ربهم، المائلون الى الباطل، التاركون للحق. (التفسير المأمون على منهج التنزيل والصحيح المسنون، ج: ٢، ص: ۴٧٢، سورة المائدة، الآية: ۴٧)

(۲۴): عن أنس بن مالک رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: اذا مدح الفاسق غضب اللّٰه، واهتز لذلک العرش. (موسوعة ابن أبی الدنيا، كتاب الصمت وآداب اللسان، ج: ٣، ص: ۵۵۵، رقم: ۲۳۴۰، ط، دار اطلس الخضراء رياض)

ہے(۲۵)اور فاسق کی ایسی تعریف کہ اس کے فسق کی مدح ہووے گناہ اور حرام ہے۔

کافر و فاسق کی تعریف کرنا

﴿سوال﴾ کافر یا فاسق کی مدح اگر اس کی صفات حمیدہ مثل حسن خلق وصدق حیا وغیرہ کے کہ حدیث شریف میں وارد ہے الحیاء شعبة من الایمان. درست ہے یا ممنوع وحرام بوجہ حدیث شریف اذا مدح الفاسق غضب الرب تعالٰی واھتزله العرش.

﴿جواب﴾ بہ تخصیص یہ کہنا کہ فلاں شخص میں یہ صفت اچھی ہے اگرچہ وہ کافر ہے تو بظاہر جائز معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ البتہ مدح مطلق کرنا گناہ ہے کہ اس میں تعظیم فاسق کافر کی ہوتی ہے اور ہم کو حکم ان کی توہین کا ہے(۲۶)۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

(۲۵):فی ملتقى الأبحر: ویکره امامة العبد والأعرابی والأعمی والفاسق.

وفی مجمع الأنهر تحته: (والفاسق) أی الخارج عن طاعة اللّٰه تعالٰی بارتکاب کبیرة لأنه لا یهم بأمر دینه، وکذا امامة التمام، والمرائی، والمتصنع، وشارب الخمر. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۶۲، ۱۶۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۲۶):قال رسول اللّٰه ﷺ: اذا مدح الفاسق غضب اللّٰه، واهتز لذلک العرش. وفی الفیض تحت هذا الحدیث: وظاهر الحدیث یشمل ما لو مدحه بما فیه کسخاء وشجاعة ولعله غیر مراد، (واهتز) أی تحرک (لذلک) أی لغضب الرب (العرش) واهتزازه عبارة عن أمر عظیم و داهیة دهیاء، وذلک لأن فیه رضا بما فیه سخط اللّٰه و غضبه، بل یکاد یکون کفراً، لأنه ربما یفضی الی استحلال ما حرام اللّٰه. (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج: ۱، ص: ۴۴۱، رقم: ۸۵۶، ط، دار المعرفة بیروت لبنان)

فاسق فاجر کی غیبت

﴿سوال﴾ فاسق فاجر کی غیبت کرنا جائز ہے یا نہیں مکروہ ہے تحریمی یا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام؟

﴿جواب﴾ فاسق کی غیبت لوجہ اللہ تعالیٰ اور تحذیر مسلمانوں کے واسطے درست ہے (۲۷) یا وہ کہ اس فعل کو ہنر جانتا ہو جیسے مرتشی رشوت کو کمال جانتے ہیں۔ فقط۔

مردوں کو ہنڈولے میں جھولنا

﴿سوال﴾ واسطے فرحت طبع کے ہنڈولے میں جھولنا مردوں کو کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ تھوڑی سی دیر کو جھولنا مباح ہے زیادہ مشغولی ناجائز ہے (۲۸)۔

---

(۲۷):قال الامام ابو حامد محمد الغزالی رحمه الله تعالیٰ:اعلم: أن المرخص فی ذکر مساوی الغیر هو غرض صحیح فی الشرع لایمکن التوصل الیه الا به فیدفع ذلک اثم الغیبة، وهی ستة أمور......الرابع: تحذیر المسلم من الشر. (احیاء علوم الدین، کتاب الآفات اللسان، الآفة الخامسة عشرة: الغیبة، بیان الاعذار المرخصة فی الغیبة، ص: ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ط، دار ابن حزم بیروت لبنان)

فی الشامیة:وفی تنبیه الغافلین للفقیه أبی اللیث:الغیبة علی أربعة أوجه....وفی وجه: هی مباح، وهو أن یغتاب معلنا بفسقه أو صاحب بدعة، وان اغتاب الفاسق لیحذره الناس یثاب علیه لأنه من النهی المنکر اهـ. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیره، ج: ۹، ص: ۵۸۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۲۸):فی الدرالمختار:وکره کل لهو لقوله علیه الصلاة والسلام: کل لهو المسلم حرام الا ثلاثة: ملاعبته أهله، وتأدیبه لفرسه، ومناضلته بقوسه. (الدرالمختارمع ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیره،ج: ۹،ص: ۵۶۶،ط،دار عالم الکتب ریاض)

قرآن یا قل ہواللہ یا تبت وغیرہ کا نام رکھنا

﴿سوال﴾ اگر زید اپنے بیٹے کا نام قرآن یا قل ہواللہ، ویا اپنی دختر کا نام تبت ویا الحمد رکھ دیوے تو کچھ نقصان اس نام کے رکھنے سے ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نام رکھنا قرآن یا اسمائے قرآن کے بھی مکروہ ہے(۲۹)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مغرب کے بعد سونا

﴿سوال﴾ درمیان مغرب وعشاء کے سونا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ اگر نماز جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو کسی طرح اس کا انتظام کرلے تو پھر مابین مغرب وعشاء سونا گناہ نہیں ہے(۳۰)۔

---

(۲۹):فی التاتارخانية: التسمية باسم لم يذكره الله فی عباده ولاذكره رسوله ولا استعمله المسلمون، تكلموا فيه: والأولٰى أن لايفعل. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية الفصل الرابع والعشرون فی تسمية الأولاد وكناهم، ج: ١٨، ص: ٢٢٩، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

وفی كتاب النوازل: لفظ ''قرآن'' کلام اللہ کے ساتھ خاص ہے،اور یہ اللہ کی صفاتِ ذاتیہ میں سے ہے،لہٰذا کسی شخص کا قرآن نام رکھنا درست نہیں۔

المستفاد: أكثر العلماء على أن الرحمٰن مختص بالله عزوجل لايجوز أن يسمى به غيره. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبی ١/١٠٦) فقط والله تعالى اعلم. (كتاب النوازل، ج: ١٥، ص: ٢٢٩)

(۳۰):فی الشامية: وقال الطحاوی: انما كره النوم قبلها لمن خشی عليه فوت وقتها أو فوت الجماعة فيها، وأما من وكل نفسه الى من يوقظه فيباح اله النوم.=

امام مسجد کا مغرب کے بعد سو جانا

﴿سوال﴾ اگر امام مسجد ہر روز مغرب وعشاء کے درمیان سوجایا کرے اور اذان بھی ہوجایا کرے حجرہ مسجد میں رہتا ہو اور بغیر اٹھائے نماز کو نہ آتا ہو تو یہ فعل امام کو درست ہے یا نہیں یا کہ امام کو پہلے مقتدیوں سے آجانا مسجد میں بہتر ہے؟

﴿جواب﴾ اگر سونے سے امام کے حرج مقتدیوں کا نہیں تو کچھ حرج نہیں (۳۱)۔

مغرب کے بعد اور عشاء کے پہلے سونا

﴿سوال﴾ درمیان مغرب وعشاء کے سونا کیسا ہے؟

=(ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب فى طلوع الشمس من مغربها، ج: ۲، ص: ۲۷، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى الكوكب: النوم قبل العشاء يكره لمن يظن فوات الجماعة وأما من لا فلا. (الكوكب الدرى، ج: ۱، ص: ۲۰۴، ط، مطبعة ندوة العلماء لكهنؤ الهند)

(۳۱):قال الامام الكبير الشيخ العلامة محمد انور الكشميرى نور الله مرقدهٗ: وأما النوم قبل العشاء فقال الفقهاء: من كان له من يوقظه عند قيام الجماعة يجوز له النوم قبل العشاء بلاكراهة، وثبت الاضطجاع فى المسجد قبل العشاء عن عثمان رضى الله عنه. (العرف الشذى شرح سنن الترمذى، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى كراهية النوم قبل العشاء والمسر بعدها، ج: ۱، ص: ۱۸۵، ط، دار احياء التراث العربى بيروت لبنان)

(وكذا فى موسوعة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب التبكير بالصبح فى أول وقتها، وهو التغليس وبيان قدر القراءة فيها، ج: ۴، ص: ۲۸۸، ط، دار احياء التراث العربى بيروت لبنان)

﴿جواب﴾مغرب وعشاء کے درمیان سونا درست ہے اگر جماعت فوت نہ ہواگر اندیشہ فوت ہو تو مکروہ ہے(۳۲)۔

اونچا مکان بنانے کی حد

﴿سوال﴾ مکان بنوانا کس قدر اونچا درست ہے زید کہتا ہے کہ چھ گز سے زیادہ مکان بنوانا نہ چاہئے؟

﴿جواب﴾قدر گذر اور ضرورت سے زیادہ ناپسند ہے۔**قال النبی ﷺ کل بناء وبال الا مالا بد منه** (۳۳)۔ یعنی جو تعمیر ہے وہ سب وبال اور خرابی ہے مگر جس قدر کہ ضروری ہو مگر پانچ چھ گز کی قید نہیں ہے ہر شخص کی ضرورت مختلف ہے(۳۴)۔فقط۔

---

(۳۲):فی معارف السنن: أما مسألة النوم قبل صلاة العشاء فقال الفقهاء: یجوز اذا کان عنده من یوقظه لصلاة الجماعة واذن لایکره. (معارف السنن، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی کراهیة النوم قبل العشاء والمسر بعدها، ج: ۲، ص: ۷۹، ط، ایچ ایم سعید)

وفی الکوکب: النوم قبل العشاء یکره لمن یظن فوات الجماعة وأما من لا فلا. (الکوکب الدری، ج: ۱، ص: ۲۰۴، ط، مطبعة ندوة العلماء لکهنؤ الهند)

(وکذا فی فیض الباری، کتاب مواقیت الصلاة، باب مایکره من النوم قبل العشاء، ج: ۲، ص: ۱۷۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۳۳):(سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب ماجاء فی البناء، ص: ۷۳۴، ۷۳۵، رقم: ۵۲۳۷، ط، دار السلام ریاض)

(۳۴): عن انس بن مالک قال: قال رسول اللهﷺ النفقه کلها فی سبیل الله الا البناء فلا خیر فیه. رواه الترمذی. وفی تحفة الاحوذی تحت هذا الحدیث: (النفقة=

انسان کے اجزاء کا استعمال کرنا

﴿سوال﴾ آدمی کی ہڈی یا سر کے بال جلا کر استعمال دوا میں کرنا یعنی لیپ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ انسان کے اجزاء کا استعمال درست نہیں کہ آدمی معظم ہے اور استعمال میں اس کا ابتذال ہے(۳۵)۔

ضرورت کے لئے غلہ روکنا

﴿سوال﴾ بیج کی نیت سے وقت تخم ریزی کے فروخت کروں گا غلہ بیج کا بند کرنا کیسا ہے؟

=كلها فى سبيل اللّٰه) أى فيؤجر المنفق عليها (الا البناء) أى الا النفقة فى البناء (فلاخيرفيه) أى فى الأنفاق فيه فلا أجر فيه، و هذا فى بناء لم يقصد به قربة أو كان فوق الحاجة.(تحفة الأحوذى بشرح الترمذى، ج: ٧،ص: ١٨۴ ، ط، دارالفكر)

فى الهندية: وما يحتاج اليه الناس من البناء لابأس به وانما يكره اذا بنى مالايحتاج اليه كذا فى الوجيز للكردرى. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العشرون فى الزينة واتخاذ الخادم للخدمة، ج: ۵، ص: ۳۵۹)

(۳۵):فى البحر: (وشعر الانسان والانتفاع به) أى لم يجز بيعه والانتفاع به لأن الآدمى مكرم غير مبتذل فلايجوز أن يكون شئ من أجزائه مهانا مبتذلاً.......وصرح فى فتح القدير: بأن الآدمى مكرم وان كان كافراً. (البحر الرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد، ج: ٦، ص: ۱۳۳ ، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى شرح كتاب السير الكبير: والآدمى محترم بعد موته على ماكان عليه فى حياته، فكما يحرم التداوى بشئ من الآدمى الحى اكراماً له فكذلک لايجوز التداوى بعظم الميت، قال ﷺ: كسر عظم الميت ككسر عظم الحى. (شرح كتاب السير الكبير، باب دواء الجراحة، ج: ١، ص: ٩٢، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

﴿جواب﴾ اپنی ضرورت کے واسطے غلہ روکنا درست ہے(۳۶)۔

کسی مقام کو شریف کہنا

﴿سوال﴾ لفظ شریف کا سوائے حرمین کے اور جگہ کے ساتھ ضم کرنا درست ہے یا نہیں مثلاً اجمیر شریف یا دہلی شریف لکھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ سب جگہ درست ہے جہاں کچھ شرافت ہو(۳۷)۔

مالک کی اجازت کے بغیر کسی چیز کا استعمال کرنا

﴿سوال﴾ زید کسی غیر وطن میں اپنے عزیزوں کے یہاں شادی میں گیا وہاں نہایت ہی معززانہ

---

(۳۶): فی مجمع الانهر: ویکره الاحتکار فی أقوات الآدمیین کالبر ونحوه والبهائم کالشعیر والتبن ببلد یضر بأهله لأنه تعلق به حق العامة، قید بقوله: یضر بأهله لأنه لو کان المصر کبیراً لایضر بأهله، فلیس بمحتکر لأنه حبس ملکه ولاضرر فیه لغیره.....ولا احتکار فی غلة ضیعته لأنه جالص حقه ولا فیما جلبه من بلد آخر عندالامام لعدم تعلق أهل بلد بطعام بلد آخر.(مجمع الانهر، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، ج: ۴، ص: ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی التاتارخانیة: الاحتکار مکروه، وانه علی وجوه: أحدها: أن یشتری طعاما فی مصر أو ما أشبهه ویمتنع من بیعه، وذلک یضر الناس فهو مکروه، وفی تجنیس الناصری: وان اشتری فی ذلک المصر وحبسه لایضر بأهل المصر لا بأس به. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب البیوع، الفصل السابع والعشرون فی الاحتکار، ج: ۹، ص: ۲۱۴، ط، مکتبه دار زکریا دیوبند)

(۳۷): دیکھئے: فتاوی قاسمیہ، ج:۲۴،ص:۶۹۰، ط،مکتبہ زکریا دیوبند۔

سامان تھے اور کھانے عمدہ پکے تھے مگر سامان فرش وغیرہ بلا اجازت مالک کے نوکروں سے لا کر بچھایا تھا اور دودھ وغیرہ بطریق رشوت لایا گیا تھا اور چاول وغیرہ بھی لہٰذا زید کو اس دعوت کا کھانا جائز ہے یا نہیں جبکہ معلوم ہو کہ جو کھانا کھاتا ہوں اس میں حلال زیادہ ہے اور حرام کم اور فرش پر بیٹھنا جائز ہوا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ان اشیاء کا استعمال نادرست ہے جبکہ ان کے آقا کی اجازت نہیں ہے اور ان کھانوں کا کھانا بھی نادرست ہے اور کثرت قلت کا اعتبار وہاں ہے کہ جہاں خاص کھانے کی نسبت یہ تحقیق نہ ہو کہ حلال ہے یا حرام اور جب یہ بات تحقیق ہے کہ اس کھانے میں دودھ مثلاً حرام کا ہے یا گھی حرام کا ہے مٹھائی حرام کی ہے تو وہ کھانا کسی طرح درست نہیں ہے اس میں حرام گو کتنا ہی تھوڑا ہو (۳۸)۔

---

(۳۸):عن أبی حمید الساعدی، أن رسول اللّٰہ ﷺ قال: لایحل لامرئ أن یأخذ مال أخیه بغیر حقه، وذلک لما حرم اللّٰہ مال المسلم علی المسلم. (مسند الامام احمد بن حنبل، مسند الأنصار، ص: ۱۷۵۴، رقم: ۲۴۰۰۳، ط، بیت الافکار الدولیة ریاض)

فی البذل: صرح الفقهاء بأن من اکتسب مالاً بغیر حق، فاما أن یکون کسبه بعقد فاسد، کالبیوع الفاسدة والاستئجار علی المعاصی والطاعات، أو بغیر عقد، کالسرقة والغصب والخیانة والغلول، ففی جمیع الأحوال المال الحاصل له حرام علیه، ولکن ان أخذه من غیر عقد ولم یملکه یجب علیه أن یرده علی مالکه ان وجد المالک، والا ففی جمیع الصور یجب علیه أن یتصدق بمثل تلک الأموال علی الفقراء. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، ج: ۱، ص: ۳۵۹، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

فی الشامیة: لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعریز، ج: ٦، ص: ١٠٦، ط، دار عالم الکتب ریاض)

پیتل کے بلاقلعی برتن میں کھانا

﴿سوال﴾ پیتل کے برتن میں کہ جو بلاقلعی کا ہو کھانا پینا بمذہب امام ابوحنیفہؒ جائز ہے یا نہیں اور کپڑے میں چاندی سونے کے بٹن لگا کر استعمال کرنا حنفیہ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ پیتل کے ظروف میں کھانا درست ہے مگر اولیٰ نہیں اور اگر مشابہت کفار ہنود سے ہو تو بسبب مشابہت کے منع ہے(۳۹)۔

برہمنی برتنوں میں کھانا کھانا

﴿سوال﴾ ظروف برہمنی کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾ کھانا سب ظروف میں درست ہے مگر وہ ظروف کہ کافر ومشرک کا خاصہ ہو(۴۰)۔ فقط۔

---

(۳۹):فی الشامیة: قوله: (ویکره الأکل فی نحاس أو صفر) عزاه فی الدرالمنتقی الی المفید والشرعة والصفر مثل قفل وکسر الصاد لغة النحاس، وقیل أجوده مصباح، وفی شرح الشرعة: هو شئ مرکب من المعدنیات کالنحاس والأسرب وغیره ذلک. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، ج: ۹، ص: ۴۹۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۴۰):عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللهﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. رواه أحمد، وأبوداؤد. وفی المرقات تحت هذا الحدیث: أی من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره، أو بالفساق، أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الابرار (فهو منهم) أی فی الاثم والخیر. قال الطیبی: هذا عام فی الخلق، والخلق والشعار. (مرقات المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ج: ۸، ص: ۲۲۲، رقم: ۴۳۴۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

حقہ پینا

﴿سوال﴾ حقہ پینا مکروہ ہے یا مکروہ تحریمہ؟

﴿جواب﴾ حقہ پینا مباح ہے(۴۱) مگر اس کی بدبو سے مسجد میں آنا نادرست ہے(۴۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۴۱):فی الدرالمختار: قلت: فیفهم من حکم النبات الذی شا ع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبه.

وفی الشامیة: قوله: (فیفهم منه حکم النبات) وهو الاباحة علی المختار أو التوقف. وفیه اشارة الی عدم تسلیم اسکاره وتفتیره واضراره. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الأشربة، قبیل کتاب الصید، ج: ۱۰ ،ص: ۴۴،ط،دار عالم الکتب ریاض)

(۴۲):عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما: أن النبیﷺ قال فی غزوة خیبر: من أکل من هذه الشجرة۔یعنی الثوم۔فلایقربن مسجدنا. وفی الفیض تحت هذا الحدیث: واعلم أن کل شیء له رائحة کریهة یکره أن یذهب به الی المسجد. وکما یکره له أن یدخل فی المسجد، وریحه فی فمه. (فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب ماجاء فی الثوم النيء والبصل والکراث، ج: ۲، ص: ۴۰۷، ۴۰۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

فی الدرالمختار: وأکل نحو ثوم، ویمنع منه، وکذا کل مؤذ ولو بلسانه.

وفی الشامیة: قوله: (وأکل نحو ثوم) أی کبصل ونحوه ومما له رائحة کریهة، للحدیث الصحیح البخاری:قلت:علة النهی أذی الملائکة وأذی المسلمین. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب فی الغرس فی المسجد، ج: ۲، ص: ۴۳۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

حقہ پینے والے کا درود شریف

﴿سوال﴾ زید کہتا ہے کہ جو شخص حقہ پیوے اس کا درود شریف قبول نہیں ہوتا صحیح ہے یا غلط ہے؟

﴿جواب﴾ زید غلط کہتا ہے حقہ نوش کی نماز اور درود سب مقبول ہوتا ہے البتہ اس حقہ کی بو کا ازالہ نہ کرنا اور منہ میں رکھنا مکروہ ہے (۴۳)۔

تمبا کو کھانا سونگھنا یا حقہ پینا

﴿سوال﴾ حقہ پینا تمبا کو کا کھانا یا سونگھنا کیسا ہے حرام ہے یا مکروہ تحریمہ یا مکروہ تنزیہہ ہے اور تمبا کو فروش اور نیچے بند کے گھر کا کھانا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ حقہ پینا تمبا کو کھانا مکروہ تنزیہہ ہے اگر بو آوے ورنہ کچھ حرج نہیں اور حقہ تمبا کو فروش کا مال حلال ہے ضیافت بھی اس کے گھر کھانا درست ہے (۴۴)۔

---

(۴۳):فی الشامية: وللعلامة الشيخ علی الأجهوری المالكی رسالة فی حله نقل فيها أنه أفتی بحله من يعتمد عليه من أئمة المذاهب الأربعة.

قلت: وألف فی حله أيضا سيدنا العارف عبدالغنی النابلسی رسالة سماها ”الصلح بين الاخوان فی اباحة شرب الدخان“ وتعرض له فی كثير من تأليفه الحسان، وأقام الطامة الكبری علی القائل بالحرمة أو الكراهة، فانهما حكمان شرعيان لابد لهما من دليل ولا دليل علی ذلک، فانه لم يثبت اسكاره ولاتفتيره ولا اضراره، بل ثبت له منافع، فهو داخل تحت قاعدة الأصل فی الأشياء الاباحة....... فالذی ينبغی للانسان اذا سئل عنه سواء كان ممن يتعاطاه أو لا كهذا العبد الضعيف وجميع من فی بيته أن يقول هو مباح، لكن رائحته تستكرهها الطباع، فهو مكروه طبعاً لا شرعاً. (ردالمحتار علی الدر المختار، كتاب الأشربة، ج: ۱۰، ص: ۴۲، ۴۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۴۴):قال شيخ الاسلام ”الشهير بـ بيرزاده“ فی رسالته رفع التنباک فی=

حقہ نوش کا درود شریف

﴿سوال﴾ حقہ نوش جو درود شریف پڑھتا ہے وہ مقبول ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حقہ کی وجہ سے کوئی عبادت رد نہیں ہوتی البتہ جس وقت پینے والے کے منہ میں بدبو اور درود شریف پڑھے تو گنہگار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پان میں تمبا کو کھانا اور حقہ پینا

﴿سوال﴾ حقہ پینا کیسا ہے اور پان میں تمبا کو کھانا کیسا ہے اور حقہ پینا اور تمبا کو کو کھانا دونوں مساوی ہیں یا کچھ کم وبیش ہیں؟

﴿جواب﴾ حقہ پینا وتمبا کو کھانا درست ہے(۴۵) مگر بدبو سے مسجد میں آنا حرام(۴۶)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

=حكم التعاطى شجرة التنباک..... وأما بيعها وشراء ها فيجوز لامكان الانتفاع فى غير الشرب بدليل تقييد الأصحاب عدم الجواز فى مثلها بما لاينتفع به. (زجر ارباب الريان عن شرب الدخان، ص: ۸۳، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

وفى الدر المختار: وصح بيع غير الخمر مما مر، ومفاده صحة بيع الحشيشة والأفيون. وفى الشامية تحته: قوله: (ومفاده الخ) أى مفاد التقييد بغير الخمر، ولاشک فى ذلک لأنهما دون الخمر وليسا فوق الأشربة المحرمة فصحة بيعها يفيد صحة بيعهما. فافهم. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الأشربة، ج: ۱۰، ص: ۳۵، ط، رياض)

(۴۵):فى الدرالمختار: قلت: فيفهم من حكم النبات الذى شاع فى زماننا المسمى بالتتن فتنبه.

وفى الشامية: قوله: (فيفهم منه حكم النبات) وهو الاباحة على المختار أو التوقف. وفيه اشارة الى عدم تسليم اسكاره وتفتيره واضراره. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الأشربة، قبيل كتاب الصيد، ج: ۱۰، ص: ۴۴، ط، دار عالم الكتب)

(۴۶):عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: من أكل من هذه الشجرة المنتنة،=

نمبردار کے حقوق تلف ہونا

﴿سوال﴾ مسئلہ یہاں قاعدہ ہے کہ نمبردار جمع سرکاری اپنے پٹہ کی سرکار میں داخل کرتا ہے اگر کوئی اپنی زمین کی باقی کا روپیہ یعنی جمع سرکار نمبردار کو نہ دیوے تو اس کا مواخذہ قیامت میں ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نمبردار جب اس کی طرف سے خود سرکاری روپیہ دیتا ہے تو اس کو رکھنا درست نہیں کیونکہ اس میں حق تلفی نمبردار کی لازم آوے گی (۴۷)۔ فقط۔

=فلايقربن مسجدنا، فان الملائكة تأذى مما يتأذى منه الانس. وفى المرقات تحت هذا الحديث: قال النووى فى شرح مسلم عقيب حديث: لقد رأيت النبىﷺ اذا وجد ريحا من الرجل فى المسجد أمر به فاخرج الى البقيع. هذا فيه اخراج من وجد منه ريح نحو البصل فى المسجد، ازالة للمنكر باليد لمن أمكنه. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الاول، ج: ٢، ص: ٣٨٥، ٣٨٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۴۷):قال الله تبارك وتعالى: ولاتأكلوا أموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بهآ الى الحكام لتأكلوا فريقاً من اموال الناس بالاثم وأنتم تعلمون.[سورة البقرة: ١٨٨] وفى الجامع لأحكام القرآن تحت هذه الآية: الخطاب بهذه الآية يتضمن جميع أمة محمدﷺ، والمعنى: لايأكل بعضكم مال بعض بغير حق. فيدخل فى هذا: القمار، والخداع، والغصوب، وجحد الحقوق، ومالاتطيب به نفس مالكه،الخ. (الجامع لأحكام القرآن، ج: ٣، ص: ٢٢٢، ٢٢٣، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

عن أبى حميد الساعدى، أن رسول اللهﷺ قال: لايحل لامرئ أن يأخذ مال أخيه بغير حقه، وذلك لما حرم الله مال المسلم على المسلم. (مسند الامام احمد بن حنبل، مسند الأنصار، ص: ١٧٥۴، رقم: ٢۴٠٠٣، ط، بيت الافكار الدولية رياض) =

حکام دریا وجنگل کا اشیاء جنگل ودریا پر محصول لگانا

﴿سوال﴾ حکام دریا وجنگل کا اہتمام کریں اوراس کے مخارج پر محصول ٹھہرادیں تو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جنگل پہاڑ کی اشیاء مباحہ ملک عامہ ہیں اس پر محصول لگانا حاکم کاظلم ہے حرام۔فقط واللہ اعلم۔**والحطب ان کان فی غیر ملک فلاباس به ولایضر نسبة الی قریة او جماعة مالم یعلم ان ذٰلک ملک لهم. رد المحتار (۴۸). واللّٰه تعالٰی اعلم.**

پولیس کا باغ بہاری کولوٹنا

﴿سوال﴾ پولیس کے ملازمان ہنود کی برات میں باغ بہاری لوٹنے پر متعین ہوتے ہیں ان کو وہاں جانااورلوٹنا جائز ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ جب ایسے کام میں حسب ضرورت انتظام سرکارشرکت ہوجاوےاس پر گناہ نہیں اور جس شئے کولوٹنے کی سرکار سےاور مالک کی طرف سے اجازت ہےاس کالوٹنا درست ہے۔فقط۔

ریل میں بلااجازت سامان زیادہ لے جانا

﴿سوال﴾ ریل میں بلااجازت زیادہ اسباب رکھ لینا درست ہے یانہیں علیٰ ہذا چنگی سے چھپا کر مال لے جانا درست ہے یانہیں؟

= **فی الشامية: لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعریز، ج: ۶، ص: ۱۰۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)**

(۴۸):(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب احیاء الموات، فصل الشرب، ج: ۱۰، ص: ۱۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

﴿جواب﴾ سامان اجازت سے زیادہ لے جانا درست نہیں ہے(۴۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مقدمہ میں سچی گواہی کو چھپانا

﴿سوال﴾ ایک شخص نے اپنے مقدمہ میں شاہد گرادنا اس نے اس وجہ سے شہادت سے انکار کیا کہ آجکل کچہریوں میں وکلاء لوگ شاہدوں سے جرح اور قدح کے سوال کر کے اپنی تیز بیانی سے شاہدوں پر شہادت کو مختلط اور متلبس کرتے ہیں اس وقت اس کو تمیز حق و باطل میں نہیں رہتی ہے اور اس مقدمہ میں اس شاہد کے سوا اور بھی بہت سے شاہد ہیں مگر یہ شخص احتیاطاً ادائے شہادت سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں کچہری میں شاہد نہیں بن سکتا مجھ کو وکلاء کے سوال و جواب کی طاقت نہیں اس صورت میں یہ شخص مرتکب کتمان شہادت کا تو نہیں علیٰ ہذا القیاس ایک عالم اختلاف مسائل کیوجہ سے فتویٰ پر مہر نہیں کرتا یہ گنہگار تو نہیں؟

﴿جواب﴾ درصورتیکہ اس مقدمہ کے شاہد موجود ہیں تو یہ شخص کاتم حق نہ ہوگا اگر احیاء حق اس کی ہی شہادت پر موقوف ہو تو اس وقت حق بات کہنی اور جرح وقدح وکلاء پر نظر نہ کرنا ضرور ہے اس وقت میں

(۴۹):قال النبی ﷺ المسلمون عند شروطهم. (صحیح البخاری، کتاب الاجارة، باب أجر السمسرة، ص: ۴۴۶، ط، دار السلام ریاض)

عن کثیر بن عبداللّٰه ابن عمرو بن عوف المزنی عن أبیه، عن جده أن رسول اللّٰه ﷺ قال: الصلح جائز بین المسلمین، الا صلحاً حرم حلالا أو أحل حراما، والمسلمون علی شروطهم، الا شرطا حرم حلالا أو أحل حراماً. قال أبو عیسی: هذا حدیث حسن صحیح. (جامع الترمذی، ابواب الأحکام، باب ما ذکر عن رسول اللّٰه ﷺ فی الصلح بین الناس، ص: ۳۲۶، رقم: ۱۳۵۲، ط، دار السلام ریاض)

فی شرح المجلة: یلزم مراعاة الشرط بقدر الامکان. (شرح مجلة الأحکام مع درر الحکام، ج: ۱، ص: ۸۴، رقم: المادة:۸۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

ہوسکتا ہے ایسا ہی حال عالم کا ہے (۵۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۵۰): فی ملتقی الأبحر: ویفترض أداؤھا بعد التحمل اذا طلبت منه الا أن یقوم الحق بغیرہ.

وفی مجمع الأنھر تحته: (الا أن یقوم الحق بغیرہ) بأن یکون فی الصک سواء ممن یقوم به الحق، فحینئذ لایفترض لأن الحق لایضیع بامتناعه ولأنھا فرض کفایة، وفی الدرر ثم أنه انما یأثم اذا علم أن القاضی یقبل شھادته، وتعین علیه الأداء وان علم أن القاضی لایقبل شھادته أو کانوا جماعة فأدی غیرہ ممن تقبل شھادته فقبلت، لایأثم وان أدی غیرہ. (مجمع الأنھر فی ملتقی الأبحر، کتاب الشھادات، ج: ۳، ص: ۲۵۸، ۲۵۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الکنز: ویلزم بطلب المدعی.

وفی حاشیة الکنز للنانوتوی: (ویلزم بطلب المدعی) لأنه حقه، فاذا طلب لایسع کتمانھا، لقوله تعالی: ﴿ولاتکتموا الشھادة ومن یکتمھا فانه آثم قلبه﴾ [البقرة: ۲۸۳]..... ثم انما یأثم اذا امتنع عن الأداء بغیر عذر ظاھر وعلم أن القاضی یقبل شھادته، واذا علم أنه لایقبل، أو کان ھو ثالثا أو رابعاً، وأدی غیرہ، ولم یؤد ھو، لایأثم لظھور الحق بغیرہ. (کنز الدقائق، کتاب الشھادة، ج: ۲، ص: ۴۳۹، ط، مکتبة البشری کراتشی)

وفی أصول الافتاء: الأصل فی الافتاء أنه فرض کفایة علی مفت مؤھل اذا وجد عدد من المؤھلین فان قام به بعضھم سقط عن الباقین. ویکون فرض عین فی الأحوال الآتیه:

الأول: اذا استفتی فی مکان لایوجد فیه مؤھل غیرہ، وھو یعرف الحکم، لقول اللّٰه سبحانه وتعالی: ﴿ان الذین یکتمون مآ انزلنا من البینٰت والھدیٰ من بعد ما بینٰه=

بزرگوں کو قبلہ وکعبہ وغیرہ لکھنا

﴿سوال﴾ قبلہ وکعبہ وقبلۂ دارین وکعبہ کونین یا قبلہ دینی وکعبہ دنیوی یا قبلہ آمال وحاجات یا قبلہ مرادات یا قبلہ صوری وکعبہ معنوی یا دیگر مثل ان الفاظ کے القاب آداب میں والد یا عموی کا یا اخوی کو یا اور کسی کو تحریر کرنے جائز ہے یا نہیں حرام ہے یا غیر حرام مکروہ ہے تحریمی یا تنزیہی معہ عبارت ودلائل تفصیلی ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾ ایسے کلمات مدح کے کسی کی نسبت کہنے اور لکھنے مکروہ تحریمی ہیں **لقوله عليه السلام لاتطرونی (الحديث)** جب زیادہ حد شان نبوی سے کلمات آپ کے واسطے ممنوع ہوئے تو کسی دوسرے کے واسطے کس طرح درست ہو سکتے ہیں (۵۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=للناس فی الکتٰب أولٰئِک یلعنهم اللّٰه ویلعنهم اللٰعنون﴾ [البقرة: ۱۵۹]

قال النووی رحمه اللّٰه تعالی: افتاء المسفتين فرض كفاية، فان لم يكن هناک من يصلح الا واحد، تعين عليه. وان كان جماعة يصلحون، فطلب ذلک من أحدهم فامتنع، فهل يأثم؟ ذكروا وجهين فی المفتی، والظاهر جريانهما فی المعلم وهما كالوجهين فی امتناع أحد الشهود، والأصح لايأثم. (أصول الافتاء وآدابه، أحكام الافتاء ومنهجه، متی يجب الافتاء، ص: ۲۸۵، ۲۸۶، ط، مكتبة معارف القرآن كراتشی)

(وكذا فی المجموع شرح المهذب، فصل فی ان تعليم الطالبين وافتاء المستفتين فرض كفاية، ج: ۱، ص: ۲۷، ط، ادارة الطباعة المنيرية)

(۵۱): عن ابن عباسؓ: سمع عمر رضی اللّٰه عنه يقول علی المنبر: سمعت النبیﷺ يقول: لاتطرونی كما أطرت النصاری ابن مريم فانما أنا عبده فقولوا: عبداللّٰه ورسوله. (صحيح البخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول اللّٰه تعالی واذكر فی الكتاب مريم، ص: ۷۰۹، رقم: ۳۴۴۵، ط، دار السلام رياض) =

وعدہ کو پورا کرنا

﴿سوال﴾ ایفائے وعدہ نہ کرنا کیسا ہے اس مسئلہ کو بہ ثبوت حدیث شریف اور فقہ کے زیب قلم فرما کر بہت جلد مرحمت فرماویں اور کوئی دقیقہ باقی نہ رہ جاوے۔ فقط۔

﴿جواب﴾ ایفائے وعدہ ضرور ہے اگر عذر سے وفا نہ ہو تو معاف ہے اور جو وعدہ کے وقت سے ہی ارادہ عدم ایفاء کا ہے تو مکروہ تحریمہ ہے (۵۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= فی الموسوعة الفقهية: يجب أن لايصل مدحهﷺ الی حد الاطراء المنهی عنه لقولهﷺ: لاتطرونی كما أطرت النصاری ابن مريم، فانما أنا عبده، فقولوا: عبداللّٰه ورسوله.

قال القرطبی فی معناه: لاتصفونی بما ليس فیّ من الصفات، تلتمسون بذلک مدحی، كما وصفت النصاری عيسی بما لم يكن فيه، فنسبوه الی أنه ابن اللّٰه فكفروا بذلک وضلوا، وهذا يقتضی أن من رفع أمرا فوق حده وتجاوز مقداره بما ليس فيه فمعتد آثم، لأن ذلک لو جاز فی أحد لكان أولی الخلق بذلک رسول اللّٰهﷺ. (الموسوعة الفقهية، ج: ٣٦، ص: ٢٧٦)

(۵۲):وعن زيد بن أرقم، عن النبیﷺ، قال: اذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفی له، فلم يف ولم يجئ للميعاد فلا اثم عليه. وفی المرقات تحت هذا الحديث: قال الأشرف: هذا دليل علی أن النية الصالحة يثاب الرجل عليها وان لم يقترن معها المنوی وتخلف عنها اهـ. ومفهومه أن من وعد وليس من نيته أن يفی فعليه الاثم سواء وفی به أو لم يف، فانه من أخلاق المنافقين. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الوعد، الفصل الثانی، ج: ۹، ص: ۱۰۳، رقم: ۴۸۸۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان) =

خط میں القاب قبلہ وکعبہ کا لکھنا

﴿سوال﴾ خط میں القاب قبلہ وکعبہ لکھنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قبلہ وکعبہ کسی کو لکھنا درست نہیں ہے(۵۳)۔

معافی طلب کرنے والے کو معاف نہ کرنا

﴿سوال﴾ اگر زید بکر کو یہ بہتان لگادے اور انبوہ کثیر میں یہ کہتا پھرے کہ مجھ کو بکر نے ایسے الفاظ

= وفیہ ایضاً: قال النووی: أجمعوا علی أن من وعد انساناً لیس بمنھی عنه فینبغی أن یفئ بوعده......فان کان عند الوعد عازماً علی أن لایفی به فهذا هو النفاق. (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الآداب، باب المزاح، الفصل الثانی، قبیل باب المفاخرة والعصبیة، ج: ۹، ص: ۱۱۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الاشباه: الخلف فی الوعد حرام.

وفی غمز عیون البصائر تحته: قوله: (الخلف فی الوعد حرام) قال السبکی: ظاهر الآیات والسنة تقتضی وجوب الوفاء وقال صاحب العقد الفرید فی التقلید انما یوصف بما ذکر أی بأن خلف الوعد نفاق اذا قارن الوعد العزم علی الخلف کما فی قول المذکورین فی آیة ﴿لئن أخرجتم لتخرجن معکم﴾ فوصفوا بالنفاق لابطانهم خلاف ما أظهروا وأما من عزم علی الوفاء ثم بدا له فلم یف بهذا لم یوجد منه صورة نفاق کما فی الاحیاء، الخ. (غمز عیون البصائر شرح کتاب الأشباه والنظائر، کتاب الحظر والاباحة، ج: ۳، ص: ۲۳۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۵۳):قال الشیخ العلامة اشرف علی التهانوی نور الله مرقدہٗ: اگر مجاز کا ارادہ کیا جاوے تو تخالف نہیں ہے، لیکن ظاہری تخالف جس شخص کے خیال میں ہو اس کو اس حالت میں فتاوی رشیدیہ پر عمل احوط ہے۔(امداد الفتاوی مع جدید مطول حاشیہ، ج:۹، ص:۴۴۲، ط، زکریا بکڈپو دیوبند)

کہے ہیں کہ میں بیان بباعث شرم کے نہیں کرسکتا ہوں اور بکر زید سے دریافت کرے کہ اگر میں نے کوئی کلمہ ناشائستہ ایسا کہا ہوتو مجھ کو مطلع کروتا کہ میں معافی ساتھ توبہ کے چاہوں مگر زید بباعث کسی وجہ معقول یا غیر معقول کے نہ کہے تو اس صورت میں خطاوار کون ہے؟

﴿جواب﴾ اگر معافی چاہنے والے کو معاف نہ کرے تو یہ معاف نہ کرنے والا خاطی ہے(۵۴)۔

وعظ کے بعد واعظ سے مصافحہ

﴿سوال﴾ واعظ سے بعد وعظ کے مصافحہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ واعظ سے بعد وعظ کے مصافحہ کرنا جائز ہے مگر اس کا التزام کرنا اور ضروری سمجھنا جائز نہیں ہے(۵۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۵۴):عن جودان قال قال رسول اللهﷺ من اعتذر الی أخیه بمعذرة فلم یقبلها کان علیه مثل خطیئة صاحب مکس. وفی مصباح الزجاجة تحت هذا الحدیث: قال البوصیری: لیس لجودان عند ابن ماجة سوی هذا الحدیث، ولیس له روایة فی شئ من الکتب الخمسة. ورجال اسناده ثقات الا أنه مرسل. (مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجة ومعه کفایة الحاجة فی شرح سنن ابن ماجة، کتاب الأدب، باب المعاذیر، ص: ۱۳۵۴، رقم: ۳۷۱۸، ط، بیت الأفکار الدولیة)

وفی اهداء الدیباجة تحت هذا الحدیث: قال المناوی فی فیض القدیر[۶/۹۵]: قوله: ”کان علیه مثل خطیئة صاحب مکس“ لأن من صفاته تعالی قبول الاعتذار والعفو عن الزلات، فمن أبی واستکبر عن ذلک فقد عرض نفسه لغضب الله ومقته. (اهداء الدیباجة بشرح سنن ابن ماجة، کتاب الأدب، باب المعاذیر، ج: ۵، ص: ۱۰۳، ۱۰۴)

(وکذا فی فیض القدیرشرح الجامع الصغیر، ج: ۶، ص: ۷۳، رقم: ۸۴۷۵، ط، دار المعرفة بیروت لبنان)

(۵۵):عن أبی أمامة أن رسول اللهﷺ قال: اذا تصافح المسلمان لم تفرق=

شادی میں نکاح کیوقت کھجور لٹانا

﴿سوال﴾ شادی میں وقت نکاح کے خرموں کا لٹانا اور لوٹنا جائز ہے یانہیں اور حدیث انس رضی اللہ عنہ کی جو کہ مؤید لوٹنے چھواروں کی ہے معتمد ہے یانہیں اور فقہاء کا اس میں کیا مذہب ہے ارقام فرمایئے؟

﴿جواب﴾ ایسے جزئی عمل کو کرنا کچھ ضروری نہیں اگر چہ ایسا لوٹنا درست ہو مگر یہ روایت چنداں معتمد نہیں اور اس کے فعل سے اکثر چوٹ آجاتی ہے اگر مسجد میں نکاح ہو تو بے تعظیمی مسجد کی بھی ہوتی ہے لہٰذا حدیث ضعیف پر عمل کر کے موجب اذیت مسلم کا ہونا ہے اور مسجد کی شان کے خلاف فعل ہونا مناسب نہیں اور اس روایت کو لوگوں نے ضعیف لکھا ہے (۵۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=أكفهما حتى يغفر لهما. وقال الشيخ عبدالمجيد فى تخريج هذا الحديث: قال فى المجمع ٨/٣٧ وفيه مهلب بن العلاء ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات. (المعجم الكبير للطبرانى، ج: ٨، ص: ٣٣٦، رقم: ٨٠٧٦، ط، مكتبة ابن تيمية القاهرة)

فى المرقات: من اصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الاول، ج: ٣، ص: ٢٦، رقم: ٩٤٦، ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

وفى الاعتصام: ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فى أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فى الشريعة. (الاعتصام، ج: ١، ص: ٤٦، ط، مكتبة التوحيد)

(٥٦):قال العلامة البيهقىؒ: وقد روى فى الرخصة فيه أحاديث كلها ضعيفة، فمنها ما:

عن عائشة رضى الله عنها، أن رسول اللهﷺ تزوج بعض نسائه فنثر عليه=

نکاح کے وقت چھوہارے لٹانا

﴿سوال﴾ بروقت نکاح چھوارے لٹانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ چھوارے لٹانے وقت نکاح کے مباح ہیں مگر اس وقت میں نہ چاہئے کہ تکلیف ہوتی ہے حاضرین کو (۵۷)۔

رسم بسم اللہ کا مسئلہ

﴿سوال﴾ ابتدائے مکتب میں بسم اللہ بچوں کی خاص چار سال اور چار ماہ اور چار ہی روز میں کرنا

=التمر. الحسن بن عمرو هو ابن سيف العبدى، بصرى عنده غرائب.

ومنها ما:

أخبرنا أبو عبدالرحمن محمد بن الحسين السلمى، أخبرنا عبدالله بن محمد بن موسى بن كعب، أخبرنا محمد بن غالب، حدثنا زكريا بن يحيى، حدثنا عاصم بن سليمان، حدثنا هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة رضى الله عنها قالت: كان النبى ﷺ اذا زوج أو تزوج نثر تمراً. عاصم بن سليمان بصرى، رماه عمرو بن على بالكذب ونسبه الى وضع الحديث. (السنن الكبير، كتاب الصداق، باب ماجاء فى النثار فى الفرح، ج: ١٥، ص: ٩٠، ٩١، رقم: ١٤٧٩٧، ١٤٧٩٨)

(۵۷):عن أبى موسى رضى الله عنه قال: قالوا: يا رسول الله(ﷺ) أى الاسلام أفضل؟ قال: من سلم المسلمون من لسانه ويده. (كتاب الايمان، باب أى الاسلام أفضل، ص: ٦، رقم: ١٠، ط، دار السلام رياض)

فى الهندية: لابأس بنثر السكر والدراهم فى الضيافة وعقد النكاح كذا فى السراجية. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثالث عشر فى النهبة ونثر الدراهم، ج: ٥، ص: ٣٤٥)

ثابت اور جائز ہے یا نہیں اور رسول اللہ ﷺ کا سن شریف ابتداء انشراح صدر کیا تھا ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾ ابتداء مکتب کی کوئی قید نہیں اور شرح صدر اول چار سال کی عمر میں تھا(۵۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بچوں کی سالگرہ منانا

﴿سوال﴾ سالگرہ بچوں کی اور اس کی خوشی میں اطعام الطعام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ سالگرہ یادداشت عمر اطفال کے واسطے کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا اور بعد سال کے کھانا لوجہ اللہ تعالیٰ کے کھلانا بھی درست ہے(۵۹)۔

---

(۵۸):في الطبقات الكبير: قال أخبرنا محمد بن عمر عن أصحابه قال:....ولما بلغ أربع سنين كان يغدو مع أخيه وأخته في البهم قريباً من الحي، فأتاه الملكان هناك فشقا بطنه واستخرجا علقة سوداء فطرحاها وغسلا بطنه بماء الثلج في طست من ذهب، ثم وزن بألف من أمته فوزنهم، فقال أحدهما للآخر: دعه، فلو وزن بأمته كلها لوزنهم! وجاء أخوه يصيح بأمه: أدركي أخي القرشي! فخرجت أمه تعدو ومعها أبوه فيجدان رسول الله ﷺ، منتقع اللون، فنزلت به الى آمنة بنت وهب وأخبرتها خبره، الخ. (كتاب الطبقات الكبير، ذكر من أرضع رسول الله ﷺ وتسميه اخوته وأخواته من الرضاعة، ج: ا، ص: ۹۱، ط، مكتبة الخانجي القاهرة)

(۵۹):في المسائل المهمه: بعض حضرات اپنے چھوٹے بچوں کی یا خود کی سالگرہ مناتے ہیں یہ ایک غیر شرعی عمل اور کفار سے مشابہت ہے، نہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنی اور اپنے بچوں کی سالگرہ منائی نہ صحابہ نے نہ بعد کے صالحین نے، یہ مغربی تہذیب کی دَین ہے، لہٰذا اس کا چھوڑنا ضروری ہے۔ (المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة، ج:۲،ص:۲۴۹)

وفي كفايت المفتي: سالگرہ منانا کوئی شرعی تقریب نہیں ہے ایک حساب اور تاریخ کی یادگار=

ڈوم کے گھر کا کھانا

﴿سوال﴾ ڈوم وغیرہ کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ڈوم وغیرہ کے گھر کی دعوت بھی درست نہیں ہے(۶۰)۔فقط۔

طلبہ کے ساتھ کھانے میں شریک ہونا

﴿سوال﴾ طلبہ کا کھانا جو کسی جگہ مقرر ہوتا ہے اور وہ وہاں سے لاتے ہیں صاحب نصاب کو وہ کھانا بحسب رغبت طلبہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ طلبہ کا کھانا جو مقرر ہوتا ہے اگر وہ واجب مثل کفارہ اور عشر اور نذر اور زکوٰۃ نہیں ہے تو طلبہ کے ساتھ ان کی اجازت سے غنی بھی کھا سکتا ہے اور اگر ان میں سے کسی میں کھانا مقرر ہوا ہے تو جب وہ

= ہے اس کے لئے یہ تمام فضولیات محض عبث اور التزام مالا یلزم میں داخل ہیں۔(کفایت المفتی، کتاب الحظر والاباحۃ، ج:۹،ص:۸۴،۸۵، ط،دارالاشاعت کراچی)

وفی فتاوی رحیمیہ: سالگرہ منانے کا جو طریقہ رائج ہے(مثلاً کیک کاٹتے ہیں) یہ ضروری نہیں بلکہ قابل ترک ہے غیروں کے ساتھ تشبہ لازم آتا ہے، البتہ اظہار خوشی اور خدا کا شکر ادا کرنا منع نہیں ہے۔(فتاوی رحیمیہ،متفرقات حظر والاباحۃ،ج:۱۰،ص:۲۲۶،ط،دارالاشاعت کراچی)

(۶۰):عن عمران بن حصين قال: نهى رسول الله ﷺ عن اجابة طعام الفاسقين. (المعجم الكبير للطبرانى، ج: ۱۸، ص: ۱۶۸، رقم: ۳۷۶، ط، مكتبة ابن تيمية القاهرة)

فى الهندية: اكل الربا وكاسب الحرام أهدى اليه أو أضافه وغالب ماله حرام لايقبل ولايأكل مالم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه، أو استقرضه. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضافات، ج: ۵، ص: ۳۴۳)

طالب علم کسی کو مالک بناوے اس وقت غنی اس کھانے کو کھا سکتا ہے صرف ساتھ کھلانے سے کھانا اس کا درست نہیں ہے (٦١)۔ فقط۔

شادی کے پہلے کا کھانا کھانا

﴿سوال﴾ شادی سے پہلے کھانا کرنا جیسا رواج ہے اور اسے چوٹی کا کھانا کہتے ہیں کیسا ہے اور اس کھانے کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ خوشی میں عزیزوں دوستوں کو کھانا کھلانا درست ہے (٦٢) جب تک فخر وریاء نہ ہو

---

(٦١):عن عائشة[رضی اللّٰه عنها]: وأتی النبی ﷺ بلحم بقر، فقیل: هٰذا ما تصدق به علٰی بریرةؓ، فقال:هو لها صدقة ولنا هدیة. (صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب اباحة الهدیة للنبی ﷺ ولبنی هاشم وبنی المطلب الخ، ص: ۴۳۷، رقم: ۲۴۸۶، ط، دار السلام ریاض)

فی المختار: (مصارف الزکوة)وهم الفقیر وهو الذی له ادنی شئ..... ولا یدفعها.... الی غنی.

وفی الاختیار تحته: قال: (ولا الی غنی) لقوله علیه الصلاة والسلام "لاتحل الصدقة لغنی".... وکذلک الحکم فیما سوی الزکاة من الصدقات الواجبات کصدقة الفطر والکفارات والعشور والنذور وغیر ذلک، لأنها فی معنی الزکاة، فانه یطهر نفسه بأداء الواجب واسقاط الفرض. (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الزکوة، باب مصار الزکوة،ج: ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(٦٢):عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: اذا دعا أحدکم أخاه فلیجب عرساً کان أو نحوه. وفی البذل تحت هذا الحدیث: أی اذا کان الدعوة فی النکاح أو نحوه من مواقع السرور. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، باب=

اور نہ اس کو رسم واجب جیسی جانے (٦٣)۔

گانے والے کی دعوت

﴿سوال﴾ مولوی عبدالحیؒ صاحب اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں کہ مغنیہ کی دعوت جب قبول کرے اور کھاوے جب کہ اس نے قرض لے کر وہ مال تیار کیا ہو خواہ پھر وہ رنڈی اپنے کسب حرام سے وہ قرض ادا کرے تو حضور فرمادیں کہ ڈوم رنڈی وغیرہ کا مال لے کر اپنے قرضدار کو دے دینا یا وہ قرض لے کر ہی دے اور پھر وہ مال اسے لینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر کوئی شخص قرض لے کر کسی کار خیر میں لگا دے یا کسی کو صدقہ اور ہدیہ دے تو وہ کام بھی ہو جاوے اور موہوب لہٗ کو یہ صدقہ اور ہدیہ بھی لینا درست ہے (٦۴) مگر جب واہب مدیون اپنا قرض

=ماجاء فی اجابة الدعوة، ج: ١١، ص: ۴٦٧، ۴٦٨، رقم: ٣٧٣٨، ط، دار البشائر بیروت)

فی التاتارخانیة: وفی الخانیة: لاینبغی التخلف عن اجابة الدعوة العامة، کدعوة العرس والختان ونحوهما. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الکراهیة، الفصل السابع عشر فی الهدایا والضیافات، ج: ١٨، ص: ١٧٦، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

(٦٣): عن الزبیر بن خریت قال: سمعت عکرمة یقول: کان ابن عباسؓ یقول: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن طعام المتباریین أن یؤکل. وفی البذل تحت هذا الحدیث: قال لخطابیؒ: المتباریان المتعارضان بفعلیهما، یقال: تباری الرجلان اذا فعل أحدهما مثل فعل صاحبه لیری أیهما یغلب صاحبه، وانما کره ذلک لما فیه من الریاء والمباهاة، ولأنه داخل فی جملة ما نهی عنه فی أکل المال بالباطل. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی طعام المتباریین، ج: ١١، ص: ۴٨١، ۴٨٢، رقم: ٣٧۵۴، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

(٦۴): فی التاتارخانیة: وفی عیون المسائل: رجل اهدیٰ الی انسان أو اضافه،=

حرام مال سے ادا کرے گا تو سخت گنہگار ہوگا اور اصل مالک کا دیندار رہے گا ایسے ہی حرام مال کا قرضہ میں لینے والا بھی اگر مسلمان ہے تو سخت گنہگار رہے گا (۶۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نعت یا حمد کے اشعار بلند آواز سے پڑھنا

﴿سوال﴾ نعت یا حمد کے غزل عاشقانہ کہ جس میں کوئی کذب اور لغو نہ ہو بلند آواز سے کہ جس میں نشیب وفراز بھی ہو طبعی یا کسبی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

=ان كان غالب ماله من حرام، لاينبغي أن يقبل ويأكل من طعامه مالم يخبر أن ذلك المال حلال استقرضه أو ورثه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر فى الهدايا والضيافات، ج: ١٨، ص: ١٧٥، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(٦٥): في الهندية: ولو كان لمسلم على نصراني دين، فباع النصراني خمراً وأخذ ثمنها وقضاه المسلم من دينه، جاز له أخذه، لأن بيعه له مباح. ولو كان الدين لمسلم على مسلم، فباع المسلم خمراً وأخذ ثمنها وقضاه صاحب الدين، كره له أن يقبض ذلك من دينه، كذا في السراج والوهاج. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع والعشرون في القرض والدين، ج: ٥، ص: ٣٦٧)

في الدرالمختار: الحرام ينتقل..... وفي حظر الأشباه: الحرمة تتعدد مع العلم.

وفي الشامية تحته: قوله: الحرمة تتعدد الخ نقل الحموي عن سيدي عبدالوهاب الشعراني أنه قال في كتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدى ذمتين. سألت عنه الشهاب ابن الشلبي فقال: هو محمول على ما اذا لم يعلم بذلك، أما لو رأى المكاس مثلاً يأخذ من أحد شيئاً من المكس ثم يعطيه آخر ثم يأخذ من ذلك الآخر فهو حرام اهـ. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد، ج: ٧، ص: ٣٠٠، ٣٠١، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾ ایسے اشعار کا پڑھنا بحسن صوت درست ہے اگر اس سے کوئی مفسدہ پیدا نہ ہو۔ فقط (٦٦)۔

بغیر باجے کے راگ وغیرہ سننا

﴿سوال﴾ سمع اور غنا اور راگ یہ تینوں ایک ہی چیز ہیں یا غیر اور یہ تینوں چیزیں بلا مزامیر کے سننا جائز ہیں یا نہیں درآنحالیکہ گانے والا انکار موافق قواعد موسیقی کے گاوے؟

﴿جواب﴾ یہ ہر سہ الفاظ ایک معنی رکھتے ہیں بلا مزامیر راگ کا سننا جائز ہے اگر گانے والا محل فساد نہ ہو اور وہ مضمون راگ کا خلاف شرع نہ ہو اور موافق موسیقی کے ہونا کچھ حرج نہیں (٦٧)۔

---

(٦٦):فی التاتارخانية: قراء ة الأشعار ان لم يكن فيها ذكر الفسق والغلام ونحوه لايكره. وفی الظهيرية: وقيل: معنى الكراهة فی الشعر أن يشتغل الانسان فيشغله ذلك عن قراء ة القرآن والذكر، أما اذا لم يكن ذلك فلابأس به. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الثامن عشر فی الغناء واللهو وسائر المعاصی والأمر بالمعروف، ج: ١٨، ص: ١٨٧، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(وكذا فی الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو وسائر المعاصی والامر بالمعروف، ج: ٥، ص: ٣٥١، ٣٥٢)

(٦٧):فی الدرالمختار: وفی السراج: المسألة أن الملاهی كلها حرام، ويدخل عليهم بلا اذنهم لانكار المنكر. قال ابن مسعود: صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فی القلب كما ينبت الماء النبات. قلت: وفی البزازية: استماع صوت الملاهی كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلاة والسلام: "استماع الملاهی معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر".

وفی الشامية تحته: وذكر شيخ الاسلام أن كل ذلك مكروه عند علمائنا=

راگ کے مسئلے

﴿سوال﴾ راگ کس کو کہتے ہیں اور مکروہ ہے یا حرام اگر اشعار مثل مولانا جامی ومولانا نظامی ومولانا سعدی ومولانا روم رحمہم اللہ وغیرہ کے پڑھے جاویں تو کس طور سے راگ میں ہوجاویں اور کس طور پر بلا راگ ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾ راگ کہتے ہیں اچھی آواز کیساتھ کچھ کہنے کو خواہ شعر ہو یا جامی ونظامی وغیرہما علیہم الرحمۃ کا خواہ اور کوئی کلام ہو۔ یہ ترجمہ غناء کا ہے اردو میں اور لوگوں کے نزدیک راگ جب ہوتا ہے کہ آواز کو بے موقعہ گھٹا بڑھا کر کچھ کہیں سو اس طرح کہ لفظ اپنے موقعہ پر رہیں اور خوش صورت ہو قرآن وحدیث کا بھی پڑھنا درست ہے بلکہ مستحب ہے اور ایسا کہ لفظ کم زیادہ کھینچے جاویں درست نہیں (٦٨) مگر اشعار میں کچھ حرج نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=واحتج بقوله تعالى: ﴿ومن الناس من يشترى لهو الحديث﴾[لقمان: ٦] الآية. جاء فى التفسير: أن المراد الغناء..... قلت: وفى التاتارخانية عن العيون ان كان السماع سماع القرآن والمواعظة يجوز، وان كان سماع غناء فهو حرام باجماع العلماء....والحاصل: أنه لارخصة فى السماع فى زماننا، لأن الجنيد رحمه الله تعالى تاب عن السماع فى زمانه. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، ج: ۹، ص: ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، دار عالم الكتب رياض)

(٦٨):فى البحر المحيط: استحباب تزيين القرآن بالصوت الحسن، قال القرطبى رحمه الله: فائدة هذا الخبر حث القارى على اعطاء القراءة حقا من ترتيلها، وتحسينها، وتطييبها بالصوت الحسن ما أمكن...... أجمع العلماء على استحباب تحسين الصوت بالقرآن ما لم يخرج عن حد القراءة بالتمطيط، فان خرج حتى زاد حرفاً، أو أخفاه حرم. (البحر المحيط الثجاج شرح صحيح الامام مسلم بن الحجاج،=

چنگ ورباب وساز کا مسئلہ

﴿سوال﴾ مزامیر معازف کی حرمت عام خاص تمام کے حق میں ہے یا لااہلہ حلال ولغیرہ حرام وقول مشہور درست ہے اگر کسی شخص کو بجز محبوب حقیقی کے اور کسی شئے سے محبت نہ ہو اور اس کو مزامیر ومعازف سے ترقی حالت کرنا ہو قضاء ظاہر جائز نہیں ہوسکتا مگر دیانۃً بھی جائز ہے یا نہیں اگر ایسے موقع سے کہ شریعت میں کوئی فتنہ وخنہ نہ ہو مثلاً کسی علیحدہ مکان میں سن لیوے تو رخصت ہے یا نہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے سنا ہے اس مسئلہ کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں یہ نہیں کہ لوگوں سے اس کی تشہیر کی جاوے میرا گمان یہ ہے کہ شاید ایسے شخص کو کسی وقت کسی حالت خاص میں رخصت ہو حاشاء وکلاء اپنے گمان کو صحیح نہیں سمجھتا؟

﴿جواب﴾ سب خاص وعام کو حرام ہے کسی کو حلال نہیں ایسی حالت میں بھی ہرگز جائز نہیں (۶۹) اور نہ بزرگوں نے سنا مگر بشریت سے اگر سنا تو وہ نہ معصوم تھے نہ ان کے قول کی حجت ہے شریعت اور طریقت میں۔

=كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن، ج: ٦، ص: ٢٤٥، ٢٥٢، ط، دار ابن الجوزى المملكة العربية السعودية)

(٦٩):فى الدرالمنثور: وأخرج ابن أبى حاتم عن الحسن قال: نزلت هذه الآية: ﴿ومن الناس من يشترى لهو الحديث﴾ فى الغناء والمزامير.

وفيه ايضاً: وأخرج ابن أبى الدنيا عن عبدالرحمن بن عوف، أن رسول الله ﷺ قال: انما نهيت عن صوتين أحمقين فاجرين، صوت عند نغمة لهو ولعب ومزامير شيطان، وصوت عند مصيبة، خمش وجوه، وشق جيوب، ورنة شيطان. (الدرالمنثور فى التفسير بالمأثور، سورة القمان [الآية: ٦]، ج: ١١، ص: ٦١٨، ٦٢١)

وفى الموسوعة الفقهية: المعازف منها ما هو محرم كذات الأوتاد والنايات=

ڈومنیوں کو بیاہ میں گوانا

﴿سوال﴾ ڈومینوں سے بیاہ میں گوانا بشرطیکہ خلاف شرع نہ گاویں درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ عورتوں کے مجمع میں اگر عورتوں کا گانا موجب فتنہ کا نہ ہوتو درست ہے ورنہ ناجائز ہے مگر فقہاء کو چونکہ فتنہ کا ہونا اکثر معلوم ہوا ہے وہ مطلقاً منع فرماتے ہیں اور مناسب بھی یہی ہے(۷۰)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عیدین میں بانسری تاشہ باجا وغیرہ بجانا

﴿سوال﴾ بروز عیدین تاشہ باجا یا فوج پیدل خواہ سوار سلاح بند اپنے ہمراہ لیکر نماز عیدگاہ میں جانا جیسا ریاست رامپور وغیرہ میں دستور ہے خصوصاً ریاست گوالیار میں کہ والی اس ریاست کا اہل ہنود ہے اور وہاں تاشہ وغیرہ بھی اسی کی طرف سے مقرر ہے اور اگر ان کا تہوار ہوتا ہے تو بڑی شان وشوکت سے

=والمزامير والعود والطنبور والرباب، ونحوها في الجملة، لما روى عن علي رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اذا فعلت أمتي خمس عشرة خصلة حل بها البلاء....و عدصلى الله عليه وسلم منها.... واتخذت القنيات والمعازف، وما روى عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الله بعثني رحمة وهدى للعالمين، وأمرني أن أمحق المزامير والكفارات يعني البرابط والمعازف. (الموسوعة الفقهية، ج: ۳۸، ص: ۱۶۸)

(۷۰):في الدرالمختار: وفي السراج: المسألة أن الملاهي كلها حرام، ويدخل عليهم بلا اذنهم لانكار المنكر. قال ابن مسعود: صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات. قلت: وفي البزازية: استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلاة والسلام: "استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر".(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والاباحة، ج: ۹، ص: ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، دار عالم الكتب رياض)

اپنے بتوں کو نکالتے ہیں تو امر برائے شوکت دین اسلام جائز ہے یا نہیں مکروہ تحریمی تا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام اور اگر نہیں کرتے ہیں تو اہل ہنود کی آنکھوں میں حقیر معلوم ہوتے ہیں اور وہ لوگ حقیر جاننے لگتے ہیں؟

﴿جواب﴾ معازف ومزامیر سب حرام ہے چنانچہ احادیث وفقہ اس سے مملو ہے(۷۱) پس عید کے تزک میں حرام ہی ہوویں گے البتہ فوج پیدل وسوار سلاح بند کا جانا مباح ہے شوکت اسلام اس سے کافی ہے ڈھول تاشہ سے شوکت نہیں ہوتی اور نہ ترک محرکات شرعی سے کچھ حرج ہوتا ہے۔

ہندوؤں کے تہوار میں خوشی کے گیت گانا

﴿سوال﴾ ہندوؤں کے لڑکوں کو ان کے تہوار ہولی یا دیوالی میں بطور عیدی ان کے تہوار کی تعریف میں کچھ اشعار بنا کر جس طور کہ میانجی لوگ پڑھا کرتے ہیں پڑھانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ درست نہیں (۷۲)۔

---

(۷۱):فی الدرالمنثور: وأخرج ابن أبی الدنیا عن عبدالرحمن بن عوف، أن رسول اللهﷺ قال: انما نهیت عن صوتین أحمقین فاجرین، صوت عند نغمة لهو ولعب ومزامیر شیطان، وصوت عند مصیبة، خمش وجوه، وشق جیوب، ورنة شیطان. (الدرالمنثور فی التفسیر بالمأثور، سورة القمان [الآیة: ٦]، ج: ١١، ص: ٦٢١)

عن عبدالرحمن بن غنم الأشعری قال: حدثنی أبو عامر ـ أو ابو مالک ـ الأشعری، والله ما کذبنی: سمع النبیﷺ یقول: لیکونن من أمتی أقوام یستحلون الحر، والحریر، والخمر، والمعازف، ولینزلن أقوام الی جنب علم، یروح علیهم بسارحة لهم یأتیهم لحاجة فیقولون: ارجع الینا غداً، فیبیتهم الله، ویضع العلم، ویمسخ آخرین قردة وخنازیر الی یوم القیامة. (صحیح البخاری، کتاب الأشربة، باب ماجاء فیمن یستحل الخمر ویسمیه بغیر اسمه، ص: ١٢٠٥، رقم: ٥٥٩٠، ط، دار السلام ریاض)

(۷۲):فی تفسیر ابن کثیر: وقوله: ﴿وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا=

آواز ملا کر چند لوگوں کا مناجات پڑھنا

﴿سوال﴾ باہم آواز ملا کر چند آدمیوں کو خدا کی یا حضرت کی شان میں غزلیں پڑھنا درست ہے یا منع ہے؟

﴿جواب﴾ اس طریق سے مناجات یا مدح پڑھنا بشرطیکہ کوئی فتنہ کا خوف نہ قید کسی وقت کی ہو نہ مضمون خلاف شرع ہو نہ کسی دوسرے کی نماز یا ذکر میں حرج ہوتا ہو نہ پڑھنے والے کی نماز قضاء ہو جانے یا جماعت رہ جانے کا خوف ہو الغرض تمام مفاسد شرعیہ سے خالی ہو تو مباح ہے (۷۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

=علی الاثم والعدوان﴾: یأمر تعالی عباده المؤمنین بالمعاونة علی فعل الخیرات، وهو البر، وترک المنکرات وهو التقوی، وینهاهم عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم. (تفسیر ابن کثیر، سورة المائدة، ج:۳،ص: ۱۲، ۱۳،ط،دار طیبه ریاض)

و فی نصب الرایة: قال علیه السلام: من کثر سواد قوم فهو منهم، قلت: رواه أبو یعلی الموصلی فی ''مسنده'' حدثنا أبو همام ثنا ابن وهب أخبرنی بکر بن مضر عن عمرو بن الحارث أن رجلا دعا عبدالله بن مسعود الی ولیمة، فلما جاء لیدخل سمع لهواً، فلم یدخل، فقال له: لم رجعت؟ قال: انی سمعت رسول الله ﷺ یقول: من کثر سواد قوم، فهو منهم، ومن رضی عمل قوم کان شریک من عمل به، انتهی. (نصب الرایة، کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص، ج: ۴، ص: ۳۴۶، رقم: ۷۷۷۸)

(۷۳):فی الشامیة: وفی حاشیة الحموی عن الامام الشعرانی: أجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها، الا أن یشوش جهرهم علی نائم أو مصل أو قارئ الخ. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب: فی رفع الصوت بالذکر، ج: ۲، ص: ۴۳۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

حرام مال سے بنائے ہوئے مکان میں رہنا

﴿سوال﴾ مولانا اس جگہ مکان کی نہایت درجہ تکلیف ہے چھپر کے مکانات اکثر ہیں آج کل موسم بارش میں کمال تکلیف ہے کتابیں وجامہائے پوشیدنی ضائع ہونے کا اندیشہ قوی ہے اس نظر سے ایک مکان تعمیر شدہ طوائف میں چندروز سے قیام کیا ہے سکونت واذ کار واشغال وتلاوت قرآن مجید ونماز نفل وغیرہ اس مکان میں حرام ہے یا مکروہ تحریمی اور طعام طوائف اور قیام وسکون مکان تعمیر شدہ طوائف مساوی ہیں گناہ وحرمت میں یا فرق ہے؟

﴿جواب﴾ جو مکان حرام مال سے بنایا گیا اس کا قیام وسکونت بھی مکروہ تحریمہ بلکہ حرام ہووے گا جیسا طعام خریدہ از حرام کا حال کچھ فرق نہیں (۷۴)۔

حرام مال سے کنواں بنوانا

﴿سوال﴾ اگر طوائف مال حرام سے چاہ پختہ یا خام بنوادے تو اس کا پانی پینا اور وضو وغسل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۷۴):فی الدرالمختار: الحرام ينتقل..... وفی حظر الأشباه: الحرمة تتعدد مع العلم.

وفی الشامية تحته: قوله: الحرمة تتعدد الخ نقل الحموی عن سيدی عبدالوهاب الشعرانی أنه قال فی كتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدی ذمتين. سألت عنه الشهاب ابن الشلبی فقال: هو محمول علی ما اذا لم يعلم بذلک، أما لو رأی المكاس مثلاً يأخذ من أحد شيئاً من المكس ثم يعطيه آخر ثم يأخذ من ذلک الآخر فهو حرام اهـ. (رد المحتار علی الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد، ج: ۷، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾ اس کنویں سے وضو وغسل کرنا باعتبار فتویٰ درست ہے اور باعتبار تقویٰ نا درست ہے(۷۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرام مال والے کا ہدیہ قبول کرنا

﴿سوال﴾ جس شخص کے ہاں حلال وحرام ہر قسم کا ہو تو اس کے یہاں سے ہدیہ وغیرہ اگر لیوے یا روپیہ پیسہ بطور اجرت تو اس سے گیرندہ کو استفسار واجب ہے یا لا تجسسوا پر عمل کرنا لائق ہے؟

﴿جواب﴾ استفسار کر لیوے مہمل نہ چھوڑے یہ تجسس نہیں بلکہ تحقیق ہے(۷٦)۔ فقط۔

---

(۷۵):فی الشامية: سئل الفقيه أبو جعفر عن اكتسب ماله من أمراء السلطان ومن الغرامات المحرمات وغير ذلک هل يحل لمن عرف ذلک الطعام غصباً أو رشوة.

وفی الخانية: امرأة زوجها فی أرض الجور ان أكلت من طعامه ولم يكن عين ذلک الطعام غصباً فهی فی سعة من أكله، وكذا لو اشترى طعاماً أو كسوة من مال أصله ليس بطيب فهی فی سعة من تناوله والاثم على الزوج. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً، ج: ۷، ص: ۳۰۱، ۳۰۲، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفی الهندية: لو اشترى لها طعاما أو كسوة أصله ليس بطيب فهی فی سعة من تناول ذلک الطعام والثياب ويكون الاثم على الزوج. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون فی المتفرقات، ج: ۵، ص: ۳۷۵)

(۷٦):فی البزازية: غالب المهدی ان حلالا لابأس بقبول هديته وأكل ماله مالم يتعين أنه من حرام وان غالب ماله الحرام لايقبلها ولايأكل الا اذا قال انه حلال ورثه أو استقرضه. (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية الفصل الرابع فی الهدية والميراث، ج: ٦، ص: ۳٦۰)

حرام مال سے بنا ہوا مکان خریدنا

﴿سوال﴾ نیز مکان مذکور کسی حیلہ شرعی خریدنا یا مستعار یا کرایہ پر لینا درست ہے یا نہیں ارادہ احقر ہے کہ اہل وعیال کو بلا کراس میں قیام کیا جاوے بشرطیکہ گناہ نہ ہو؟

﴿جواب﴾ اس کا کچھ حیلہ مجھ کو معلوم نہیں جو لکھوں۔

حرام میراث

﴿سوال﴾ اگر ورثاء کو بعد انتقال مورث کے علم ہوا کہ فلاں شئے ہماری میراث ہمارے مورث نے حرام طور سے حاصل کی تھی اب ان کے حق میں حلال ہوسکتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ورثہ حرام ہے صدقہ کریں یا معلوم ہو تو مالک کو دیویں (۷۷)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۷۷):فی الدرالمختار: وفی الأشباه: الحرمة تنتقل مع العلم الا للوارث الا اذا علم ربه. قلت: ومر فی البیع الفاسد، لکن فی المجتبی: مات وکسبه حرام فالمیراث حلال، ثم رمز وقال: لانأخذ بهذه الروایة، وهو حرام مطلقاً علی الورثة، فتنبه.

وفی الشامیة تحته: قوله: (وهو حرام مطلقاً علی الورثة) أی سواء علموا أربابه أو لا، فان علموا أربابه ردوه علیهم، والا تصدقوا به کما قدمناه آنفاً عن الزیلعی.

قوله:(فتنبه) أشار به الی ضعف ما فی الأشباه. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیره، ج: ۹، ص: ۵۵۳، ۵۵۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی الهندیة: واذا مات الرجل وکسبه خبیث فالاولی لورثته أن یردوا المال الی أربابه فان لم یعرفوا أربابه تصدقوا به. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، ج: ۵، ص: ۳۴۹)

حرام پیشے والے کی دعوت قبول کرنا

﴿سوال﴾ جن کے پیشے حرام ہیں اگر قرض لے کر کسی کو کھانا کھلا دے یا اور کوئی امر خیر کرے تو ثواب حاصل ہوتا ہے یا نہیں اور کھانا اس کا حرام ہے یا مکروہ وغیرہ؟

﴿جواب﴾ اس حیلہ کو بعض کتب میں جائز لکھا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں (۷۸)۔

حرام آمدنی والے کا ہدیہ

﴿سوال﴾ ایک شخص مواضعات کا حوالدار ہے تنخواہ تین روپیہ ماہوار ہے اور خرچ چھ روپیہ ماہوار کا دوسرے شخص کو چار روپیہ ماہوار آمدنی اور خرچ پانچ روپیہ ماہوار تو خرچ زائد جو علاوہ تنخواہ سے ہے یہ آمدنی ناجائز سے ہے کہ جس میں کچھ آمدنی باجازت مالک ہے اور کچھ بلا اجازت اور سب روپیہ مشترکہ خرچ ہوتا ہے کچھ تمیز نہیں کہ کونسا روپیہ آمدنی جائز کا ہے اور کونسا ناجائز کا تو ایسے شخص کا روپیہ مسجد میں لگانا یا حق اجرت میں لینا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جس کا غالب مال حلال ہے اس کے مال میں سے لینا درست ہے اور جس کا غالب مال حرام ہے اس میں سے لینا نادرست ہے اور جس کا مال جس قدر حلال ہے اسی قدر حرام ہو جو اس نے دی ہے اور اگر جو شئ اس نے دی ہے وہ معلوم ہو کہ مال حرام سے ہے تو اس کا لینا کسی حال بھی درست نہیں ہے اگرچہ دہندہ کا اور سب مال حلال کی کمائی کا ہو (۷۹)۔ فقط۔

---

(۷۸): فی التاتارخانیة: وفی عیون المسائل: رجل اهدیٰ الی انسان أو اضافه، ان کان غالب ماله من حرام، لاینبغی أن یقبل ویأکل من طعامه مالم یخبر أن ذلک المال حلال استقرضه أو ورثه. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الکراهیة، الفصل السابع عشر فی الهدایا والضیافات، ج: ۱۸، ص: ۱۷۵، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

(۷۹): فی الشامیة: قال تاج الشریعة: أما لو أنفق فی ذلک مالاً خبیثاً ومالاً سببه=

سود کی آمدنی والے کا ہدیہ

﴿سوال﴾ ایک شخص کا دارومدار بسراوقات کا آمدنی سود پر ہے اگر ایسے شخص کے یہاں سے کچھ ہدیہ وغیرہ آوے تو لینا جائز ہے یا نہیں اور اگر لے لیا اور واپس بھی نہ ہو سکے تو کس کو اس مال کا لینا درست ہے؟

﴿جواب﴾ ذکر جہر سے اگر ریا پیدا ہوتا ہو تو اس کے رفع کے واسطے لاحول بکثرت پڑھا کریں مگر اس کے لئے ترک جہر مناسب نہیں ہے البتہ عذر مرض کیوجہ سے تا زوال مرض ترک رکھنا اور اخفا پر اکتفا کرنا مناسب ہے جس شخص کی کل آمدنی یا اکثر آمدنی حرام طریقہ سے نہیں اس کی ضیافت و ہدیہ لینا درست نہیں ہے(۸۰) مگر جب تحقیق ہو جاوے کہ یہ شئے خاص حرام کمائی سے نہیں ہے اگر لے لیا اور اب کوئی صورت اس کے واپسی کی نہیں ہے تو فقراء پر صدقہ کر دے۔فقط۔

=الخبيث والطيب فيكره، لأن الله تعالى لايقبل الا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لايقبله. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، قبيل مطلب: فى أفضل المساجد، ج: ٢، ص: ٤٣١، ط، دار عالم الكتب رياض)

فى الهندية: اكل الربا وكاسب الحرام أهدى اليه أو أضافه وغالب ماله حرام لايقبل ولايأكل مالم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه، أو استقرضه. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضافات، ج: ٥، ص: ٣٤٣)

(٨٠):عن عمران بن حصين قال: نهى رسول الله ﷺ عن اجابة طعام الفاسقين. (المعجم الكبير للطبرانى، ج: ١٨، ص: ١٦٨، رقم: ٣٧٦، ط، مكتبة ابن تيمية القاهرة)

فى مجمع الأنهر: وفى غالب المهدى ان حلالا لابأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتبين أنه من حرام...... وان غالب ماله الحرام لايقبلها، ولايأكل الا اذا قال أنه حلال=

تھانیدار کا ہدیہ

﴿سوال﴾ جوتھانیدار کا ہدیہ وغیرہ مرتشی ہواور وہ کوئی ہدیہ دے یا کوئی چیز فرمائشی دے اور وہ چیز ظلم سے نہ ہو بلکہ بباعث ان کی حکومت وافسری کے ہو کیونکہ ہر ایک شخص کو انکا لحاظ ہوتا ہے ان کا فرمان پورا کرتے ہیں تو ایسے شخصوں کے یہاں کا مال لینا کیسا ہے یا یہ کہ جو کچھ وہ دیں اس کی تحقیق کرنا چاہئے یا بلا تحقیق ہی استعمال کرے یا یہ کہ ایسا شخص دعوت کرے اور یہ ظاہر ہے کہ گوشت ان کے یہاں بازار کے نرخ عام سے دو پیسے کم کو آتا ہے تو ان کی دعوت کھاویں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ ہی حکم تھانیدار کی کمائی کا ہے کہ اگر خاص اس شے کا حال نہ معلوم ہو تو اعتبار اکثر کا ہے اور جب وہ نرخ کم لگاتے ہیں تو اس شئے کا کھانا درست نہیں ہے (۸۱)۔فقط۔

=أو ورثته واستقرضته. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الکراهية، ج: ۴، ص: ۱۸۶، ۱۸۷، ط، دار الکتب العلمية بيروت لبنان)

(۸۱):فی البزازية: غالب المهدی ان حلالا لابأس بقبول هديته وأکل ماله مالم يتعين أنه من حرام وان غالب ماله الحرام لايقبلها ولايأکل الا اذا قال انه حلال ورثه أو استقرضه. (الفتاوی البزازية علی هامش الفتاوی العالمکيرية، کتاب الکراهية الفصل الرابع فی الهدية والميراث، ج: ٦، ص: ٣٦٠)

فی البحر: قوله: (ويرد هدية الا من قريب أو ممن جرت عادته به) أی لايقبل القاضی هدية.....فتعليله دليل علی تحريم الهدية التی سببها الولاية....وفی فتح القدير: وکل من عمل للمسلمين عملاً حکمه فی الهدية حکم القاضی اهـ. (البحر الرائق، کتاب القضاء، ج: ٦، ص: ۴۷۰، ۴۷۱، ط، دار الکتب العلمية بيروت لبنان)

وفی الشامية: قال فی النهر: والظاهر أن المراد بالعمل ولاية ناشئة عن الامام أو نائبه کالساعی والعاشر. اهـ. =

دوا میں شراب کا استعمال

﴿سوال﴾ اگر کسی قسم کی شراب استعمال میں دوائی کے کی جاوے تو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ شراب کا استعمال حرام ہے اور کسی قسم کی شراب کی اجازت نہیں دی جا سکتی (۸۲)۔

= قلت: ومثلهم مشايخ القرى والحرف وغيرهم ممن لهم قهر وتسلط على من دونهم، فانه يهدى اليهم خوفاً من شرهم أو ليروج عندهم. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب القضاء، مطلب فى حكم الهدية للمفتى، ج: ٨، ص: ۴۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۸۲): فى الدرالمختار: اختلف فى التداوى بالمحرم، وظاهر المذهب المنع كما فى رضاع البحر، لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوى: وقيل اذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان، وعليه الفتوى.

وفى الشامية: تحته: قوله: (اختلف فى التداوى بالمحرم) ففى النهاية عن الذخيرة: يجوز ان علم فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر. وفى الخانية فى معنى قوله عليه الصلاة والسلام: "ان اللّٰه لم يجعل شفاء كم فيما حرم عليكم" كما رواه البخارى أن ما فيه شفاء لابأس به، كما يحل الخمر للعطشان فى الضرورة، وكذا اختاره صاحب الهداية فى التنجيس.

قوله: (ولم يعلم دواء آخر) هذا المصرح به فى عبارة النهاية كما مر وليس فى عبارة الحاوى، الا أنه يفاد من قوله "كما رخص الخ" لأن حل الخمر والميتة حيث لم يوجد ما يقوم مقامهما أفاده. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب الماء، قبيل فصل فى البئر، ج: ا، ص: ۳۶۵، ۳۶۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى الهندية: يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوى اذا أخبره=

حرام کسب والے کاہدیہ

﴿سوال﴾ حرام کسب کرنے والے نے بطور ہدیہ کچھ دیا اگر اس کی ناراضگی کے باعث لے لیوے تو اس کا کیا کرے؟

﴿جواب﴾ جس کی کمائی حرام ہے اس کا تحفہ ہدیہ نہ لینا چاہئے اگرچہ اس کا دل برا ہوتا ہو(۸۳)۔فقط۔

انگریزی پڑیا کا رنگ

﴿سوال﴾ رنگ انگریزی پڑیا کا جو بکس میں آتا ہے رنگنا کپڑے اس سے درست ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے تو بوجہ رنگت کے یا کسی اور وجہ سے ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾ رنگ انگریزی میں شراب پڑتی ہے لہٰذا اس رنگ کا استعمال درست نہیں (۸۴) اور یہ امر واقف لوگوں سے معلوم ہوا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=طبيب مسلم ان شفاءه فيه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فى التداوى والمعالجات، ج: ۵، ص: ۳۵۵)

(۸۳):فى التاتارخانية: وفى عيون المسائل: رجل اهدىٰ الى انسان أو اضافه، ان كان غالب ماله من حرام، لاينبغى أن يقبل ويأكل من طعامه مالم يخبر أن ذلك المال حلال استقرضه أو ورثه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر فى فى الهدايا والضيافات، ج: ۱۸، ص: ۱۷۵، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۸۴):قال العلامة المحدث الكبير محمد زكريا الكاندهلوىؒ: خلاصة مذهب الحنفية أن الاشربة ثلاثة اقسام: الخمر حرام مطلقاً، وله عشرة أحكام.

الثانى: الأشربة الأربعة، العصير، وهو نوعان: الباذق،والمنصف، ونقيع التمر،=

سرخ پڑیا کا حکم

﴿سوال﴾ سرخ پڑیا کے رنگ کا کپڑا اور سرخ ٹول کا استر لگانا درست ہے یا نہیں اور اس کپڑے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ پڑیا کا رنگ تو بہ سبب نجاست شراب کے مرد وعورت دونوں کو درست نہیں (۸۵) اور مرد کے واسطے سرخ رنگ سوائے معصفر کے مختلف فیہ علماء حنفیہ میں ہے احتیاط ترک میں ہے مگر فتویٰ بعض علماء کا جواز پر ہے اگر اس پر عمل کرے تو بھی درست ہے (۸۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=وهو السكر، ونقيع الزبيب حرام قليلها وكثيرها، لكن حرمتها ظنية، والثالث: باق الأشربة حلال عند الشيخين مالم يسكر، حرام عند محمد والثلاثة قليلها وكثيرها، وبه يفتى. (حاشية بذل المجهود، كتاب الأشربة، باب تحريم الخمر، ج: ۱، ص: ۴۰۱، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(۸۵):فى عرف الشذى: واما الشافعى وأحمد ومالك ومحمد بن حسن وجمهور الصحابة فذهبوا الى أن المسكر المائع من كل شىء يحرم قليله وكثيره، أسكر أم لم يسكر، والمسكر الجامد ليس بخمر، وأفتى أرباب الفتوى منا بقول محمد بن حسن. (العرف الشذى شرح سنن الترمذى، كتاب الأشربة، باب ماجاء فى شارب الخمر، ج: ۳، ص: ۲۹۳، ۲۹۴، ط، دار احياء التراث العربى)

(۸۶):وكتب الشيخ الگنگوهى فى الكوكب الدرى: والمذهب فى لبس الحمرة والصفرة ان المزعفر والمعصفر ممنوع عنه الرجال مطلقا والحمرة والصفرة غير ذلك فالفتوى على جوازهما مطلقاً لكن التقوى غير ذلك والله اعلم بالصواب. (الابواب التراجم لصحيح البخارى، ج: ۲، ص: ۱۰۷، ط، ايچ، ايم سعيد/وفى كشف البارى، كتاب الباس، باب الميثرة الحمراء، ص: ۲۰۹، ط، مكتبه فاروقيه كراچى)

انگریزی پڑھنا پڑھانا

﴿سوال﴾ انگریزی پڑھنا اور پڑھانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ انگریزی زبان سیکھنا درست ہے بشرطیکہ کوئی معصیت کا مرتکب نہ ہو اور نقصان دین میں اس سے نہ آوے (۸۷)۔

کفار کو سلام کرنا

﴿سوال﴾ کفار کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں اگر کسی ضرورت کے سبب ہو؟

﴿جواب﴾ کفار سے سلام نہ کرے مگر بضرورت مباح ہے (۸۸)۔

---

(۸۷):عن خارجة بن زيد بن ثابت، عن أبيه زيد بن ثابت قال: أمرني رسول الله ﷺ أن أتعلم له كلمات من كتاب اليهود، وقال: اني والله! ما آمن يهود على كتابي، قال فما مر بي نصف شهر حتى تعلمته له، قال فلما تعلمته كان اذا كتب الى يهود كتبت اليهم،واذا كتبوا اليه قرأت له كتابهم.وفي تحفة الأحوذي تحت هذاالحديث:قال القاري: قيل فيه دليل جواز تعلم ما هو حرام في شرعنا للتوقي والحذر عن الوقوع في الشر. كذا ذكره الطيبي في ذيل كلام المظهر وهو غير ظاهر، اذ لايعرف في الشرع تحريم تعلم لغة من اللغات سريانيه أو عبرانية أو هندية أو تركية أو فارسية، وقد قال الله تعالى: ”ومن آياته خلق السمٰوات والأرض واختلاف ألسنتكم“ أي لغاتكم بل هو من جملة المباحات، نعم يعد من اللغو ومما لايعني وهو مذموم عند أرباب الكمال الا اذ ترتب عليه فائدة فحينئذ يستحب كما يستفاد من الحديث انتهٰى. (تحفة الأحوذي، ابواب الاستئذان، باب في تعليم السريانية، ج: ۷، ص: ۴۹۷، ۴۹۸، رقم: ۲۸۵۸، ط، دار الكفر)

(۸۸):في التاتارخانية: وأما التسليم على أهل الذمة، فقد أختلفوا فيه أيضاً،=

آریہ سماج کا لکچر سننا

﴿سوال﴾ آزریہ سماج کا لکچر سننا اوراس موقع پر کہ سڑک پر ہورہا ہوایک کھلے مکان میں کھڑا ہوجاوے تو گناہ تونہیں ہے؟

﴿جواب﴾ آریہ کے وعظ کو نہ سنے کہ احتمال فساد دین کا ہے مگر جو عالم ہے اوررد کرے تو کھڑا ہونا جائز ہے ورنہ منع ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

انگریزی ادویہ

﴿سوال﴾ اکثر ادویات انگریزی مثل عرق وغیرہ جو تیار ہوکر آتا ہے بظاہر اس میں اختلاط شراب جو بوجہ سرعت نفوذ تاثیر کے باوصف قلت مقدار جو خصائص شراب سے ہےاور بعض واقف لوگوں سے بعض عرق وبسکٹ وغیرہ میں اختلاط شراب معلوم ہوا بھی ہے ایسی حالت میں استعمال اس کا منع ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ جس میں خلط شراب یانجس شئے کا ہے اس کا استعمال باوجود علم کے حرام ہے۔اور لاعلمی میں معذور ہے(۸۹)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

=قال بعضهم: لابأس به، وقال بعضهم: لايسلم عليهم، وهذا اذا لم يكن للمسلم حاجة الى ذمی، فان كان له حاجة فلابأس بالسلام عليه، لأن النهی عن السلام لتوقيره، ولاتوقير للذمی اذا كان السلام لحاجة. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الثامن فی السلام والتشميت، ج: ۱۸، ص: ۸۱)

(وكذا فی ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ۹، ص: ۵۹۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۸۹):فی الهندية: يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوی اذا أخبره طبيب مسلم ان شفاءه فيه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه. (الفتاوی=

بسکٹ نان پاؤ کا مسئلہ

﴿سوال﴾ جو نان پاؤ یا بسکٹ وغیرہ بخمیر تاڑی ہو جو منجملہ مسکرات ہے کھانا اس کا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ مسئلہ مختلفہ ہے امام محمد کی روایت نجاست وحرمت کی ہے اور شیخین کی جواز کی تحقیق اور فتویٰ دونوں جانب ہے(۹۰)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہندؤوں کا ہدیہ قبول کرنا

﴿سوال﴾ ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاذ یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد وحاکم ونوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ درست ہے(۹۱)۔

=العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فى التداوى والمعالجات، ج:۵، ص: ۳۵۵)

(۹۰):فى عرف الشذى: واما الشافعى وأحمد ومالك ومحمد بن حسن وجمهور الصحابة فذهبوا الى أن المسكر المائع من كل شىء يحرم قليله وكثيره، أسكر أم لم يسكر، والمسكر الجامد ليس بخمر، وأفتى أرباب الفتوى منا بقول محمد بن حسن. (العرف الشذى شرح سنن الترمذى، كتاب الأشربة، باب ماجاء فى شارب الخمر، ج: ۳، ص: ۲۹۳، ۲۹۴، ط، دار احياء التراث العربى)

وفى سكب الأنهر: والكل حرام عند محمد وبه يفتى، وان لم يكفر مستحله كما مر، وصحح غير واحد قولهما. (سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الأشربة، ج: ۴، ص: ۲۵۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۹۱):عن يحيى بن يحيى التميمى شيخ مسلم، قال: أخبرنا جرير، عن قابوس،=

ہندؤوں کی شادی میں جانا

﴿سوال﴾ ہندؤوں کی شادی برات میں جانا جائز ہے یا نہیں ۲ مسمر یزم سے جو حالات معلوم ہوتے ہیں ان کو ٹھیک جاننا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ دونوں امر نادرست ہے اور حرام ہیں مرتکب ان کا فاسق ہے(۹۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

=قال: أرسل أبي امرأة الى عائشة رضى الله عنها....قالت امرأة عند ذلك من الناس: يا أم المؤمنين، ان لنا أظآرا من العجم، لايزال يكون لهم عيد، فيهدون لنا منه، أفنأكل منه شيئاً؟ قالت: أما ما ذبح لذلك اليوم فلاتأكلوا، ولكن كلوا من أشجارهم. (الجامع لأحكام القرآن،سورة البقرة[الآية۱۷۳]، ج:۳،ص:۳۴،ط،مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

فى التاتارخانية: ولابأس بطعام اليهودى والنصارى من أهل الحرب أو من غير أهل حرب، وكذا يستوى الجواب بين أن يكون اليهود والنصارى من بنى اسرائيل أو غير النصارى من العرب. ولابأس بطعام المجوسى كلها الا الذبيحة فان ذبيحتهم حرام. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل السادس عشر فى أهل الذمة والأحكام التى تعود اليهم، ج: ۱۸، ص: ۱۶۶، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۹۲): من كثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضى عمل قوم كان شريكا فى عمله. (كنز العمال، كتاب الصحة، ص: ۱۱۴۱، رقم: ۲۴۷۳۵، ط، بيت الافكار الدولية)

فى احكام القرآن: وثالثها مالم يكن فيه كفر ولااضرار بالمسلمين، ولكنه يستلزم معصية فى عمله كاستعمال النجاسات، والمحرمات، وتسخير الجنة والجنات۔ الى قوله۔ فهو معصية شرعاً، أو يترتب عليه معصية أو مفسدة كفساد اعتقاد العامة، والتلبيس عليهم كما يفعله أصحاب المسمريزم فى زماننا يخدعون الناس بأنهم=

ولایتی قند اور تر وخشک مٹھائی کا حکم

﴿سوال﴾ ولایتی قند اور مٹھائی تر یا خشک کھانی درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جس کی نجاست یا حرمت تحقیق ہو یا غالب گمان ہو وہ نہ کھاوے اور جس کا حال معلوم نہ ہو اس کا کھالینا درست ہے(۹۳)۔فقط۔

ہندوؤں کے پیاؤ کا پانی پینا

﴿سوال﴾ ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں سودی روپیہ صرف کر کے مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں؟

=يحضرون الأرواح، وهي تجيب عما يسئلونها، وكل ذلك خداع ومكر، ومقتضى القاعدة أن ذلك معصية أيضاً، فان المفضى الى المعصية كمستلزمها الخ.(أحكام القرآن للتهانوى، ج: ١، ص: ٥٠، ٥١، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(۹۳): فى التاتارخانية: فتاوى الحجة: قال أبو حفص البخارى رحمه اللّٰه: من شك فى انائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أم لا فهو طاهر مالم يستيقن. فتاوى الحجة: وكذا الآبار والحياض التى يستسقى منها الصغار والكبار والمسلمون والكفار، وكذلك السمن والجبن والأطعمة التى يتخذها أهل الشرك والبطالة. وكذلك الثياب ينسجها أهل الشرك أو الجهلة من أهل الاسلام، وكذلك الحباب الموضوعة أو المركبة فى الطرقات والسقايات التى يتوهم فيها اصابة النجاسة كل ذلك محكوم بطهارته حتى يتيقن بنجاستها. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطهارة، الفصل الثانى فى بيان مايوجب الوضوء،نوع آخر مسائل الشك،ج: ١،ص: ٢٦٩،ط،مكتبه زكريا ديوبند)

(وكذا فى ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطهارة، قبيل مطلب فى أبحاث الغسل، ج: ١، ص: ٢٨٣، ٢٨٤، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾ اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں (۹۴)۔

حضرت حسینؓ کی مجلس غم منانا

﴿سوال﴾ مجلس غم مقرر کرنا جیسے شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یا وفات نامہ وغیرہ خاص کر روز عاشورہ میں بوجہ غم کے مجلس مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾ غم کی مجلس تو کسی کے واسطے درست نہیں کہ حکم صبر کرنے کا اور غم کے رفع کرنے کا ہے تعزیہ وتسلیہ اسی واسطے کیا جاتا ہے تو اس کے خلاف غم پیدا کرنا خود معصیت ہوگا اور شہادت حسینؓ کا ذکر مجمع کر کے سوائے اس کے مشابہت روافض کی بھی ہے اور تشبہ ان کا حرام ہے لہٰذا عقد مجلس کسی کا درست نہیں (۹۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۹۴): فی المحیط: ولابأس بطعام المجوس کله الا الذبیحة فان ذبیحتهم حرام. (المحیط البرهانی، کتاب الکراهیة والاستحسان، الفصل السادس عشر فی أهل الذمة والأحکام التی تعود الیهم، ج: ۸، ص: ۶۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

(۹۵): فی نفع المفتی: استفسار: هل یجوز بیان قصة شهادة الامام حسین رضی الله عنه فی عشرة المحرم الأولی بجمع المجالس وبکاء الناس علیه؟

الاستبشار: نقل فی مطالب المؤمنین عن امامنا أبی حنیفة رحمه الله أنه لایجوز للتشبه بالروافض، وفی جامع الرموز: یجوز لمن یبین قصص شهادة الخلفاء الأربعة وغیرهم من أجلة الصحابة، ویعتاد ذلک، وأما بیان قصة شهادة الحسین رضی الله عنه وترک بیان قصص شهادة الأئمة فتشبه بالروافض.

قلت: تخصیص بیانه بعشرة المحرم الأولی، أو بالمحرم وجمع المجلس لبکاء الناس، کما تعارف فی بلادنا تشبه بالروافض، ومن تشبه بقوم فهو منهم. (نفع المفتی=

رافضیوں سے مراسم کرنا

﴿سوال﴾ روافض سے انس رکھنا اور اتحاد رکھنا اور رسم دوستی کرنا اور اس کی دعوت کرنا اور اس کے یہاں دعوت کھانا باوجودیکہ اس سے دین ودنیا کا کوئی مطلب نہ ہو جائز ہے یا نہیں اور جو شخص بلاضرورت روافض سے اتحاد رکھے وہ کیسا ہے اور ثقات کو اس کی معیت میں اکل وشرب بلاکراہت جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ روافض خوارج اور سب فساق سے ربط ضبط مودت کا حرام ہے مگر بسبب معاملہ ناچاری کے معذور ہے اور ان سے مودت کرنے والا مداہن فی الدین عاصی ہے (۹۶)۔

=والسائل بجمع متفرقات المسائل، ما يتعلق بالنوم والقيام والقعود والكلام والختان، ص: ۱۹۷، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(۹۶): قال الله تبارك وتعالى: يآيها الذين اٰمنوا لاتتخذوا عدوى وعدوكم أولياء الى آخر الآية. وفى الجامع لأحكام القرآن تحت هذه الآية: السورة أصل فى النهى عن موالاة الكفار. وقد مضى ذلك فى غير موضع. من ذلك قوله تعالى: ﴿لايتخذ المؤمنون الكافرين أوليآء من دون المؤمنين﴾ [آل عمران: ۲۸] ﴿يآيها الذين اٰمنوا لاتتخذوا بطانة من دونكم﴾ [آل عمران: ۱۱۸] ﴿يآيها الذين اٰمنوا لاتتخذوا اليهود والنصٰرىٰ أولياء﴾ [المائدة: ۵۱]. ومثله كثير. (الجامع لاحكام القرآن، سورة الممتحنة [الآية: ۱] ج: ۲۰، ص: ۳۹۸، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

عن عمران بن حصين قال: نهى رسول الله ﷺ عن اجابة طعام الفاسقين. (المعجم الكبير للطبرانى، ج: ۱۸، ص: ۱۶۸، رقم: ۳۷۶، ط، مكتبة ابن تيمية القاهرة)

فى الهندية: لايجيب دعوة الفاسق المعلن أنه غير راض بفسقه. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات، ج: ۵، ص: ۳۴۳)

حسینؓ کی تصویر گھر میں رکھنا

﴿سوال﴾ مورتیوں امام حسین علیہ السلام کا گھر میں رکھنا کیسا ہے اوران کا فروخت کرنا اچھا ہے یانہیں اورآگ میں جلادینا مناسب یانہیں؟

﴿جواب﴾ کسی نبی یا ولی کے نام کی صورت گھر میں رکھنی حرام ہے اس کو جلادے(۹۷)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

حسینؓ کا غم کرنا

﴿سوال﴾ غم کرنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا شرعاً جائز ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ غم اس وقت تھا جب آپ شہید ہوئے تمام عمر غم کرنا کسی کے واسطے شرع میں حلال نہیں(۹۸)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔رشید احمد ۱۳۰۱۔الجواب صحیح محمد عبد الطیف عفی عنہ۔

---

(۹۷): عن أبی طلحةؓ، عن النبیﷺ قال: لاتدخل الملائکة بیتاً فیه کلب ولاصورة. وفی تکملة فتح الملهم تحت هذا الحدیث: هذا الحدیث یدل علی أن تصویر ذوی الأرواح واتخاذ الصور فی البیوت ممنوع شرعاً. واتفق علیه جمهور الفقهاء. (تکملة فتح الملهم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم تصویر صورة الحیوان الخ، ج: ۴، ص: ۱۳۴، رقم: ۵۴۸۱، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

(۹۸):فی الموسوعة الفقهیة: جمهور الفقهاء: علی أن مدة التعزیة ثلاثة أیام. واستدلوا لذلک باذن الشارع فی الاحداد فی الثلاث فقط، بقولهﷺ: لایحل لامرأة تؤمن باللّٰه والیوم الآخر أن تحد علی میت فوق ثلاث، الا علی زوج أربعة أشهر وعشرا. (الموسوعة الفقهیة، بیان التعزیة، ج: ۱۲، ص: ۲۸۸)

تعزیہ داری

﴿سوال﴾ ریاست گوالیار میں والی ریاست وسرداران ریاست و جملہ حاکماں وافسران ریاست ماہ محرم میں تعزیہ داری کرتے ہیں اور چالیس روز تک بڑی خیر خیرات کرتے ہیں اور اس سبب سے جملہ مساکین کو بڑی مدد پہنچی ہے اور فقیر فقراء کا گزارہ ہوجاتا ہے اور مسلمان بھی اس شرک میں مبتلا ہیں اگر ان مسلمانوں کو منع کیا جاتا ہے اور وہ لوگ چھوڑ دیتے ہیں تو یقیناً تمام اہل ہنود چھوڑ دیں گے اور اگر اہل ہنود چھوڑیں گے تو یہ خیرات موقوف ہوجائے گی تو تمام فقراء کا روزینہ جانا رہیگا اور ان تمام مساکین کو کمال تکلیف ہوگی اس صورت میں ان کا منع کرنے والا عنداللہ ماجور ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ رزق حلال طرح سے حاصل ہونا ضروری ہے اور تلویث معصیت ہر حال حرام پس معرکہ تعزیہ داری گوالیار وغیرہ کا حرام ہے اور ایسی خیر خیرات بھی حرام ہے کہ یہ خیر خیرات نہیں بلکہ رسم ہے اور جو خیرات بھی ہو تو مرکب حرام وحلال سے حرام ہوتا ہے سو یہ سب معرکہ حرام ہے اور سب حیلہ خرافات غیر مسموع ہے جہاں یہ واہیات نہیں ہوتی وہاں کے فقیر بھی بھوکے ہوکر نہیں مر گئے (۹۹)۔

---

(۹۹):عن عبداللّٰہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة. وفی المرقات تحت هذا الحدیث: (بعد الفریضة) کنایة عن أن فریضة طلب کسب الحلال لاتکون فی مرتبة فرضیة الصلاة والصوم والحج وغیرها فالمعنی أنه فریضة بعد الفریضة العامة الوجوب علی کل مکلف بعینه.....وروی الدیلمی فی مسند الفردوس عن أنس مرفوعاً طلب الحلال واجب علی کل مسلم. (مرقات المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثالث، ج: ٦، ص: ٢٥، ٢٦، رقم: ٢٧٨١، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

قوله: ''وایاکم ومحدثات الأمور، فان کل بدعة ضلالة'' تحذیر للأمة من اتباع الأمور المحدثة المبتدعة، وأکد ذلک بقوله: ''کل بدعة ضلالة''، والمراد بالبدعة: ما=

مرثیوں کی کتابوں کا جلانا

﴿سوال﴾ مرثیہ جوتعزیہ وغیرہ میں شہیدان کربلا کے پڑھتے ہیں اگر کسی شخص کے پاس ہوں وہ دورکرنا چاہے توان کا جلادینا مناسب ہے یافروخت کرنا۔فقط۔

﴿جواب﴾ ان کوجلادینا یازمین میں دفن کرنا ضروری ہے(۱۰۰)۔

شیعہ کاہدیہ قبول کرنا

﴿سوال﴾ رافضی کاہدیہ دعوت اور جنازہ میں نماز کی شرکت جائز ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ رافضی کاہدیہ دعوت کھانا گودرست ہے مگرحضورنماز جنازہ اوران سے محبت نادرست

=أحدث مما لاأصل له فی الشریعة یدل علیه، فأما ماکان له أصل من الشرع یدل علیه، فلیس ببدعة شرعاً، وان کان بدعة، لغةً، وفی صحیح المسلم....عن جابر: ان النبیﷺ کان یقول فی خطبته: ان خیرالحدیث کتاب اللّٰه، وخیر الهدی هدی محمد، وشرالأمور محدثاتها، وکل بدعة ضلالة. (جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم، الحدیث الثامن والعشرون، ص: ۵۹۲،ط، دارابن کثیر دمشق)

وفی الاعتصام: ومنها وضع الحدود والتزام الکیفیات والهیئات المعینة، والتزام العبادات المعینة فی أوقات معینة لم یوجد لها ذلک التعیین فی الشریعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مکتبة التوحید)

(۱۰۰):فی الدرالمختار: الکتب التی لاینتفع بها یمحی عنها اسم اللّٰه وملائکته ورسله ویحرق الباقی، ولابأس بأن تلقی فی ماء جار کما هی أو تدفن وهو أحسن کما فی الأنبیاء. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیره، ج: ۹، ص: ۶۰۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

ہےاس لئے دعوت وغیرہ بھی نہ کھانی چاہئے کہ اس محبت بڑھتی ہے(۱۰۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مالدار آدمی کا سوال کرنا

﴿سوال﴾ جولوگ تندرست توانا کھاتے پیتے ہیں اور انہوں نے اپنا پیشہ گدائی اور فقیری اور محتاجگی کا اختیار کرلیا ہے اور در بدر شہر بشہر بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور ہرگز محنت ومزدوری وغیرہ نہیں کرتے

---

(۱۰۱): قال اللّٰہ تبارک وتعالی: یآیھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم أولیاء الی آخر الآیة. وفی الجامع لأحکام القرآن تحت ھذہ الآیة: السورة أصل فی النھی عن موالاة الکفار. وقد مضی ذلک فی غیر موضع. من ذلک قولہ تعالی: ﴿لایتخذ المؤمنون الکافرین أولیآء من دون المؤمنین﴾ [آل عمران: ۲۸] ﴿یآیھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانة من دونکم﴾ [آل عمران: ۱۱۸] ﴿یآیھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الیھود والنصٰریٰ أولیاء﴾ [المائدة: ۵۱]. ومثلہ کثیر. (الجامع لاحکام القرآن، سورة الممتحنة [الآیة: ۱] ج: ۲۰، ص: ۳۹۸، ط، مؤسسة الرسالة بیروت لبنان)

عن عمران بن حصین قال: نھی رسول اللہ ﷺ عن اجابة طعام الفاسقین. (المعجم الکبیر للطبرانی، ج: ۱۸، ص: ۱۶۸، رقم: ۳۷۶، ط، مکتبة ابن تیمیة القاھرة)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ولاتصل علی أحد منھم مات أبداً، ولا تقم علی قبرہ انھم کفروا باللّٰہ ورسولہ وماتوا وھم فاسقون. (سورة التوبة: ۸۴)

وفی روح المعانی تحت ھذہ الآیة: (ولاتصل) الآیة.....والمراد من الصلاة المنھی عنھا صلاة المیت المعروفة، وھی متضمنة للدعاء والاستغفار والاستشفاع.... (ولاتقم علی قبرہ).....والمراد: لاتقف عند قبرہ للدفن أو للزیارة، والقبر فی المشھور مدفن المیت، ویکون بمعنی الدفن، وجوزوا ارادتہ ھنا أیضاً. (روح المعانی، ج: ۱۰، ص: ۱۵۴، ۱۵۵، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

اگر چہ مالدار ہیں لہٰذا ایسے لوگوں کو بھیک مانگنا اور سوال کرتے پھرنا حلال ہے یا حرام اور اگر حرام ہے تو ان کو دینا بھی بوجہ اعانت علی الحرمت حرام اور ممنوع ہے یا نہیں جیسے کہ مسجد میں سوال اور اس کی عطاء کو کتب فقہ میں حرام و مکروہ فرمایا ہے چنانچہ درمختار میں مرقوم ہے۔ **ویحرم فیه السوال ویکره الاعطاء.**

﴿**جواب**﴾ جس کے پاس ایک روز شب کی خوراک موجود ہو یا وہ شخص صحیح و تندرست کمانے کے قابل ہو تو ان کو سوال کرنا اور دنیا دونوں حرام ہیں اور دینے والے اگر ان کی حالت سے واقف ہو کر پھر دیں تو گنہگار ہونگے خصوصاً ان فقیروں کو دینا جو طبل وغیرہ بجا بجا سوال کرتے ہیں ان کو تو بالکل نہ دینا چاہئے

لقوله عليه السلام من سال الناس وله مايغنيه جاء يوم القيمة ومسئالته فى وجهه خموش او خدوش او كدوح وقال عليه السلام من سال الناس وعنده مايغنيه فانما يستكثر من النار قال النفيلى وما الغنى الذى لاينبغى معه المسئلة قال قدر ما يغديه ويعشيه وقال يكون له شبع يوم او ليلة ويوم رواه ابوداؤد (١٠٢)و فى حاشية المشكوة لاينبغى للانسان ان يسال عنده قوت يومه كذا فى التاتارخانية (١٠٣)(وفيها ايضاً) ومن ملك قوت يومه يحرم عليه السوال (١٠٤)وفى ردالمحتار لايحل ان يسال شيئا من له قوت يومه بالفعل او بالقوة كالصحيح المكتسب وياثم معطيه ان علم بحاله لاعانته على

---

(١٠٢):(سنن أبى داؤد، كتاب الزكاة، باب من يعطى من الصدقة، ص: ٢٤٢، رقم: ١٦٢٩، ط، دار السلام رياض)

(١٠٣):(مشكوة المصابيح، باب من لاتحل له المسئلة، الفصل الاول، رقم الحاشية: ٢، ص: ١٦٢، ط، قديمى كتب خانه كراچى)

نوٹ: "**كذا فى التاتارخانية**" کتابت کی غلطی ہے حاشیہ مشکوۃ میں "**كذا فى الخانية**" ہے۔

(١٠٤):(مشكوة المصابيح، باب من لاتحل له المسئلة، الفصل الثانى، رقم الحاشية: ٢، ص: ١٦٣، ط، قديمى كتب خانه كراچى)

المحرم اه (۱۰۵)وفی جلد سوم مجموعة الفتاویٰ للمولوی عبدالحئی المرحوم سوال سائلیکہ طبل زدہ بردرہا سوال میکند ایں کسب جائز ست یا نہ جواب: جائز نیست میت در مدارج النبوۃ می آرد ونباید دادسائل راکہ طبل زدہ بردرہا میگرددومطرب از ہمہ افحش ست انتہٰی ۔**وفی الکنز: ولایسئل من له قوت یوم الخ. وفی حاشیة الکنز قوله ولایسال لقوله**ﷺ **من سال وعنده مایغنیه فانما یستکثر جمر جهنم قالوا یارسول ما یغنیه قال ما یغدیه ویعشیه فالقدرة علی الغداء والعشاء تحرم سوال الغداء والعشاء الخ (۱۰۶). وفتح المبین قوله من له قوت یومه ای بالفعل او بالقوة کالصحیح المکتسب ویاثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم انتهٰی مختصرا بقدر الحاجة.**

غرض کہ بلاضرورت شرعیہ سوال جائز نہیں اور وقت ضرورت میں جائز ہے بلاکراہت وحرمت ہکذا حکم الکتاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب حررہ العبدالمسکین محمد علیم الدین غفرلہ المعین آمین ۔عفا عنہ المعین محمد علیم الدین۔

فی الواقع جس شخص کے پاس ایک دن کا قوت ہو یا قوت کے کسب کی طاقت ہو اس کو سوال کرنا شرعاً حرام ہے اور دینے والے کو جو اس کے حال سے بخوبی واقف ہو اس کو دینا بھی ناروا ہے لیکن ناواقف ہونے کی حالت میں دینا حرام نہیں اور نیز زبان درازی اور بدگوئی کے دفع کے خیال سے دینا جائز ہے چنانچہ درمختار اور اس کے ترجمہ میں مذکور ہے۔ **والنبی**ﷺ **کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانه وکفی بسهم المؤلفة من الصدقات دلیلا علی امثاله.** (ترجمہ) اور رسول اللہ ﷺ شاعروں کو اور جس کی زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اور اس کو مال عطا فرماتے تھے اور مؤلفۃ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اموال

---

(۱۰۵):(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف، ج: ۳، ص: ۳۰۵، ۳۰۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۰۶):(کنز الدقائق مع الحاشیة للنانوتویؒ، کتاب الزکاة، باب المصرف، رقم: الحاشیة: ۷، ص: ۶۵، ط، قدیمی کتب خانه کراچی)

زکوٰۃ سے ایسے مسائل کی دلیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے مؤلفۃ القلوب رؤساء کفار تھے جن کو حصہ تالیف قلوب کیواسطے دیا جاتا تھا ابتداء اسلام میں حاشیہ شامیہ میں لکھا ہے۔(کان یعطی الشعراء) فقد روی الخطابی فی الغریب عن عکرمة مرسلا قال اتی شاعر النبی ﷺ فقال یا بلال اقطع لسانه عنی فاعطاه اربعین درهما واللّٰه تعالٰی اعلم بالصواب نمقه العبده المذنب محمد لطف اللّٰه عفی عنه. رسول اللّٰه خادم شریعت مفتی محمد لطف اللّٰه سنہ ۱۲۹۸ھجری. مفتی ریاست علی رامپوری ابن مفتی مولانا محمد سعد اللّٰه المرحوم. الجواب صواب نظام الدین الجواب والتصحیح کلاهما صحیحان. الجواب صواب والمجیب مثاب احمد امین عفی عنه. خان محمد معز اللّٰه.

سوال مذکور پر مولوی احمد رضا خان صاحب کا علیحدہ جواب۔

(جواب) جو اپنی ضرورت شرعیہ کے لائق مال رکھتا ہو اس کے کسب پر قادر ہے اسے سوال حرام ہے اور جو اس حال سے آگاہ ہو اسے دینا حرام اور لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار و مبتلائے آثام صحاح میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ لاتحل الصدقه لغنی ولا لذی مرة سوی حلال نہیں ہے صدقہ کسی غنی کے لئے نہ کسی قوی تندرست کے لئے رواہ الائمۃ احمد والدارمی والاربعۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (۱۰۸)۔

نیز صحاح میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں من سال الناس وله مایغنیه جاء یوم القیمة ومسئلته فی وجهه خموش. جو لوگوں سے سوال کرے اور اس کے پاس وہ شئے ہو جو اسے بے نیاز کرتی ہو روز قیامت اس حال پر آئیگا کہ اس کا وہ سوال اس کے چہرہ پر خراش وزخم ہو۔ رواه الدارمی والاربعة عن ابن مسعود رضی اللّٰه تعالٰی عنه (۱۰۹). نیز فرماتے ہیں ﷺ من سأل الناس اموالهم

---

(۱۰۸):عن عبداللّٰه بن عمرو رضی قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: لاتحل الصدقة لغنی ولا لذی مرة سوی. رواه التزمذی، وأبو داؤد، والدارمی، ورواه أحمد، والنسائی، وابن ماجه عن أبی هریرة رضی. (مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لاتحل له الصدقة، الفصل الثانی، ص: ۱۶۱، ط، قدیمی کتب خانه کراچی)

(۱۰۹):عن عبداللّٰه بن مسعود، قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: من سأل الناس وله=

تکثرا فانما یسال جمر جهنم فلیستبقل منه او لیستکثر جواپنامال بڑھانےکولوگوں سےان کے مال کا سوال کرتا ہے وہ جہنم کی آگ کے ٹکڑے مانگتا ہے اب چاہے تھوڑی لے یا بہت رواہ احمد ومسلم وابن ماجة عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه (۱۱۰). نیز فرماتے ہیں ﷺ من سأل من غير فقر فانما یاکل الجمر. جو بے حاجت وضرورت شرعیہ سوال کرے وہ جہنم کی آگ کھاتا ہے۔رواہ احمد وابن ماجة وابن خزيمة والضيأفی المختار عن حبش بن جنادة رضی اللّٰه عنه بسند صحيح (۱۱۱). تنویرالابصارودرمختار میں ہے لایحل ان یسأل شیئا من القوت من له قوت یومه بالفعل او بالقوة كالصحيح المكتسب وياثم معطيه ان علم بحاله لاعانته على المحرم الخ (۱۱۲) وتمام الكلام فی هذا المقام مع دفع الاوهام فی فتاونا وقد ذكرنا شيئامنه فيما

=ما يغنيه، جاء يوم القيامة ومسألته فی وجهه خموش أو خدوش، أو كدوح. قيل يا رسول اللّٰه! ومايغنيه؟ قال خمسون درهماً أو قيمتها من الذهب. رواه أبو داؤد، والترمذی، والنسائی، وابن ماجة، والدارمی. (مشكوة المصابيح، باب من لاتحل له المسئلة، الفصل الثانی، ص: ۱۶۲، ۱۶۳، ط، قديمی كتب خانه كراچی)

(۱۱۰):(مشكوة المصابيح، باب من لاتحل له المسئلة، الفصل الاول، ص: ۱۶۲، ط، قديمی كتب خانه كراچی)

(۱۱۱):حدثنا محمد بن بشار، وزيد بن احزم الطائی قالا: حدثنا أبو أحمد، حدثنا اسرائيل، عن أبی اسحاق، حدثنا حبشی بن جنادة السلولی قال: قال: رسول اللّٰه: من سأل وله مايغنيه فانما يأكل الجمر. وقال زيد بن أحزم: من سأل من غير فقر فانما يأكل الجمر. (صحيح ابن خزيمة، كتاب الزكاة، باب التغليظ فی مسألة الغنى من الصدقة، ج: ۳، ص: ۲۰۲، رقم: ۲۵۰۳، ط، دار التاصيل)

(۱۱۲):(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج: ۳، ص: ۳۰۵، ۳۰۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

علقنا علی ردالمحتار واللّٰہ تعالٰی یقول جد مجدہ ولاتعانوا علی الاثم والعدوان واللہ تعالٰی اعلم کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا بریلوی عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ النبی الامی ﷺ جناب مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ بلاضرورت شرعیہ سوال کرنا حرام ہے۔ بےنظیر ۱۳۰۰ شگفتہ محمد گل۔

اس میں شک نہیں کہ ضرورت سے زیادہ سوال کرنا شرعاً درست نہیں محمد نعیم الدین عفی عنہ ما قال المجیب فہوالصواب محمد قاسم علی عفی عنہ مفتی وامام شہر مرادآباد۔خلف مولانا محمد علم علی محمد قاسم علی ۱۲۹۶۔

الجواب صحیح محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ شاہی مسجد مرادآباد ومدرس اول حال ریاست بھوپال الجواب صحیح بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔رشید احمد ۱۳۰۱۔

گھوڑے سوار سائل کا سوال کرنا

﴿سوال﴾ ایک سائل مالدار ہے اور گھوڑے پر سوار ہے اس کو دینا چاہئے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ سوال کرنا مالدار کو حرام ہے اس کو دینا بھی درمختار میں حرام لکھا ہے کہ اعانت حرام پر ہے اگر کوئی گھوڑے پر سوار ہو اور مال اس کا سفر میں تلف ہو گیا گھر سے دور ہے اور گھوڑا فروخت سردست نہیں ہوسکتا ناچار ہو کر جان بچانے کو سوال کرے تو درست ہے اس کو دینا بھی درست ہے ورنہ نہیں (۱۱۳)۔واللہ تعالٰی اعلم۔

---

(۱۱۳):فی الدرالمختار: ولایحل أن یسأل شیئاً من الفوت من له قوت یومه بالفعل أو بالقوة کالصحیح المکتسب، ویأثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف، ج: ۳، ص: ۳۰۵، ۳۰۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی الفتح: والفقیر من له أدنی شئ وهو ما دون النصاب أو قدر نصاب غیر نام وهو مستغرق فی الحاجة والمسکین من لاشئ له فیحتاج للمسألة لقوته أو ما یواری=

سوال کرنا کس کو جائز ہے

﴿سوال﴾ ایک شخص سائل ہے اور کہتا ہے کہ میرا مال چوری ہو گیا تنگ دست ہوں میرا کچھ پیشہ یہ نہیں ہے لہٰذا اس کے لئے بازار سے چندہ کرا دیا جاوے تو کچھ گناہ نہیں ہے؟

﴿جواب﴾ اگر اس شخص کے کہنے کا یقین اور اعتبار ہو تو اس کے لئے چندہ دینا درست ہے اور ایسے ضرورت والے کو سوال بھی درست ہے اور اس کو دینا بھی درست ہے اور جس سائل کو دینا حرام ہے وہ وہ ہے کہ جس کو وسعت ہو اور روپیہ موجود ہو اور سوال کرے یا اس میں کمانے کی استطاعت ہو اور پیٹ بھرنے کے لئے مانگتا پھرتا ہے اس کو سوال بھی حرام ہے اور ایسی ضرورت کے لئے مانگنا اور دینا درست ہے جیسے درج سوال ہے (۱۱۴)۔

=بدنه ويحل له ذلك بخلاف الأول حيث لاتحل المسألة له. (فتح القدير، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقة اليه ومن لايجوز، ج: ۲، ص: ۲۶۵، ۲۶۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۱۴):وعن أبي هريرةؓ، قال: قال رسول اللهﷺ: من سأل الناس أموالهم تكثرا، فانما يسأل جمرا، فليستقل أو ليستكثر. رواه مسلم. (مشكوة المصابيح، باب من لاتحل له المسئلة، الفصل الاول،ص: ۱۶۲، ط، قديمى كتب خانه كراچى)

فى المرقات: اتفق العلماء على النهى عن السؤال لغير ضرورة، واختلف أصحابنافى مسألة القادر على الكسب على وجهين أصحهما أنها حرام لظاهر الأحاديث.(مرقات المفاتيح، كتاب الزكاة، باب من لاتحل له المسألة، ج: ۴، ص: ۳۰۲)

وفى الفتح: والفقير من له أدنى شئ وهو ما دون النصاب أو قدر نصاب غير نام وهو مستغرق فى الحاجة والمسكين من لاشئ له فيحتاج للمسألة لقوته أو ما يوارى بدنه ويحل له ذلك بخلاف الأول حيث لاتحل المسألة له. (فتح القدير، كتاب الزكاة،=

مردوں کا سرخ رنگ کا کپڑا پہننا

﴿سوال﴾ لباس سرخ کا استعمال مردوں کو کرنا سوائے کسم کے خواہ کسی قسم کا ہو مثلاً ٹول ومخمل وغیرہ کے جائز ہے یا نہیں اور نماز اس میں اس کے کوئی نقصان واقع ہوگا یا نہیں محقق مذہب اس میں کیا ہے اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاقؒ صاحب نے اربعین میں تحریر فرمایا ہے کہ حمادیہ میں لکھا ہے روایت کی حسن نے نبی علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا کہ دور ہو رنگ سرخ سے کہ رنگ سرخ زینت شیطان ہے اور تذکیر الاخوان حصہ دوسرے تقویۃ الایمان میں حدیث نقل فرماتے ہیں اخرج الترمذی ابو داؤد عن عبداللّٰہ بن عمر قال مر رجل وعلیه ثوبان احمران فسلم علی النبی ﷺ فلم یرد علیه اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگ سرخ بالکل ممنوع ہے کہ آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا اس میں صحیح مذہب کیا ہے۔ مدلل ارقام فرمایئے؟

﴿جواب﴾ سرخ غیر معصفر میں روایات مختلفہ ہیں اور ہر ایک جانب دلائل مذکور ہیں احوط مطلقاً سرخ کا ترک ہے اور رخصت جواز استعمال سوائے معصفر کا ہے جو مسئلہ اول قرن سے مختلف ہو اس کا فیصلہ نہیں ہوسکتا اس حدیث میں جو ثوبان احمران وارد ہے اس کو مجوزین معصفر پر حمل کرتے ہیں (۱۱۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=باب من یجوز دفع الصدقة الیه ومن لایجوز، ج: ۲، ص: ۲۶۵، ۲۶۶، ط، دار الکتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۱۵):عن عبداللّٰہ بن عمرو قال: مر علی النبی ﷺ رجل علیه ثوبان أحمران، فسلم علیه، فلم یرد علیه النبی ﷺ. وفی البذل تحت هذا الحدیث: وقع فی هذا الحدیث: ''الأحمران'' مطلقاً من غیر قید المعصفر، فیحمل المصبوغ بالعصفر، لأن ما صبغ بالحمرة غیر المعصفر لابأس به لما سیأتی. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الحمرة، ج: ۱۲، ص: ۹۵، ۹۶، رقم: ۴۰۶۹، ط، دار البشائر=

دولہا کو گوٹہ لچکا لگا ہوا کپڑا پہننا

﴿سوال﴾ نوشہ کو خسرال کی طرف سے جو جوڑا ملتا ہے اس میں گوٹہ لچکا بھی لگا ہوتا ہے اس کو پہننا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر گوٹہ لچکا چار انگشت ہے تو یہ لباس مرد کو درست ہے اگر زیادہ ہے تو ناجائز گوٹہ لچکا ٹھپو پہننا مرد کو مطلقاً چار انگشت تک جائز ہے نکاح ہو یا بغیر نکاح (۱۱۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرد کو گوٹے کناری لگا ہوا کپڑا پہننا

﴿سوال﴾ گوٹہ کناری جس کو عورت کپڑوں پر لگاتی ہیں اس کا استعمال مردوں کو بھی بقدر چار

=الاسلامية بيروت لبنان)

في مجمع الأنهر: ويكره الثوب الأحمر والمعصفر للرجال لأنه عليه السلام نهى عن لبس الأحمر والمعصفر وفي المنح ولابأس بلبس الثوب الأحمر وبه صرح أبو المكارم في شرح النقاية، وهذا ظاهر في أن المراد بالكراهة التنزيه لأنها ترجع الى خلاف الأولى كما صرح به كثير من المحققين لأن كلمة لابأس تستعمل غالباً فيما تركه أولى كما قاله بعض أهل التحقيق. (مجمع الأنهر في ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، ج: ۴ ،ص: ۱۹۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۱۶):في التبيين: حرم للرجل لاللمرأة لبس الحرير الا قدر أربع اصابع....و كذا الثوب المنسوج بالذهب لايكره اذا كان قدر أربع أصابع وان كان أكثر من ذلک يكره. (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، ج: ٦، ص: ۱۴، ط، مكتبة الكبرى الاميرية مصر)

(وكذا في ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل في اللبس، ج: ۹، ص: ٥٠٦، ٥٠٧، ط، دار عالم الكتب رياض)

انگشت یا دو انگشت کے کپڑوں پر کے درست ہے یا نہیں اگر اس کا کپڑا بنا ہوا پہنے تو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ گوٹہ کناری چار انگشت تک مردوں کو جائز ہے خواہ کپڑے کیساتھ بنا ہو خواہ ٹانک دیا ہو خواہ بدون سینے کے کپڑے سے متصل کر دیا ہو اس میں وزن کا اعتبار نہیں بلکہ مساحت کا اعتبار ہے چار انگشت درست اور زائد ممنوع ہے خالص چاندی کا پترہ بھی یہی حکم رکھتا ہے (۱۱۷) کذا فی کتب الفقہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سرخ رنگ ٹول یا پڑیہ کا حکم

﴿سوال﴾ سرخ رنگ ٹول یا پڑیہ پختہ کا ہو کوئی مباح کوئی حرام کہتا ہے تو ایسی صورت میں مفتیٰ بہ کیا ہے؟

﴿جواب﴾ کسبنہ کا سرخ اور زرد اور گلابی مرد کو حرام ہے اور سوائے اس کے سرخ خام یا پختہ اکثر علماء کے نزدیک درست ہے اگر پہنے درست ہے احتیاط اولیٰ ہے (۱۱۸)۔

---

(۱۱۷):فی الدر المحتار: یحرم لبس الحریر.....علی الرجل لا المرأة الا قدر أربع أصابع...وکذا المنسوج بذهب یحل اذا کان هذا المقدار أربع أصابع والا لایحل للرجل.

وفی الشامیة تحته: قوله: (الا قدر أربع اصابع الخ) لما صح عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما: انما نهی النبیﷺ عن الثوب المصمت من الحریر الا موضع أصبع أو أصبعین أو ثلاث أو أربع.....وفی القنیة: لابأس بالعلم المنسوج للنساء، فأما للرجال فقدر أربع أصابع الخ. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، ج: ۹، ص: ۵۰۶، ۵۰۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، ج: ۶، ص: ۱۴، ط، مکتبة الکبری الامیریة مصر)

(۱۱۸):وکتب الشیخ الگنگوهی فی الکوکب الدری: والمذهب فی لبس=

عالم کا سرخ کپڑے پہننا

﴿سوال﴾ اگر عالم کپڑے مطلق سرخ پہنا کرے اس واسطے کہ درست ومباح ہیں اور یہ ضرور ہے کہ عام آدمی اس عالم کی دیکھا دیکھی کریں گے پس اس صورت میں استعمال کپڑے سرخ کا خاص عالم کیواسطے کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ اگر معصفر ہے تو گنہگار رہے ورنہ کچھ حرج نہیں کہ اس کے جواز پر فتویٰ اکثر علماء کا ہے(۱۱۹)۔

مردوں کو سرخ رنگ کا کپڑا استعمال کرنا

﴿سوال﴾ زید کہتا ہے کہ مطلق سرخ رنگ کسم کا ہو یا غیر اس کا پختہ ہو یا خام ابرہ میں ہو یا استر میں علماء محققین کے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے اور جو علماء جواز کہتے ہیں ایک ان میں شیخ ابوالمکارم ہے کہ وہ فقہاء کے نزدیک ایک آدمی مجہول اور حاطب اللیل ہے اور دوسرے فقیہ زاہدی کہ وہ معتزلہ ہے پس قول ان کے معتبر

=الحمرة والصفرة ان المزعفر والمعصفر ممنوع عنه الرجال مطلقا والحمرة والصفرة غير ذلك فالفتوى على جوازهما مطلقاً لكن التقوى غير ذلك والله اعلم بالصواب.

(الابواب التراجم لصحيح البخاری، ج: ۲، ص: ۱۰۷، ط، ایچ، ایم سعید)

(وكذا فی كشف الباری، كتاب الباس، باب الميثرة الحمراء، ص: ۲۰۹، ط، مكتبه فاروقيه كراچی)

(۱۱۹):قال الشيخ العلامة خليل احمد السهانوری الحنفی نور الله مرقدهٗ: ذهب اليه الشافعی وغيره أن لبس الثوب الأحمر اذا لم يكن حريراً لاكراهة فی لبسه.

قلت: وعند الحنفية اذا لم يكن حريراً ولامعصفراً يجوز لبسه. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، كتاب اللباس، باب فی الرخصة، ج: ۱۲، ص: ۱۰۰، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

نہ ہوں گے یہ مسئلہ صحیح کس طور پر ہے؟

﴿جواب﴾ سرخ معصفر بالاتفاق حرام ہے اور سوا معصفر کے علماء کا اختلاف ہے دونوں جانب محققین ہیں عبداللہ بن عمرؓ اور اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما دونوں جواز کے قائل ہیں۔ صاحب درمختار کی رائے بھی جواز کیطرف ہے اور مولانا مولوی شاہ رفیع الدین صاحب نے بھی اپنے رسالہ میں جائز لکھا ہے لہٰذا تقویٰ ترک میں ہے اگر کوئی اس کا استعمال کرے تو جائز ہے اور دونوں قول قوی ہیں (۱۲۰)۔

بغیر کسم کا رنگا ہوا کپڑا امردوں کو پہننا

﴿سوال﴾ لباس احمر بغیر معصفر خواہ ٹول ومخمل وغیرہ مردوں کو درست ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصفّی شرح مؤطا میں فرماتے ہیں ومکروہ نیست لباس مصبوغ بمشق ونحوآن درحق مردان ودرحق زنان واللہ اعلم یا نہیں؟

---

(۱۲۰):فی الدرالمختار: وکره لبس المعصفر والمزعفر الأحمر والأصفر للرجال مفاده أن لايكره للنساء ولابأس بسائر الألوان وفی المجتبی والقهستانی وشرح النقاية لأبی المكارم: لابأس بلبس الثوب الأحمر.

وفی الشامية تحته: قوله:(لابأس بلبس الثوب الأحمر) وقد روی ذلک عن الامام كما فی الملتقط. (ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، ج: ۹، ص: ۵۱۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفی عمدة القاری: وأعلم أن فی لبس الثوب الأحمر سبعة أقوال: الجواز مطلقاً، جاء عن علی وطلحة وعبدالله بن جعفر والبراء وغير واحد من الصحابة وعن سعيد بن المسيب والنخعی والشعبی وأبی قلابة وأبی وائل وجماعة من التابعين. (عمدة القاری، كتاب اللباس، باب الثوب الأحمر، ج: ۲۲، ص: ۳۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

﴿جواب﴾ لباس احمر غیر مصعفر مرد کو پہننا جائز ہے علی سبیل الفتویٰ اور ترک اولیٰ ہے ہے بناء تقویٰ اور معصفر مرد کو مکروہ تحریمی ہے (۱۲۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مردوں کا رنگین کپڑے پہننا وغیرہ

﴿سوال﴾ رنگین کپڑے پہننا نیلا تہمد باندھنا موٹی تسبیح رکھنا بال سر کے بڑھانا اس خیال سے کہ اگلے پیشواؤں کا یہ فعل ہے تو اس میں بھی کوئی قباحت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ان ہیئات میں کوئی معصیت نہیں بُری نیت سے بُرا بھلی نیت سے بھلا ہے (۱۲۲)۔

---

(۱۲۱):عن عبدالله بن عمرو قال: مر علی النبیﷺ رجل علیه ثوبان أحمران، فسلم علیه، فلم یرد علیه النبیﷺ. وفی البذل تحت هذا الحدیث: وقع فی هذا الحدیث: ''الأحمران'' مطلقاً من غیر قید المعصفر، فیحمل المصبوغ بالعصفر، لأن ما صبغ بالحمرة غیر المعصفر لابأس به لما سیأتی. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الحمرة، ج: ۱۲، ص: ۹۵، ۹۶، رقم: ۴۰۶۹، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

قال الشیخ العلامة خلیل احمد السهانوری الحنفی نور الله مرقدهٗ: ذهب الیه الشافعی وغیره أن لبس الثوب الأحمر اذا لم یکن حریراً لاکراهة فی لبسه.

قلت: وعند الحنفیة اذا لم یکن حریراً ولامعصفراً یجوز لبسه. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الرخصة، ج: ۱۲، ص: ۱۰۰، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

(۱۲۲):عن عمربن الخطاب رضی الله عنه، قال: قال رسول اللهﷺ: انما الأعمال بالنیات، وانما لامرىء مانوی فمن کانت هجرته الی الله والی رسوله، فهجرته الی الله ورسوله، ومن کانت هجرته الی دنیا یصیبها، أو امرأة یتزوجها فهجرته الی ما=

سوائے زعفران کے زردرنگ کا کپڑے مردوں کو پہننا

﴿سوال﴾ رنگ زرد سوائے زعفران کے مثل تن وغیرہ کے استعمال کرنا بالخصوص مردوں کو جائز ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ علیٰ ہذا زرد رنگ سوائے مزعفر کے مردوں کومختلف فیہ ہے راجح اس میں جواز ہے اور سرخ وزرد کی بحث مردوں کے ہی واسطے ہے عورتوں کوسب درست ہے لہٰذا علی الخصوص مردوں کو جودرج سوال ہے یہ زائد ہے(۱۲۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مردوں کوٹول رنگ کا کپڑا استعمال کرنا

﴿سوال﴾ ٹول کا رنگ مرد کو کیسا ہے اس کا استر رضائی کے نیچے لگانے سے نماز میں نقصان ہوتا ہے نہیں؟

﴿جواب﴾ ٹول کا رنگ پختہ ہے مرد کو جائز ہے مگر بہتر ہے کہ مرد نہ پہنے(۱۲۴)۔فقط۔

=هاجر اليه. متفق عليه. (مشكوة المصابيح، ص: ۱۱، ط، قديمى كتب خانه كراچى)

(۱۲۳):وكتب الشيخ الگنگوهى فى الكوكب الدرى: والمذهب فى لبس الحمرة والصفرة ان المزعفر والمعصفر ممنوع عنه الرجال مطلقا والحمرة والصفرة غير ذلك فالفتوى على جوازهما مطلقاً لكن التقوى غير ذلك والله اعلم بالصواب. (الابواب التراجم لصحيح البخارى، ج: ۲، ص: ۱۰۷، ط، ايچ، ايم سعيد)

(۱۲۴):فى اعلاء السنن: قلت: والأوفق بالحديث أن يقال بكراهة المعصفر للرجال تحريماً، وجواز الأحمر سواه الا أنه خلاف الأولى. (اعلاء السنن، كتاب الحظر والاباحة، باب كراهة لبس الثوب المعصفر للرجال دون النساء، ج: ۱۷، ص: ۳۵۶، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

ٹول اور پڑیہ کا رنگ مردوں کو استعمال کرنا

﴿سوال﴾ ٹول اور پڑیہ پختہ مرد کے واسطے درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ٹول اور پختہ سرخ رنگ مرد کے حق میں مختلف فیہ ہے بعض علماء سوائے معصفر کے سب کو مباح لکھتے ہیں اور بعض مطلق سرخ کو منع لکھتے ہیں (۱۲۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مردوں کو تن اور کسم کا رنگ ملا کر استعمال کرنا

﴿سوال﴾ تن اور کسم کا رنگ ملا کر مرد کے واسطے جائز ہے یا نہیں بشرطیکہ تن کا رنگ کسم پر غالب ہو؟

﴿جواب﴾ اگر تن کے رنگ میں گل معصفر کا رنگ دب جاوے تو پھر درست ہے جس کے نزدیک تن کا رنگ درست ہے مرد کو اور جو لوگ کہ تن کو بھی منع کرتے ہیں وہ اجازت نہ دیویں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

گیرو میں رنگے ہوئے کپڑے پہننا

﴿سوال﴾ کپڑے گیرو میں رنگنا جیسے صوفی لوگ رنگتے ہیں کیسا ہے؟

---

(۱۲۵): فی الدر المختار: وكره لبس المعصفر والمزعفر الأحمر والأصفر للرجال مفاده أن لايكره للنساء ولابأس بسائر الألوان وفی المجتبی والقهستانی وشرح النقاية لأبی المكارم: لابأس بلبس الثوب الأحمر.

وفی الشامية تحته: قوله: (لابأس بلبس الثوب الأحمر) وقد روى ذلک عن الامام كما فی الملتقط. (ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، ج: ۹، ص: ۵۱۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾ گیرو میں کپڑے رنگنا درست ہے بشرطیکہ ریاء نہ ہو(۱۲۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔رشید احمد ۱۳۰۱۔الجواب صحیح محمد عبداللطیف عفی عنہ۔محمد عبداللطیف۔

مردوں کو چاندی کی لیس کا پہننا

﴿سوال﴾ لیس نقرئی جن پر سونے کا ملمع ہو اور نیز کلاہ ترکی وغیرہ پہننا جائز ہے یا نہیں اور لیس کی انداز سے چاہیئے؟

﴿جواب﴾ لیس سونے کا ہو چاندی کا اگر چار انگشت کی قدر ہو یا اس سے کم تو جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ ہو تو ناجائز ہے(۱۲۷) کلاہ ترکی کا استعمال اس جگہ میں جہاں شعار کسی خاص قوم کا اقوام غیر اہل

---

(۱۲۶):عن ابن عمر قال فی حدیث شریک قال من لبس ثوب شهرة ألبسه الله یوم القیامة ثوباً مثله زاد عن أبی عوانة ثم تلهب فیه النار. وفی فتح الودودتحت هذا الحدیث: "ثوب شهرة" أی لبس ثوباً یقصد به الاشتهار بین الناس سواء کان الثوب نفیساً یلبسه تفاخراً بالدنیا وزهرتها، أو خسیساً یلبسه اظهاراً للزهد والریاء. (فتح الودود فی شرح سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ج: ۴، ص: ۹۱، رقم: ۴۰۲۹، ط، مکتبة لینة مصر)

(۱۲۷):فی الدرالمختار: یحرم لبس الحریر.....علی الرجل لا المرأة الا قدر أربع أصابع....وکذا المنسوج بذهب یحل اذا کان هذا المقدار أربع أصابع والا لایحل للرجل.وفی الشامیة تحته: قوله: (الا قدر أربع اصابع الخ) لما صح عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما: انما نهی النبی ﷺ عن الثوب المصمت من الحریر الا موضع أصبع أو أصبعین أو ثلاث أو أربع.....وفی القنیة: لابأس بالعلم المنسوج للنساء، فأما للرجال فقدر أربع أصابع الخ. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، ج: ۹، ص: ۵۰۶، ۵۰۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

اسلام یا اہل ہواء میں سے نہ ہو جائز ہے اور جس جگہ شعار کسی خاص قوم یا فرقۂ باطلہ کا ہونا جائز ہے (۱۲۸)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترکی ٹوپی پہننا

﴿سوال﴾ ترکی ٹوپی کا اوڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ٹوپی ترکی اصل شعار نیچریوں کا ہے مگر جب دوسرے لوگوں میں بھی شائع ہو جاوے تو مضائقہ نہیں ہے۔

گول ٹوپی

﴿سوال﴾ گول ٹوپی اوڑھنا کہ جس پر ڈوپٹہ باعث دب جانے ٹوپی کے نہ باندھ سکتا ہو اور درمیان میں خلا رہے یعنی سر پر درمیان میں نہ لگے تو اس کا استعمال کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ گول ٹوپی درست ہے مگر جس میں مشابہت کسی قوم بے دین کی ہو وہ درست نہیں (۱۲۹)۔

---

(۱۲۸):عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللهﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. وفی المرقات تحت هذا الحديث: أی من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار (فهو منهم) أی فی الاثم والخير. قال الطيبی: هذا عام فی الخلق، والخلق والشعار. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثانی، ج: ٨، ص: ٢٢٢، رقم: ۴۳۴۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۲۹):عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللهﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. وفی البذل تحت هذا الحديث: قال القاری أی: من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره.=

رسول اللہ ﷺ کے جبہ کی مقدار

﴿سوال﴾ حضرت ﷺ کا جبہ شریف کس قدر نیچا تھا زید کہتا ہے کہ زمین پر گھسٹتا تھا یعنی ٹخنوں سے نیچا تھا قول زید صحیح ہے یا غلط؟

﴿جواب﴾ آنحضرت ﷺ نے ٹخنے سے نیچا کپڑا لٹکانے کو مردوں کو منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جو ٹخنوں سے نیچے ہے وہ آگ میں ہے (۱۳۰) پس آپ خود ایسا کپڑا ہرگز نہ پہنتے تھے جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ کا جبہ زمین پر گھسٹا کرتا تھا وہ کوئی بڑا جائل ہے اور ناواقف۔

کرتہ کی گھنڈی یا بٹن کھلا رکھنا

﴿سوال﴾ کرتہ کی گھنڈی یا بٹن کا لا رکھنا جس سے سینہ بھی کھلا رہے سنت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ درست ہے احیاناً رسول اللہ ﷺ نے کھولے رکھے ہیں (۱۳۱)۔

=(بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، كتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ج: ۱۲، ص: ۵۹، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(۱۳۰): عن أبی هريرة رضی الله عنه، عن النبی ﷺ قال: ما أسفل من الكعبين من الازار فی النار. (صحيح البخاری، كتاب اللباس، باب ما أسفل من الكعبين فهو فی النار، ص: ۱۲۴۱، رقم: ۵۷۸۷، ط، دار السلام رياض)

(۱۳۱): قال ابن نفيل: ابن قشير۔ أبو مهل الجعفی، نا معاوية بن قرة، نا أبی قال: أتيت رسول الله ﷺ فی رهط من مزينة، فبايعناه وان قميصه لمطلق الأزار. قال فبايعناه ثم أدخلت يدی فی جيب قميصه فمسست الخاتم.

قال عروة: فما رأيت معاوية ولا ابنه قط، الا مطلقی أزرارهما قط فی شتاء ولا حر، ولا يزرران أزرارهما أبداً. وفی البذل تحت هذا الحديث: (قميصه لمطلق الأزرار) أی:=

مردوں کو چاندی کے بوتام

﴿سوال﴾ بوتام چاندی کے درست ہے یا نہیں اگر درست ہیں تو کس وجہ سے اور جیب گھڑی چاندی کی جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بوتام چاندی سونے کے درمختار میں درست لکھے اور قاعدہ شرع سے جواز ثابت ہے اور گھڑی چاندی کی درست نہیں گھڑی ایک ظرف مستقل ہے اور بوتام تابع کپڑے کے ہیں مثل گوٹہ ٹھپہ کے (۱۳۲)۔فقط۔

چاندی کی بٹن کا مسئلہ

﴿سوال﴾ بوتام چاندی کے ایک یہ کہ کپڑے پر ٹانک دیئے جاویں دوسرے یہ کہ سوراخ کر کے مع زنجیروں کے داخل کپڑے میں کئے جاویں کہ ہر وقت نکال اور ڈال سکتے ہیں یہ دونوں صورتیں جواز میں یکساں ہیں یا نہیں؟

=مفتوحها، يعني كان جيب قميصه غير مشدود، وكانت عادة العرب أن تكون جيوبهم واسعة، فربما يشدونها، وربما يتركونها مفتوحة.......(قط في) زمن (شتاء ولاحر، ولايزرران ازرارهما أبداً) فيه تمثيل الصحابة والتابعين، فمن بعدهم من السلف الصالح باتباع السنة والمداومة عليها مهما استطاعوا، جعلنا الله تعالى من أهل الاتباع وجنبنا الابتداع. (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في حل الأزرار، ج: ۱۲، ص: ۱۰۸، ۱۰۹، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(۱۳۲):في الدرالمختار: لابأس بأزرار الديباج والذهب. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والاباحة، فصل في اللبس، ج: ۹، ص: ۵۱۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾ بوتام چاندی کے دونوں طرح درست ہیں (۱۳۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چاندی سونے کے بٹن استعمال کرنا

﴿سوال﴾ چاندی سونے کے بٹن انگرکھ یا کرتہ میں لگانا اور یہ امر یقینی ہے کہ وزن کئی تولہ ہوتا ہے جب کہ زنجیر بھی ایک اس میں ہوتی ہے لگانے جائز ہیں یا نہیں حرام ہے یا غیر حرام مکروہ ہے تنزیہی یا تحریمی معہ عبارت کتاب نقل فرماویں؟

﴿جواب﴾ چاندی سونے کے بٹن درست ہیں اس میں مساحت کا اعتبار ہے نہ وزن کا وزن خاتم میں معتبر ہے اور بٹن تابع ثوب کا ہے مثل پھٹہ گوٹہ کے کہ اس میں مساحت کو لکھتے ہیں نہ وزن کو ازرار الذھب درمختار کے باب والحظر والکراھتہ میں جائز لکھتے ہیں (۱۳۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

چاندی کے بٹن

﴿سوال﴾ چاندی کے بٹن انگرکھے میں لگانا جائز ہے یا منع ہے؟

﴿جواب﴾ جائز ہے جیسے کہ گوٹہ بقدر مشروع جائز ہے (۱۳۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

لکڑی کی کھڑاؤں پہننا

﴿سوال﴾ کیا پہننا کھڑاؤں چوبیں کا بدعت ہے؟

(۱۳۳/۱۳۴/۱۳۵): في التاتارخانية: وفي السير الكبير: لابأس بلبس الثوب في غير الحرب، اذا كان ازراره ديباجاً أو ذهباً. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل العاشرفي اللبس مايكره من ذلك ومالايكره، ج: ۱۸، ص: ۱۱۱، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والاباحة، فصل في اللبس، ج: ۹، ص: ۵۱۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾ کھڑاؤں چوبیں کا پہننا بدعت نہیں بلکہ بسبب نفع کے اور اس کی اصل ہونے کے کہ جوتہ اور موزہ بھی درست ہے البتہ بسبب مشابہت جوگیہ کے کسی وقت منع لکھا تھا مگر اب یہ کافر و مسلم میں شائع ہوگئی ہے اب مشابہت اس میں ممنوع نہیں رہی (۱۳۶)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کھڑاؤں کا مسئلہ

﴿سوال﴾ نعلین چوبی کہ مولوی عبدالحئی لکھنوی نے بدعت لکھا ہے **اتخاذ النعل من الخشب بدعة کما فی القنية والحمادية** اس کا وہی مطلب ہے جو حضور نے فرمایا ہے یا یہ کتب غیر معتبر سے ہیں یا اس عبارت کی اور کوئی تاویل ہوسکتی ہے؟

﴿جواب﴾ کسی وقت میں ناجائز تھی اب درست ہوگئی کہ عام استعمال اس کا ہوگیا (۱۳۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کمر میں سوت باندھنا

﴿سوال﴾ کمر میں سوت باندھنا جیسا کہ بعض ملک میں باندھتے ہیں درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ سوت اگر کسی غرض کے واسطے باندھیں تو درست ہے اور اگر کچھ اثر اعتقاد کر کر باندھے تو درست نہیں اور اگر بلا کسی وجہ کے باندھے تو فضول ہے اس لئے چھوڑنا چاہئے (۱۳۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۳۶/۱۳۷): فی الشامية: ووجدنا النهی عن لبسه لعلة قامت بالفاعل من تشبه بالنساء أو بالأعاجم أو التكبر، وبانتفاء العلة تزول الكراهة باخلاص النية لاظهار نعمة اللّٰه تعالیٰ. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر الاباحة، فصل اللبس، ج: ۹، ص: ۵۱۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۳۸): عن سعد بن ابراهيم سمع القاسم قال: سمعت عائشةؓ تقول: قال رسول=

مردوں کومہندی لگانا

﴿سوال﴾ ایک شخص بایں قیاس کہ حدیث میں پھوڑے پھنسی میں مہندی کا استعمال جائز ہے گرمی اور خشکی کی حالت میں اپنے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگالیتا ہے کبھی خالی کبھی کیکر کے پتے ملا کر اس کومہندی کے استعمال سے آرام ہوجاتا ہے اس صورت میں اس کومہندی لگانا جائز ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ حنا پاکولگانے میں تشابہ عورت کے ساتھ ہوتا ہے لہٰذا درست نہیں دوسرا علاج کرے اور پھوڑے پر رکھنا موجب مشابہت نہیں ہوتا (۱۳۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=اللّٰہ ﷺ: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد. (مسند احمد بن حنبل، ص:١٨٩٨، رقم الحديث: ٢٥٩٨٦)

ماأحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول اللّٰہ ﷺ فى علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً.(ردالمحتارعلى الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب: البدعة خمسة اقسام،ج: ٢،ص: ٢٩٩، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(۱۳۹):عن ابن عباسؓ، عن النبى ﷺ: أنه لعن المتشبهات من النساء بالرجال، و المتشبهين من الرجال بالنساء. وفى البذل تحت هذا الحديث: بأن يلبس لبسة النساء و يتزيا بزيهن، قال النووى فى الروضة: والصواب: أن التشبه بالرجال للنساء وعكسه حرم. (بذل المجهود فى حل سنن ابى داؤد، كتاب اللباس، باب فى لباس النساء، ج: ١٢، ص: ١٢٧، ١٢٨، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

فى المرقات: وأما خضب اليدين والرجلين فيستحب فى حق النساء ويحرم فى حق الرجال الا للتداوى. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ج: ٨، ص: ٢٩۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فى الدرالمختار: يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولو فى غير حرب فى الأصح. =

بالوں کوسیاہ کرنا

﴿سوال﴾ کلف سر اور داڑھی کو لگا کر بالوں کو سیاہ کرنا کیسا ہے اور کتم کس چیز کو کہتے ہیں یہ جو آیا ہے کہ بڑھاپے کو ڈھانپو ساتھ کتم اور حنا کے اس کا کیا مطلب ہے؟

﴿جواب﴾ بالوں کو خضاب کرنا کسی چیز سے سوائے سیاہ کے سب قسم درست ہے(۱۴۰) اور کتم ایک بوٹی ہے بعضوں نے کہا نیل ہے اس کا خضاب چونکہ سبز ہوتا ہے لہٰذا بعد کسی چیز کے ملانے کے استعمال میں لاوے۔(۱۴۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

= وفی الشامية تحته: قوله: (خضاب شعره ولحيته) لايديه ورجليه فانه مكروه للتشبه بالنساء. (كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ۹، ص: ۶۰۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۴۰):عن ابن عباسؓ قال: قال رسول اللهﷺ: يكون قوم يخضبون فى آخر الزمان بالسواد كحواصل لحمام، لايريحون رائحة الجنة. وفى البذل تحت هذا الحديث: وفى الحديث تهديد تشديد فى خضاب الشعر بالسواد، وهو مكروه كراهة تحريم. (بذل المجهود فى حل أبى داؤد، كتاب الترجل، باب ماجاء فى خضاب السواد، ج: ۱۲، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

فى الهندية: اتفق المشايخ رحمهم الله تعالى أن الخضاب فى حق الرجال بالحمرة سنة وانه من سيماء المسلمين وعلاماتهم وأما الخضاب بالسواد فعل ذلك من الغزاة ليكون أهيب فى عين العدو فهو محمود منه اتفق عليه المشايخ رحمهم الله تعالى ومن فعل ذلك ليزين نفسه للنساء وليحبب نفسه اليهن فذلك مكروه وعليه عامة المشايخ. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العشرون فى الزينة واتخاذ الخادم للخدمة، ج: ۵، ص:)

(۱۴۱):عن أبى ذرؓ قال: قال رسول اللهﷺ: ان أحسن ما غير به هذا الشيب:=

اچکن وانگرکھا پہننا

﴿سوال﴾ رسول خدا اور اصحاب رسول خدا کا لباس کیسا ہوتا تھا اور اب اس زمانہ میں جو انگرکھ کرتہ پائجامہ و اچکن و کوٹ سادہ و انگریزی وغیرہ پہننا اور کاج کرتے میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جناب رسول اللہ ﷺ اور آپکے اصحاب کا لباس قمیص تھا اور اب اس زمانہ کے اچکن وانگرکھ وغیرہ کا حکم یہ ہے کہ جو لباس کسی غیر قوم کے ساتھ مخصوص اور اس کا شعار ہونا جائز ہے ورنہ جائز ہے لباس کے بارہ میں کلیہ ہے سب کا حکم اسی سے نکل آوے گا (۱۴۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

=الحناء، والكتم. وفى البذل تحت هذا الحديث: (الكتم) بفتح الكاف والمثناة فوق، نبت يصبغ به الشعر غيره مع الحناء فيكثر حموته الى الدهمة، ويقال: وهو الوسمة بكسر السين، يعنى ورق النيل، وقيل: انما أراد به استعمال كل واحد من الحناء أو الكتم منفرداً عن غيره، وقد استدل به على استحباب الخضاب بالحناء والكتم، وقد خضب أبو بكر بالحناء والكتم أيضاً. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الترجل، باب فى الخضاب، ج: ۱۲، ص: ۲۳۱، رقم: ۴۲۰۵، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(وكذا فى مجمع بحار الأنوار، ج: ۴، ص: ۳۷۱)

(۱۴۲):عن أم سلمة رضـ قالت: كان أحب الثياب الى رسول الله ﷺ القميص. (سنن أبى داؤد، كتاب اللباس، باب ماجاء فى القميص، ص: ۵۶۹، رقم: ۴۰۲۵، ط، دار السلام رياض)

عن ابن عمر رضـ قال: قال رسول الله ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. وفى المرقات تحت هذا الحديث: أى من شبه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار (فهو منهم) أى فى الاثم والخير. قال الطيبى: هذا عام فى الخلق، والخلق والشعار. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب=

اچکن انگرکھے کا حکم

﴿سوال﴾ اچکن کا انگرکھہ پہننا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ اچکن پہننا درست ہے۔

داڑھی کے بالوں کا کتروانا

﴿سوال﴾ داڑھی کے بال برابر ہوجانے کی غرض سے کچھ تھوڑے تھوڑے کتروا دینا باوجودیکہ داڑھی بھی ایک مشت سے کم ہوجائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مجموعہ داڑھی ایک مشت سے کم نہ ہو اگر بعض بال کم ہوں حرج نہیں (۱۴۳)۔فقط۔

داڑھی کی شرعی مقدار

﴿سوال﴾ داڑھی رکھنا کہاں تک جائز ہے اور کہاں تک منع ہے؟

﴿جواب﴾ داڑھی ایک مشت سے کم رکھنا منع ہے اور ایک مشت سے زائد کو اگر کاٹ دیوے

=اللباس، الفصل الثانی، ج: ۸، ص: ۲۲۲، رقم: ۴۳۴۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۴۳):فی البذل: واعفاء اللحیة. وهو ارسالها وتوقیرها، وکره قصها، وقص اللحیة من سنن الأعاجم، وهو الیوم شعار کثیر من المشرکین والافرنج والهنود، ومن لاخلاق له فی الدین ممن یتبعونهم ویحبون أن یتزیوا بزیهم.

وقال فی الدرالمختار: ولابأس بنتف الشیب، وأخذ أطراف اللحیة، والسنة فیها القبضة قطعة، کذا ذکر محمد فی کتاب الآثار عن الامام، قال: وبه نأخذ، محیط. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الطهارة، باب السواک من الفطرة، ج: ۱، ص: ۳۳۶، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

درست ہے(۱۴۴)۔

ننگے سر ننگے پیر رہنا

﴿سوال﴾ سر برہنہ اور پا برہنہ رہنا سنت ہے یا نہیں اور بعض صوفی ان افعال کو سنت جان کر کرتے ہیں سو یہ افعال فی الحقیقت سنت ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ احیاناً پا برہنہ ہونا مضائقہ نہیں ورنہ آپ علیہ السلام اکثر اوقات نعلین یا موزہ پہنتے تھے(۱۴۵) اور سر برہنہ ہونا احرام میں ثابت ہے سوائے احرام کے بھی احیاناً ہو گئے ہیں نہ دائماً چلتے پھرتے۔

---

(۱۴۴):عن ابن عمرؓ، عن النبیﷺ قال: أحفوا الشوارب واعفوا اللحی. وفی الفتح تحت هذا الحدیث: وقال عیاض: یکره حلق اللحیة وقصها وتحذیقها، وأما الأخذ من طولها وعرضها اذا عظمت فحسن....وفی الدرالمختار: لابأس بأخذ أطراف اللحیة، والسنة فیها القبضة.

قال ابن عابدین: وهو أن یقبض الرجل لحیته، فما زاد منها علی قبضة قطعه، کذا ذکره محمد فی کتاب الآثار عن الامام، قال: وبه نأخذ. (موسوعة فتح الملهم بشرح صحیح الامام مسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، ج: ۲، ص: ۵۰۷، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

(۱۴۵):عن انسؓ: أن نعل النبیﷺ کان لها قبالان.

عن أبی هریرة أن رسول اللّٰه قال: لایمشی أحدکم فی النعل الواحدة، لینتعلهما جمیعاً أو لیخلعهما جمیعاً. (رواهما أبو داؤد فی سننه فی کتاب اللباس، باب فی الانتعال، ص: ۵۸۲، ط، دار السلام ریاض)

عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما أن رجلا قال: یارسول اللّٰه، مایلبس المحرم من الثیاب؟ قال رسول اللّٰهﷺ لایلبس القمص، ولا العمائم، ولا السراویلات،=

بوجہ گرمی سر میں پان کھلوانا

﴿سوال﴾ سر کے بالوں میں بوجہ گرمی پان کھلوانا جائز ہے یا نہیں اس واسطے کہ بالوں میں گرمی معلوم ہوتی ہے اس کے کھلوانے سے گرمی نکل جاتی ہے؟

﴿جواب﴾ سارے سر کے بال منڈاوے یا سارے سر کے رکھے بعض رکھنا اور بعض کا منڈانا منع ہے(۱۴۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سر میں پان بنوانا

﴿سوال﴾ درمیان سر کا منڈوانا جس کو عام میں پان کہتے ہیں بوجہ بیماری کے جائز ہے یا نہیں اور جس کے سر پر پان ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟

﴿جواب﴾ پان سر میں رکھوانا یعنی کچھ بیچ میں سے منڈوانا باقی بال رکھ لینا درست نہیں بلکہ گناہ ہے(۱۴۷)

=ولا البرانس، ولا الخفاف الا أحد لايجد نعلين فليلبس خفين وليقطعهما أسفل من الكعبين. ولاتلبسوا من الثياب شيئاً مسه زعفران أو ورس. (صحيح البخارى، كتاب الحج، باب مالايلبس المحرم من الثياب، ص: ۳۰۶، ۳۰۷، ط، دار السلام رياض)

(۱۴۶):عن ابن عمرؓ : أن النبیﷺ رأى صبياً قد حلق بعض رأسه وترك بعضه، فنهاهم عن ذٰلک فقال: احلقوه كله أو اتركوه كله. (كتاب الترجل، باب فى الصبى له ذؤابة، ص: ۵۸۹، ط، دار السلام رياض)

فى الشامية: ويكره القزع وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، ج: ۹، ص: ۵۸۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۴۷):عن نافع مولى عبداللّٰه:أنه سمع ابن عمر رضى اللّٰه عنهما يقول :سمعت=

ایسے کی امامت مکروہ ہے(۱۴۸)۔فقط۔

بیماری کے عذر سے بیچ سے سر منڈانا

﴿سوال﴾ بیماری کے عذر سے بیچ میں سر منڈوانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بیچ میں سر منڈانا کسی حالت میں درست نہیں(۱۴۹)۔

=رسول اللّٰہ ﷺ ینھی عن القزع. قال عبیداللّٰہ: قلت: وما القزع؟ فأشار لنا عبیداللّٰہ قال: اذا حلق الصبی، وترک ھا ھنا شعرة وھا ھنا وھا ھنا، فأشار لنا عبیداللّٰہ الی ناصیته وجانبی رأسه. قیل لعبیداللّٰہ: فالجاریة والغلام؟ قال لاأدری، ھکذا قال: الصبی، قال عبیداللّٰہ: وعاودته، فقال: أما القصة والقفا للغلام فلا بأس بھما، ولکن القزع أن یترک بناصیته شعر، ولیس فی رأسه غیره، وکذلک شق رأسه ھذا وھذا. وفی الفیض تحت ھذا الحدیث: قوله: (أما القصة، والقفا للغلام، فلابأس بھما) فأجازه ھذا الراوی اذا کان فی جوانب الرأس، والقفا، ومنع عنه الحنفیة مطلقاً فیجب علیه، اما أن یحلق مطلقاً، أو یترک مطلقاً، ولایجوز له حلق البعض، وترک البعض مطلقاً. (فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب القزع، ج: ٦، ص: ١٠٥، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۴۸):فی ملتقی الأبحر: ویکره امامة العبد والأعرابی والأعمی والفاسق.

وفی مجمع الأنھر تحته: (والفاسق) أی الخارج عن طاعة اللّٰہ تعالٰی بارتکاب کبیرة لأنه لا یھم بأمر دینه، وکذا امامة التمام، والمرائی، والمتصنع، وشارب الخمر. (مجمع الأنھر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلاة، ج: ١، ص: ١٦٢، ١٦٣، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۴۹):فی الھندیة: یکره القزع وھو أن یحلق البعض ویترک البعض قطعاً=

گردن کے بال منڈوانا

﴿سوال﴾ گردن کے بال منڈانا درست ہے یا نہیں اور یہ سر میں شامل ہے یا الگ ہے اگر الگ ہے تو کس مقام سے اور داڑھی کا خط بنوانا جائز اور ثابت ہے یا نہیں اور پنڈلی اور ران کے بالون کے مونڈنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ گردن جدا عضو ہے اور سر جدا لہٰذا گردن کے بال منڈانا درست ہے سر کا جوڑ علیحدہ کان کی لو کے پیچھے معلوم ہوتا ہے اس سے نیچے گردن ہے ریش کا خط درست کرنا درست ہے اگر کسی کے بال رخسار پر بے موقع ہوں اور نہ منڈانا اولیٰ ہے اور پنڈلی اور ران کے بال کا دور کرنا درست ہے کہ آپ علیہ السلام تمام بدن پر سوائے چہرہ کا نورہ کرتے تھے(۱۵۰)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

=مقدار ثلاثة أصابع كذا في الغرائب. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء وقلم الاظفار الخ، ج: ۵، ص: ۳۵۷)

(۱۵۰):عن أم سلمة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا اطلى بدأ بعورته فطلاها بالنورة وسائر جسده أهله. (سنن ابن ماجة، كتاب الأدب، باب الاطلاء بالنورة، ص: ۲۶۲، ط، قديمي كتب خانه كراچي)

في الهندية: لابأس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه مالم يتشبه بالمخنث كذا في الينابيع. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء قلم الاظفار الخ، ج: ۵، ص: ۳۵۸)

وفي امداد المفتين: (سوال): گردن کے بال جو کہ کانوں کے لو کے نیچے ہوتے ہیں تراشنے یا منڈانے جائز ہیں یا نہیں؟

(جواب): جائز ہیں۔ كذا يشير اليه بعض ألفاظ الشامي من الحظر والاباحة. (امداد المفتين، كتاب الحظر والاباحة، ص: ۸۱۸)

گردن کے بال منڈوانا

﴿سوال﴾ گردن کے بال کانوں سے جو نیچے ہیں منڈوانا جائز ہیں یا نہیں مکروہ تحریمی ہیں تنزیہی معہ عبارات کتاب تحریر فرماویں؟

﴿جواب﴾ گردن دوسرا عضو ہے سر کی حد سے نیچے کے بال گردن کے منڈوانے درست ہیں(۱۵۱) بعض سر کے بال لینے اور بعض چھوڑنے مکروہ ہیں تحریماً بقوله عليه السلام نهى عن القزعة(۱۵۲) . الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صرف گردن کے بال منڈوانا

﴿سوال﴾ اگر سر کے بال نہ منڈوائے جائیں اور گردن کے بال منڈوائے جائیں تو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ گردن کے بال منڈوانے اگرچہ سر کے نہ منڈوائے درست ہیں البتہ بہتر نہیں ہے۔

کاکلوں کا مسئلہ

﴿سوال﴾ بال سر کے گردن کے نیچے لٹکا لینا جن کو کاکلیں بھی کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ اور کاکلوں کو جو فعل یہود اور منع حدیث میں فرمایا ہے اس کے کیا معنی ہیں اور بال کانوں سے نیچے رکھنا جو سنت سے ثابت ہیں اس کے کیا معنی ہیں اور کاکل بمعنی فعل یہود اور مشابہت عورات سے ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بال سر کے جہاں تک چاہے بڑھالے درست ہے مگر بعض سر کا منڈانا اور بعض کا

---

(۱۵۱): **فی امداد الاحکام:** گردن اور رخسار کے بال مونڈنا جائز اور حلق میں اختلاف ہے۔ (امداد الاحکام، ج:۴، ص:۳۳۳، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۱۵۲): (صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب كراهة القزع، ص: ۹۴۷، رقم: ۵۵۵۹، ط، دار السلام رياض)

رکھنا مشابہت یہود ہے یہ مکروہ ہے اور تمام سر کے بال بڑھانا نہ یہ کاکل ہے اور نہ یہ ممنوع ہے واللہ تعالیٰ اعلم کاکل بمعنی حلق بعض وترک بعض فعل یہود کا اور منع ہے اور بال بڑھانا جو سنت سے ثابت ہے وہ منع نہیں ہے ان کو کاکل کہنا اصطلاح جدید ہے اور مشابہت عورتوں کی جب ہووے گی کہ عورتوں کیطرح چوٹی گوندھے ورنہ کوئی مشابہت نہیں نہ کراہت (۱۵۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۵۳):فی شرح النووی: قوله (عظيم الجمة الى شحمة اذنيه وفى رواية ما رايت من ذى لمة احسن منه وفى رواية كان يضرب شعره منكبيه وفى رواية الى انصاف اذنيه وفى رواية بين اذنيه وعاتقه) قال اهل اللغة الجمة اكثر من الوفرة فالجمة الشعر الذى نزل الى المنكبين والوفرة ما نزل الى شحمة الاذنين واللمة التى لمت بالمنكبين قال القاضى والجمع بين هذه الروايات ان ما يلى الاذن هو الذى يبلغ شحمة اذنيه وهو الذى بين اذنيه وعاتقه وما خلفه هو الذى يضرب منكبيه قال وقيل بل ذلک لاختلاف الاوقات فاذا غفل عن تقصيرها بلغت المنكب واذ قصرها كانت الى انصاف الاذنين فكان يقصر ويطول بحسب ذلک والعاتق ما بين المنكب والعنق واما شحمة الاذن فهو اللين منهما فى اسفلهما وهو معلق القرط منهما وتوضح هذه الروايات رواية ابراهيم الحربى كان شعر رسول اللهﷺ فوق الوفرة ودون الجمة. (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب اللباس والزينة، باب صفة شعرهﷺ وصفاته وحليته، ج: ۲، ص: ۲۵۸، ط، صداقت كتب خانه قندهار افغانستان)

عن ابن عمرؓ: أن النبیﷺ رأى صبياً قد حلق بعض رأسه وترک بعضه، فنهاهم عن ذٰلک فقال: احلقوه كله أو اتركوه كله. (كتاب الترجل، باب فى الصبى له ذؤابة، ص: ۵۸۹، ط، دار السلام رياض)

فى الشامية: ويكره القزع وهو أن يحلق البعض ويترک البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، ج: ۹، ص: ۵۸۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

قینچی سے زیر ناف کے بال لینا

﴿سوال﴾ موئے زیر ناف کو مقراض سے لینا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو عدم جواز کی کیا دلیل ہے اور اگر جائز ہے تو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کیوں منع فرماتے ہیں یعنی کمالات عزیزی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے براخواب دیکھا اس پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ تیری عورت مقراض لیتی ہے منع کردے۔

﴿جواب﴾ یہ قصہ غلط ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز کا منع فرمانا غلط ہے اس کی دوسری صورت ہے اور بالوں کا دفعیہ مقراض سے جائز ہے مگر چونکہ استیصال اچھی طرح نہیں ہوتا اس واسطے مستحسن نہیں ہے (۱۵۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خط بنوانا

﴿سوال﴾ رخسار کے بال منڈوانا جس کو خط کہتے ہیں جائز ہے یا ناجائز؟

---

(۱۵۴): عن ابی هريرةؓ، عن النبی ﷺ قال: الفطرة خمس، (أو خمس من الفطرة)، الختان، والاستحداد، وتقليم الأظفار، ونتف الأبط، وقص الشارب. وفی الفتح تحت هذا الحديث: قوله: (الاستحداد) الخ: هو حلق العانة، سمی استحداداً لاستعمال الحديدة، وهی موسی، وهو سنة، والمراد به نظافة ذلک الموضع، والأفضل به فيه الحلق، ويجوز بالقص والنتف والنورة. (موسوعة فتح المهلم بشرح صحيح الامام مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، ج: ۲، ص: ۵۰۲، ط، دار احياء التراث العربی بيروت لبنان)

فی الموسوعة الفقهية: لاخلاف بين الفقهاء فی جواز ازالة الشعر العانة بأی مزيل من حلق وقص ونتف ونورة لأن أصل السنة يتأدى بالازالة بأی مزيل كما أنه لاخلاف بينهم فی أن الحلق أفضل لازالة شعر العانة فی حق الرجل. (الموسوعة الفقهية، ج: ۲۹، ص: ۲۳۴)

﴿جواب﴾ رخساروں کے بال منڈوانا جائز ہیں مگر خلاف اولیٰ ہے(۱۵۵)۔فقط۔

سینہ اور پیٹ کے بال منڈوانا

﴿سوال﴾ سینہ اور پیٹ پر کے بال اور رخساروں کے بال منڈوانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ سینہ اور شکم کے بال منڈانا درست ہیں اور رخساروں کے بال دفع کرنا ترک اولیٰ ہے(۱۵٦)۔

عورتوں کو قبروں پر جانا

﴿سوال﴾ قبور پر عورات کو جانا محض حرام مگر مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں کل زیارات پر عورات

---

(۱۵۵):فی المرقات: ولابأس بأن یأخذ شعر الحاجبین وشعر وجهه ما لم یتشبه بالمخنثین. (مرقات المفاتیح شرح مشکاه المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ج: ۸، ص: ۲۷۲، ط، رقم: ۴۴۲۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی التاتارخانیة: وفی المضمرات: ولابأس بأخذ الحاجبین، وشعر وجهه ما لم یتشبه المخنث. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الکراهیة، الفصل العشرون فی الختان والخضاب وقلم الاظافیرالخ، ج: ۱۸، ص: ۲۱۱، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

(۱۵٦):فی الهندیة: لابأس بأخذ الحاجبین وشعر وجهه مالم یتشبه بالمخنث کذا فی الینابیع......وفی حلق الشعر الصدر والظهر ترک الادب کذا فی القنیة. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء قلم الاظفارالخ، ج: ۵، ص: ۳۵۸)

(وکذا فی مرقات المفاتیح شرح مشکاه المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ج: ۸، ص: ۲۷۲، ط، رقم: ۴۴۲۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

جاتی ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾ عورتوں کو قبور پر جانا مختلف فیہ ہے کہ اکثر علماء منع کرتے ہیں بسبب فساد کے اور جو فساد نہ ہوتو اکثر کے نزدیک جائز ہے حرمین میں اس پر ہی عمل ہے (۱۵۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شرعی پردہ

﴿سوال﴾ اگر حجاب شرعی موجب بدگمانی وشر فساد کے نہ ہو سکے تو ان اجنبیوں سے جو اس کے چچا

---

(۱۵۷):عن محمد بن جحادة قال: سمعت أبا صالح يحدث، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: لعن رسول اللهﷺ زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج. وفى البذل تحت هذا الحديث: قال الترمذى: قد رأى بعض أهل العلم أن هذا كان قبل أن يرخص النبیﷺ فى زيارة القبور، فلما رخص دخل فى رخصته الرجال والنساء۔ قال القارى: وهذا هو الظاهر۔ وقال بعضهم: انما كره زيارة القبور للنساء لقلة صبرهن وكثرة جزعهن، انتهى.....فالصواب الذى ينبغى الاعتماد عليه هو جواز الزيارة للنساء اذا كان الأمن من تضييع حق الزوجة والتبرج والجزع والفزع ونحو ذلک من الفتن، لأن الزيارة علل بتذكر الموت، ويحتاج اليه الرجال والنساء، فلا مانع من الاذن لهن. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الجنائز، باب فى زيارة النساء القبور، ج: ۱۰، ص: ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، رقم: ۳۲۳۶، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

وفى العرف الشذى: فى زيارة النسوان روايتان عن أبى حنيفة الجواز وعدمه، أقول: وجه الجواز أن النبیﷺ أجاز زيارة القبور للرجال، والنساء تبع الرجال، ووجه الثانية: أن الاجازة المذكورة فى الحديث للرجال، وتردد ابن عابدين فى تعدد الرواية عن أبى حنيفة، أقول: يحمل على اختلاف الأحوال. (العرف الشذى شرح سنن الترمذى، كتاب الجنائز، باب ماجاء فى زيارة القبور للنساء، ج: ۲، ص: ۳۴۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

تایازاد بھائی یا دیور جیٹھ یا بہنوئی ہیں یا بہنوئی یا جیٹھ دیورزاد بھتیجے وعلیٰ ہذا القیاس اور رشتہ دار ہوں تو ان سے فقط ستر پر کفایت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حجاب شرعی کا ترک کرنا ہر حال میں موجب گناہ ہے شر وفساد کے اندیشہ سے ترک کرنا حجاب کا جائز نہیں ہوسکتا البتہ چہرہ کا ڈھکنا اگر بوجہ اندیشہ شر ترک کردیا جائے بشرطیکہ ترک میں فتنہ نہ ہوتو کچھ حرج نہیں کیونکہ یہ حجاب بوجہ مصلحت وقوع فتنہ ہے اور وہ اعضاء جن کا ستر واجب ہے ان کا کھولنا کسی حال میں جائز نہیں (۱۵۸)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بلاقصد کسی محرم کا دیکھنا

﴿سوال﴾ بازار میں ایک عورت آرہی ہے یک بیک اس پر نگاہ پڑ جاوے تو گناہ تو نہیں ہے؟

﴿جواب﴾ فوراً نگاہ کو روک لیوے تو گناہ نہیں اگر دوبارہ قصداً دیکھے گا تو گناہ ہے (۱۵۹)۔

---

(۱۵۸):فی الدرالمختار: وللحرة لو خنثى جميع بدنها حتى شعرها النازل فی الأصح خلا الوجه والكفين فظهر الكف عورة على المذهب والقدمين على المعتمد وصوتها على الراجح، ذراعيها على المرجوح وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة بل لخوف الفتنة.

وفی الشامية: قوله: (على المرجوح) قال فی المعراج عن المبسوط: وفی الذراع روايتان، والأصح أنها عورة.......قوله: (بل لخوف الفتنة) أی الفجور بها. قاموس. أو الشهوة. والمعنى تمنع من الكشف لخوف أن يرى الرجال وجهها فتقع الفتنة، لأنه مع الكشف قد يقع النظر اليها بشهوة. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ۲، ص: ۷۷، ۷۸، ۷۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۵۹):عن جرير ؓ قال: سألت رسول اللهﷺ عن نظرة الفجأة، فقال اصرف بصرك. وفی البذل تحت هذا الحديث: (اصرف بصرك) أی اذا وقعت النظرة الى=

عورتوں کو پیر کے سامنے آنا

﴿سوال﴾ مستورات کو اپنے پیر و مرشد کے سامنے آنا کیسا ہے اور سلام کرنا کیسا ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾ سامنے آنا پیر و مرشد کے مستورات کو حرام ہے ہرگز ہرگز کسی صورت میں جائز نہیں کلام کرنا اگر خوف فتنہ نہ ہو تو جائز ہے اگر خوف فتنہ ہو تو حرام و ممنوع ہے (۱۶۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=الأجنبية فجأة، فاصرف بصرف عنها، ولاتنظر اليها قصداً، لأن الأولى اذا لم تكن بالاختيار، فهو معفو عنها، فان أدام النظر أثم. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، كتاب النكاح، باب مايؤمر به من غض البصر، ج: ۸، ص: ۸۵، ۸۶، رقم: ۲۱۴۸، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(۱۶۰):فی البحر: قال مشايخنا: تمنع المرأة الشابة من كشف وجهها بين الرجال فی زماننا للفتنة. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ۱، ص: ۴۷۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفی مجمع الأنهر: وفی المنتقى: تمنع الشابة عن كشف وجهها لئلا يؤدی الى الفتنة وفی زماننا المنع واجب، بل فرض لغلبة الفساد، وعن عائشة رضی اللّٰه عنها جميع بدن الحرة الا احدى عينيها فحسب لاندفاع الضرورة. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۲۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

حكم صوت المرأة: وقع الخلاف فی صوت المرأة، أنه من العورة فلايجوز أن تتكلم بحيث يسمعها الأجانب، أو ليس بعورة فيرخص لها فی التكلم، والحق الحقيق عند أرباب التحقيق، وهو ان صوت المرأة ليس بعورة فی نفسه الا أنه قد يكون سبباً للفتنة، فكان من القسم الثانی من سد الذرائع، فدار حكمه على الفتنة وعدمها فحيث=

ہندوستان کی کافرات کا حکم

﴿سوال﴾ ملک ہندوستان مملوکہ نصاریٰ اور مما لک محروسہ نوابان ہنداور راجگان دارحرب ہے یا دارالاسلام اور کافران ملکوں کے حاکم ہوں یا محکوم حربی ہیں یا ذمی خواہ ہندو ہوں وہ کافر یا غیر ہندو اور کافرات حربیات ہیں یا ذمیات مثلاً درباب ستر مسلمہ کا فرہ سے لکھا ہے **فی روضة النوری فی نظر الذمیة الی المسلمة وجهان اصحهما عند الغزالی الجواز کالمسلمة واصحهما عند البغوی المنع حاشیة بیضاوی شریف جلد ثانی فی ص ۷۹** پس ہندوستان کی کافرات کو حربیات سمجھنا چاہئے یا ذمیات اور نیز اور بہت احکام ہیں تو ان احکام میں یہاں کی کافرات کو ذمیات سمجھنا چاہئے یا حربیات اور مسئلہ ستر مسلمہ کا کافرہ سے بھی تحریر فرمائیے کہ یہ ستر ضروری ہے یا نہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہودیہ آئی تھی اور عذاب قبر کی گفتگو ہوئی تھی؟

﴿جواب﴾ سب ہندوستان بندہ کے نزدیک دارالحرب ہے(۱۶۱) اور یہاں کی کافرات حربیہ

=خیفت الفتنة حرام ابدائه وحیث لا، فلا، کیف وقد حرام اللّٰه سبحانه وتعالی اظهار صوت الخلخال وأمثاله فقال: ولایضربن بأرجلهن، لمظنة الفتنة فکیف یجوز اظهار صوت نفسها مطلقاً؟ (احکام القرآن للتهانویؒ، ج: ۳، ص: ۴۸۲، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

(۱۶۱):فی اعلاء السنن: قال: ثم أعلم أن بلاد الهند ونحوها لاریب فی کونها دار الحرب عند المحققین، وقد أفتی به العلامة المحدث الدهلوی مولانا عبدالعزیز، والعلامة المولی مولانا رشید أحمد الجنجوهی رضی اللّٰه تعالی عنهما وأرضاهما. (اعلاء السنن، کتاب البیوع، باب الربا فی دار الحرب بین المسلم والحربی، تحقیق کون الهند دار الحرب أو دار الاسلام، ج: ۱۴، ص: ۳۷۷، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

ہیں اور ستر کرنا مسلمات کو ان سے ضروری ہے(۱۶۲) اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جو یہودیات حاضر ہوتی تھیں تو بدن مستور اس وقت میں آپ کا ہوتا تھا یہ حاضر ہونا ستر کے خلاف نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عورتوں کا ناک کان چھدوانا

﴿سوال﴾عورتوں کے ناک چھدوائیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾عورتوں کے کان چھدوانے درست ہیں اور ناک چھدوانے میں بعض علماء نے کلام کیا ہے(۱۶۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۶۲):فی الدرالمختار: والذمية كالرجل الأجنبى فى الأصح فلاتنظر الى بدن المسلمة مجتبى.

وفى الشامية تحته: لايحل للمسلمة أن تنكشف بين يدى يهودية أو نصرانية أو مشركة.....ولاينبغى للمرأة الصالحة أن تنظر اليها المرأة الفاجرة لأنها تصفها عند الرجال، فلاتضح جلبابها ولاخمارها كما فى السراج. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى النظر والمس، ج: ۹، ص: ۵۳۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۶۳):فى نفع المفتى والسائل: الاستفسار: هل يجوز ثقب أنف النساء؟

الاستبشار: ما اطلعت على تصريحه فى كتب الفقه الى الآن، بل قال فى الدر المختار: هل يجوز انخرام الأنف لم أره، وقال فى ردالمحتار: ان كان للتزين يجوز، كما فى ثقب الأذن، وجوزه الشافعية، وقد سئل والدى مدظله عنه، فقال: يجوز قياماًعلى ثقب الأذن.(نفع المفتى والسائل، المتفرقات، ص: ١٩٦، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

عورتوں کوتعزیت کے لئے جانا

﴿سوال﴾ عورتوں کوتعزیت وعیادت درست ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ عورت کوعورت کی یا اپنے محرم کی عیادت وتعزیت درست ہے (۱۶۴)۔فقط۔

عورتوں کواونچی ایڑی کا مردانی جوتا پہننا

﴿سوال﴾ ایڑی والی جوتی مثل مردوں کے عورت پہن لیوے تو درست ہے یانہیں کیونکہ زنانی جوتی بیٹھویں سے مردانی جوتی نمازی عورت کے واسطے پاؤں کونجاست سے بچانے کیواسطے بہت خوب ہے جیسا کہ حکم تحریر فرماویں؟

﴿جواب﴾ جوجوتی کہ مردانی ہےاس کا پہننا عورت کوحرام ہے **قال علیه السلام لعن الله المشبهات بالرجال رواه ابوداؤد** (۱۶۵). اور چونکہ مردانی جوتی پہننے میں عورت کوتشبہ مردوں سے پیدا ہوجاتا ہے لہٰذا اس کا پہننا حرام ہوگا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۶۴):فی روح المعانی: وقد یحرم علیهن الخروج....ومایجوز من الخروج کالخروج للحج وزیارة الوالدین وعیادة المرضی، وتعزیة الأموات من الأقارب ونحو ذلک. (روح المعانی، ج: ۲۲، ص: ۶، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

وفی الشامیة: قال فی شرح المنیة: وتستحب التعزیة للرجال والنساء اللائی لایفتن. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، قبیل مطلب فی الثواب علی المصیبة، ج: ۳، ص: ۱۴۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۶۵):(سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، ص: ۵۷۷، رقم: ۴۰۹۷، ط، دار السلام ریاض)

کانچ کی چوڑیاں عورتوں کو پہننا

﴿سوال﴾ کانچ کی چوڑیاں جو عورتیں پہنتی ہیں جائز ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ درست ہیں۔ قل من حرم زینة اللّٰه الاٰیة(۱۶۶). واللّٰه تعالیٰ اعلم.

نامحرم مرد جس جگہ نہ ہو وہاں عورت کو باجہ والا زیور پہننا

﴿سوال﴾ جس گھر میں مرد نامحرم نہیں ہے باجہ دار زیور پازیب پائل عورتوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جس جگہ نامحرم نہ ہوں وہاں آواز کا زیور پہننا درست ہے اور ستر عورت نماز میں شرط ہے سر سے پاؤں تک ڈھکنا فرض ہے نامحرم موجود ہو یا شوہر (۱۶۷)۔فقط۔

---

(۱۶۶):(سورة الاعراف: ۳۲)

فی المجموع: یجوز للنساء لبس أنواع الحلی کلها من الذهب والفضة والخاتم والحلقة والسوار والخلخال والطوق والعقد والتعاويذ والقلائد وغيرها. (المجموع شرح المهذب، ج: ۴، ص: ۴۴۳)

(اعلاء السنن، کتاب الحظر والاباحة، باب حرمة الذهب على الرجال وحله للنساء، ج: ۱۷، ص: ۲۸۹، ط، ادارة القرآن العلوم الاسلامية کراتشی)

(۱۶۷):قوله تعالى: (ولايضربن بأرجلهن) الآية، لاتضرب المرأة برجلها اذا مشت لتسمع صوت خلخالها، فاسماع صوت الزينة كابداء الزينة وأشد، والغرض التستر. (الجامع لأحكام القرآن، ج: ۱۵، ص: ۲۲۷، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

فی مجمع الأنهر: وجميع بدن الحرة عورة الا وجهها وكفيها لقوله عليه الصلاة والسلام: "بدن الحرة كلها عورة الا وجهها وكفيها". والكف من الرسغ الى الأصابع.=

عورتوں کو پیتل تانبہ کا زیور پہننا

﴿سوال﴾ زیور پیتل، تانبہ وغیرہ کا عورتوں کو پہننا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زیور سب قسم کا عورتوں کو درست ہے(۱۶۸)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عورتوں کو چاندی سونے کے علاوہ زیورات کا پہننا

﴿سوال﴾ عورتوں کو سوائے سونے چاندی کے اور دوسری چیزوں کے زیورات پہننا جائز ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ عورتوں کو سب قسم کا زیور پہننا جائز ہے بشرطیکہ اس میں مشابہت کسی بددین کی نہ ہو(۱۶۹)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

زیور کے لیے کلمہ کا روپیہ تڑوانا

﴿سوال﴾ کلمہ کے روپیہ کے تڑوانا زیور کے واسطے درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ کلمہ کے روپیہ کا تڑوانا زیور وغیرہ کے واسطے جائز ہے(۱۷۰)۔

=(مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۲۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۶۸): دیکھئے حاشیہ نمبر۱۶۶۔

(۱۶۹):عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللہﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبی دأود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۶۹، ط، دار السلام ریاض)

(۱۷۰):فی الهندیة: ولو کان فیه اسم اللّٰه تعالی أو اسم النبی صلی اللّٰه علیه وآله یجوز محوه لیلف فیه شئ کذا فی القنیة ولو محا لوحا کتب فیه القرآن واستعمله فی أمر=

عورتوں کا کانچ کی چوڑیاں پہننا

﴿سوال﴾عورتوں کو چوڑیاں کانچ وگلٹ کی پہننا درست ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾عورتوں کو ہر قسم کی چوڑیاں پہننا جائز ہیں(۱)۔

چیتے وغیرہ جانوروں کی کھالوں کا مسئلہ

﴿سوال﴾ چیتے وغیرہ سباع جانوروں کے چمڑوں پر بیٹھنے اور سوار ہونے سے جو احادیث کثیرہ میں ممانعت فرمائی گئی ہے چنانچہ ترمذی شریف میں ہے **ان النبی ﷺ نھی جلود السباع ان تفترش انتھٰی**. اور ابوداؤد میں ہے **نھی رسول اللہ ﷺ عن میاثر النمور ونھی عن جلود السباع**.ان احادیث کا مطلب کیا ہے کیونکہ بالعموم عوام وخواص اس کو مصلی بنانے میں ودیگر ضروریات بستر فرش وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں بالخصوص اہل علم وفضل اور کوئی کراہت تک بھی نہیں خیال کرتا لہٰذا وجہ عدم کراہت درصورت جواز استعمال کیا ہے؟

﴿جواب﴾استعمال غیر مدبوغ جلد سباع کا تو حرام ہے اور بعد دباغت کے استعمال اس کا مکروہ تنزیہی ہے بوجہ عادت متکبرین کے اور اثرِ بد جانور کے اور استعمال ان کا جائز ہے حرام نہیں اگر چہ ترک اولیٰ

=الدنیا یجوز. (الفتاوی العالمکیریة، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ، ج: ۵، ص: ۳۲۲)

(۱):فی اعلاء السنن: یجوز للنساء لبس أنواع الحلی کلها من الذهب والفضة والخاتم والحلقة والسوار والخلخال والطوق والعقد والتعاویذ والقلائد وغیرها. (اعلاء السنن، کتاب الحظر والاباحة، باب حرمة الذهب علی الرجال وحله للنساء، ج: ۱۷، ص: ۲۸۹، ط، ادارة القرآن العلوم الاسلامیة کراتشی)

(وکذا فی المجموع شرح المهذب، ج: ۴، ص: ۴۴۳)

ہے(۱۷۱)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مچھلی کا شکار کرنے کے لیے گھینسے کو کام میں لانا

﴿سوال﴾ ایک کیڑے کو جس کا نام گھینسا ہے اس کو توڑ توڑ کر اور کانٹے میں لگا کر شکار ماہی کا کرتے ہیں پس ایسا شکار کرنا اور اس مچھلی کا کھانا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ اول اس کو مار کر پھر ٹکڑے کر کے کانٹے میں لگانا درست ہے اور زندہ کو لگانا منع ہے کہ اذیت ذی روح کی مکروہ تحریمہ ہے(۱۷۲)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۷۱):عن البراء بن عازب قال: نهى رسول اللهﷺ عن ركوب المياثر. وفى الكوكب تحت هذا الحديث: قوله: (ركوب المياثر) وهذا لما كانت تكون من جلود السباع الغير المدبوغة، أو الحرير، أو كانت السباع مدبوغة الا أن النهى لئلا يوثر تلبسه فى تغيير الأخلاق، أو لما كان من زى الجبابرة، والنهى على الأولين تحريم، وعلى الأخيرين أدب وتنزيه. (سنن الترمذى، ومعه الكوكب الدرى على جامع الترمذى، كتاب اللباس، باب ماجاء فى ركوب المياثر، ج: ۴، ص: ۵۹۶، ط،)

فى الهندية: وعن أبى حنيفة رحمه الله تعالى أنه قال لابأس بالفر ومن السباع كلها وغير ذلك من الميتة المدبوغة والمذكاة وقال ذكاتها دباغها كذا فى المحيط. ولابأس بجلود النمر والسباع كلها اذا دبغت أن يجعل منها مصلى أو ميثرة السرج كذا فى الملتقط. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع فى اللبس مايكره ومن ذلك ومالايكره، ج: ۵، ص: ۳۳۳)

(۱۷۲):فى الهندية: ويكره تعليم البازى بالطير الحى يأخذه ويعذبه ولابأس بأن يعلم بالمذبوح كذا فى محيط السرخسى. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادى والعشرون فيما يسع من جراحات بن آدم الخ، ج: ۵، ص: ۳۶۲)

کھیتی کی حفاظت کے لیے کتا پالنا

﴿سوال﴾ کتا کھیتی کی حفاظت کے لئے پالنا چاہئے یا مطلق حفاظت کے لئے؟

﴿جواب﴾ مطلق حفاظت کے لئے کتا پالنا جائز ہے خواہ جان ہو یا مال (۱۷۳)۔ فقط۔

دوا میں بحری جانور کا استعمال کرنا

﴿سوال﴾ بقول اطباء حیوان بحری کا کھانے کی دوا میں استعمال جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ استعمال اس کا جائز ہے اور وہ پاک ہے اگر چہ وہ غیر ماہی ہو کہ دیگر ائمہ کے نزدیک وہ جائز ہے اور ضرورۃً احناف کے نزدیک بھی جائز ہے (۱۷۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۷۳): فی التاتارخانية: ويجب أن يعلم بأن اقتناء الكلب لاجل الحرس جائز شرعاً، وكذلك اقتناؤه للاصطياد مباح، وكذلك اقتناؤه لحفظ الزرع والماشية جائز، وفی الواقعات: لاينبغی للرجل أن يتخذ كلباً فی داره الا كلباً يحرس ماله. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الثالث والعشرون فيما يسع من جراحات بنی آدم والحيوانات الخ، ج: ۱۸، ص: ۲۲۳، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۱۷۴): فی الدر المختار: ويباع دود القز أی الابريسم وبيضه أی بزره، وهو بزر الفيلق الذی فيه الدود والنحل المحرز، وهو دود العسل، وهذا عند محمد، وبه قالت الثلاثة، وبه يفتی عيني وابن ملك وخلاصة وغيرها. وجوز أبو الليث بيع العلق، وبه يفتی للحاجة. مجتبی بخلاف غيرهما من الهوام فلايجوز اتفاقاً كحيات وضبّ وما فی بحر كسرطان، الا السمك وما جاز الانتفاع بجلده أو عظمه. والحاصل أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع.

وفی الشامية تحته: قوله: (كحيات) فی الحاوی الزاهدی: يجوز بيع الحيات=

قاضی کو عیدین میں ہاتھی پر سوار کرنا

﴿سوال﴾ قاضی کو ہاتھی پر سوار ہو کر بروز عیدین نماز کو جانا برائے تزک دین متین خصوصاً ریاست مذکور میں جائز ہے یا نہیں مکروہ تحریمی یا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام؟ فقط۔

﴿جواب﴾ قاضی اگر فیل پر سوار ہو کر جاوے درست ہے کہ سواری فیل کی جائز ہے (۱۷۵) مباح امر سے شوکت حاصل کرنا جائز ہے بشرط عدم خلط کسی محذور شرعی کے۔

بیل کو خصی کرنا

﴿سوال﴾ بیل کو بدھیا کرنا یعنی نر سے مادہ کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ بیل کو بدھیا کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہے کہ بدون بدھیا کے کام نہیں دیتا (۱۷۶)۔

خچر پیدا کرنے کا طریقہ استعمال کرنا

﴿سوال﴾ بعض آدمی گھوڑی کو گدھے سے باردار کراتے ہیں اس سے جو بچہ ہوتا ہے اس کو خچر

=اذا كـان يـنتفع بها للأدوية، وما جاز الانتفاع بجلده أو عظمه: أى البحر أو غيرها. (رد الـمحتار على الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ج: ۷، ص: ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۷۵):فى حياة الـحيـوان: يـحرم أكل الفيل....ويصح بيعه، لأنه يحمل عليه، ويقاتل به وعليه. (حياة الحيوان الكبرى، ج: ۳، ص: ۴۴۵، ط، دارالبشائر)

(۱۷۶):فـى مـجمع الأنهر: ويجوز اخصاء البهائم منفعة للناس لأن لحم الخصى أطيـب. (مـجـمع الأنهر فى ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، ج: ۴، ص: ۲۲۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

کہتے ہیں یہ فعل اس طرح پر کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس بچہ کا جو اس طرح پیدا ہوا ہے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ گھوڑی پر گدھے کا ڈلوانا درست ہے اور اس کا فروخت کرنا بھی درست ہے(۱۷۷)۔

گھوڑوں کو خصی کرنا

﴿سوال﴾ گھوڑوں کا آختہ کرنا یعنی بدھیا کرنا بباعث کرنے شوخی کے جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ گھوڑے اور بکرے وغیرہ کو آختہ کرنا درست ہے(۱۷۸)۔

---

(۱۷۷):فی سکب الأنهر: ويجوز....انزاء الحمير على الخيل والأحسن على الفرس لأن الخيل اسم جنس يعم الذكر ومفاده أنه لايصح عكسه، وقد صح ذكره القهستانی. (سكب الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل فی المتفرقات، ج: ۴، ص: ۲۲۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفی الدرالمختار: وجاز....انزاء الحمير على الخيل كعكسه. قهستانی. (الدر المختار مع ردالمحتار،كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، ج: ۹، ص: ۵۵۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۷۸):فی الدرالمختار: وجاز خصاء البهائم حتى الهرة، وأما خصاء الآدمی فحرام، وقيل والفرس.

وفی الشامية تحته: قوله: (قيل والفرس) ذكر شمس الأئمة الحلوانی أنه لابأس به عند أصحابنا. (ردالمحتار على الدرالمختار،كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، ج: ۹، ص: ۵۵۷، ط، دار عالم الكتب رياض)

جوں کو گرم پانی یا دھوپ میں مارنا

﴿سوال﴾ جوں کا مارنا گرم پانی میں یا دھوپ میں جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جوں کا مارنا گرم پانی میں یا دھوپ میں جائز ہے کچھ حرج نہیں ہے (۱۷۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حلال کوا کھانا

﴿سوال﴾ جس زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو بُرا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب؟

﴿جواب﴾ ثواب ہوگا (۱۸۰)۔

---

(۱۷۹):فی التاتارخانية: وقتل القملة يجوز على كل حال، وفی فتاوى أهل سمرقند: احراق القمل والعقرب بالنار مكروه، وطرح حية مباح، ولكن يكره من حيث الأدب. الفيلق الذی يقال له بالفارسية "بيله" يلقی فی الشمس ليموت، الديد أن لايكون به بأس، وفی الخانية: وهو بمنزلة القاء السمک فی الشمس.(الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الثالث والعشرون فيما يسع من جراحات بنی آدم والحيوانات الخ، ج: ۱۸، ص: ۲۲۷، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۱۸۰):فی امداد المفتين: اصل بات یہ ہے کہ یہ کوا جو ہمارے یہاں عام طور پر ہوتا ہے اور جو دانہ وغیرہ بھی کھا جاتا ہے اور بعض نجاسات بھی کھا لیتا ہے اس کا حکم مرغی کا سا ہے یعنی حلال ہے شامی وغیرہ میں اس کی تصریح اور فتاوی رشیدیہ میں جو ثواب لکھا ہے وہ ایک وقتی وجہ سے لکھا گیا ہے یعنی جس جگہ لوگ اس کو حرام سمجھتے ہیں وہاں اس کا کھانا ایک حکم شرعی کی تبلیغ واظہار حق کا حکم رکھے گا اور ظاہر ہے کہ اس میں ثواب ہے باقی کوے کی حلت سو یہ فقط فتاوی رشیدیہ کا لکھا ہوا نہیں بلکہ حنفیہ کی تمام کتابوں شامی، درمختار، بدائع عالمگیری=

بھڑوں کا جلانا

﴿سوال﴾ بھڑوں کا جلانا منع ہے مگر بعض جگہ کہ جہاں بکثرت آدمی آتے جاتے ہیں اور کاٹتی ہیں اور بغیر جلائے کسی تدبیر سے دور نہ ہوں تو ایسے موقع پر جلانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اور تدبیر نہ ہوتو جلانا درست ہے(۱۸۱)۔

=وغیرہ میں موجود ہے۔(امداد المفتین، کتاب الصید والذبائح،ص:۷۷۰،ط،دارالاشاعت کراچی)

فی الھندیة: ومالا مخلب له من الطیر والمستأنس منه کالدجاج والبط والمتوحش کالحمام والفاختة والعصافیر والقبج والکرکی والغراب الذی یأکل الحب والزرع ونحوھا حلال بالاجماع کذا فی البدائع. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراھیة، الباب الثانی فی بیان ما یؤکل من الحیوان ومالایؤکل، ج: ۵، ص: ۲۸۹)

(۱۸۱):فی امداد الفتاوی: (سوال): چارپائی میں کھٹمل دفع ہونے کو اگر چارپائی میں گرم پانی ڈالیں تو کیسا ہے؟

(جواب): فی ردالمحتار: کیفیة القتال من کتاب الجھاد تحت قول الدرالمختار: وحرقھم مانصه لکن جواز التحریق والتغریق مقید کما فی شرح السیر بما اذا لم یتمکنوا من الظفر بھم دون ذلک بلا مشقة عظیمة، فان تمکنوا بدونھا، فلایجوز.

اس سے معلوم ہوا کہ کھٹملوں کے دفع کا اور کوئی آسان طریقہ نہ ہوتب تو گرم گرم پانی ڈالنا اُن پر درست ہے، ورنہ ممنوع ہے۔(امداد الفتاوی جدید مطول حاشیة،ج:۹،ص:۴۰۴،ط،زکریا بکڈپو دیوبند)

ملفوظات

بھاگلپوری کپڑے

﴿۱﴾ بھاگلپوری کپڑے ریشمی ہی ہیں ان کا حکم ریشمی کا ہے مگر موٹا ریشم ہے اور معروف ریشم ریشم کی عمدہ قسم ہے پس اگر تانا بانا دونوں ریشم کے یا بندہ کے ہوں خواہ صرف بانا ریشم کا ہو تو دونوں صورتوں میں نادرست ہے اور اگر دونوں ریشمی نہ ہوں بلکہ صرف تانا ریشمی ہو تو درست ہے جیسا ریشم کا بھی یہی حکم ہے حاصل یہ کہ بندہ ریشم ہے چھال نہیں ہے (۱۸۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ذوق وشوق پیدا ہونے کا وظیفہ اور جس شیٔ کی ماں باپ کی طرف سے صراحت ہو

﴿۲﴾ مجھے کوئی وظیفہ ایسا معلوم نہیں کہ جس سے ذوق وشوق پیدا ہو ہاں دنیا سے بے رغبتی اور اللہ کی طرف توجہ کرنا اس کے لئے مفید ہے جس شیئے کی ماں باپ کی طرف سے بہ صراحت یا بہ دلالت اجازت ہو اس کا لینا مضائقہ نہیں ہے اور بلا مرضی ان کے مال میں تصرف درست نہیں (۱۸۳)۔

---

(۱۸۲):عبداللّٰہ بن زرير أنه سمع علی بن أبی طالب يقول: أن نبی اللّٰه ﷺ أخذ حريراً، فجعله فی يمينه، وأخذه ذهبا، فجعله فی شماله ثم قال: ان هذين حرام علی ذكور امتی. (سنن أبی داؤد، كتاب اللباس، باب فی الحرير للنساء، ص: ۵۷۲، رقم: ۴۰۵۷، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

فی مجمع الأنهر: ويحل للنساء لبس الحرير ولايحل للرجال ولو بحائل بينه وبين بدنه علی المذهب كما فی التنوير لأن النبی عليه الصلاة والسلام نهی عن لبس الحرير، والديباج. (مجمع الأنهر فی ملتقی الأبحر، كتاب الكراهية، فصل فی اللبس، ج: ۴، ص: ۱۹۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۸۳):عن أبی حميد الساعدی، أن رسول اللّٰه ﷺ قال: لايحل لامرئ أن يأخذ مال أخيه بغير حقه، وذلک لما حرم اللّٰه مال المسلم علی المسلم. (مسند الامام=

جوظروف سب زن ومرد کوحرام ہیں ان کا بنانا

﴿۳﴾ ایسے ظروف جن کا استعمال سب زن ومرد کوحرام ہے بنانے نہیں چاہئیں کہ بالآخر سبب معصیت ہوجاتا ہے اور جوانگوٹھی زن ومرد دونوں پہنتے ہیں وہ بیچنا اور بنانا درست ہے اور جو مردوں کو درست ہے یا عورتوں کو درست ہے اس کا بنانا اور بیچنا بھی درست ہے (۱۸۴)۔

سیاہ خضاب مرد کے لئے عورتوں کونماز میں پشت پا اور پشت دست کا ڈھکنا

﴿۴﴾ سیاہ خضاب مرد کو درست نہیں ہے (۱۸۵) کسی وجہ سے بھی اور عورتوں کونماز میں پشت پا کا

=احمد بن حنبل، مسند الأنصار، ص: ۱۷۵۴، رقم: ۲۴۰۰۳، ط، بیت الافکار الدولیة ریاض)

فی الشامیة: لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعریز، ج: ٦، ص: ١٠٦، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۸۴):فی البحر: وکره بیع السلاح من أهل الفتنة لأنه اعانة علی المعصیة قید بالسلاح لأن بیع ما یتخذ منه السلاح کالحدید ونحوه لایکره لأنه لایصیر سلاحاً الا بالصنعة، نظیره بیع المزامیر یکره ولایکره بیع ما یتخذ منه المزامیر وهو القصب والخشب. (البحر الرائق، کتاب السیر، باب البغاة، ج: ۵، ص: ۲۴۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۸۵):عن ابن عباسؓ قال: قال رسول اللهﷺ: یکون قوم یخضبون فی آخر الزمان بالسواد کحواصل لحمام، لایریحون رائحة الجنة. وفی البذل تحت هذا الحدیث: وفی الحدیث تهدید تشدید فی خضاب الشعر بالسواد، وهو مکروه کراهة تحریم.(بذل المجهود فی حل أبی داؤد،کتاب الترجل،باب ماجاء فی خضاب السواد،=

ڈھکنا اور پشت دست کا ڈھکنا فرض نہیں (۱۸۶)۔فقط والسلام۔

فقراء کو غلہ تقسیم کرنا

﴿۵﴾ فقراء کو غلہ تقسیم کرنا درست ہے مگر پابندی رسم ورواج اور نام ونمود کا خیال کرنا گناہ ہے ایسے ہی مقبرہ میں غلہ لے جانا بھی نادرست ہے ہاں تقسیم کردینا البتہ ثواب ہے جب کہ اس میں کوئی شائبہ پابندی رسم ورواج اور نام ونمود کا نہ ہو پس نقد دے دینا بہتر ہے (۱۸۷)۔

=ج: ۱۲، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

في الهندية: اتفق المشايخ رحمهم الله تعالى أن الخضاب في حق الرجال بالحمرة سنة وانه من سيماء المسلمين وعلاماتهم وأما الخضاب بالسواد فعل ذلک من الغزاة ليكون أهيب في عين العدو فهو محمود منه اتفق عليه المشايخ رحمهم الله تعالى ومن فعل ذلک ليزين نفسه للنساء وليحبب نفسه اليهن فذلک مكروه وعليه عامة المشايخ. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العشرون في الزينة واتخاذ الخادم للخدمة، ج: ۵، ص:)

(۱۸۶):في الملتقى الأبحر: وجميع بدن الحرة عورة الا وجهها وكفيها وقدميها في رواية.

وفي مجمع الأنهر تحته: (وقدميها في رواية) أي في رواية الحسن عن الامام، وهي الأصح لأن المرأة مبتلاة بابداء قدميها في مشيها اذ ربما لاتجد الخف، وفي رواية انها عورة وفي الاختيار انها ليست بعورة في الصلاة وعورة خارج الصلاة. (مجمع الأنهر في ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۲۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۸۷):في الشامية: وفي البزازية ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث. وبعد الأسبوع ونقل الطعام الى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراء ة القرآن وجمع=

سارے سر پر بال ہوں اور مرض ہو تو ان کا منڈوانا، مسلمان کا ذبیحہ اگر تحقیق ہو تو اس کا کھانا اور داڑھی کتنی کٹوائے

﴿۶﴾ سارے سر پر بال ہوں اور مرض ہو تو سارے منڈوا ڈالے بعض کا حلق کرنا ناجائز ہے اور کتروانا اگر ایسا ہو کہ پست کرا دیوے تو حلق کے حکم میں نہیں اور جو جڑ سے کتروا دے تو حلق کے حکم میں ہے(۱۸۸) فقط اگر بتحقیق معلوم ہو کہ وہی گوشت ہے کہ مسلمان نے ذبح کیا تھا تو کھانا درست ہے اور جو کافر کے قول سے یہ امر دریافت ہو تو درست نہیں(۱۸۹) پس دونوں مسئلہ کا جواب اس سے حاصل ہو گیا فقط تھوڑی

=الصلحاء والقراء للختم أو القراء ة سورة الأنعام أو الاخلاص.

والحاصل أن أتخاذ الطعام عند قراء ة القرآن لأجل الأكل يكره. وفيها من كتاب الاستحسان: وان اتخذ طعاماً للفقراء كان حسنا اهـ. وأطال فی ذلک فی المعراج. وقال: وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لأنهم لايريدون بها وجه اللّٰه تعالىٰ اهـ. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة، الجنازة، مطلب فی كراهة الضيافة من أهل الميت، ج: ۳، ص: ۱۴۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۸۸):عن ابن عمرؓ : أن النبیﷺ رأى صبياً قد حلق بعض رأسه وترک بعضه، فنهاهم عن ذٰلک فقال: احلقوه كله أو اتركوه كله. (كتاب الترجل، باب فی الصبی له ذؤابة، ص: ۵۸۹، ط، دار السلام رياض)

فی الشامية: ويكره القزع وهو أن يحلق البعض ويترک البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، ج: ۹، ص: ۵۸۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۸۹):فی الهندية: خبر الواحد يقبل فی الديانات كالحل والحرمة والطهارة=

کے نیچے سے اعتبار ہووے گا اور ہر چار طرف سے بھی چار انگشت سے کم کو نہ کاٹے فقط دلیل اس کی اعفوا اللحیٰ. (ترجمہ) بڑھاؤ داڑیوں کوالخ۔ پس زائد چار انگشت کو لینا بھی درست جو ہوا دوسری روایت سے ہو اور نہ اس میں مطلقاً اعفاء کا حکم ہے فقط اور مجوس کی اور مخنثوں کی مخالفت بھی ضروری ہے (۱۹۰)۔فقط والسلام۔

حرام مال سے بنے ہوئے مکان میں رہنا۔اور کافر کا غائبانہ گوشت جو بچے اس کا لینا۔

﴿۷﴾ پیر جیو محمد بخش صاحب کو بیعت میں قبول کرتا ہوں مگر مناسب ہو تو تم توبہ کرا دینا اور شغل نفی اثبات چندے کرا کر جب اثر جہر آ جاوے پاس انفاس تلقین کرا دینا اور دیگر اور وصبح شام کے بتلا دینا جیسا احادیث میں آیا ہے اور آپ کو مولوی صاحب مرحوم نے بتایا ہوگا فقط جو مکان حرام مال سے بنا اس میں رہنا

=والنجاسة اذا كان مسلما عدلا ذكرا أو أنثى حرا أو عبدا محدودا أو لا ولايشترط لفظ الشهادة والعدد كذا فى الوجيز للكردى وهكذا فى محيط السرخسى والهداية. ولايقبل قول الكافر فى الديانات. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الأول فى العمل بخبرالواحد، ج: ۵، ص: ۳۰۸)

(۱۹۰):عن ابن عمرؓ، عن النبیﷺ قال: أحفوا الشوارب واعفوا اللحى. وفى الفتح تحت هذا الحديث: وقال عياض: يكره حلق اللحية وقصها وتحذيقها، وأما الأخذ من طولها وعرضها اذا عظمت فحسن....وفى الدرالمختار: لابأس بأخذ أطراف اللحية، والسنة فيها القبضة.

قال ابن عابدين: وهو أن يقبض الرجل لحيته، فما زاد منها على قبضة قطعه، كذا ذكره محمد فى كتاب الآثار عن الامام، قال: وبه نأخذ. (موسوعة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، ج: ۲، ص: ۵۰۷، ط، دار احياء التراث العربى بيروت لبنان)

مکروہ ہے(۱۹۱) اگر چہ تبعاً ہومگر جو کچھ مقرر نہ ہونا چاری ہے کافر جو غائبانہ گوشت بیع کرتا ہے اس سے نہ لینا چاہئے مردار ملا دیوے(۱۹۲)۔فقط والسلام۔

---

(۱۹۱):فی الدرالمختار: الحرام ینتقل..... وفی حظر الأشباہ: الحرمة تتعدد مع العلم.

وفی الشامية تحته: قوله: الحرمة تتعدد الخ نقل الحموی عن سیدی عبدالوهاب الشعرانی أنه قال فی کتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لایتعدی ذمتین. سألت عنه الشهاب ابن الشلبی فقال: هو محمول علی ما اذا لم یعلم بذلک، أما لو رأی المکاس مثلاً یأخذ من أحد شیئاً من المکس ثم یعطیه آخر ثم یأخذ من ذلک الآخر فهو حرام اهـ. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد، ج: ۷، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۹۲): اخرج الدارمی فی سننه عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشیر یقول: سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: الحلال بیّن والحرام بیّن، وبینهما مشتابهات، لایعلمها کثیر من الناس، فمن اتقی الشبهات استبرأ لعرضه ودینه، ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام. الخ. وفی فتح المنان تحت هٰذا الحدیث: قوله (ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام): یرید أنه اذا اعتادها واستمر علیها أدته الی الوقوع فی الحرام بأن یتجاسر علیه فیواقعه، یقول: فلیتق الشبهة لیسلم من الوقوع فی المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، کتاب البیوع، باب فی الحلال بیّن والحرام بیّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المکتبة المکية مکة المکرمة، ودار البشائر الاسلامية بیروت لبنان)

عورتوں کو ہر قسم کی چوڑیاں پہننا اور عدت میں عورتوں کو زینت کا ترک کرنا اور جس کی آمدنی نو روپیہ حلال ہو دس روپیہ حرام یا برعکس یا مساوی اس کا ہدیہ یا ضیافت کرنا

﴿۸﴾عورتوں کو چوڑیاں ہر قسم کی پہننا درست ہے خواہ کنچ کی ہوں خواہ سونے چاندی لوہے تانبے پیتل کی ہوں (۱۹۳) جو شئے زینت کی ہے خواہ لباس ہو یا زیور وہ عورتوں کو حالت عدت میں نادرست ہے(۱۹۴)اس لئے بوقت عدت چوڑیاں وغیرہ چھوڑ دی جاتی ہیں بعد عدت اگر کوئی عورت پہنے مضائقہ نہیں جس کی آمدنی نو روپیہ حلال ہو دس روپیہ حرام خواہ برعکس یا دونوں مساوی ہوں اس کا ہدیہ وغیرہ دعوت ضیافت سب نادرست ہے(۱۹۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۹۳):فی المجموع: یجوز للنساء لبس أنواع الحلی کلها من الذهب والفضة والخاتم والحلقة والسوار والخلخال والطوق والعقد والتعاويذ والقلائد وغيرها.
(المجموع شرح المهذب، ج: ۴، ص: ۴۴۳)
(اعلاء السنن، كتاب الحظر والاباحة، باب حرمة الذهب على الرجال وحله للنساء، ج: ۱۷، ص: ۲۸۹، ط، ادارة القرآن العلوم الاسلامية كراتشى)

(۱۹۴):فی الكنز: تحد معتدة البت والموت بترك الزينة والطيب والكحل والدهن. (كنز الدقائق، كتاب الطلاق، فصل فى الاحداد، ص: ۱۴۷، ط، مكتبه حقانيه)

(۱۹۵):فی التاتارخانية: وفی عيون المسائل: رجل اهدىٰ الى انسان أو اضافه، ان كان غالب ماله من حرام، لاينبغى أن يقبل ويأكل من طعامه مالم يخبر أن ذلك المال حلال استقرضه أو ورثه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر فى الهدايا والضيافات، ج: ۱۸، ص: ۱۷۵، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

لوہے اور پیتل کی انگوٹھی مرد وعورت دونوں کے لئے

﴿۹﴾ لوہے اور پیتل کی انگوٹھی میں مرد وعورت یکساں ہیں اور کراہت ان کے پہننے کی تنزیہی ہے نہ تحریمی (۱۹۶) کہ مسئلہ مجتہد فیہا ہے اور شافعی صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مردوں کو بھی درست ہے۔فقط۔

پیر نامحرم اور عورت بہت بڑھیا نہ ہو تو اس کو پیر کے سامنے آنا ہاتھ سے مس کرنا

﴿۱۰﴾ اگر پیر نامحرم اور عورت بہت بڑھیا نہ ہو تو اس کو پیر کے سامنے آنا اور اس کے ہاتھ سے ہاتھ مس کرنا اور کسی جزو بدن کو ہاتھ لگانا ہرگز درست نہیں ہے البتہ زبان سے بیعت ہو جانا اور پس پردہ اور اشخاص کی موجودگی میں زبانی بات چیت کر لینا درست ہے خلوت اجنبیہ کیساتھ حرام ہے(۱۹۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۹۶):فی الهندية: ويكره للرجال التختم بما سوى الفضة كذا فى الينابيع. والتختم بالذهب حرام فى الصحيح كذا فى الوجيز للكردرى. وفى الجحندى التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء جميعا. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر فى استعمال الذهب والفضه، ج: ۵، ص: ۳۳۵)

(۱۹۷):عن أميمة بنت رقيقة، أنها قالت: أتيت رسول اللهﷺ فى نسوة بايعنه على الاسلام.....فقال: رسول اللهﷺ: انى لاأصافح النساء. انما قولى لمئة أمرأة كقولى لأمراة واحدة، أو مثل قولى لامرأة واحدة. (المسند الجامع، مسند أميمة بن رقيقةؓ، ج: ۱۹، ص: ۹۰، رقم: ۱۵۸۳۶، ط، دار الجيل بيروت لبنان)

عن ابن عباس عن النبىﷺ قال: لايخلون رجل بامرأة الا مع ذى محرم. فقال رجل فقال: يارسول الله، امرأتى خرجت حاجة واكتتبت فى غزوة كذا وكذا. قال: ارجع فحج مع امراتك. (صحيح البخارى، كتاب النكاح، باب لايخلون رجل بامرأة الا ذو=

ہمزاد سے بات کرنا

﴿۱۱﴾ اگر ہمزاد سے اس طرح کہنا مفید ہوتا ہے تو شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

قہقہہ اور ضحک کا فرق

﴿۱۲﴾ جس ہنسی میں آواز نہیں نکلے اگر چہ بدن کا لرزہ اچھی طرح محسوس ہوا ہو وہ قہقہہ نہیں ہے نہ ضحک ہے (۱۹۸)۔

ناخن کاٹے کہ کٹوائے۔ چوہڑے چمار کے گھر کی روٹی

﴿۱۳﴾ ناخن آپ کاٹے یا دوسرے سے کٹوالے دونوں حالت سنت ادا ہوگی۔ چوہڑے چمار کے گھر کی روٹی میں حرج نہیں ہے اگر پاک ہو (۱۹۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=محرم، والدخول على المغيبة، ص: ۱۱۳۵، رقم: ۵۲۳۳، ط، دار السلام رياض)

فی مجمع الأنهر: وفی المنتقى: تمنع الشابة عن كشف وجهها لئلا يؤدى الى الفتنة وفی زماننا المنع واجب، بل فرض لغلبة الفساد، وعن عائشة رضى الله عنها جميع بدن الحرة الا احدى عينيها فحسب لاندفاع الضرورة. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۲۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۹۸):فی الشامية: وعن التبسم وهو مالا صوت فيه أصلاً بل تبدو أسنانه فقط.....ومقتضى تعريف الضحک بما كان مسموعاً له فقط أن القهقهة ما يسمعها غيره من أهل مجلسه فهم جيرانه. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۲۷۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۹۹):فی المحيط: وفی النوازل: اذا وقت يوم الجمعة لقلم الأظفار..... فهو مستحب، لأن عائشة رضى الله تعالى عنها روت عن رسول الله ﷺ أنه قال: من قلم=

خچر بنانا۔خصی کرانا۔

﴿۱۴﴾ خچر بنانا حنفیہ کے نزدیک بکراہت تنزیہہ درست ہے تجارت کرے خواہ خود رکھے کذا فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم۔خصی کرنا سب بہائم کا نفع کے واسطے یا دفع ضرر کے واسطے درست ہے سوائے آدمی کے کہ حرام ہے اور گھوڑے میں خلاف ہے راجح یہ ہے کہ دفع ضرر ناس کے واسطے جائز ہے ورنہ ناجائز کذا فی کتب الفقہ (۲۰۰)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

=أظفاره، يوم الجمعة أعاذه الله من البلايا الى يوم الجمعة الأخرى وزيادة ثلاثة أيام. (المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل العشرون فى الختان والخضاب وقلم الأظافيرالخ، ج: ٨، ص: ٨٧، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

وفى التاتارخانية: ولابأس بطعام اليهودى والنصارى من أهل الحرب أو من غير أهل الحرب، وكذا يستوى الجواب بين أن يكون اليهود والنصارى من بنى اسرائيل أو، غير النصارى من العرب. ولابأس بطعام المجوسى كلها الا الذبيحة فان ذبيحتهم حرام. (الفتاوى التاتارخانية، الفصل السادس عشر فى أهل الذمة والأحكام، ج: ١٨، ص: ١٦٦، ط، مكتبه زكرياديوبند)

(٢٠٠):فى سكب الأنهر: ويجوز....انزاء الحمير على الخيل والأحسن على الفرس لأن الخيل اسم جنس يعم الذكر ومفاده أنه لايصح عكسه، وقد صح ذكره القهستانى. (سكب الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، ج: ۴، ص: ۲۲۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى الدرالمختار: وجاز....انزاء الحمير على الخيل كعكسه. قهستانى. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، ج: ٩، ص: ٥٥٨، ط، دار عالم الكتب رياض) =

جس گھڑی کا چاندی سونے کا کیس ہو یا چاندی سونا اس پر غالب ہو اس کا استعمال

﴿۱۵﴾ جس گھڑی کا کیس چاندی کا ہو یا سونے کا ہو یا چاندی سونا اس میں غالب ہو اس گھڑی کا استعمال چلانا کو کنا اس میں ساعت کا دیکھنا منع ہے اگر ہاتھ نہ لگا دے جیسے آئینہ چاندی سے منہ دیکھنا چاندی کی دوات میں سے قلم سے سیاہی لے کر لکھنا اور جو جیب میں رکھے اور پھر چلاوے نہیں کچھ حرج نہیں جیسا روپیہ جیب میں رکھنا درست ہے فقط ان دو نظیر سے آپ کو معلوم ہو جاوے گا کہ ظرف ساعت سے مراد اس کے کیس ہیں اور جو گھڑی کے اوپر کا خانہ چاندی کا ہو اس کا بھی یہ حکم ہے (۲۰۱)۔ فقط والسلام۔

= في الدر المختار: وجاز خصاء البهائم حتى الهرة، وأما خصاء الآدمى فحرام، وقيل والفرس.

وفي الشامية تحته: قوله: (قيل والفرس) ذكر شمس الأئمة الحلوانى أنه لابأس به عند أصحابنا. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، ج: ۹، ص: ۵۵۷، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲۰۱): في الهندية: يكره النظر فى المرآة المتخذه من الذهب أو الفضة ويكره أن يكتب بالقلم المتخذ من الذهب أو الفضة أو من دواة كذلك ويستوى فيه الذكر والأنثى كذا فى السراجية. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر فى استعمال الذهب والفضة، ج: ۵، ص: ۳۳۴)

(وكذا فى الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الحادى عشر فى استعمال الذهب والفضة، ج: ۱۸، ص: ۱۲۳، ط، مكتبة زكريا ديوبند)

کتاب وراثت کے مسائل

پوتوں کا حصہ

﴿سوال﴾ ایک عورت فوت ہوئی ایک بھتیجا یعنی بھائی کا بیٹا اور چار پوتے اس نے چھوڑے ترکہ کس کو پہنچے گا۔

﴿جواب﴾ سب ترکہ چاروں پوتوں کو ملے گا اور برادر زادہ کو کچھ بھی نہیں ملے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

وصیت کے مسائل

﴿سوال﴾ پہلے ایک امر ضروری لکھنا ضرور ہے بعد اس کے جواب دفعات مسائل کا دیا جاوے گا اگرچہ سوال میں اور بھی امور قابل استفسار ہیں مگر چونکہ سائل نے اسی قدر کو دریافت کیا ہے لہٰذا طویل مناسب نہیں زید نے وقت موت عمرو اپنے پسر کلاں کو وصی ترکہ اور اپنی اولاد صغار و دیگر ورثہ پر بنایا ہے چنانچہ عبارت سوال سے ظاہر ہے کہ تربیت اولاد کی اور خدمت گزاری ازواج کی اور محافظت اموال کی سپرد عمرو کے کی ہے۔ **انت وصی او سلمت الیک الا ولا وبعد موتی او تعهد اولادی بعد موتی او ماجری مجری هذه الالفاظ یکون وصیاً(۲) انتهٰی.** ردمحتار عقارات کے باب میں اگرچہ کچھ نہیں کہا مگر جب

---

(۱):فی السراجی: أما العصبة بنفسه: فکل ذکر لاتدخل فی نسبته الی المیت أنثی، وهم أربعة أصناف: جزء المیت، وأصله، وجزء أبیه، وجزء جده، الأقرب فالأقرب، یرجحون بقرب الدرجة، أعنی أولاهم بالمیراث جزء المیت أی البنون ثم بنوهم وان سلفوا. (السراجی فی المیراث، باب العصبات، ص: ۳۶، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

(۲):(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الوصایا، باب الوصی وهو الموصی الیه، ج: ۱۰، ص: ۴۰۹، ط، دار عالم الکتب ریاض)

ایک امر کا وصی بنایا تو سب امور کا وصی ہو جاتا ہے۔ **ولو جعل رجلاً وصیا فی نوع صار وصیا فی الانواع کلھا** (۳) انتھیٰ. ردمحتار پس عمرو وصی اپنے پدر کا مکانات وجاگیر میں اور اموال منقولہ میں اور اولاد ودیگر ورثہ کے باب میں ہو گیا سو اب تصرف عمرو کا سب امور میں اپنے حصہ میں مالکانہ ہوگا اور حصص دیگر ورثہ زید میں وصی ہونے کی وجہ سے چنانچہ ظاہر ہے پس بعد اس کے جواب دفعات مسائل کا یہ ہے۔

(دفعہ نمبر۱) جو اراضیات عمرو نے اپنے تعویذ گنڈہ اور مریدین سے اور غیر مریدین سے اور فروخت زیورات اہلیہ اپنے سے خریدیں یا رہن کرائی ہیں اور جو اس کو بطریق ہبہ مرید یا غیر مرید سے اور جو مویشی اور پارچہ وغیرہ بطور شراء یا ہبہ اس کو پیدا ہوئی ہیں باقی ورثہ بھی اس میں شریک ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو کچھ عمرو کو خاص اس کے مریدین نے دیا یا اس نے اپنے زیور یا مال خاص سے خرید کیا یا مریدان پدر نے بالخصوص عمرو کو ہی دیا عقارات یا روپیہ یا دواب یا کوئی شئے وہ سب خاص ملک عمرو کی ہے اس میں کسی وارث زید کا کچھ دخل نہیں **من اعطی شیئا فھو لہ** پس وہ خاص ملک عمرو کی ہے (۴)۔

(دفعہ نمبر۲) حویلی پختہ کلاں دوبارہ تعمیر شدہ جس طرح زید نے ہر ایک وارث کو دی ہوئی تھی چنانچہ والدہ خالد نے کہا کہ ہمارا حصہ تعمیر نہ کراؤ اسی طرح پر رہنے دو۔ آیا یہ اسی طرح پر منقسم رہے گی یا اور دوسری تقسیم جاری ہوگی؟

﴿جواب﴾ حویلی پختہ جس کو زید نے تعمیر کیا تھا اور سب ورثہ اس میں رہتے تھے وہ بظاہر ملک سب ورثہ میں ہے اور میراث میں داخل ہے کیونکہ مسکن زید کے ذمہ پر ازواج اور اولاد صغار کا واجب تھا جس

---

(۳): (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الوصایا، باب الوصی وھو الموصی الیہ، ج: ۱۰، ص: ۴۰۹، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۴): فی الدرالمختار: ورکنھا: وھو الایجاب والقبول...وحکمھا: ثبوت الملک للموھوب لہ. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الھبۃ، ج: ۸، ص: ۴۹۰، ط، دار عالم الکتب ریاض)

مکان میں جس کو چاہا رکھا اس سکنیٰ سے ہبہ ثابت نہیں ہوسکتا جب تک الفاظ ہبہ کے ثابت نہ ہوویں یا قرائن دالہ پر ہبہ ثابت نہ ہوں معہذا مشاع کا ہبہ موجب ملک نہیں ہوتا سو حویلی مذکور بہ سبب مشاع ہونے کے اس کے درجات مشترکہ ملک موہوب لہم کے نہیں ہوسکتی۔ **شرائط صحتها في الموهوب ان يكون مقبوضا غير مشاع مميزا غير مشغول وركنها الايجاب والقبول (۵)** انتھٰی. درمختار اور عبارت سوال سے کوئی صورت ہبہ حویلی کی ثابت نہیں ہوتی لہٰذا میراث کی طرح منجملہ میراث تقسیم ہووے گی اور والدہ خالد کا یہ کہنا کہ ہمارا حصہ تعمیر مت کرو مفید تقسیم اور ہبہ کا نہیں ہوسکتا فرض کرو کہ وہ اپنے ذہن میں ملک ہی جان رہی تھی مگر شرعاً اس کی ملک جب ہووے گی ثبوت ہبہ غیر مشاع مفرغ کا ہوجاوے لہٰذا میراث ہی رہے گی باقی تعمیر کرنا عمرو وصی کا سو اگر عمرو نے ترکہ کی آمدنی سے تعمیر کیا ہے تو کچھ کلام ہی نہیں اور جو اپنے مال خاص سے تعمیر کیا ہے تو رجوع ورثہ پر کرے گا اگر نیت رجوع ورثہ کی تھی۔ **انفق الوصی من مال نفسه علی الصبی وللصبی مال غائب فهو متطوع فی الانفاق استحسانا الا ان یشهد انه یرجع علیه لان قول الوصی لایقبل فی الرجوع فیشهد لذلک وفی العنایة ویکفیه النیة فیما بینه وبین الله تعالٰی (۶)** انتھٰی. اشھاد کی ضرورت قضاء ہے مفتی کو یہی کافی ہے کہ نیت رجوع ہووے تو صورت سوال سے بھی نیت رجوع حصہ ورثہ میں معلوم ہوتی ہیں لہٰذا رجوع عمرو کا تعمیر کے خرچ میں ورثہ پر درست ہوگا اور مکان میراث کی طرح تقسیم ہوگا۔

(دفعہ نمبر۳) حویلی خورد متصل حویلی کلاں اور دیگر مکانات جو عمرو نے زمین مشترکہ میں تیار کرائے ہیں ان کی تقسیم کس طرح کی جاوے گی۔

---

(۵):(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الھبة، ج: ۸، ص: ۴۸۹،۴۹۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۶):(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الوصایا، فصل فی شھادة الأوصیاء، ج: ۱۰، ص: ۴۳۲، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾ علی ہذا حویلی خورد عمرو نے زمین مشترکہ میں بنائی وہ سب ورثہ کی ہے میراث اس میں جاری ہووے گی اور جواب زیر تعمیر کا اوپر کی دفعہ سے واضح ہوا کہ اگر ترکہ سے دیا ہے تو کچھ رجوع نہیں اور جو عمرو کا مال خالص خرچ ہوا بشرط نیت رجوع کی رجوع ورثہ پر حصص ورثہ میں کرے گا۔

(دفعہ نمبر ۴) خدمت مریدین اولاد پیر کو جو سجادہ نشین ہو یا غیر اس کا یا آمدنی تعویذ گنڈہ یا دیگر اشخاص جس کی کریں اسی کی ہوتی ہے یا دوسری اولاد کو بھی اس میں اشتراک ہے؟

﴿جواب﴾ مریدان پیر جو خدمت سجادہ نشینی کی کرتے ہیں اس میں نیت خدمت کرنے والوں کی دیکھنی چاہئے کہ کیا ہے اگر سب ورثہ کی نیت ہے تو سب ورثہ بحصہ برابر مالک ہوویںگے میراث کے سہام اس میں نہ ہوویں گے۔ کیونکہ یہ میراث نہیں بلکہ ہبہ مشترکہ ہے اور جو فقط سجادہ نشین کو خاص کر دیا ہے تو وہ ہی مالک ہے اگر نیت کی تحقیق نہیں ہو سکتی تو عرف کا اعتبار رہووے گا۔ **وضعوا هدايا الختان بين يدى الصبى فما يصلح للصبى كالثياب فالهدية له والا فان كان المهدى عن اقرباء الاب او معارفه فللاب او من معارف الام فللام قال هذا للصبى اولا ولو قال اهديت للاب او للام فالقول له(۷).** انتہی. درمختار اس سے صاف معلوم ہوا کہ اول اعتبار نیت کا جو معلوم ہو جاوے گا ورنہ عرف وقرینہ ظاہر پر مدار ہے سو مریدین پر اولاد پیر کی بظاہر سب کی ہی خدمت چاہئے مگر چونکہ سجادہ نشین وصی اور سب کا کارگزار ہے اس کو ہی دیتے ہیں۔

(دفعہ نمبر ۵) خدمت مریدین اولاد پیر کو یا آمدنی تعویذ گنڈہ اور دیگر اشخاص جو خدمت سجادہ نشین کی کرتے ہیں شرع شریف اس کو کیا مقرر کرتی ہے؟

﴿جواب﴾ خدمت مریدین اولاد پیر کو شرع ہبہ کا حکم دیتی ہے اور اجرت تعویذ گنڈہ کی اجرت کے حکم میں ہے پس اجرت خاص اس شخص کو ہووے گی جو تعویذ لکھتا ہے اور نذرانہ کی شرح اوپر کے سوال سے

---

(۷): (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الهبة، ج: ۸، ص: ۵۰۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

واضح ہوئی کہ نیت دینے والوں کی دیکھو ورنہ عرف پر رہے گا اور عرف میں سب اولاد پیر کی خدمت کرنا منظور ہوتا ہے اگرچہ پیش کش سجادہ نشین کے کیا جاتا ہے اور جو اس ملک کا دوسرا عرف ہو تو ویسا حکم ہووے گا المعروف کالمشروط قاعدہ مقرر شرع کا ہے (۸)۔

(**دفعہ نمبر ٦**) جو کچھ جائداد مثل زیورات اور پارچات اور برتن مسی اور مال مویشی جس وارث کے پاس بطور قبضہ حین حیات زید میں تھا اسی کا ہوگا جس کا مقبوضہ تھا یا تقسیم ہونا چاہئے؟

﴿**جواب**﴾ جو کچھ زیور پارچہ وغیرہ اشیاء منقولہ کسی وارث کے پاس زید کی وقت کی مقبوض ہے وہ اس قابض کی ہی مملوکہ ہووے گی کیونکہ ایسی اشیاء عرف میں ملک کر کے دیتے ہیں نہ عاریت معہذا الفاظ زید کی بھی دلیل صریح ملک پر ہیں چنانچہ سوال مذکور میں ہے کہ زید نے کہا کہ ہر ایک وارث کا حصہ ادا کر کے راضی کیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زید نے یہ اشیاء بطور ملک ہی دیا تھا۔ **اتخذ لولده ثيابا اراد دفعها لغيره ليس له ذلك مالم يلق وقت اتخاذ انها عارية درمختار وفى رد المحتار راى لولده الصغير واما الكبير فلابد من التسليم (۹)**. پس بعد قبض کبیر کے اور نیت صغیر کے وہ اشیاء ملک موہوب لہ کی ہوگئی اب اس میں میراث نہیں ہوسکتی اور نہ میراث میں محسوب ہوسکے اگرچہ زید کی یہ مراد ہو کہ ہر ایک کا حصہ دیدیا ہے باقی سب عمرو کا ہووے گا کیونکہ ترکہ مال باقی کو کہتے ہیں **كما قال التركة ما تركه الميت من الاموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الاموال (۱۰)** اور ترکہ میں اضطراراً حصص

---

(۸):(ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الهبة، ج: ۸، ص: ۵۰۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۹):(ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الهبة، ج: ۸، ص: ۵۰۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۰):(ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الفرائض، ج: ۱۰، ص: ۴۹۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

سب ورثہ کے جاری ہوویں گے تخصیص کسی کی لغو ہے غیر معتبر شرعاً پس جو منقول متاع کسی وارث کی مقبوض ہے وہ خاص اس کی ہی ہے اس میں میراث کا کچھ دخل نہیں۔

(دفعہ نمبر ۷) کتب خانہ جو کچھ عمرو کا انتقال زید کے خرید کیا ہوا ہے اور کچھ زید کے وقت کا ہے اور خراس جو واسطے آٹا پیسنے مسافر خانہ اور خانگی کے زید کے وقت سے ہے اور حمام کہ وہ بھی زید کیوقت کا ہے تقسیم ہونا چاہئے یا نہیں اگر ہو تو کتابیں جو عمرو نے اور بعد انتقال زید کے خرید کری ہیں تقسیم سے علاوہ ہوں گی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ خراس اور حمام اور کتب متروکہ زید منجملہ میراث ہیں تقسیم ہوویں گی **التـرکة مـا تـرکـه المیت الخ** (۱۱) پس یہ بھی داخل ترکہ ہوویں گی اور جو کتب عمرو نے اپنے خاص مال سے خرید کیں وہ خالص ملک عمرو کی ہیں اور جو مال ترکہ سے خریدیں وہ داخل ترکہ ہوویں گی کما ھو ظاہر۔

(دفعہ نمبر ۸) جو باغ اور اشجار مثمرہ و غیر مثمرہ نصب کردہ عمرو زمین مشترکہ میں ہیں ان کی تقسیم کس طرح ہونی چاہئے۔؟

﴿جواب﴾ اشجار نصب کردہ عمرو زمین مشترکہ میں بھی مشترک سب ورثہ کے ہیں کیونکہ عمرو نے اپنے حصہ میں مالک ہو کر تصرف کیا اور دیگر ورثہ کے حصص میں وصی ہو کر اور تصرف نافع وصی کا سب کی طرف سے ہوتا ہے جیسا حویلی کے جواب میں گزرا ہاں خرچ کا اگر اپنے مال سے کیا ہے تو رجوع کر سکتا ہے بشرط نیت رجوع کے چنانچہ اوپر واضح لکھا گیا پس بطور میراث تقسیم ہوویں گے۔

(دفعہ نمبر ۹) معافیات جو منجانب سرکار معاف ہیں واسطے مصارف فقراء کے متعلق مکان کے رہنی چاہئے یا تقسیم ہونی چاہئے؟

﴿جواب﴾ جو معافی صرف فقراء کے واسطے بنام مکان وقف ہے اس میں میراث جاری نہ

---

(۱۱): (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الفرائض، ج: ۱۰، ص: ۴۹۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

ہووےگی۔**فاذا تم ولزم الوقف لایملک ولایملک ولایرھن ولایقسم انتھٰی درمختار(۱۲)**.

(دفعہ نمبر۱۰) جوزمین زید کو ہبہ ہوئی اور کاغذات اس کے عمرو نے مرتب کرادیئے ہیں اور بعض جگہ قبضہ بھی اسی نے کیا اس کی کس طرح تقسیم ہونی چاہئے؟

﴿جواب﴾ جوزمین زید کو ہبہ ہوئی اور کاغذات اس کے عمرو نے مرتب کرادیئے زید کی حیات میں کاغذ مرتب نہ ہوئے تھے اور جوزمین کہ قبض زید بھی نہیں ہوا تھا عمرو نے ہی قبضہ لیا یہ سب اراضی میراث میں داخل ہوکر تقسیم ہوویں گی اس واسطے کہ تمامی ہبہ کی ایجاب قبول اور قبض تام پر ہے تحریر وثیقہ پر کچھ موقوف نہیں وثیقہ یادداشت اور انکار کے رفع کردینے کیوواسطے ہوتا ہے اور بس **قال فی الدرالمختار وتصح الھبة بایجاب وقبول وقبض انتھٰی ملخصاً(۱۳)**. پس اول قسم میں تو عمرو نے وثیقہ ہی بنوایا ہے اور وصی کا یہ کام ہی ہے کہ تعاہد ترکہ میت کی کرے کما مر اور قبض کرنے کی قسم میں اس واسطے کہ جو شئے زید کو ہبہ ہوئی تھی اور بدون قبض زید کے ہبہ ناتمام رہا تھا تو اب ظاہراً واہب نے اس کی نیت سے ہبہ کیا ہے کہ عمرو جانشین زید کا ہے گویا ورثہ زید کو ہبہ کیا خصوصاً عمرو کو ہبہ نہیں ہوا جیسا اوپر مذکور ہو چکا مگر ہاں اگر صراحۃً واہب نے یہ ہبہ خاص عمرو کو کیا ہو تو اس وقت بشرط ثبوت اس امر کی ملک خاص عمرو کا قرار دیا جائیگا ورنہ عمرو نائب زید کا ہے جو اس کو واہب نے قبض کرایا یہ سابق کی نیت سے ہی قبض کرایا چنانچہ معروف ہے اگرچہ شرعاً یہ سابق ناتمام ہوکر لغو ہو گیا تھا اور یہ سب حالات معافی وقف اور معافی بنام زید اور ہبات کے کاغذات سے دریافت ہوسکتے ہیں۔

(دفعہ نمبر۱۱) برتن دیوان خانہ مسافرین کے تقسیم ہوں یا نہیں؟

---

(۱۲):(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوقف، ج: ٦، ص: ۵۳۹، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۳):(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الھبة، ج: ۸، ص: ۴۹۰، ط، دار عالم الکتب ریاض)

﴿جواب﴾ ظروف دیوان خانہ جو مسافرین کے کام میں آتے تھے ان کی تقسیم ہوگی۔

(دفعہ نمبر۱۲) حویلی خام جو زید نے مسافروں اور درویشوں کے لئے بنا کرائی تھی تقسیم ہونی چاہیے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ خام حویلی جس میں مسافر قیام کرتے تھے وہ سب ملک زید کی تھی اب ان کی تقسیم کی جاویگی فقط کسی کے استعمال کیواسطے بنانے سے وقف نہیں ہوسکتا لہٰذا ترکہ میں داخل و تقسیم ہوگا **رکن الوقف الالفاظ الخاصة کارضی هذه صدقة موقوفة موبدة علی المساکین ونحوه من الالفاظ انتهٰی. درمختار (۱۴).**

(دفعہ نمبر۱۳) جو چیز اولاد عمرو کو ہبہ ہوئی یا اس نے خرید کری ہو اس سے عمرو کو یا دیگر ورثاء اولاد زید کو حیات ان کی میں تعلق ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو شئے اولاد عمرو کو خصوصاً ہبہ ہوئی یا انہوں نے خریدی اس میں کسی وارث زید کا علاقہ نہیں ہوسکتا کما مر۔

(دفعہ نمبر۱۴) حسب اقرار ورثہ وقت چہلم کہ نہ ہم حصہ لیتے ہیں نہ قرضہ دیتے ہیں ان کو اس جائداد سے لادعویٰ ہے یا نہیں اگر دعویٰ کے مستحق ہیں تو مبلغات ادا کردہ عمرو بابت قرضہ ان کو دینے ہونگے یا نہیں؟ اور قول عمرو کا کہ کل کو اگر میں تنگدست ہوگیا اور تم مالدار ہوگئے تو پھر یہ نہیں ہوسکتا کہ تم قرضہ کا روپیہ دو اور خواستگار حصہ کے ہو عدم تحقیق استحقاق دعویٰ ان کی میں مؤثر ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ورثہ کا وقت چہلم کے یہ کہنا کہ نہ ہم حصہ لیویں اور نہ قرضہ دیویں لغو ہے کچھ معتبر نہیں قرضہ دیویں گے اور حصہ لیویں گے۔ کیونکہ یہ انکار اپنے حصہ لینے سے ہے نہ ابراء اور انکار سے ابراء لازم نہیں

---

(۱۴): **(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوقف، ج: ٦، ص: ۵۲۲، ۵۲۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)**

آتا اور اگر ابراء تصور کیا جاوے تاہم باطل ہے **لان الابراء عن الاعیان باطل هدایة** (۱۵). پس اس انکار سے حصہ ساقط نہ ہووے گا اور حصہ قرض مورث کا دینا واجب ہووے گا علی ہذا عمرو کا قول موجب عدم استحقاق کا نہیں ہوسکتا حصہ لیوں گے اور قرض اپنے حصہ کا دیویں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

بیوی بھائی لڑکی کے حصے

﴿سوال﴾ ہمارے دادا صاحب کے پاس کچھ جائداد مکان اور دوکان تھی اور ان کے امیر علی فرزند علی امداد علی تین لڑکے ہیں اور امداد علی کے ایک لڑکی تھی وہ فرزند علی کے لڑکے سے منسوب تھی اس لڑکی کا انتقال ہوگیا صرف امداد علی کی زوجہ حیات ہیں اور امیر علی کا ایک لڑکا وہ زندہ ہے اور امیر علی اور امداد علی کا انتقال ہوگیا اور فرزند علی زندہ سلامت ہیں اب امیر علی کے لڑکے کو کس قدر حصہ پہنچتا ہے اور امداد علی مرحوم کی زوجہ کو کس قدر پہنچتا ہے اگر مہر معاف کردیا ہو تو کس قدر اور اگر معاف نہیں کیا تو کس قدر اور جب سے امداد علی کا انتقال ہوگیا تب سے فرزند علی ان کی زوجہ کا خرچ اٹھاتے ہیں اب معلوم ہونا چاہئے کہ امداد علی کی زوجہ کو کس قدر حصہ ملے گا اور امیر علی مرحوم کے لڑکے کو کس قدر حصہ شرعاً ملنا چاہئے اور فرزند علی کو جو زندہ ہیں کس قدر ملنا چاہئے۔ فقط۔

﴿جواب﴾ اگر مہر زوجہ امداد علی کا معاف ہو چکا ہے اور امداد علی سے پہلے امیر علی انتقال ہو چکا تھا تو امداد علی کے ترکہ میں آٹھ حصہ کریں گے بعدۂ اس میں سے ایک حصہ زوجہ کو اور سات حصہ میں سے برادر کو تین سہام اور چار سہام دختر کو ملیں گے اور اگر دونوں بھائی امداد علی کی موت کیوقت زندہ تھے تو کل ترکہ سولہ ۱۶ سہام پر تقسیم ہوکر دو ۲ سہام زوجہ کے اور آٹھ دختر کے اور تین تین دونوں بھائیوں کو ملیں گے اور اگر مہر زوجہ نے معاف نہیں کیا تو اول ترکہ امداد علی سے اس کا مہر دیا جاوے گا بعد ازاں جو کچھ باقی رہے اس میں سے تقسیم ہوگی (۱۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۵):(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلح، ج: ۸، ص: ۴۰۹، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۶):فی السراجی: قال علماؤنا رحمه الله: تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة=

لاولد میت کا وارث

﴿سوال﴾ ایک متوفی شخص محض لاولد نے صرف چھوٹا بھائی اور اسی بھائی کا بیٹا چھوڑا ترکہ کس طور تقسیم ہوگا۔

﴿جواب﴾ چھوٹا بھائی وارث ہوگا(۱۷)۔فقط۔

=مرتبة: الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيز من غير تبذير ولاتقير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم ينفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقى بين ورثته بالكتاب السنة واجماع الأمة. (السراجى فى الميراث، الحقوق المتعلقة بتركة الميت، ص: ۵، ۶، ۷، ۸، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

وفيه أيضاً: أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن وان سفل، والثمن مع الولد أو ولد الابن وان سفل. (السراجى فى الميراث، فصل فى النساء، أحوال الزوجات، ص: ۱۸، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

وفيه أيضاً: وأما لبنات الصلب فأحوال ثلاث: النصف للواحدة، والثلثان للاثنتين فصاعدة ومع الابن للذكر مثل حظ الأنثيين وهو يصبهن. (السراجى فى الميراث، أحوال بنات الصلب، ص: ۱۹، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

وفيه أيضاً: أما العصبة بنفسه: فكل ذكر لاتدخل فى نسبته الى الميت أنثى، وهم أربعة أصناف: جزء الميت، وأصله، وجزء أبيه، وجزء جده، الأقرب فالأقرب، يرجحون بقرب الدرجة، أعنى أولاهم بالميراث جزء الميت أى البنون ثم بنوهم وان سلفوا. (السراجى فى الميراث، باب العصبات، ص: ۳۶، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

(۱۷):فى السراجى:أما العصبة بنفسه: فكل ذكر لاتدخل فى نسبته الى الميت أنثى، وهم أربعة أصناف: جزء الميت،وأصله،وجزء أبيه، وجزء جده، الأقرب فالأقرب،=

ملفوظ

ماں، بیوی، بھائی، بہن بیٹی، باپ، زوجہ، اخوات۴، دختر۲، پسر۲،

۴/۱۲ ۳/۹ ۲ ۱ ۸/۲۴،۸/۲۴ ۴/۲۰ ۳/۱۵ محروم ۱۷ ۶۸/۳۴،۳۴

شرعاً صورت مندرجہ مسئلہ اولیٰ میں ترکہ متوفی بعد تقدیم ماحقہ التقدیم از ادائے دیون وتنفیذ وصایا بشرط حصر ورثہ وغیرہ کے بہتر سہام پر اور ترکہ متوفی مسئلہ دوم میں ایک سوبیس سہام پر منقسم ہوکر اس میں سے بہ تفصیل مندرجہ حصص نوشتہ آسامی دیئے جاویں گے یعنی ۱۲ سہام ماں کو اور ۹ بیوی کو اور دو بھائی اور ایک بہن کو اور ۲۴،۲۴ سہام ہر دو دختران کو مسئلہ اولیٰ میں دیئے جاویں گے اور مسئلہ ثانیہ میں بیس سہام باپ کو اور پندرہ زوجہ کو اور سترہ دختر کو اور ۳۴،۳۴ ہر دو پسران کو دیئے جاویں گے (۱۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱۔ (بنام حافظ عبدالرحیم مرادآبادی)

=یرجحون بقرب الدرجة، أعنی أولاهم بالمیراث جزء المیت أی البنون ثم بنوهم وان سلفوا. (السراجی فی المیراث، باب العصبات، ص: ۳۶، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

(۱۸):فی السراجی: قال علماؤنا رحمه اللّٰه: تتعلق بترکة المیت حقوق أربعة مرتبة: الأول: یبدأ بتکفینه وتجهیز من غیر تبذیر ولاتقیر، ثم تقضی دیونه من جمیع ما بقی من ماله، ثم ینفذ وصایاه من ثلث ما بقی بعد الدین، ثم یقسم الباقی بین ورثته بالکتاب السنة واجماع الأمة. (السراجی فی المیراث، الحقوق المتعلقة بترکة المیت، ص: ۵، ۶، ۷، ۸، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

وفیه أیضاً: أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن وان سفل، والثمن مع الولد أو ولد الابن وان سفل. (السراجی فی المیراث، فصل فی النساء، أحوال الزوجات، ص: ۱۸، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

وفیه أیضاً: وأما لبنات الصلب فأحوال ثلاث: النصف للواحدة، والثلثان للاثنتین=

کتاب ذکرودعا آداب قرآن وتعویذ کے مسائل

ذکر جہری

﴿سوال﴾ ذکر سے یہ بات دل میں پیدا ہوتی ہے کہ اب تجھ کو ہر شخص عابد زائد جانے گا اس ریا کے دفع کی کیا تدبیر ہو آج کل آواز بیٹھ گئی ہے اگر حکم ہو تو آہستہ شروع کردوں جب کہ آواز کو نفع ہوگا پھر جہر ہی کروں گا۔فقط۔

﴿جواب﴾ ذکر جہر سے ریا پیدا ہوتا ہے تو اس کے واسطے لاحول بکثرت پڑھا کریں مگر اس لئے ترک جہر مناسب نہیں البتہ عذر مرض کیوجہ سے تا زوال مرض ترک رکھنا اور اخفا پر اکتفا کرنا مناسب ہے۔

ذکر جہری کی حقیقت

﴿سوال﴾ ذکر جہر کرنا قرآن حدیث سے ثابت ہے یا صوفیہ کرام نے اپنی طرف سے مقرر کرلیا زید کہتا ہے کہ ذکرامام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت ہے عمرو کہتا ہے کہ جب ذکر جہرامام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت ٹھہرا تو بڑے بڑے حنفی اس ذکر کو کرنے کی کیوں اجازت دیتے ہیں مفتیٰ بہ کس طور پر ہے؟

﴿جواب﴾ ذکر جہراور خفی دونوں حدیث سے جائز معلوم ہوتے ہیں۔اورامام صاحب نے جہر کو

=فصاعدة ومع الابن للذكر مثل حظ الأنثيين وهو يصبهن. (السراجى فى الميراث، أحوال بنات الصلب، ص: ١٩، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

وفيه أيضاً: أما العصبة بنفسه: فكل ذكر لاتدخل فى نسبته الى الميت أنثى، وهم أربعة أصناف: جزء الميت، وأصله، وجزء أبيه، وجزء جده، الأقرب فالأقرب، يرجحون بقرب الدرجة، أعنى أولاهم بالميراث جزء الميت أى البنون ثم بنوهم وان سلفوا. (السراجى فى الميراث، باب العصبات، ص: ٣٦، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

بدعت اس موقعہ پر فرمایا ہے جہاں ذکر کا موقعہ ہے آپ علیہ الصلوۃ سے وہاں جہر ثابت نہیں جیسا عید الفطر کی نماز کو جاتے ہیں اور مطلقاً ذکر جہر کو منع نہیں فرمایا ذکر ہر طرح درست ہے(۱)۔ فقط۔

ذکر جہری کا ثبوت

﴿سوال﴾ ذکر جہر کون سی حدیث سے ثابت ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کس موقعہ پر بدعت اور کس جگہ جائز فرمایا ہے زید کہتا ہے کہ ذکر جہر کرنا کیا ضرورت ہے کیا اللہ بہرا ہے کہ چپکے سے نہیں سنتا ہے جناب اس مسئلہ میں کو مع ثبوت آیت وحدیث کے ارقام فرماویں اور جس حدیث سے ثابت ہوا ہے وہ حدیث ضرور لکھ دیں اور وجہ بدعت ہونے اور جائز ہونے کی اور مفتی بہ ہونے کی زیب قلم فرماویں اور جناب نے پہلے فتویٰ میں ذکر جہر کا ثبوت لکھا ہے وہ سمجھ میں نہیں آیا۔ فقط۔

﴿جواب﴾ السلام علیکم بندہ مفتی ہے مسئلہ حق جو اپنے نزدیک ہوتا ہے اس کو بتانا فرض ہی جانتا

---

(۱):فی سباحة الفكر: وفی غاية البيان قوله: ولايكبر. اهـ. المراد منه التكبير بصفة الجهر لأن التكبير خير موضوع، لاخلاف فی جوازه بصفة الاخفاء علی ما حكاه أبو بكر الرازیؒ، ووجهه أن الأصل فی الذكر الاخفاء، لقوله تعالی: ادعوا ربكم تضرعاً وخفية، ولقوله عليه الصلاة والسلام: خير الذكر الخفی، والشرع ورد بالجهر فی الأضحی، فلايقاس عليه الفطر، لأن الجهر علی خلاف الأصل. انتهی ملخصاً.....و هناک أحاديث اقتضت طلب الاسرار، والجمع بينهما: بأن ذلک يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، كما جمع بين الأحاديث الطالبة للجهر والطالبة للاسرار بقراءة القرآن، ولايعارض ذلک حديث خير الذكر الخفی، لأنه حيث خيف الرياء، أو تأذی المصلين أو النيام. وذكر بعض أهل العلم أن الجهر أفضل حيث كلاهما ذكر، لأنه أكثر عملا لتعدی فائدته الی السامعين، ويوقظ قلب الذاكر. (سباحة الفكر، الباب الأول فی حكم الجهر بالذكر، ص: ۱۰، ۱۳، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

ہوں اور مسائل کے دلائل لکھنے کی ضرورت نہیں اور وہ واجب نہیں اس کی تحقیق کتب میں ہے۔ اگر علم ہو اس کو دیکھو ورنہ دلائل سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔

ذکر جہری

﴿سوال﴾ ذکر جہر مذہب حنفیہ میں جائز ہے یا نہیں مدلل ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾ ذکر جہری میں حنفیہ کی کتب میں روایات مختلفہ ہیں کسی سے کراہت ثابت ہوتی ہے غیر محل ثبوت میں اور بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے اور یہی راجح ہے اور اس کی دلیل طلب کرنا بے سود کیونکہ مجتہدین کا خلاف ہے سواب کون فیصلہ کرسکتا ہے مگر جواز کی دلیل یہ ہے کہ **قال اللّٰہ تعالیٰ: اذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفة ودون الجهر (۲) الأیة** . دون الجہر بھی جہری ہے کہ ادنیٰ درجہ ہے **قال علیه السلام اربعوا علی انفسکم (۳). الحدیث.** اور یہ بھی ذکر جہر ہی ہے رفق کو فرمایا ہے۔ گلو پھاڑنے سے منع کیا ہے اور مطلق آیات وحدیث بہت جواز پر دال ہیں (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲):(سورة الأعراف: ۲۰۵)

(۳):(سنن أبی داؤد ، کتاب الصلاة، باب الاستغفار، ص: ۲۲۵، رقم: ۱۵۲۸، ط، دار السلام ریاض)

(۴):فی سباحة الفکر: اعلم أنهم اختلفوا فی ذلک، فجوز بعضهم، وکرهه بعضهم، وحرمه بعضهم.....ومما یدل علی طلب رفع الصوت بالذکر: خبر البیهقی أن رسول اللّٰہ ﷺ مر به رجل فی المسجد یرفع صوته بالذکر، فقیل له: یارسول اللّٰہ، عسی أن یکون مرائیاً، فقال: لا، ولکنه أواه. أی کثیر الوجع من حرارة العشق لله تعالی، فهذا یفید جواز رفع الصوت بالذکر، فلیتأمل، انتهی. (سباحة الفکر، الباب الأول فی حکم الجهر بالذکر، ص: ۹، ۱۱، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

ذکر جہری

﴿سوال﴾ ذکر بجہر اور دعا بجہر اور درود بجہر خفیف ہو یا شدید جیسے نماز میں نزدیک حضرات محدثین اور حضرت ائمہ اربعہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کے کیا حکم رکھتا ہے اور جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ذکر خواہ کوئی ذکر ہووے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سوائے ان مواقع کے کہ ثبوت جہر نص سے ہے وہاں مکروہ ہے اور صاحبین اور دیگر فقہاء ومحدثین جائز کہتے ہیں۔اور مشرب ہمارے مشائخ کا اختیار مذہب صاحبین علیہما الرحمۃ سے ہے(۵)۔والسلام۔

ذکر جہری میں ضرب کا طریقہ

﴿سوال﴾ ذکر جہر میں ضرب اللہ کس قدر جہر سے قلب پر مارنا چاہئے کیا ایسی شدت ہو کہ آواز بیٹھ جاوے؟

﴿جواب﴾ ایسی شدت کی ضرورت نہیں ہے۔

ذکر کے وقت تصور

﴿سوال﴾ مسئلہ یا باسط یا مغنی کے پڑھنے میں کیا خیال رکھے؟

﴿جواب﴾ ان کے معنی کا دھیان رکھے(۶)۔

---

(۵):فی سباحة الفكر: وأما الجهر الغير المفرط فالأحاديث متظاهرة، والآثار متوافقة على جوازه، ولم نجد دليلا يدل صراحة على حرمة أو كراهة. وقد نص المحدثون والفقهاء الشافعية وبعض أصحابنا على جوازه أيضاً. (سباحة الفكر فى الجهر بالذكر، ص: ۳۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(۶):فى الهندية: أفضل القراء ة أن يتدبر فى معناه. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح وقراء ة الخ، ج: ۵، ص: ۳۱۷)

ذکر جہری افضل ہے یا خفی

﴿سوال﴾ ذکر جہر افضل ہے یا خفی بالدلائل ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾ دونوں میں فضیلت ہے من وجہ کسی وجہ سے جہر افضل ہے اور بعض وجہ سے خفی افضل ہے(٧) اور دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مطلق ذکر کا حکم فرمایا **اذکرو اللہ ذکرا کثیرا** (٨). مطلق کی فرد میں جو ہو مامور ہے اور فضائل خارجی مختلف ہوتے ہیں باعتبار ذکر اور وقت اور کیفیت اور ثمرات کے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حیض ونفاس کی حالت میں ذکر کرنا

﴿سوال﴾ عورت حیض ونفاس کی حالت میں مراقبہ جیسا طریق نقشبندیہ میں دستور ہے کرسکتی ہے یانہیں اور اسی حالت میں حلقۂ مرشد میں توجہ لے سکتی ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ عورت کو حیض ونفاس میں سوائے قرآن شریف کے سب اذکار درست ہیں۔ لہٰذا مراقبات واشتغال مشائخ بھی جائز ہیں اور صحت پیر میں بیٹھ کر اس کو توجہ لینا بھی درست ہے مگر دخول مسجد حائضہ ونفساء کو حرام ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ **قال فی الدرالمختار فی بیان الحیض مع الصلوٰۃ وصوما ودخول مسجد انتھٰی ثم قال لاباس لحائض وجنب یقرأادعیہ وسمعھا**

---

(٧):قال العلامة ابن عابدين الشامی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وقد حرر المسألة فی الخيرية وحمل مافی فتاوی القاضی علی الجهر المضر وقال : ان هناک أحاديث اقتضت طلب الجهر وأحاديث طلب الاسرار، والجمع بينهما بأن ذلک يختلف باختلاف الأشخاص والاحوال، فالاسرار أفضل حيث خيف الرياء او تأذی المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا مما ذکر.الخ.(رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ٩، ص: ٥٧٠، ط،دارعالم الکتب، رياض)

(٨):(سورة الاحزاب: ٤١)

وذكر اللّٰہ تعالٰی لتسبیحه(۹). انتھٰی. فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

بغیر وضو کے ذکر کرنے کا مسئلہ

﴿سوال﴾ ذکر بلا وضو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ذکر بلا وضو درست ہے(۱۰)۔فقط۔

جن درودوں کا ذکر احادیث میں نہیں آیا ہے

﴿سوال﴾ ایک شخص کہتا ہے کہ درود ماثورہ کا ثواب حسب ارشاد رسول اللہ ﷺ ملتا ہے اور جو درود بتائے دوسرے لوگوں کے ہیں ان کے ثواب نہیں ہوتا مثل ثواب ماثورہ کے مگر ایسا ہے جیسے نعت غزل پڑھتے ہیں۔یہ مقولہ صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بیشک درود شریف جو حدیث میں وارد ہوئے ہیں ان کا ثواب زیادہ ہے اور یہ ان کا خیال درست نہیں کہ اور درود شریف کا ایسا ہی ثواب ہے جیسے غزلیات کا(۱۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۹):(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطهارة، باب الحیض، ج: ۱، ص: ۴۸۸، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۰):فی الموسوعة الفقهية: ومذهب الحنفية على ما فی الهداية وشروحها أن الذاكر يستحب له أن يكون متوضئا. ومن ذلک الأذان والاقامة، فان أذن بلا وضوء جاز بلاكراهة فی ظاهر الرواية كسائر أنواع الذكر. (الموسوعة الفقهية، ج: ۲۱، ص: ۲۴۳)

(۱۱):فی الموسوعة الفقهية:والمشهور أن الاشتغال بالذكر المأثور أفضل من الاشتغال بذكر يخترعه الانسان من عند نفسه، ووجه الأفضلية واضح وهو ما فيه من=

تراویح میں قرآن مجید کا اجرت پر سننا

﴿سوال﴾ مسئلہ جو حافظ کہ اجرت پر قرآن بلاتعین کے سنادے اس قرآن کو وہ تراویح میں سنے اور وہ سامع کچھ نہ دے تو اس نادہندہ کو سننا ایسے قرآن کا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو حافظ اجرت پر سناتے ہیں وہ سنانا عبادت نہیں ہے پس اس کو سننا بھی نہیں چاہئے (۱۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن کے اوراق کی تعظیم کا طریقہ

﴿سوال﴾ ورق قرآن کے کسی شخص کے پاس موجود ہوں اگر ان کی بے تعظیمی ہوتی ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

﴿جواب﴾ گھول کر پانی یا کسی شئے میں پی لیوے یا ادب کے ساتھ پارچہ پاک میں لپیٹ کر کسی

=الاقتداء بالنبی ﷺ وکونه أعلم باللّٰه تعالٰی وأسمائه وصفاته وأفعاله.....وقال النووی: الخیر والفضل انما هو فی اتباع المأثور فی الکتاب والسنة وفیهما مایکفی فی سائر الأوقات، وجری علی ذلک أصحابنا. وقال فی موضع: أوراد المشایخ وأحزابهم لابأس بالاشتغال بها. ونقل ابن عابدین عن الهندیة أنه ینبغی أن یدعو فی صلاته بدعاء محفوظ، وأما فی غیرها فینبغی أن یدعوبهما یحضره. (الموسوعة الفقهیة، ج: ۲۱، ص: ۲۳۸)

(۱۲):ولا یجوز فی قراء ة القرآن فی التراویح وعلی القبور لعدم الضرورة فیهما لاجراء امامة غیر الحافظ فیصلی بهم من لا یأخذ الأجر بسور قصار یحفظها. (الکوکب الدری علی جامع الترمذی، ج: ۱، ص: ۲۳۵، ط، ندوة العلماء لکھنؤ، ھند)

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: (اجرت تراویح کا شرعی حکم، ص: ۳۴، تا ۴۷، ط، گوارڑخ پبلی کیشن کوئٹہ)

ایسی جگہ کہ پامال نہ ہوتی ہو دفن کردے (۱۳)۔فقط۔

قرآن مجید کو تعویذ بنانا

﴿سوال﴾ قرآن شریف تحدیداً روپیہ کی برابر اگر تعویذ موم جامہ میں کر کے گلے میں ڈالے تو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ کچھ حرج نہیں (۱۴)۔فقط۔

قرآن مجید کے گرانے کا صدقہ

﴿سوال﴾ یہ طریقہ جو اکثر عوام میں مروج ہے کہ اگر کلام اللہ شریف ہاتھ سے گر جاوے تو اس کی برابر وزن کر کے گندم وجو وغیرہ مساکین کو صدقہ کرتے ہیں اور اس خاص طریقے کو ضروری لازم جانتے ہیں اگر چہ قرض کی نوبت ہو لہٰذا یہ خاص طور پر بالخصوص کیسا ہے اگر چہ صدقہ دیوے؟

---

(۱۳):في الهندية: المصحف اذا صار خلقا لايقرأ منه ويخاف أن يضيع يجعل في خرقة طاهرة ويدفن ودفنه أولى من وضعه موضعاً يخاف أن يقع عليه النجاسة أو نحو ذلك. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ، ج: ۵، ص: ۳۲۳)

وفي الشامية: وفي الذخيرة: المصحف اذا صار خلقاً وتعذر القراء ة منه لايحرق بالنار، اليه أشار محمد وبه نأخذ، ولايكره دفنه، وينبغي أن يلف بخرقة طاهرة، ويلحد له....وان شاء غسله بالماء أو وضعه في موضع طاهر لاتصل اليه يد محدث ولاغبار ولاقذر تعظيماً لكلام الله عزوجل. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، ج: ۹، ص: ۶۰۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۴):في الشامية: وفي المجتبىٰ: اختلف في الاستشفاء بالقرآن بأن يقرأ على المريض أو الملدوغ الفاتحة، أو يكتب في ورق ويعلق عليه أو في طست ويغسل=

﴿جواب﴾ یہ امر کہیں ثابت نہیں اختراع عام ہے البتہ صدقہ دینا ایسی حالت میں اچھا ہے کہ صدقہ سے کفارہ معاصی کا ہوتا ہے(۱۵) مگر واجب نہیں بشرط قدرت کے صدقہ کر دیوے خواہ کچھ ہو خواہ کسی قدر ہو سوائے اس کے دیگر سب لغو بے اصل ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بغیر وضو کے کلام اللہ کو چھونا

﴿سوال﴾ حفظ کلام اللہ شریف میں بوجہ کثرت مزادلت پڑھنے و مس کرنے کلام اللہ شریف کے باوضو رہنا یا کپڑے سے مس کرنا ہر چند احتیاط رکھی جاوے تاہم ہر وقت دشوار ہوتا ہے ایسی صورت میں کسی طرح سے رخصت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ طفل نابالغ تو معذور غیر مکلّف ہے مس مصحف بلا وضو اس کو درست ہوگا۔ مگر بالغ کو

=ویسقی. وعن النبی ﷺ أنه کان یعوذ نفسه. قال رضی اللّٰه عنه: وعلی الجواز عمل الناس الیوم، وبه وردت الآثار، ولابأس بأن یشد الجنب والحائض التعاوید علی العضد اذا کانت ملفوفة. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظروالاباحة، قبیل فی النظر والمس، ج: ۹، ص: ۵۲۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۵):عن حذیفة رضی اللّٰه عنه قال: قال عمر رضی اللّٰه عنه: أیکم یحفظ حدیث رسول اللّٰه ﷺ عن الفتنة؟ قال: قلت: أنا أحفظه کما قال. قال: انک علیه لجریء، فکیف قال؟ قلت: فتنة الرجل فی أهله وولده وجاره تکفره الصلاة والصدقة والمعروف. وفی شرح ابن بطال تحت هذا الحدیث: قوله: ”فتنة الرجل فی أهله وولده وجاره“ یرید ما یفتتن به من صغار الذنوب التی تکفرها الصلاة والصدقة وماجاء منه. (شرح صحیح البخاری لابن بطال، کتاب الزکاة، باب الصدقة تکفر الخطیئة، ج: ۳، ص: ۴۳۶، ط، مکتبة الرشد ریاض)

اجازت نہیں ہوسکتی پس باوضو یا ثوب (کپڑے) وغیرہ سے تقلیب (الٹ پلٹ) اوراق کرے(١٦)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حالت جنابت میں قرآن شریف کا چھونا

﴿سوال﴾ حالت جنابت میں کلام اللہ شریف ایک مقام سے دوسرے مقام پر رکھ دینا جائز ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ جنابت کی حالت میں مصحف شریف کا اٹھانا جزودان میں یا کسی شئے سے پکڑ کر درست ہے اور مس کرنا حرام ہے۔ اگرچہ دوسری جگہ کے رکھنے کے واسطے ہو(١٧)۔

---

(١٦):فی مجمع الأنهر: ولايجوز لمحدث مطلقاً سواء كان بالحدث الأصغر أو الأكبر مس مصحف الا بغلافه المنفصل كالخريطة، ونحوها لاالمتصل....فی الصحيح كذا فی الهداية، وكثير من الكتب، وعليه الفتوى....ولايكره.... مس صبی لمصحف ولوح لأن تكليفهم بالوضوء حرجاً بها، وفی تأخيره الی البلوغ تقليل حفظ القرآن فرخص للضرورة. (مجمع الأنهر فی ملتقى الأبحر، كتاب الطهارة، ج: ١، ص: ٤٢، ٤٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(١٧):فی التاتارخانية: المحدث لايمس المصحف ولاالدراهم التی كتب عليها القرآن. ولابأس بأن يقرأ القرآن، وان أراد أن يغسل اليد ويأخذ المصحف لايحل له ذلک، وكما لايحل له مس الكتابة لايحل له مس البياض أيضاً وان مس المصحف بغلافة فلابأس به، والغلاف الجلد الذی عليه....المنفصل كالخريطة ونحوها، وفی الهداية: وهو الصحيح. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطهارة، الفصل الثانی فی مايوجب الوضوء، ج: ١، ص: ٢٧٠، ط، مكتبة زكريا ديوبند)

قرآن شریف کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا

﴿سوال﴾ قرآن شریف کی تعظیم کے لئے اٹھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قرآن شریف کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا درست ہے قرآن شریف کلام الٰہی تعالیٰ شانہ ہے اس کی جس قدر تعظیم ہو بجا ہے (۱۸)۔ فقط۔

چور معلوم کرنے کے لئے یٰسین شریف پڑھ کر لوٹا پھرانا

﴿سوال﴾ نام کا نکلوانا جو طریقہ عاملوں کا ہے کہ سورۂ یٰسین وغیرہ پڑھ کر لوٹا وغیرہ گھومتا ہے کسی شخص معین کے نام پر یہ نام نکالنا اور اس پر اعتقاد کرنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ عمل کرنا اس غرض سے کہ چور خوف کر کے سرقہ دے دیوے تو درست ہے اور بایں وجہ کہ اس سے حال چور کا معلوم ہوتا ہے درست نہیں کہ علم غیب کا نہیں ہو سکتا (۱۹)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۸): في الدر المختار: وفي الوهبانية: يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقادم كما يجوز القيام.

وفي الشامية: تحته: قوله: (يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقادم الخ) أي كان ممن يستحق التعظيم. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ۹، ص: ۵۵۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۹): في القول الجميل: ويجب على من اطلع على السارق بامثال هذه ان لايجزم بسرقته ولايشيع فاحشته بل يتبع القرآئن فانما هي طريق اتباع القرآئن قال الله تعالى ولاتقف ماليس لك به علم الخ. (القول الجميل ومعه شفاء العليل، آٹھویں فصل، ص: ۱۴۰، ط، ایچ، ایم سعید)

نماز فجر کے بعد تلاوت وذکر کرنا

﴿سوال﴾ تلاوت قرآن شریف کی بعد نماز صبح کے قبل طلوع کے کیسی ہے؟ زید کہتا ہے کہ فتاویٰ عالمگیریہ اور درمختار میں ہے کہ اس وقت میں ذکر اللہ کرنا مستحب ہے اور بعض کراہت کے قائل ہوئے ہیں۔ پس یہ قول زید کا بسند کتب مذکورہ صحیح ہے یا غلط؟

﴿جواب﴾ اس وقت قرآن شریف پڑھنا جائز بلا کراہت ہے اور ذکر کرنا اولیٰ (۲۰)۔

وضو کی دعائیں

﴿سوال﴾ جو لوگ وضو کے اندر ہر ہر عضو پر اذکار پڑھتے ہیں آیا کوئی اصل معتمد اس کی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو وضو کے اندر ہر ہر عضو پر اذکار پڑھتے ہیں ان کی کوئی سند صحیح نہیں ہے۔ لیکن روایات قابل عمل ہیں (۲۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۰):فی الدرالمختار: ذکر اللّٰہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس أولی من قراء ة القرآن. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ج: ۹، ص: ٦۰٦، ط، دار عالم الکتب)

(۲۱):فی الدرالمختار: والدعاء بالوارد عنده، أی عند کل عضو، وقد رواه ابن حبان وغیره عنه علیه الصلاة والسلام من طرق. قال محقق الشافعیه الرملی: فیعمل به فی فضائل الأعمال وان أنکره النووی.

وفی الشامیة تحته: قوله: (وان أنکره النووی) حمل الرملی کما فی الشرنبلالیه انکاره له من جهة الصحة. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطهارة، مطلب فی مباحث الاستعانة فی الوضوء بالغیر، ج: ۱، ص: ۲۵۲، ط، دارعالم الکتب ریاض)

ہیضہ کے لئے دعا

﴿سوال﴾ یہاں ہیضہ کی نہایت کثرت ہے کوئی خاص دعاءعمل بتلا دیا جائے کہ جس کی برکت سے حافظ حقیقی محفوظ رکھے؟

﴿جواب﴾ ہیضہ کے لئے مجھے کوئی خاص دعاء تو معلوم نہیں ہے مگر اعوذ کلمات اللّٰہ التامات من شر ما خلق ہر صبح وشام تین تین بار پڑھ لیا کریں (۲۲)۔

عہد نامہ کا پڑھنا

﴿سوال﴾ عہد نامہ ایک چھوٹی کتاب ہے اور اس کے پڑھنے کا ثواب حد درجہ لکھا ہے۔ یہ عہد نامہ اور اس کی اسناد معتبر ہے یا غیر معتبر؟

﴿جواب﴾ عہد نامہ کے پڑھنے میں کچھ حرج نہیں مگر اس کا ثواب جو لکھا ہے وہ غلط ہے۔

ادائے قرضہ کی دعا

﴿سوال﴾ حدیث شریف میں لکھا ہے اللّٰھم انی اعوذ بک من الھم والحزن واعوذ بک من العجز والکسل واعوذ بک من الجبن والبخل واعوذبک من غلبة الدین والقھر. اس کو صبح وشام پڑھے قرض وغم رفع ہو لہٰذا عرض پرداز ہے کہ اگر حضور اجازت تحریر فرماویں تو پڑھ لیا کروں فقط۔

---

(۲۲):عن أبی ھریرةؓ عن النبیﷺ قال: من قال حین یمسی ثلاث مرات أعوذ بکلمات اللّٰہ التامات من شر ما خلق لم یضرہ حمة تلک اللیلة. (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء أعوذ بکلمات الخ، ص: ۸۲۱، رقم: ۳۶۰۴، ط، دار السلام ریاض)

﴿جواب﴾اس دعا کے پڑھنے کی آپ کو اجازت ہے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اس سے نفع ہوگا۔

دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا

﴿سوال﴾ بعد اختتام دعا کے ہاتھ منہ پر جو پھیرتے ہیں ہاتھ منہ پر پھیرنے کی کیا وجہ ہے یعنی ہاتھ منہ پر کیوں پھیرتے ہیں؟ بینوا وتو جروا۔

﴿جواب﴾ بعد ختم دعاء ہاتھ منہ پر پھیر لینا درست اور ثابت ہے اور حصول برکت کے لئے یہ فعل کیا جاتا ہے (۲۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

فرض نماز کے بعد دعا بلند آواز سے پڑھنا

﴿سوال﴾ فرضوں کے بعد دعا جہر سے مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بعد فرض نماز کے دعا جہر سے کرنا جائز ہے اگر کوئی مانع عارض نہ ہو (۲۴)۔ فقط۔

---

(۲۳):عن عمر رضی اللّٰه عنه، قال: کان رسول اللّٰهﷺ اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطهما حتی یمسح بهما وجهه. وفی المرقات تحت هذا الحدیث: قال ابن الملک: وذلک علی سبیل التفاؤل فکأن کفیه قد ملئتا من البرکات السماویة والأنوار الالهیة. (مرقات المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الدعوات، ج: ۵، ص: ۱۲۷، ۱۲۸، رقم: ۲۲۴۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الموسوعة الفقهیة: أن یمسح بهما وجهه فی آخر الدعاء. قال عمر رضی اللّٰه عنه: کان رسول اللّٰهﷺ اذا مد یدیه فی الدعاء لم یردهما حتی یمسح بهما وجهه. (الموسوعة الفقهیة، ج: ۲۰، ص: ۲۶۲)

(۲۴):فی الهندیة: اذا دعا بالدعاء المأثور جهرا ومعه القوم أیضا لیتعملوا الدعاء لابأس به. (الفتاوی العالمکیریة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقراء ة القرآن، ج: ۵، ص: ۳۱۸)

ملفوظات

خط کے ذریعہ بیعت

﴿۱﴾ خط پہنچا حال معلوم ہوا عزیزم احمد شفیع کے حالات سن کر مسرت ہوئی حق تعالیٰ برکت عطا فرماوے ان کی بیعت بندہ قبول کرتا ہے حتی الوسع اتباع سنت کریں اور بدعات سے محترز رہیں مگر زیادہ اپنی توجہ تحصیل علم دین کی طرف رکھیں اور اس کے ماسوا کی طرف زیادہ رغبت نہ کریں حسب تحریر آپ کے ایک ایک تعویذ بھیجتا ہوں اگرچہ مجھے اس بارہ میں کچھ مداخلت نہیں ہے بڑا تعویذ اپنی اہلیہ کے بازو پر باندھ دیں اور چھوٹا اپنے فرزند کے گلے میں ڈالیں سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس کا لب ناسور پر لگاتے رہیں۔ فقط والسلام۔

تعویذ مرسل پیر

﴿۲﴾ تعویذ ارسال ہیں فقط والسلام از بندہ محمد یحیٰ عفی عنہ بعد سلام!

مسنون گذارش آنکہ تعویذ حسب طلب ارسال ہیں بڑا تعویذ اپنے بھائی کے بچے کے سامنے کھول کر اس کو دکھلا کر اس کے گلے میں ڈال دیجئے۔ فقط والسلام ۲۹ صفر ۱۳۲۲ ہجری۔

یا باسط یا مغنی دعائے ضرب الجہر کے اوقات

﴿۳﴾ یا باسط یا مغنی دعائے ضرب الجہر اگر فجر کے وقت نہ ہوں اور کسی وقت پوری کر دیا کریں البتہ سنت فجر کی اور اوقات میں کچھ کمی ہوگی اور قبل نماز فجر پڑھ لی جاویں تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے البتہ نماز فجر با جماعت اپنی مقررہ وقت پر ہو اس میں کچھ فرق نہ آوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب حقوق کے مسائل

حقوق العباد میں روزہ دلایا جائے گا یا نہیں

﴿سوال﴾ حقوق العباد میں روزہ نماز سب دلایا جاوے گا۔ بروز قیامت یا روزہ نہیں دلایا جائے گا؟

﴿جواب﴾ حقوق العباد میں روزہ بھی دلایا جاوے گا فرض روزہ ہو یا نفل (۱)۔فقط۔

کس قدر مقبول نمازیں کتنے قرضہ میں دلائی جائینگی

﴿سوال﴾ سنا ہے کہ ساٹھ وقت کی نمازیں اللہ تعالیٰ بدلہ تین پیسوں کے قرضدار کو دے گا جو نمازیں مقبول ہوں گی؟

﴿جواب﴾ درمختار میں لکھا ہے کہ سات سو نمازیں مقبول عوض ایک دانگ کے دلائی جاویں گی (۲)۔فقط۔

---

(۱):عن أبی هریرةؓ أن رسول اللهﷺ قال: أتدرون ما المفلس؟ قالوا: المفلس فینا من لادرهم له ولامتاع. فقال: ان المفلس من أمتی من یأتی یوم القیامة بصلاة وصیام وزکاة ویأتی قد شتم هذا، وقذف هذا، وأکل مال هذا وسفک دم هذا، وضرب هذا، فیعطی هذا من حسناته، وهذا من حسناته، فان فنیت حسناته قبل أن یقضی ما علیه أخذ من خطایاهم فطرحت علیه، ثم طرح فی النار. (مشکاة المصابیح، کتاب الأدب، باب الظلم، الفصل الاول، ص: ۴۳۵، ط، قدیمی کتب خانه)

(۲):فی الدرالمختار: فان لم یعف خصمه أخذ من حسناته. جاء أنه یؤخذ لدانق ثواب سبعمائة صلاة بالجماعة.

وفی الشامیة تحته:قوله:(ثواب سبعمائة صلاة بالجماعة)أی من الفرائض، لأن=

والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دینا

﴿سوال﴾ اگر والدین نفسانیت سے یا بوجہ اپنے اطاعت نہ کرنے کے طلاق زوجہ کو کہیں نہ بوجہ عذر شرعی کے تو پسر کو طلاق دینا ضروری ہے یا نہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾ طلاق دیدینا چاہئے خواہ کیسے یہ کہیں (۳)۔فقط۔

والدین کے خلاف شرع احکام

﴿سوال﴾ کسی پیر یا شہید یا استاد یا باپ کا قول خلاف شرع مگر دنیاوی کوئی مصلحت ہو تو مان لے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ خلاف شرع کسی کا قول ماننا درست نہیں جو قول ماننا بحکم شرع درست ہے وہ ماننا جائز ہے ورنہ ہرگز درست نہیں (۴)۔

=الجماعة فيها والذى فى المواهب عن القشيرى: سبعمائة صلاة مقبولة ولم يقيد بالجماعة. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ۲، ص: ۱۲۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳):فى نفع المفتى: الاستفسار: اذا أمر الوالد بطلاق الزوجة، وهى مرغوب الطبع، فهل يجب الطلاق؟

الاستبشار: نعم، يجب التطليق متابعة للوالد، ورضاء له، فقد ورد عن النبىﷺ: رضى الرب فى رضى الوالد وسخط الرب فى سخط الوالد. (نفع المفتى والسائل، كتاب الحظر والاباحة، مايتعلق باطاعة الوالدين، ص: ۱۶۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(۴):عن النواس بن سمعان، قال: قال رسول اللهﷺ: لاطاعة لمخلوق فى=

والدین اور مرشدین میں اگر اختلاف ہو جائے

﴿سوال﴾ اتفاقاً اگر مرشد اور والدین میں کوئی نقیض ونزاع واقع ہو جاوے اور باہم صلح کرانا بھی ممکن نہ ہو تو کیا کرے اور کس کی طرفداری کرے درانحالیکہ مرشد کہے والدین کو چھوڑ دے اور والدین کہیں مرشد کو چھوڑ دے اور یہ مرشد بھی کامل ہو اور خلاف شرع بھی کوئی کام نہ کرتا ہو؟

﴿جواب﴾ اگر مرشد حق کہے تو اس کا چھوڑنا گناہ ہے والدین کی اطاعت اس میں نہ کرے اور والدین کی خدمت اور امر مباح کا تسلیم کرنا بھی واجب ہے ترک اس کا گناہ ہے مرشد کے کہنے سے گناہ بھی نہ کرے۔

خفیہ نکاح کرنے کے بعد بیوی سے احکام شرع کی تعمیل کرانا

﴿سوال﴾ مسئلہ اگر کسی نے عورت سے نکاح خفیہ کرلیا ہو لیکن بوجہ اخفائے امور وغیرہ کے احکام شرع کی تعمیل وہ نہ کراسکتا ہو تو اس صورت میں دیوث ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جس نے کسی عورت سے نکاح کرلیا خواہ خفیہ یا ظاہرا اگر وہ اس کے بارہ میں احتیاط نہ کرے گا دیوث ہوگا (۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

زنا حقوق اللہ میں ہے کہ حقوق العباد میں

﴿سوال﴾ مسئلہ عورت شوہر دار اور عورت لاوارث کسبی وغیرہ ہر سہ عورت کیساتھ زنا میں کیا تفاوت ہے ان میں کس کے ساتھ زنا کرنا حق اللہ ہے اور کس کیساتھ زنا کرنا حق العبد ہے؟

=معصية الخالق. (مشكاة المصابيح، كتاب الامارة والقضاء، الفصل الثانی، ص: ۳۲۱، ط، قديمی كتب خانه)

(۵):تحرم الجنة على الديوث هو من لايغار على أهله. (مجمع بحار الأنوار، ج: ۲، ص: ۲۱۹، ط، مجلس دائرة المعارف العثمانيه حيدر آباد دكن الهند)

﴿جواب﴾ زنا ہر سہ قسم کے ساتھ حق اللہ ہے حق العبد نہیں ہے(۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مہر بخشوانے کا طریقہ

﴿سوال﴾ مہر بخشوانے کے واسطے کوئی خاص شرائط کی طرفین سے ضرورت ہے زوجہ خلوت میں مہر زوج کو بخش دے تو معاف ہو جائے گا یا نہیں کوئی نقصان تو نہ رہے گا زیادہ والسلام۔

﴿جواب﴾ مہر بخشوانے کے لئے کوئی شرط درکار نہیں ہے صرف اس کا معاف کر دینا معاف کافی ہے(۷)۔

---

(۶):فی الموسوعة الفقهية: قسم فقهاء الحنفية الحقوق باعتبار عموم النفع وخصوصه الى أربعة أقسام.....القسم الأول حقوق الله تعالى الخالصة: حق الله تعالى: مايتعلق به النفع العام للعالم، فلايختص به أحد، وانما هو عائد على مجموع الأفراد والجماعات، وانما ينسب هذا الحق الى الله تعالى تعظيما، أولئک لايختص به أحد من الجبابرة، كحرمة البيت الحرام الذى يتعلق به مصلحة العالم، وذلک باتخاذه قبلة لصلواتهم، ومثابة لهم، وكحرمة الزنى لما يتعلق بها من عموم النفع فى سلامة الأنساب، وصيانة الفراش. (الموسوعة الفقهية، ج: ۱۸، ص: ۱۴)

(۷):فى الدرالمختار: وصح حطها لكله أو بعضه عنه قبل أو لا.

وفى الشامية تحته: (وصح حطها) الحط: الاسقاط كما فى المغرب، وقيد بحطها لأن حط أبيها غير صحيح لوصغيرة، ولو كبيرة توقف عن اجازتها، ولابد من رضاها. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب فى حط المهر والابراء منه، ج: ۴، ص: ۲۴۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى الهداية: وان حطت عنه من مهرها صح الحط، لأن المهر بقاء حقها. (الهداية، كتاب النكاح، باب المهر، ج: ۳، ص: ۵۸، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

محلّہ کی مسجد کی بجائے جامع مسجد کو جانا

﴿سوال﴾ مسجد محلّہ چھوڑ کر جامع مسجد میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مسجد محلّہ چھوڑ کر جامع مسجد میں نہ جانا چاہئے البتہ احیاناً ایسی حالت میں کہ جماعت مسجد محلّہ میں اس کے چلے جانے سے حرج نہیں آتا مضائقہ نہیں ہے کہ جامع مسجد میں نماز پڑھ لیا کرے (۸)۔

والدین کے احکام کی تعمیل کے حدود

﴿سوال﴾ اگر والدین کہیں کہ اپنے اہل وعیال کو چھوڑ دو تو ضرور ہے کہ چھوڑ دے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زوجہ کو چھوڑ دے مگر اولاد کو چھوڑنا درست نہیں ہے (۹)۔

---

(۸):فی غنية المستملی: ومسجد حيه وان قل جمعه افضل من الجامع وان كثر جمعه. (غنية المستملی فی شرح منية المصلی، فصل فی احكام المسجد، ص: ٦١٣)

(۹):فی نفع المفتی: الاستفسار: اذا أمر الوالد بطلاق الزوجة، وهی مرغوب الطبع، فهل يجب الطلاق؟

الاستبشار: نعم، يجب التطليق متابعة للوالد، ورضاء له، فقد ورد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد. (نفع المفتی والسائل، كتاب الحظر والاباحة، مايتعلق باطاعة الوالدين، ص: ١٦٨، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

فی ملتقی الأبحر: ونفقه الطفل الفقير على أبيه لايشاركه فيها أحد كنفقة الأبوين والزوجة.

وفی مجمع الأنهر تحته: (لايشاركه) أی الأب (فيها) أی فی الفنقة (أحد) من الأم، وغيرها من ظاهر الرواية لقوله تعالى: ﴿وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن=

ہمسایہ کے حقوق بنا میں کیا کیا ہیں

﴿سوال﴾ ایک شخص نے مکان نیا بنایا اور اس کا پرنالہ ہمسایہ کی جانب کو کیا وہ لوگ بوجہ اس شخص کی زبردستی کے کچھ نہ کہہ سکے منع کیا بھی مگر بند نہ کر سکے اگر یہ شخص فقط پانی اپنی چھت کا اس طرف کو جاری رکھے کسی قسم کا قبضہ اراضی پر نہ کرے نہ چاہے بلکہ وصیت نامہ اپنے پال لکھ کر رکھے میں پانی جاری کرنے کا اس طرف کو مستحق ہوں باقی کسی قسم کا اراضی سے سوا پانی جاری کرنے کے کچھ نفع میرے بعد جس کو بھی یہ مکان منتقل ہو کچھ منصب نہیں ہے اگر یہ شخص پانی روک دے اور پرنالہ بند کردے مگر اس کے گھر سے نشان نہ توڑوادے کیونکہ نصف حق اراضی میں اس کا بھی ہے تاکہ بعد نشان کے ٹٹیاں بھی دیوار پر نہ ڈالنے دیں گے اور اس نشان کا بھی ایک وصیت نامہ تحریر کردے کہ میں اس جانب کو سوائے ٹٹیاں ڈالنے پانی وغیرہ کا مستحق نہیں ہوں یہ نشان پرنالہ کا ناحق ہے اس پر کوئی آدمی جس پر یہ مکان منتقل ہو وہ کچھ دعویٰ نہ کرے اب بعد اس وصیت نامہ کے جو اس کے پاس رکھا ہوا تھا اس کے ورثہ نے اس پرنالہ کو جاری کیا اور زمین بھی اس نے دعویٰ سے لے لی ہو وصیت نامہ تحریر کنندہ کچھ عنداللہ مواخذہ دار ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر اس کی زمین اس طرف چھوٹی ہوئی ہے تو اس کو پرنالہ اتارنے کا حق ہے اور اگر اس کی زمین اس طرف چھوٹی ہوئی نہیں ہے تو وہ پرنالہ نہیں اتار سکتا اس صورت میں اس طرف پرنالہ اتارنا سراسر ظلم ہے اور وصیت نامہ لکھنے سے کچھ نہیں ہوتا یہ امر بے جا خلاف منشاء مالک ہر حال حرام ہے(۱۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=بالمعروف﴾ [البقرة: ۲۳۳] فهي عبارة في ايجاب نفقة المنكوحات اشارة الى أن نفقة الأولاد على الأب. (مجمع الأنهر في ملتقى الأبحر، كتاب الطلاق، باب النفقة، فصل نفقة الطفل، ج: ۲، ص: ۱۹۱، ۱۹۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۰):في الهداية: ومن اشترى بيتا في دار، أو منزلا، أو مسكناً لم يكن له الطريق الا أن يشتريه بكل حق هوله، أو بمرافقه، أو بكل قليل وكثير، وكذا الشرب والمسيل.=

میت کے حقوق کی ادائی

﴿سوال﴾ میت پر جو حقوق اللہ اور مثل فرائض واجبات کے ہوں اگر وارثان ادا کریں تو ساقط ہوجاویں گے یا نہیں اور طریقہ اسقاط مروجہ عوام جو حیلہ وغیرہ کرتے ہیں اس کا وجود خیر القرون میں تھا یا نہیں باوجود نہ ہونے کے بدعت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حقوق مالیہ تو ادائے حقوق سے ادا ہوسکتے ہیں اور حقوق بدنیہ جیسے نماز روزہ تو ہر نماز اور روزہ کے بدلے نصف صاع گیہوں اور ایک صاع جو ادا کرنے سے امید ادا ہے انشاء اللہ باقی رہا یہ اسقاط مروجہ محض لغو اور بیہودہ حیلہ ہے اور اس کا خیر القرون میں کچھ اثر نہیں ہے(۱۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

= وفی هامشه: قوله "لم یكن له طریق" یعنی الطریق الخاص فی ملک انسان، فأما طریقها الی سکة غیر نافذة، والی طریق عام یدخل، وكذا ما كان لها من حق مسیل الماء، أو حق القاء الثلج فی ملک انسان، فلایدخل، كذا فی شرح الطحاوی رحمه اللّٰه. (الهدایة، كتاب البیوع، باب الحقوق، المجلد الثالث، جزء۵، ص: ۲۰۴، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة كراتشی)

(۱۱):فی الدرالمحتار: ولو مات وعلیه صلوات فائتة و أوصی بالكفارة یعطی لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم.

وفی الشامیة تحته: قوله:(نصف صاع من بر) أی أو من دقیقه أو سویقه، أو صاع تمر أو زبیب أو شعیر أو قیمته، وهی أفضل عندنا لاسراعها بسد حاجة الفقیر. (ردالمحتارعلی الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب فی اسقاط الصلاة عن المیت، ج:۲،ص: ۵۳۲،۵۳۳، ط، دارعالم الكتب ریاض)

وفی الشامیة ایضاً: وبه ظهر حال وصایا أهل زماننا، فان الواحد منهم یكون فی ذمته صلوات كثیرة وغیرها من زكاة وأضاح وأیمان ویوصی لذلک بدارهم یسیرة،=

بزرگان دین سے حق تلفی کا مواخذہ

﴿سوال﴾ ایک شخص ہمیشہ صوم داؤدی رکھتا ہے اور تہجد اور نوافل بھی کل پڑھتا ہے اور درویشی بھی خوب کرتا ہے اور اچھا پہنتا ہے اور چار نکاح بھی اس نے کئے ہیں اور یادخدا بھی ہر وقت کرتا ہے اور ایک شخص نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ سوتا ہے نہ اپنے والدین سے اور اپنی زوجہ سے تعلق کامل رکھتا ہے اور درحقیقت اس کو اپنے متعلقین کا ہونا ہی بار ہے اور یہ شخص عاقل ہے نہ مجذوب بلکہ اس کے ذہن میں یہ بات سما گئی ہے کہ سوائے یاد خدا کے کچھ باقی نہ رہے کسی سے کچھ تعلق نہ ہو نہ مال ہو نہ کھانا ہو نہ اہل عیال ہوں نہ والدین ہوں نہ عزیز واقارب ہوں کسی سے کچھ تعلق نہ ہو تہجد ہو تلاوت ہو یاد خدا ہو اور کچھ نہ ہو سب سے کنارہ ہو تو اب استفسار طلب یہ امر ہے کہ ان دونوں شخصوں میں کون زیادہ بہتر ہے اور یہ شخص دوم کہ جس نے بالکل تعلقات دنیوی ترک کردیئے ہیں اس سے اس کے متعلقین اور والدین کے کھانے کیواسطے جائداد قدیمی بہت موجود ہے ان کو کسی بات کی تکلیف نہیں ہے؟

﴿جواب﴾ حق تلفی کا مواخذہ بزرگ سے بھی ہووے گا اور ہر شخص کا حال متفاوت ہے اس کا فیصلہ نہیں ہوسکتا کہ کون افضل ہے افضل وہ ہے کہ جس کا تقرب الی اللہ تعالیٰ زیادہ ہو(۱۲) بعض کو تعلقات مانع ہیں اور بعض کو مانع نہیں بلکہ بعض کو معین ہیں اور پھر نسبت کا تفاوت ہے پس ایسے امور کا فیصلہ ممکن نہیں اسی ہی سبب سے حالات مشائخ کے بھی مختلف رہے ہیں۔

=ویجعل معظم وصيته لقراء ة الختمات والتهاليل التى نص علماؤنا على عدم صحة الوصية بها. (ردالمحتارعلى الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب فى بطلان الوصية بالختمات والتهاليل، ج:۲،ص: ۵۳۴، ط، دارعالم الكتب رياض)

(۱۲):عن أبى هريرةؓ أن النبى ﷺ سئل: من أكرم الناس؟ فقال: يوسف بن يعقوب بن اسحاق بن ابراهيم. قالوا: ليس عن هذا نسالك، قال: فأكرمهم عند الله أتقاهم.الخ. (الجامع لاحكام القرآن، ج: ۱۹، ص: ۴۱۸، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

دستوری کے احکام

﴿سوال﴾ کوئی شئے بیع کی مشتری کے ہمراہ ملازم وغیرہ نے کہا کہ ہمیں دستوری دو ایسے وقت دینی پڑتی ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جہاں کا عرف ورواج دستوری لینے دینے کا ہو اور بائع ومشتری دونوں کو معلوم ہو وہاں تو دینی چاہئے اور جہاں یہ بات نہ ہو وہاں دینے والے کو اختیار ہے دے یا نہ دے۔فقط۔

ملفوظ

نمازی کے نیچے سے بوریا کھینچنا

﴿۱﴾ نمازی کے نیچے سے بوریا کھینچنا تعدی کر کے ظلم ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ **الظلم ظلمات یوم القیامة** (۱۳) بوریا مسجد کا کسی کی ملک نہیں جو پہلے اس پر کھڑا ہو گیا وہ دوسرے سے احق ہے پس اس کو ڈھکیلنا اور بوریا چھین لینا ظلم ناحق ہے (۱۴)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۳):(صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب الظلم ظلمات یوم القیامة، ص: ۴۸۵، رقم: ۲۴۴۷، ط، دار السلام ریاض)

(۱۴):فی الدرالمختار: ولیس له ازعاج غیره منه.

وفی الشامیة تحته: قوله: (لیس له الخ) قال فی القنیة: له فی المسجد موضع معین یواظب علیه، وقد شغله غیره. قال الأوزاعی: له أن یزعجه، ولیس له ذلک عندنا. أی لأن المسجد لیس ملکا لأحد، بحر عن النهایة....وفی شرح السیر الکبیر للسرخسی: وکذا کل مایکون المسلمون فیه سواء کالنزول فی الرباطات، والجلوس فی المساجد للصلاة الخ. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب فیمن سبقت یده الی مباح، ج: ۲، ص: ۴۳۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

کتاب آداب اور معاشرت کے مسائل

کھانے کے پہلے اور بعد میں ہاتھ کا دھونا

﴿سوال﴾ قبل غذا اور بعد غذا اگر ہاتھ پاک صاف ہوتو بھی ضرور دھودے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قبل غذا ہاتھ دھونا ضرور نہیں ہے البتہ ادب ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سونے کے بعد اٹھ کر ہاتھ دھونا

﴿سوال﴾ بعد سونے کے اگر ہاتھ پر نجاست کا شک ہوتو دھونا ہاتھوں کا مسنون ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر ہاتھ پر نجاست کا شک نہ ہوتب بھی سونے کے بعد وضو میں دھونا مسنون ہے(۲)۔فقط۔

سونے کے بعد اٹھ کر ہاتھوں کا دھونا

﴿سوال﴾ بعد سونے کے اگر ہاتھ پر نجاست کا شک نہ ہوتو دھونا ہاتھوں کا مسنون ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر ہاتھ پر نجاست کا شک نہ ہوتب بھی سونے کے بعد ہاتھوں کا دھونا مسنون ہے(۳)۔

---

(۱):في التاتارخانية: ويستحب غسل اليدين قبل الطعام، فان فيه بركة، وفي البرهانية: والسنة أن يغسل الأيدى قبل الطعام وبعده، وفي واقعات الناطفي: الأدب في غسل الأيدى قبل الطعام أن يبدأ بالشبان ثم الشيوخ، الخ. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الثاني عشر في الكراهة في الاكل ومايتصل به، ج: ۱۸، ص: ۱۳۵، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۲/۳):في الموسوعة الفقهية: يستحب بعد الاستيقاظ من النوم أمور.....ومنها غسل اليدين. (الموسوعة الفقهية، ج: ۴۲، ص: ۱۹)

بغیر طب پڑھنے کے اپنا اور دوسروں کا علاج کرنا

﴿سوال﴾ جس شخص کی تحصیل علم ومطب کافی نہ ہو اور شفا بہانہ دوا پر اعتقاد ہو اور اپنے مرض کا بھی علاج کرتا ہو یقین کامل ہو کہ اللہ شافی مطلق ہے اور بوجہ اس توکل کے بلا تشخیص کے مریض کا علاج کرے عنداللہ مواخذہ دار ہے یا نہیں اور خاص اپنے ترک علاج سے مصیب ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بغیر واقفیت معالجہ کرنا درست نہیں ہے اور اپنا علاج نہ کرنا درست ہے (۴)۔فقط۔

بغیر سند کے علاج کرنا

﴿سوال﴾ جو شخص فارسی پڑھا ہوا طب کا علاج مریضاں کا کرے اور مطب بھی کیا ہو اور تشخیص مرض بھی بخوبی کرتا ہو مگر سند اس زمانہ کے حکماء کی نہ ہو تو بغیر سند اگر وہ علاج کرے تو ہو گنہگار ہوتا ہے یا نہیں اور اس شخص نے اپنے استاد سے بخوبی علم طب فارسی میں پڑھا ہے؟

﴿جواب﴾ ایسے شخص کو جس کا حال درج سوال ہے علاج کرنا درست ہے ہرگز گناہ نہیں اور سند کی حاجت نہیں فن طب سے ماہر ہونا چاہئے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

طبیب کی صفات

﴿سوال﴾ حضور نے جو لکھا ہے کہ علاج مریض جب جائز ہے جب کہ ظن غالب صواب ہو ورنہ جائز نہیں تو یہ ظن کس درجہ کے طبیب کا معتبر ہے؟

﴿جواب﴾ یہ ظن غالب اسی شخص کا معتبر ہے جو فی الجملہ علم اور تجربہ بھی رکھتا ہو جاہل محض اور

---

(۴):عن عمرو بن شعیب، عن أبیه، عن جده أن رسول اللهﷺ قال: من تطبب ولا یعلم منه طب فهو ضامن. (سنن أبی داؤد، کتاب الدیات، باب فیمن تطبب ولا یعلم منه طلب فأعنت، ص: ۶۴۸، رقم: ۴۵۸۶، ط، دارالسلام ریاض)

ناواقف کا ظن معتبر نہیں ہے۔ ایسے طبیب کے شروط اور تعریف کو کیا لکھوں جو اہل علم اور واقف ہے وہ طبیب ہے اور اسی کے غلبہ ظن کا اعتبار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بدعتیوں اور مشرکوں سے تعلقات رکھنا

﴿سوال﴾ بدعتی اور مشرکوں کا کوئی کام یا حاجت پوری کرنے سے یا اخلاق سے باتیں کرنے سے کچھ ثواب ہے یا عذاب بلکہ اخلاق ورسم سے تو فائدہ نصیحت وغیرہ کا معلوم ہوتا ہے اور ترشروئی سے تو یہ متصور نہیں اور کلام کا نہ ہونا بالکل محروم نصیحت سے رکھنا ہے اور شرکت جنازہ سے تجہیز وتکفین مراد ہے یا جنازہ کے ساتھ جانا ہے اگر بدعتی کے جنازہ کی شرکت نہ کرے تو ثواب ہے؟

﴿جواب﴾ جو شخص بوجہ گناہ ترک کرے گا اس کو زیادہ ثواب ہے اور جو بوجہ طعنہ یا کفایت وغیرہ ترک کرے گا تو اگر خدمت کا ثواب اس کو نہ ہو مگر گناہ سے وہ بچ گیا (۵)۔ فقط۔

بدعتی نمازیوں کی امام کو خاطر تواضع کرنا

﴿سوال﴾ اگر نمازیان مسجد بدعتی ہوں مگر بوجہ اس کے کہ اخلاق اور محبت ان سے کرنے سے وہ میری امامت سے خوش رہیں گے ورنہ بغض رہے گا اور جماعت میں فساد پڑھے گا۔ لہٰذا ان سے سلام واخلاق

---

(۵): عن أنس بن مالکؓ، أن رسول اللهﷺ قال: لاتباغضوا، ولاتحاسدوا، ولاتدابروا، وکونوا عباد الله اخواناً، ولایحل لمسلم أن یهجر أخاه فوق ثلاث لیال. وفی البذل تحت هذا الحدیث: قال السیوطیؒ: والمراد حرمة الهجران اذا کان الباعث علیه وقوع تقصیر فی حقوق الصحبة، والأخوة، وآداب العشرة، کاغتیاب، وترک نصیحة، وأما ماکان من جهة الدین والمذهب فهجران أهل البدع والأهواء واجب الی وقت ظهور التوبة. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی هجرة الرجل أخاه، ج: ۱۳، ص: ۳۱۹، رقم: ۴۹۱۰، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

وغیرہ کرنا اولیٰ ہے یا نہ کرنا؟

﴿جواب﴾ اس وجہ سے مدارات درست ہے(۶)۔

احسان کر کے ظاہر کرنا

﴿سوال﴾ احسان کیا اور بوجہ ازدیادِ محبت یا بغرض عوض اس کا اظہار کیا یا باہمی رسم جاری کرنے کو ظاہر کر دیا تو کچھ ثواب اظہار سے کم ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر لوجہ اللہ نیت خیر سے ایک کام کو ظاہر کر دے تو مضائقہ نہیں ہے بلکہ بعض اوقات ازدیادِ خیر ہے(۷)۔فقط۔

زوجہ کو کب تک نماز کی نصیحت کرے

﴿سوال﴾ کتنے دنوں تک ضرور ہے کہ خاوند زوجہ کو نماز کی نصیحت کرے جبکہ عرصہ تک نصیحت کرتا ہو اور وہ نہ مانے بعدہٗ کہنا چھوڑ دے تو گنہگار شوہر ہے یا نہیں؟

---

(۶):فی الدرالمختار: لو قال لذمی أطال اللّٰه بقاء ک: ان نوی بقلبه لعله يسلم أو يؤدی الجزية ذليلاً فلابأس به.

وفی الشامية تحته: والظاهر أن الذمی ليس بقيد. (ردالمحتار على الدرالمختار كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، ج: ۹، ص: ۵۹۲)

(۷):عن أبی هريرةؓ قال: قلت: يا رسول اللّٰه! بينا أنا فی بيتی فی مصلای، اذ دخل علی رجل، فأعجبنی الحال التی رآنی عليها، فقال رسول اللّٰهﷺ رحمک اللّٰه يا أباهريرةؓ! لک أجران: أجر السر وأجر العلانية. وفی المرقات تحت هذا الحديث: (و أجر العلانية) أی للاقتداء بک أو لفرحک بالطاعة وظهورها منک. (مرقات المفاتيح، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، ج: ۹، ص: ۵۰۷، رقم: ۵۳۲۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

﴿جواب﴾ اگر ماننے سے مایوس ہوجاوے تو چھوڑنے سے گنہگار نہیں ہے اور دنوں کی کچھ تعداد نہیں ہے(۸)۔فقط۔

ملفوظات

اندیشہ ضعف ہو تو غذا تر و قوی کھانا

﴿۱﴾ اگر غذا تر اور قوی کھالیوے تو بہتر ہے کہ اندیشہ ضعف سے اطمینان ہوجاوے فقط۔

سنت وفرض فجر کے درمیان تھوڑی دیر سوجانا

﴿۲﴾ سنت وفرض فجر کے درمیان اگر تھوڑی دیر لیٹ جاوے تو کچھ حرج نہیں ہے بلکہ اگر رات کو زیادہ جاگنے کا اتفاق ہوا ہے تو دفع تکان کی وجہ سے بہتر ہے(۹)۔فقط۔

---

(۸):فی التاتارخانية: وذكر الفقيه ابو الليث: ان الأمر بالمعروف على وجوه، ان كان يعلم بأكبر رأيه أنه لو امر بالمعروف يقبلون ذلك منه ويمتنعون عن المنكر، فالأمر واجب عليه ولايسعه تركه......ولو علم أنهم لايقبلون منه ولايخاف منهم ضرباً ولاشتما، فهو بالخيار، والأمر أفضل. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الثامن عشر فى الغناء واللهو وسائر المعاصى والأمر بالمعروف، ج: ۱۸، ص: ۱۹۳، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۹):عن أبى هريرةؓ قال: قال رسول اللهﷺ اذا صلى أحدكم ركعتى الفجر فليضطجع على يمينه. وفى العرف الشذى تحت هذا الحديث: قيل: الاضطجاع سنة، وهو قول الشافعية، ونقول بالاباحة، ونومه عليه الصلاة والسلام لم يكن على طريق العبادة، أقول: لو تأسىٰ واقتدى أحد بعبادته عليه الصلاة السلام من الضجع فلابد من أنه يحرز الثواب. (العرف الشذى شرح سنن الترمذى، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى الاضطجاع بعد ركعتى الفجر، ج: ۱، ص: ۳۹۶، ۳۹۷، رقم: ۴۲۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

مآخذ ومراجع

كتاب اللّٰه

تفسير الطبرى. للعلامة أبى جعفر محمد بن جرير الطبرىؒ۔

تفسير ابن كثير. للحافظ أبى الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير القرشى الدمشقىؒ۔

تفسير الكبير. للعلامة محمد الرازى فخر الدينؒ۔

الجامع لأحكام القرآن. للعلامة أبى عبداللّٰه محمد بن أحمد بن أبى بكر القرطبىؒ

احكام القرآن. للعلامة أبى بكر احمد بن على الرازى الجصاص الحنفىؒ۔

احكام القرآن للتهانوىؒ. للعلامة ظفر احمد التهانوىؒ

الدر المنثورفى التفسير بالمأثور. للعلامة جلال الدين السيوطىؒ۔

أنوار التنزيل وأسرار التأويل المعروف بتفسيرالبيضاوى. للعلامة ناصر الدين أبى الخير عبداللّٰه بن عمر بن محمد الشيرازى الشافعى البيضاوىؒ۔

الحواشى المفيدة على التفسير البيضاوى. للعلامة عبدالكريم الكورائىؒ۔

تفسير مظهرى. للعلامة قاضى ثناء اللّٰه پانى پتىؒ

تفسير حدائق الروح والريحان. للعلامة محمد الأمين بن عبداللّٰه الأرمى الشافعى۔

جواهر الحسان فى تفسير القرآن. للعلامة عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف المالكىؒ۔

تفسير السمرقندى. للعلامة أبى الليث نصر بن محمد بن احمد بن ابراهيم السرقندىؒ۔

المحرر الوجيز. للقاضى أبى محمد عبدالحق بن غالب بن عطية الأندلسىؒ۔

الكشف والبيان المعروف بتفسير الثعلبى. للعلامة أبى اسحاق أحمد المعروف بالامام الثعلبىؒ۔

فتح البيان فى مقاصد القرآن. للعلامة أبى الطيب صديق خان بن حسن على بن لطف اللّٰه

الحسینی البخاری الهندی۔

الاتقان فی علوم القرآن.للعلامة جلال الدین السیوطیؒ۔

اللباب فی علوم الکتاب. للعلامة أبی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلیؒ۔

التفسیر المأمون علی منهج التنزیل والصحیح المسنون. للعلامة مأمون حموس۔

تفسیر ابی السعود.لقاضی القضاة أبی السعود محمد بن محمد العمادیؒ۔

الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوه التاویل. للعلامة جار اللّٰه أبی القاسم محمود بن عمر الزمخشری۔

العذب النمیر من مجالس الشنقیطي فی التفسیر. للعلامة محمد الأمین بن محمد المختار الجکنی الشنقیطیؒ۔

التفسیر المبین. لدکتور عبدالرحمٰن بن حسن النفیسة۔

تفسیر مدارک. للعلامة ابی البرکات عبداللّٰه بن احمد بن محمود النسفیؒ

روح المعانی. للعلامة أبی الفضل شهاب الدین السید محمود الالوسی البغدادیؒ۔

معارف القرآن. للمفتی محمد شفیعؒ

تفسیر المراغی للعلامة احمد مصطفی المراغیؒ۔

معالم العرفان فی دروس القرآن. للمولانا عبدالحمید السواتیؒ۔

صحیح البخاری. للامام أبی عبداللّٰه محمد بن اسماعیل البخاری الجعفیؒ۔

صحیح المسلم. للامام أبی الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوریؒ۔

سنن نسائی.للامام أبی عبدالرحمٰن أحمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائیؒ۔

سنن أبی داؤد. للامام أبی داؤد سلیمان بن الأشعث بن اسحاق الازدی السجستانیؒ۔

جامع الترمذی.للامام أبی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ۔

سنن ابن ماجة. للامام أبی عبداللّٰه محمد بن یزید ابن ماجه القزوینیؒ۔

موطأ امام مالک. للامام مالك بن أنسؒ۔

مسند احمد.للامام احمد بن حنبلؒ

المعجم الكبيرللطبرانی. للحافظ أبی القاسم سليمان بن احمد الطبرانیؒ۔

سنن الدارمی.للعلامة أبی محمد عبداللّٰه بن عبدالرحمٰن التميمی الدارمیؒ۔

كنز العمال.للعلامة علاء الدين علی ا لمتقی بن حسام الدين الهندیؒ۔

مجمع الزوائد ومنبع الفوائد.للحافظ نور الدين علی بن أبی بكر الهيثمیؒ۔

مجمع البحرين فی زوائد المعجمين.للحافظ نور الدين علی بن أبی بكر الهيثمیؒ۔

المستدرک علی الصحيحين.للحافظ أبی عبداللّٰه محمد بن عبداللّٰه الحاكم النيسابوریؒ۔

الجامع لشعب الايمان.للحافظ أبی بكر أحمد بن الحسين البيهقیؒ۔

صحيح ابن خزيمة.للامام أبی بكر محمد بن اسحاق بن خزيمة السلمی النيسابوریؒ۔

المسند الجامع. للجنة العلماء العرب۔

مسند أبی عوانة.للامام أبی عوانة يعقوب بن اسحاق الأسرائنیؒ۔

موسوعة ابن أبی الدنيا.للعلامة ابن أبی الدنياؒ۔

مسند أبی يعلی. للحافظ أبی يعلی احمد بن علی بن المثنی التميمیؒ۔

المصنف لعبدالرزاق. للحافظ الكبير أبی بكر عبدالرزاق بن همام الصنعانیؒ۔

المصنف لابن أبی شيبة.للحافظ أبی بكر عبداللّٰه بن محمد بن ابراهيم ابن أبی شيبةؒ۔

مشكوة المصابيح.للعلامة محمد بن عبداللّٰه الخطيب التبريزیؒ۔

عمدة القاری.للعلامة بدرالدين أبی محمد محمود بن أحمد العينی الحنفیؒ۔

فتح الباری.للحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ۔

شرح صحيح البخاری لابن بطال. للعلامة أبی الحسن علی بن خلف بن عبدالملك بن بطال البكری القرطبیؒ۔

التوضيح لشرح الجامع الصحيح. للعلامة سراج الدين أبى حفص عمر بن على بن احمد الأنصارى الشافعیؒ۔

فيض البارى على صحيح البخارى.للامام العصر العلامة محمد انور الكشميریؒ۔

الابواب التراجم لصحيح البخارى.لشيخ الحديث مولانا محمد زكريا الكاندهلویؒ۔

الفجر الساطع على الصحيح الجامع.للعلامة الفضيل بن الفاطمى الشبيهى المالکیؒ۔

الخير الجارى شرح صحيح البخارى. للعلامة محمد ادريس الكاندهلویؒ۔

كشف البارى عما فى صحيح البخارى.لشيخ الحديث العلامة سليم اللّٰه خانؒ

تحفة القارى شرح صحيح البخارى. لشيخ الحديث العلامة سعيد احمد پالنپوریؒ۔

المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج. للعلامة أبى زكريا يحيىٰ بن شرف النوویؒ۔

موسوعة فتح الملهم.لشيخ الاسلام العلامة شبير احمد العثمانیؒ۔

تكلمة فتح الملهم. لشيخ الاسلام العلامة محمد تقى العثمانى۔

المفهم لما أشكل من كتاب تلخيص مسلم. للحافظ أبى العباس أحمد بن عمر بن ابراهيم القرطبیؒ۔

اكمال المعلم بفوائد مسلم. للحافظ أبى الفضل عياض بن موسى بن عياضؒ۔

الكوكب الوهاج والروض البهاج فى شرح صحيح مسلم بن الحجاج. للعلامة محمد الامين بن عبداللّٰه الارمى العلوى الشافعى۔

فضل المنعم فى شرح صحيح مسلم. للعلامة أبى عبداللّٰه محمد بن عطاء بن محمد الهروى الحنفى ثم الشافعیؒ۔

فتح المنعم شرح صحيح مسلم. للعلامة موسىٰ شاهين لاشين۔

البحر المحيط الثجاج فى شرح صحيح الامام مسلم بن الحجاج. للعلامة محمد ابن الشيخ على بن آدم الولوى۔

الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج.للحافظ عبدالرحمن بن أبى بكر السيوطىؒ

ذخيرة العقبیٰ فی شرح المجتبٰی. للعلامة محمد ابن الشيخ على بن آدم الولوی۔

بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد. للعلامة خليل احمد السهانفوریؒ۔

شرح سنن أبى داؤد للعينى.للعلامة بدرالدين أبى محمد محمود بن أحمد العينى الحنفیؒ۔

الدرالمنضود على سنن أبى داؤد. للمولانا محمد عاقلؒ۔

المنهل العذب المورود شرح سنن أبى داؤد.للعلامة محمود محمد خطاب السبكیؒ۔

فتح الملک المعبود تكلمة المنهل العذب المورود.للعلامة امين محمود خطاب۔

فتح الودودفی شرح سنن أبى داؤد. للعلامة أبى الحسن السندیؒ۔

عون المعبود شرح سنن أبى داؤد.للعلامة أبى الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادیؒ

الكوكب الدرى على جامع الترمذى.للعلامة رشيد أحمد الكنكوهیؒ۔

العرف الشذى شرح سنن الترمذى. للامام العصر العلامة محمد انور الكشميریؒ۔

عارضة الاحوذى بشرح الترمذى.للحافظ ابن العربى المالكیؒ۔

معارف السنن شرح جامع الترمذى. للعلامة السيد محمد يوسف البنوریؒ۔

تحفة الأحوذى بشرح الترمذى.للعلامة أبى العلى محمد عبدالرحمٰن بن عبدالحيم المباركفوریؒ۔

تحفة الالمعى شرح سنن الترمذى. لشيخ الحديث العلامة سعيد احمد پالنپوریؒ۔

كفاية الحاجة فى شرح سنن ابن ماجة. للعلامة أبى الحسن بن عبدالهادى السندیؒ۔

اهداء الديباجة بشرح سنن ابن ماجة. للعلامة أبو صهيب صفاء الضوى العدوی۔

اوجزالمسالک الیٰ مؤطا امام مالک. لشيخ الحديث مولانا محمد زكريا الكاندهلویؒ

كشف المغطى عن وجه الموطا. للعلامة محمد أشفاق الرحمٰن الكاندهلویؒ۔

التعليق الممجد على موطا محمدؒ. للعلامة أبى الحسنات محمد عبدالحى اللكنویؒ۔

شرح زرقانی علی المؤطا. للعلامة محمد الزرقانیؒ۔

الاستذکار. للحافظ أبی عمر یوسف بن عبداللّٰہ ابن محمد بن عبدالبر النمری الأندلسیؒ۔

فتح المنان شرح المسند الجامع.للعلامة أبی عاصم نبیل بن ھاشم الغمریؒ۔

الشافی فی شرح مسند الشافعی. للعلامة مجد الدین أبی السعادات المبارك بن محمد بن عبدالکریم الجزریؒ۔

مرقاۃ المفاتیح. للعلامة الشیخ علی بن سلطان محمد القاریؒ۔

التعلیق الصبیح علی مشکاۃ المصابیح. للعلامة محمد ادریس الکاندھلویؒ۔

الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف. للعلامة عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذریؒ۔

اعلاء السنن. للعلامة ظفر احمد العثمانی التھانویؒ۔

نصب الرایة. للعلامة جمال الدین أبی محمد عبداللّٰہ بن یوسف بن محمد بن أیوب بن موسی الحنفی الزیلعیؒ۔

امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار. للعلامة محمد یوسف الکاندھلویؒ۔

المدخل لابن الحاج. للعلامة أبی عبداللّٰہ محمد بن محمد بن محمد العبدری المالکیؒ

احیاء علوم الدین.للعلامة أبی حامد محمد بن محمد الغزالیؒ۔

کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتھر من الأحادیث علی ألسنة الناس. للعلامة اسماعیل بن محمد العجلونی الجراحیؒ۔

اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین. للعلامة السید محمد بن محمد الحسینی الزبیدیؒ۔

المغنی عن حمل الأسفار فی الأسفار. للعلامة زین الدین أبی الفضل العراقیؒ۔

الدین الخالص.للعلامة محمود محمد خطاب السبکیؒ۔

الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان. للعلامة الامیر علاء الدین بن بلبان الفارسیؒ۔

حاشية مشكوة المصابيح. للعلامة احمد علی السهانفوریؒ۔

التنویر شرح الجامع الصغیر. للعلامة محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانیؒ۔

فیض القدیر شرح الجامع الصغیر. للعلامة محمد عبدالرؤف المناویؒ۔

جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم. للعلامة زین الدین أبی الفرج عبدالرحمٰن بن شهاب الدین الشهیر بابن رجبؒ۔

سبل السلام الموصلة الی بلوغ المرام. للعلامة محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانیؒ۔

نیل الاوطار من أسرار منتقی الأخبار. للعلامة محمد بن علی الشوکانیؒ۔

فقه الاسلام شرح بلوغ المرام. للحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ۔

اللآلیء المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة. للحافظ أبی الفضل عبدالرحمٰن بن أبی بکر جلال الدین السیوطیؒ۔

تحفة الاخیار فی احیاء سنة سید الابرار. للعلامة محمد عبدالحی اللکنویؒ۔

الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة. للعلامة محمد بن علی الشوکانیؒ۔

الآثار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة. للعلامة محمد عبدالحی اللکنویؒ۔

تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی. للحافظ أبی الفضل عبدالرحمٰن بن أبی بکر جلال الدین السیوطیؒ۔

قواعد فی علوم الحدیث. للعلامة ظفراحمد العثمانی التهانویؒ۔

الاجوبة الفاضلة للاسئلة العشرة الکاملة. للعلامة محمد عبدالحی اللکنویؒ۔

المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الأحادیث المشتهرةعلی الألسنة. للعلامة محمد عبدالرحمٰن السخاویؒ۔

تبیین العجب بما ورد فی شهر رجب. للحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ۔

الغنیة لطالبی طریق الحق عزوجل. لشیخ عبدالقادر بن أبی صالح الجیلانیؒ۔

ماثبت بالسنة فی الایام السنة. لشیخ عبدالحق الدهلویؒ۔

طبقات ابن سعد. للعلامة أبی عبداللّٰه محمد بن سعد البصریؒ۔

طرح التثریب فی شرح التقریب.للعلامة ولی الدین أبی زرعة العراقیؒ۔

تاریخ الطبری. للعلامة أبی جعفر محمد بن جریر الطبریؒ۔

البدایة و النهایة.للحافظ أبی الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقیؒ

الاستیعاب فی معرفة الاصحاب. للحافظ أبی عمر یوسف بن عبداللّٰه ابن محمد بن عبدالبر النمری الأندلسیؒ۔

سیر أعلام النبلاء.للعلامة شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان الذهبیؒ۔

تذکرة الحفاظ للذهبی.للعلامة شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان الذهبیؒ۔

اسد الغابة فی معرفة الصحابة.للعلامة عز الدین ابن الأثیر أبی الحسن علی بن محمد الجزریؒ۔

جمهرة أنساب العرب . للعلامة أبی محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم بن غالب الأندلسیؒ۔

تهذیب التهذیب.للحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ۔

تذهیب تهذیب الکمال فی أسماء الرجال. للعلامة شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان الذهبیؒ۔

تهذیب الکمال فی أسماء الرجال.للحافظ المتقن جمال الدین أبی الحجاج یوسف المزیؒ۔

اکمال تهذیب الکمال فی اسماء الرجال. للعلامة علاء الدین مغلطای ابن قلیج بن عبداللّٰه الحنفیؒ۔

تذهیب تقریب التهذیب.للحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ۔

اللّآلئ المنثورة. للعلامة محمد یونس الجنفوریؒ۔

الأصل. للامام محمد بن الحسن الشيبانیؒ۔

المبسوط السرخسی.للعلامة شمس الدین أبی بکر محمد بن أبی سهل السرخسیؒ۔

شرح کتاب السیر الکبیر.للعلامة شمس الدین أبی بکر محمد بن أبی سهل السرخسیؒ۔

قدوری.للعلامة أبی الحسین أحمد بن محمد أحمد البغدادیؒ۔

المعتصر الضروری. للعلامة محمد سلیمان الهندیؒ۔

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع. للعلامة علاء الدین أبی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفیؒ۔

شرح الوقایة.للعلامة صدر الشریعة عبیداللّٰه بن مسعودؒ۔

التسهیل الضروری لمسائل القدوری. للعلامة محمد عاشق الٰهی البرنيؒ۔

الفتاوی الخانیة. للامام فخر الدین حسن بن منصور الاوزجندی الفرغانیؒ۔

الفتاوی التاتارخانیة.للعلامة فرید الدین عالم بن العلاء الدهلوی الهندیؒ۔

الفتاوی الحدیثیة. للعلامة أحمد بن شهاب الدین بن حجر الهیثمی المکیؒ۔

الفتاوی البزازیة. للعلامة حافظ الدین محمد بن محمدبن شهاب المعروف بابن البزاز الکردری الحنفیؒ۔

الفتاوی العالمکیریه. للجنة من علماء الهند۔

الاختیارلتعلیل المختار. للعلامة عبداللّٰه بن محمود بن مودود الموصلی الحنفیؒ۔

ردالمحتار.للعلامة محمد امین بن عمر عابدین الشهیر بابن عابدینؒ۔

الدر المختار. للعلامة محمد بن علی الحصکفیؒ۔

فتح القدیر.للعلامة کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الهمام الحنفیؒ۔

المحیط البرهانی. للعلامة ابی المعالی محمود بن احمد بن مازةؒ۔

خلاصة الدلائل فی تنقیح المسائل. للعلامة حسام الدین علی بن مکی الرازیؒ۔

مختصر الطحاوی. للامام أبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی الحنفیؒ۔

الفقه الحنفی وأدلته. لشیخ اسعد محمد الصاغرجیؒ۔

مجمع الانهرفی شرح ملتقی الابحر.للعلامة عبدالرحمٰن بن محمد الکلیبولیؒ۔

الهدایة. للامام برهان الدین أبی الحسن علی بن أبی بکر المرغینانیؒ۔

العنایة شرح الهدایة.للعلامة محمد بن محمود بن أحمد الحنفیؒ۔

البنایه شرح الهدایة. للعلامة بدرالدین أبی محمد محمود بن أحمد العینی الحنفیؒ۔

التنبیه علی مشکلات الهدایة۔للعلامة صدرالدین علی بن علی أبی العز الحنفیؒ۔

ملتقی الابحر. للعلامة ابراهیم بن محمد بن ابراهیم الحلبیؒ۔

الدر المنتقیٰ. للعلامة محمد بن علی الحصکفیؒ۔

غمز عیون البصائر شرح کتاب الاشباه والنظائر. للعلامة السید أحمد بن محمد الحنفیؒ۔

البحر الرائق. للعلامة زین العابدین ابراهیم الشیهر بابن نجیم المصریؒ۔

تکملة البحرالرائق.للعلامة محمد بن حسین بن علی الطوری القادری الحنفیؒ۔

منحة الخالق علی البحر الرائق.للعلامة محمد امین بن عمر عابدین الشهیر بابن عابدینؒ۔

تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق. للعلامة فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفیؒ۔

حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق. للعلامة احمد بن یونس الشلبی الحنفیؒ۔

نهر الفائق. للعلامة سراج الدین عمر بن ابراهیم ابن نجیمؒ۔

الحلال والحرام فی الاسلام. للعلامة محمد یوسف القرضاویؒ۔

حاشیة کنز للنانوتویؒ.للعلامة محمد احسن الصدیقی النانوتویؒ۔

امداد الفتاح شرح نور الایضاح ونجاة الارواح. للعلامة ابی الاخلاص حسن بن عمار الشرنبلالیؒ۔

مجمع البحرین وملتقی النیرین. للعلامة مظفر الدین أحمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن

الساعاتی الحنفیؒ۔

منحة السلوک فی شرح تحفة الملوک. للعلامة بدرالدین أبی محمد محمود بن أحمد العینی الحنفیؒ۔

حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح. للعلامة سید احمد الطحطاویؒ.

حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار. للعلامة سید احمد الطحطاویؒ۔

حاشیة نصب الخباء فی تعین ما علیه الفتوی علی الهدایة. للمفتی عبدالحکیم الشاولیکوتی۔

الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام.للقاضی ملا خسرو الحنفیؒ۔

غنیة ذوی الاحکام فی بغیة درر الاحکام.للعلامة ابی الاخلاص حسن بن عمار الشرنبلالیؒ۔

الهدیة العلائیة لتلامذ المکاتب الابتدائیة.للعلامة علاء الدین بن محمد أمین عابدین الدمشقی الحنفیؒ۔

اللباب فی شرح الکتاب. للعلامة عبدالغنی الغنیمی المیدانی الدمشقی الحنفیؒ۔

القول الصواب فی مسائل الکتاب.للمفتی محمد عبدالقادر الجیلانی۔

مجموعة الفتاوی. للعلامة محمد عبدالحی اللکنویؒ۔

الأشباه والنظائر.للعلامة زین العابدین ابراهیم الشیهر بابن نجیم المصریؒ۔

النتف فی الفتاوی. للعلامة علی بن الحسین أبو الحسین السغدیؒ۔

حلبی کبیر.للعلامة ابراهیم بن محمد بن ابراهیم الحلبیؒ۔

السراجی فی المیراث. للعلامة سراج الدین محمد ابن عبدالرشید الجاوندی الحنفیؒ۔

احکام القنطرة فی احکام البسملة. للعلامة محمد عبدالحی اللکنویؒ۔

امام الکلام فی ما یتعلق بالقراة خلف الامام. للعلامة محمد عبدالحی اللکنویؒ۔

آکام النفائس فی أداء الأذکار بلسان الفارس. للعلامة محمد عبدالحی اللکنویؒ۔

زجر ارباب الریان عن شرب الدخان.للعلامة محمد عبدالحی اللکنویؒ۔

بحوث فی قضایا فقهیة معاصرة.لشیخ الاسلام محمد تقی العثمانی۔

اصول الافتاء وآدابه. لشیخ الاسلام محمد تقی العثمانی۔

الاعتصام. للعلامة أبی اسحاق ابراهیم بن موسی بن محمد الشاطبیؒ۔

مالابدمنه. للقاضی ثناء اللّٰہ پانی پتیؒ۔

مواهب الجلیل لشرح مختصر خلیل. للعلامة أبی عبداللّٰہ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن المغربیؒ۔

التوضیح شرح مختصر ابن الحاجب. للعلامة خلیل بن اسحاق المالکیؒ۔

تسهیل المسالک الی هدایة السالک.للعلامة مبارك بن علی بن حمد الاحسائی المالکیؒ۔

الام. للامام محمد بن ادریس الشافعیؒ۔

الوجیز. للعلامة أبی حامد محمد بن محمد الغزالیؒ۔

العزیز شرح الوجیز. للعلامة أبی القاسم عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم الرافعی القزوینی الشافعیؒ۔

الفقه المنهجی علی مذهب الامام الشافعی.للعلامة مصطفی الخن۔

المجموع شرح المهذب. للعلامة أبی زکریا محی الدین بن شرف النوویؒ۔

بحر المذهب.للعلامة أبی المحاسن عبدالواحد بن اسماعیل الرویانیؒ۔

الحاوی الکبیر. للعلامة أبی الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصریؒ۔

روضةالطالبین وعمدة المفتین.للعلامة أبی زکریا محی الدین بن شرف النوویؒ۔

المهذب. للعلامة أبی اسحاق الشیرازیؒ۔

المغنی.للعلامة أبی محمدعبداللّٰہ ابن قدامة الدمشقی الحنبلیؒ

کتاب الفروع. للعلامة شمس الدین محمد بن مفلح المقدسیؒ۔

الممتع فی شرح المقنع. للعلامة زین الدین المنجی بن عثمان بن أسعد ابن المنجی الحنبلیؒ۔

معونة أولی النهٰی شرح المنتهٰی. للعلامة محمد بن احمد بن عبدالعزیز الحنبلیؒ۔

الشرح الکبیر. للعلامة شمس الدین ابی الفرج احمد بن قدامةؒ۔

نور الانوار. للعلامة أحمد المعروف بملاجیون الصدیقیؒ۔

قمر الاقمار حاشیة علی نور الانوار

المسائل المهمة فیما ابتلت به العامة. للمفتی محمد جعفر الملی الرحمانی۔

کفایة المفتی. للمفتی کفایت اللّٰه الدهلویؒ۔

جواهر الفقه. للمفتی محمد شفیعؒ۔

خزینة الفقه.للمفتی محمد کوثر علی المظاهری۔

امداد الفتاوی. لحکیم الامت محمد اشرف علی التهانویؒ۔

فتاوی عزیزی. للعلامة الشاه عبدالعزیز الدهلویؒ.

فتاوی محمودیه. للمفتی محمود حسن الکنکوهیؒ۔

فتاوی مفتی محمودؒ. للمفتی محمودؒ۔

فتاوی قاسمیة. للمفتی محمد شبیر القاسمی۔

فتاوی حقانیه. لشیخ الحدیث عبدالحق الحقانیؒ۔

فتاوی دار العلوم زکریا. للمفتی رضاء الحق۔

فتاوی رحیمیه. للمفتی عبدالرحیم اللاجفوریؒ۔

فتاوی دار العلوم دیوبند. للمفتی عزیز الرحمٰن الدیوبندیؒ۔

نجم الفتاوی. لشیخ الحدیث نجم الحسن الامروهوی۔

جامع الفتاوی. للمفتی مهربان علیؒ۔

خیر الفتاوی. لشیخ الحدیث خیر محمد الجالندهریؒ۔

فتاوی فریدیه. للمفتی محمد فریدؒ۔

فتاوی عثمانی. للمفتی محمد تقی العثمانی۔

کتاب المسائل. للمفتی محمد سلمان المنصورفوری۔

فتاوی بینات.

فقه حنفی قرآن وسنت کی روشنی میں. لجنة المصنفین منهم مولانا خالد محمودؒ۔

قاموس الفقه. للمولانا خالد سیف الرحمانی۔

فتاوای منبع العلوم. للمولانا محمد عمر السربازیؒ۔

آپ کے مسائل اور ان کاحل. للمولانا محمد یوسف الدهیانویؒ۔

عمدة الفقه. للمولانا السید زوار حسینؒ۔

فقهی مقالات. للمفتی محمد تقی العثمانی۔

کتاب النوازل. للمفتی محمد سلمان المنصورفوری۔

اجرت تراویح کا شرعی حکم. لاحقر العباد محمد خالد الحنفی۔

کتاب الروح.للعلامة أبی عبداللّٰه محمد بن أبی بکر أیوب ابن قیم الجوزیةؒ۔

مجمع بحار الأنوار. للعلامة محمد طاهر الصدیقی الهندی الفتنی الکجراتیؒ۔

شرح العقائد النسفیة.للعلامة سعد الدین التفتازنیؒ۔

شرح فقه الاکبر .للعلامة الشیخ علی بن سلطان محمد القاریؒ۔

النبراس شرح شرح العقائد. للعلامة محمد عبدالعزیز الفرهاریؒ۔

کتاب شرح الصدور بشرح حال موتٰی والقبور.للعلامة جلال الدین السیوطیؒ۔

حجة اللّٰه البالغة. للامام الشاه ولی اللّٰه الدهلویؒ۔

العالم والمتعلم. للعلامة محمد زاهد بن الحسن الکوثریؒ۔

بتزیین العبارة لتحسین الاشارة.للعلامة علی بن سلطان محمد القاریؒ۔

المهند على المفند. للعلامة خليل احمد السهانفوریؒ۔

حياة الحيوان الكبرى. للعلامة كمال الدين محمد بن موسى الدميریؒ۔

مکتوبات امام ربانی. للعلامة الشيخ احمد سرهندیؒ۔

القول الجميل مع شفاء العليل. للامام الشاه ولی اللّٰه الدهلویؒ۔

قطب الارشاد. للعلامة فقير اللّٰه الحنفیؒ۔

التكشف عن مهمات التصوف. لحكيم الامت محمد اشرف علی التهانویؒ۔

اتمام البرهان فی رد توضيح البيان. لشيخ الحديث سرفراز خان صفدرؒ۔

منهج الحياة الايمانية والتربية الدينية في ضوء الكتاب والسنة. لشيخ الحديث مولانا محمد زكريا الكاندهلویؒ۔

شریعت وطریقت کا تلازم.لشيخ الحديث مولانا محمد زكريا الكاندهلویؒ۔

تاج العروس من جواهر القاموس.للعلامة السيد محمد مرتضى الحسينی الزبيدیؒ۔